آیاتِ بیّنات

تردید شیعہ میں وہ مشہور اور عظیم کتاب جس کا صحیح جواب آج تک علمائے شیعہ
دے سکے جس میں خود شیعہ مذہب کی کتب اور اُنکے علماء کے اقوال سے صحابہ کے فضائل
اور خلافت راشدہ کو ثابت کیا ہے اور مسئلہ نکاح اُم کلثوم و باغِ فدک پر سیر حاصل بحث کیگئی ہے

تالیف محسن الملک

سیّد محمد مہدی علی خاںؔ

دار الاشاعت

مقابل مولوی مسافر خانہ۔ کراچی

دار الکتب ... ضلع پشاور

آیاتِ بیّنات

حصّہ اوّل و دوم

شیعہ عقائد کے بطلان میں وہ عظیم الشان اور مشہور کتاب جس کا صحیح جواب آج تک علمائے شیعہ نہ دے سکے اور جس نے ہزارہا انسانوں کے شکوک و شبہات کو ختم کر دیا۔ جس میں خود شیعہ مذہب کی کتب اور اُن کے علماؑ کے حوالوں سے صحابہؓ کے فضائل اور خلافتِ راشدہ کو ثابت کیا گیا ہے اور مسئلہ نکاحِ اُمِ کلثومؓ پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے، اندازِ بیان نہایت متین اور ناصحانہ اختیار کیا گیا ہے۔ ضرورت ہے کہ ہر شخص خصوصاً شیعہ حضرات تعصب سے ہٹکر اس کتاب کا مطالعہ فرمائیں

تالیف

نوابؑ محسن الملک سید محمّد مہدی علی خان صاحب

ناشر

دارالاشاعت

مقابل مولوی مُسافرخانہ کراچی

marfat.com

جملہ حقوق طباعت و اشاعت ترجمہ و حواشی محفوظ ہیں

اصلاح و اضافہ شدہ، جدید عکسی ایڈیشن،

باہتمام محمد رضی عثمانی، مدیر دارالاشاعت کراچی ۱

تعداد طبع ایک ہزار، مطبوعہ مشہور پریس کراچی

اشاعت فروری ۱۹۷۹ء

اشاعت جولائی ۱۹۸۲ء

باضافہ حالاتِ مصنف

ملنے کے پتے

دارالاشاعت مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی ۱

ادارۃ المعارف ڈاک خانہ دارالعلوم کراچی ۱۴

مکتبہ دارالعلوم ڈاک خانہ دارالعلوم کراچی ۱۴

ادارۃ اسلامیات ــــ ۱۹۰ ــــ انارکلی لاہور

marfat.com

عرضِ ناشر

زیرِ نظر کتاب آیات بینات جناب نوابِ محسن الدولہ محسن الملک مولوی سید محمد مہدی علی خاں صاحب بہادر منیر نواز جنگ معتمد پولٹیکل و فنانس سرکار عالی ریاست حیدر آباد دکن کی وہ عظیم اور مشہور کتاب ہے جس نے ایک انقلاب پیدا کر دیا۔ یہ کتاب اہل شیعہ کے عقائد کے بطلان میں ایسی متین اور سنجیدہ کتاب ہے جس کا صحیح جواب آج تک علمائے شیعہ نہ دے سکے اور جس نے ہزار ہا انسانوں کے شکوک و شبہات کو ختم کر دیا۔ اہل علم خوب جانتے ہیں کہ یہ کتاب اس موضوع پر کس درجہ کی ہو گی کیونکہ اس کے مصنف نواب صاحب موصوف ایک زمانہ تک خود شیعہ مذہب کے بڑے عالم اور مجتہد امام تھے بعد میں اللہ تعالیٰ نے ہدایت فرمائی۔ اور آپ کے دل میں سُنی مذہب کی حقانیت جاگزیں ہو گئی۔ اور آپ راہ حق میں کنبہ برادری عزیز رشتہ داروں کی پروا کئے بغیر شیعہ مذہب سے تائب ہوئے اور اپنے سُنی ہونے کا اعلان فرما دیا۔

ظاہر ہے کہ جب ایک ایسا عالم تردید شیعیت میں قلم اُٹھائے جو خود پہلے شیعہ عالم رہا ہو تو اس نے اس کتاب میں کس قدر صحیح اور سچی باتیں لکھی ہوں گی۔ لیکن اس کے باوجود اندازِ تحریر عام مناظرانہ نہیں بلکہ نہایت متین اور سنجیدہ اور ناصحانہ اختیار کیا گیا ہے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ ہر شخص خصوصاً شیعہ حضرات تعصب سے ہٹ کر اس کتاب کا مطالعہ فرمائیں۔

ابتداء میں یہ کتاب دو جلدوں میں سنہ ۱۳۱۵ھ میں مطبع مصطفائی سے شائع ہوئی تھی۔ اور پھر عرصے سے یہ کتاب نایاب تھی سنہ ۱۹۶۰ء میں دار الاشاعت کراچی کو اس کی جلد اوّل کے دونوں حصے دستیاب ہوئے تھے جو بعینہٖ شائع کر دیئے گئے تھے لیکن اس وقت خاطر خواہ اس کی طباعت کا انتظام نہ ہو سکا تھا۔ اب یہ عظیم کتاب عکسی طباعت کے ذریعہ شائع ہوئی ہے۔

خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس کی جلد دوم بھی بڑی تلاش و جستجو کے بعد دستیاب ہو گئی ہے جو فدک وغیرہ اہم مباحث پر مشتمل ہے۔

marfat.com

حصہ اوّل و دوم آپ کے پیش نظر ہیں جس میں سب سے پہلے صحابہؓ کرام کے فضائل بیان کیے گئے ہیں اور پھر خلافتِ راشدہ کو ثابت کیا گیا ہے۔ نکاحِ اُم کلثوم پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے اور پھر اُن مطاعن اور اعتراضات کے مدلل جوابات دیئے گئے ہیں جو صحابہؓ کی نسبت شیعہ حضرات کرتے ہیں۔

جلد دوم بحثِ فدک وغیرہ اہم مباحث پر مشتمل علیحدہ شائع کی جا رہی ہے۔

اس اشاعت کی خصوصیت

اصل کتاب میں جابجا عربی اور فارسی کی عبارتیں بطورِ حوالہ اور سند کے درج تھیں لیکن اُن کا اُردو ترجمہ نہ تھا جس کی وجہ سے اردو خواں حضرات کو مطالعہ میں دشواری ہوتی تھی ہم نے ایسی عبارتوں پر نمبر ڈال کر حاشیہ میں اُردو ترجمہ درج کر دیا ہے اب انشاء اللہ تعالیٰ یہ کتاب ہر خاص و عام کے لئے مفید ہو گئی ہے ہمیں اُمید ہے کہ اہلِ علم حضرات اِن بیش بہا خزینہ ہائے علم سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھائیں گے۔

وما توفیقی اِلّا باللہ۔

بندہ محمد رضی عثمانی

۲ جمادی الاول مطابق ۱۲ ستمبر سنہ ۱۹۶۳ء

مصنفِ کتاب یعنی محسن الملک کے حالاتِ زندگی

ہم جناب شناء الحق صدیقی صاحب ایم اے کے بیحد ممنون ہیں کہ انہوں نے نواب محسن الملک کے حالاتِ زندگی مرتب فرما کر آیاتِ بینات کے ساتھ اشاعت کے لئے ہمیں مرحمت فرمائے چنانچہ اس اشاعت میں صفحہ ۶ کے بعد یہ حالات درج ہیں۔ (محمد رضی عثمانی ۲۱ نومبر ۶۹ء)

marfat.com

فہرست مضامین حصّہ اوّل و دوم

مضمون	صفحہ
دیباچہ	۷
تمہید	۹
دلائل عقلی صحابہؓ کی فضیلت میں	۱۰
پہلی دلیل	۱۰
دوسری دلیل	۱۱
تیسری دلیل	۱۴
چوتھی دلیل	۱۶
پانچویں دلیل	۱۷
شواہد نقلی صحابہ کی فضیلت میں	۱۸
توریت و انجیل کی شہادتیں اور صحابہ کی فضیلت میں	۱۸
پہلی شہادت توریت کی	۱۹
پہلی روایت کہ صدیق اکبرؓ نے اپنے باپ کے قتل کا ارادہ کیا۔	۱۹
دوسری روایت کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے رشتہ داروں کے قتل کا مشورہ دیا	۲۰
دوسری شہادت انجیل کی۔	۲۰
قرآن مجید کی شہادتیں صحابہ کی فضیلت میں	۲۲
پہلی آیت	۲۲
دوسری آیت	۲۶
تیسری آیت	۲۷
چوتھی آیت	۳۱
پانچویں آیت	۴۰
چھٹی آیت	۴۳
ساتویں آیت	۴۷
صدیق اکبرؓ کے فضائل	۴۹
شیعان عبداللہ ابن سبا کے اعتراضات کا بیان	۵۱
پہلا اعتراض پہلی فضیلت پر	۵۲
دوسرا اعتراض دوسری فضیلت پر	۵۹
تیسرا اعتراض تیسری فضیلت پر	۶۰
امر چہارم کے ثبوت میں	۶۲
امر پنجم کے ثبوت میں	۶۲
امر ششم کے ثبوت میں	۶۲
ساتواں اعتراض ساتویں فضیلت میں	۶۳
آٹھواں اعتراض آٹھویں فضیلت میں	۶۴
نواں اعتراض نویں فضیلت میں	۷۹

marfat.com

ائمہ کرام کی شہادتیں صحابہ کی فضیلت میں	۸۴
پہلی حدیث	۸۴
دلیل اول	۸۶
دوسری دلیل	۸۸
تیسری دلیل	۸۹
دوسری شہادت	۹۹
امر اول امام کا اصحاب کے حق میں دعائے خیر کرنا	۱۰۲
امر دوم پیغمبر خدا کے یاروں کا ایمان کے سبب سے مصیبت و ایذا پانا۔	۱۰۴
حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ایمان لانے کا حال	۱۰۹
بیان حضرت عمر فاروقؓ کے ایمان لانے کا	۱۱۸
اشعار از کتاب حملۂ حیدری در کیفیت ایمان آوردن عمر بن الخطابؓ	۱۲۲
صحابہ کے تابعین کی فضیلتیں اور ان کی نشانیاں	۱۲۷
تیسری شہادت	۱۳۸
چوتھی شہادت	۱۳۸
پانچویں شہادت	۱۴۳
چھٹی شہادت	۱۴۸
ساتویں شہادت	۱۵۴
آٹھویں شہادت	۱۶۶
نویں شہادت	۱۸۲

حضرت عمرؓ کے نکاح کا بیان	۰۳
حضرت عمر فاروقؓ کے حضرت ام کلثوم کے ساتھ نکاح کا ثبوت	۸۷
خاتمہ حصہ اول	۸۷
حصہ دوم	۸
وہابان شرع فی بیان کتب صدوده شیعول کا جواب فضیلت صحابہ کی آیات کے بارے میں۔	۴
صحابہ کرام کے منافق نہ ہونے کا ثبوت،	۴۵
دلیل اول	۸۵
دلیل دوم وسوم	۲۸۵
دلیل چہارم	۲۹۴
صحابہؓ کے منافق نہ ہونیکی پانچویں دلیل	۳۱۷
پہلی آیت	۳۱۷
دوسری آیت	۳۱۸
تیسری آیت	۳۱۸
چوتھی آیت	۳۱۸
شیعوں کا دوسرا جواب آیات فضیلت صحابہ سے	۳۲۱
شیعوں کا تیسرا جواب آیات فضیلت صحابہ سے	۳۴۴
خاتمہ کتاب	۳۵۸
تقریظ جناب محمد مرتضیٰ بیگ عرف مجھو بیگ	۳۵۶

marfat.com

دیباچہ وحالاتِ مصنّف

از محترم ثناء الحق صدیقی صاحب ایم اے

نواب محسن الملک کو سرسید کے رفقاء کار میں ایک امتیازی درجہ حاصل ہے، سرسید کے انتقال کے بعد وہی اُن کے جانشین ہوئے اور انہوں نے ہی اس تحریک کو پروان چڑھایا جس کی ابتدا سرسید کے ہاتھوں ہوئی تھی۔ اُن کا اصلی نام مہدی علی تھا۔ سلسلۂ نسب سادات بارہہ کے مشہور خاندان سے ملتا ہے اس خانوادے کی ایک شاخ اٹاوہ میں جا کر مقیم ہو گئی تھی، مہدی علی کے والد میر ضامن علی سیّدوں کے اسی خاندان کے ایک فرد تھے، اگرچہ وہ دولتِ دنیا سے محروم تھے تاہم ان کا شمار شہر کے ذی عزت لوگوں میں ہوتا تھا، مہدی علی کی والدہ کا تعلق بھی سادات کے ایک ایسے خاندان سے تھا جس میں علم کی دولت کئی پشتوں سے بطور میراث چلی آتی تھی، چنانچہ محسن الملک کے نانا مولوی محمود علی ایک متبحر عالم تھے، پہلے وہ صدر الصدوری کے عہدہ پر فائز رہے پھر ریاست ٹونک میں منصبِ وزارت عطا ہوا

اسی غریب مگر علمی خاندان میں نواب محسن الملک، سید مہدی علی پیدا ہوئے ان کی ولادت ۱۸۳۷ء ۱۲۵۳ھ کو بمقام اٹاوہ ہوئی، جب کچھ بڑے ہوئے تو پڑھنے کے لئے مکتب میں بٹھا دیئے گئے، شروع میں دینی تعلیم حاصل کی لیکن اپنی غیر معمولی ذہانت، محنت اور توجہ سے بہت جلد اس قدر استعداد بہم پہنچالی کہ بڑے بڑے علماء و فضلاء کے حلقہ درس میں شریک ہونے لگے اور سترہ اٹھارہ سال کی عمر میں علومِ متداولہ کی تکمیل کر لی، ایک طرف فارسی زبان وادب میں درجۂ امتیاز حاصل کیا دوسری جانب عربی ادب، حدیث اور تفسیر میں سندِ فراغ حاصل کر لی، انگریزی کی تعلیم باقاعدہ نہیں ہوئی لیکن اپنی توجہ اور مشق و مزاولت سے اتنی سیکھ لی کہ پانیر اخبار خود سمجھنے لگے۔

ابھی اُن کی عمر بمشکل اٹھارہ سال کی ہوگی کہ حصولِ معاش میں باپ کا ہاتھ بٹانے کے لئے سرکاری ملازمت اختیار کر لی، دس روپے ماہوار پر ایک دفتر میں کلرک ہو گئے لیکن اپنی محنت، قابلیت اور سوجھ بوجھ کی بنا پر تھوڑے ہی عرصہ میں اہلمدی، سرشتہ داری اور تحصیلداری کے مدارج طے کرتے ہوئے ڈپٹی کلکٹری کے معزز عہدے پر فائز ہو گئے اور اپنے فرائض کو اس خوبی و خوش اسلوبی سے انجام دیا کہ حکومت کے اعلیٰ عہدے داران اور افسران بھی عزت کی نظر سے دیکھنے لگے، یہی نہیں

marfat.com

بلکہ حکومت کی جانب سے خلعت عطا ہوا اور کلکٹر نے ان کی تعریف میں یہ الفاظ لکھے:۔

"میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ مہدی علی سے زیادہ ذہین، مستند اور ایماندار صوبہ ممالک مغربی و شمالی (یو پی) میں کوئی نہیں ہے۔"

اُن کی اعلٰے کارکردگی اور قابلیت کی شہرت اس قدر ہوئی کہ سر سالار جنگ نے اُن کو اپنے یہاں ایک اعلٰے عہدہ پیش کیا چنانچہ وہ ۱۸۷۴ء میں بارہ سو روپے ماہانہ کے مشاہرہ پر حیدر آباد دکن چلے گئے وہاں انہوں نے مال محاسبی میں نمایاں کامیابی حاصل کی، بندوبست مالگذاری کے متعلق مشہور ہے کہ:۔

"مہدی علی نے دکن میں وہ کام کیا جو شہنشاہ اکبر کے عہد میں ہندوستان کے اندر ٹوڈر مل نے اور ممالک مغربی و شمالی میں لیفٹیننٹ گورنر مسٹر ٹامسن نے کیا تھا، اُن کے حُسن انتظام سے ایک طرف حکومت مالامال ہوگئی دوسری طرف رعایا خوشحال اور مطمئن دکھائی دینے لگی۔"

اُن کی خدمات کا اعتراف اس طرح کیا گیا کہ ۱۸۷۶ء میں وہ ریونیو سیکرٹری اور ۱۸۸۴ء میں فنانشل و پولیٹیکل سیکرٹری بنا دیئے گئے اور سرکار نظام سے انہیں محسن الدولہ محسن الملک منیر نواز جنگ کے خطابات عطا ہوئے۔ تین ہزار روپے ماہانہ تنخواہ مقرر ہوئی، اسی زمانہ میں انگلستان کا سفر کیا اور وزیراعظم گلیڈسٹن سے ملاقات کی، ۱۸۹۳ء میں اُن کے خلاف سازشیں ہوئیں جس کی وجہ سے کبیدہ خاطر ہو کر وہ اپنے عہدے سے علیحدہ ہوگئے اور آٹھ سو روپے ماہوار پنشن لے کر علیگڑھ چلے آئے وہاں سر سید مرحوم سے مل کر قومی خدمت اور کالج کے انتظام میں لگ گئے، ۱۸۹۸ء میں سر سید کا انتقال ہوگیا اور کالج کے سیکرٹری بنا دیئے گئے، اس منصب پر رہ کر اُنہوں نے نہایت تندہی اور جانفشانی سے کام کیا اور مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لئے برابر کوشاں رہے، اُن کے دور میں اُردو ہندی کے جھگڑے نے بھی شدت اختیار کرلی، انہوں نے کھل کر اردو کی حمایت کی، ان ہی کے زمانہ میں ہز میجسٹی امیر حبیب اللہ ۱۹۰۶ء میں ہندوستان آئے، علیگڑھ کالج میں اُن کا شاندار استقبال ہوا، امیر یہاں کے انتظامات سے بیحد متاثر ہوئے، بیس ہزار روپے کا عطیہ کالج کو مرحمت فرمایا اور کچھ سالانہ امداد بھی مقرر کردی۔

غرض محسن الملک مرحوم کے زمانہ میں ایم اے او کالج کو مالی استحکام نصیب ہوا اور اس کی مرکزیت اور وقعت و عظمت قائم ہوگئی، مسلمانوں کو سیاسی حقوق ملے اور انکی پولیٹیکل حیثیت کو تسلیم کر لیا گیا۔

marfat.com

لیکن قوم کو اس منزل تک پہنچانے میں محسن الملک کو جو محنت اور جدّ و جہد کرنا پڑی اُس نے اُن کی صحت کو بُری طرح متاثر اور کھوکھلا کر دیا وہ مختلف امراض میں مبتلا ہو گئے، ذیابیطس کی شکایت بہت بڑھ گئی، اسی حالت میں شملہ گئے اور وہاں مسلمانوں کے حقوق کی توسیع کے لئے کوششیں کرنے لگے، وائسرائے اور دیگر اعلےٰ حکام سے ملاقاتیں کیں، ستمبر ۱۹۰۷ء میں شملہ گئے تھے اکتوبر میں مرض کا شدید حملہ ہوا وائسرائے نے اپنے خاص معالج کو علاج کے لئے مامور کیا، لیکن مرض الموت کا علاج کس سے ہوا، آخر ساعتِ موعود آ پہنچی اور ۸ رمضان المبارک ۱۳۲۵ھ مطابق ۱۶ اکتوبر ۱۹۰۷ء کو مالکِ حقیقی سے جا ملے کئی لوگوں نے تاریخ وفات کے مادے نکالے یہ قطعہ تاریخ بہت پسند کیا گیا۔

محسن الملک آہ زدُنیا برفت — خلق شد از رحلتش اندوہ گیں

سالِ وفاتش شدہ مُلہم زغیب — انجمن آرائے بہشت بریں — ۱۳۲۵ھ

محسن الملک مرحوم نے ایک غریب گھرانے میں آنکھ کھولی تھی اسی لئے نہایت کم عمری میں ملازمت کرنے پر مجبور ہو گئے لیکن قدرت نے ان کو ذہانت و فطانت کی جو دولت عطا فرمائی تھی اس کی بدولت انہوں نے بہت جلد ایک بلند مقام حاصل کر لیا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں توقع سے زیادہ دولت دی، مسندِ عزت پر بٹھایا، خطابات سے نوازا اور لوگوں کے دلوں میں اُن کی محبت جاگزیں کی، وہ نیکی، محبت اور انسانی ہمدردی کا ایک پیکر تھے، قومی خدمت کو انہوں نے اپنی زندگی کا نصب العین قرار دے لیا تھا، اُن میں غرور اور بُرائی نام کی کوئی چیز عمر بھر پیدا نہیں ہوئی، ویسے تو ہر شخص سے ہی اُن کا سلوک ہمدردانہ اور مخلصانہ تھا لیکن اپنے ہم وطنوں کے ساتھ وہ خصوصیت سے نہایت بے تکلفی اخلاص اور محبت کا برتاؤ کرتے تھے اور اُن کی مدد کرنا وہ اپنا فرض سمجھتے تھے اُن کی آمدنی کا بیشتر حصہ غریبوں، مسکینوں، یتیموں اور بیواؤں کی امداد میں صرف ہوتا تھا، انہوں نے بہت سے لوگوں کے وظیفے مقرر کر رکھے تھے لیکن یہ وظیفے اس طرح دیئے جاتے تھے کہ دینے اور لینے والے کے سوا کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوتی تھی۔ چنانچہ جب تک اُن کا قیام حیدر آباد میں رہا اُس وقت تک کسی کو بھی معلوم نہ ہو سکا کہ اُن کے یہاں مستحقین کی امداد کی بھی کوئی مد ہے لیکن جب ملازمت سے سبکدوش ہو کر وہاں سے رخصت ہونے لگے اور امداد پانے والوں میں شور ماتم برپا ہوا تو پتہ چلا کہ اُن کے خوانِ کرم سے کتنے لوگ فیضیاب ہو رہے تھے۔

جب انہوں نے مستقلاً علی گڑھ میں سکونت اختیار کر لی تو اُن کی آمدنی بہت تھوڑی رہ گئی لیکن

marfat.com

اس کے باوجود انہوں نے اپنے ہاتھ کو سکیڑا نہیں بلکہ داد و دہش کا سلسلہ اُس وقت بھی جاری رہا اور اُن کے انتقال کے بعد ہی منقطع ہُوا۔

جن لوگوں سے اُن کا واسطہ رہا وہ سب ہی اُن کے اوصافِ حمیدہ اور خصائلِ پسندیدہ کے مداح و معترف تھے، جو اُن سے جتنا زیادہ قریب تھا اُتنا ہی زیادہ اس کو اُن کی خوبیوں کا اعتراف تھا، اُن کے شمائل و خصائل کا آئینہ اس قدر شفاف کہ اُس پر اُن کے مخالفین تک کو بھی کوئی داغ دھبہ نظر نہ آتا تھا، چنانچہ حیدر آباد کے قیام کے دوران نواب سرور جنگ نے اُن کی کھل کر مخالفت کی لیکن انہوں نے بھی اپنی تصنیف "مائی لائف" میں اُن کے لیے یہ الفاظ تحریر کئے۔

"وہ مہربان تھے اُن میں خود اعتمادی تھی، اُن کی زبان شیریں اور باثر تھی، وہ ہر ایک کے ساتھ نیکی کرنے کو آمادہ تھے، اُن کے ماتحت اُن کی وفات تک اُن کے وفادار رہے"

اُردو شاعروں کے متعلق مشہور ہے اور اس بات میں بڑی حد تک صداقت ہے کہ وہ صرف انعام و اکرام کے لالچ میں اُمراء اور فرمانرواؤں کی تعریف کرتے ہیں لیکن اس میں کہیں کہیں استثناء بھی ہے۔ داغ دہلوی کو حیدر آباد میں ہر طرح کا اعزاز نصیب تھا اور نواب محسن الملک مرحوم سے اُن کی کوئی غرض وابستہ نہیں تھی لیکن اُن کے اوصافِ حمیدہ نے انکو یہ کہنے پر مجبور کردیا ؎

مہدی کو اگر نیر زماں کہتے ہیں
یا محسنِ ملک اُن کو یہاں کہتے ہیں

زیبا ہے کہیں محسنِ عالم اے داغ
جو چاہیئے کہنا وہ کہاں کہتے ہیں

ایک اور قطعہ کا مضمون ہے ؎

اس خیر کا انساں کوئی ہو تو سہی
ذی مرتبہ ذیشان کوئی ہو تو سہی

ہر شخص کی ملحوظ ہے خاطر داری
یوں دل کا نگہبان کوئی ہو تو سہی

اس تعریف کو بے لوث ہی کہا جائیگا اور ان الفاظ کو شاعر کے دلی جذبات کا اظہار ہی خیال کریں گے۔

محسن الملک کی قومی خدمات بھی بے غرض و بے ریا تھیں وہ قومی ترقی کے لئے بے چین رہتے تھے اور انہوں نے اپنی حیاتِ مستعار کا بیشتر حصہ قوم کو ترقی دینے میں صرف کیا، چنانچہ شملہ میں جب آپ مرض الموت میں مبتلا ہوئے اُس وقت بھی وہ قوم کی صلاح و فلاح ہی کے کام میں لگے ہوئے تھے وہ مسلمانوں کے حقوق کی توسیع کی کوششیں کر رہے تھے، اس سلسلہ میں وائسرائے اور دیگر اعلےٰ حکام سے ملاقاتیں کیں انکے دل میں قوم کے سوز و بہبود کی جو لگن تھی وہ دوسروں کو بھی متاثر کئے بغیر نہ رہی۔

marfat.com

تعلیمِ ہی کا تھی اُنہیں پورا خیال تھا خود انہوں نے بنیادی طور پر قدیم تعلیم حاصل کی تھی، دینی اور مذہبی تعلیم سے اُن کی تعلیمی زندگی کا آغاز ہوا تھا۔ لہٰذا وہ قوم کے تمام نونہالوں کے لئے بھی ضروری سمجھتے تھے کہ اُن کو دینی تعلیم بچپن ہی میں دی جانی چاہیئے کیونکہ اُس وقت دل و دماغ پر جو اثرات مرتب ہو جاتے ہیں وہ پوری زندگی قائم رہتے ہیں، وہ آج کل کے روشن خیالوں کی طرح اِس کو تضیع اوقات نہیں سمجھتے تھے بلکہ اُن کا خیال تھا کہ زندگی کو صحیح خطوط پر چلانے اور اس میں توازن قائم رکھنے کے لئے یہی بہترین طریقہ کار ہے لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ جدید علوم کو بیکار اور غیر ضروری سمجھتے تھے اُن کی زندگی کا بیشتر حصہ ایم اے او کالج کے انتظامات میں صرف ہوا جہاں بنیادی طور پر جدید علوم ہی کی تعلیم ہوتی تھی اور جس سے فارغ ہونے کے بعد مسلمان نوجوان کارزارِ حیات میں داخل ہوتے تھے۔

اگرچہ نواب محسن الملک نے علوم متداولہ کی تکمیل کے فوراً بعد ہی ایک دفتر میں ملازمت کر لی اور نو عمری ہی میں فکرِ معاش میں لگ گئے لیکن علم سے انہوں نے خود کو اُس وقت بھی وابستہ رکھا۔ کتب بینی کا جو چسکا انہیں اوائل عمر میں پڑ گیا تھا وہ مرتے دم تک قائم رہا، انہوں نے اس قدر مطالعہ کیا کہ اپنے معاصرین میں اُن کا علمی تفوق تسلیم کر لیا گیا، اُن کی تحریریں اُن کی وسیع معلومات پر دلالت کرتی ہیں، انہوں نے تہذیب الاخلاق کے لئے جو مضامین لکھے اُن کے مواد اور طرز استدلال سے اُن کے علمی تبحر کا اندازہ ہوتا ہے، انہیں دینی علوم سے خاص شغف رہا اور اس دائرہ میں بھی انہوں نے اپنے آپ کو محدود نہیں رکھا بلکہ اپنے مذہب کے ساتھ ساتھ دیگر مذاہب کا بھی نہایت گہرا مطالعہ کیا، چنانچہ شمس العلماء مولوی ذکاء اللہ نے اُن کے بارے میں لکھا تھا۔

"...... یہ صفت مولوی مہدی علی میں تھی کہ وہ حقیقت میں مذہبی عالم تھا، وہ فقط مسلمانوں کے شیعہ اور سُنّی وغیرہ فرقوں کے مذہب ہی سے خوب واقف نہ تھا بلکہ وہ دنیا کے تمام مذاہب کے حقائق سے آگاہ تھا، اُس نے دُنیا کے مذاہب کا علم حاصل کرنے کے لئے اپنا بہت سا وقت انگریزی کتابوں کے مطالعہ میں خرچ کیا تھا اور بعض کتابوں کے ترجمے کرانے میں اپنا روپیہ بھی صرف کیا تھا، دُنیا کے تمام مذاہب کی تاریخ اُس کے ذہن میں ایسی موجود تھی جیسی کہ اپنے مذہب کی، وہ اور مذاہب کو جان کر اسلام کی برتری اُن پر ثابت کرتا تھا وہ مسلمانوں

کے تمام تعصبات اور توہمات کو قرآن اور حدیث اور علماء کے اقوال سے استدلال کر کے دور کرنے کی کوشش کرتا تھا۔"

مختلف مذاہب کے اسی گہرے مطالعہ کا نتیجہ یہ ہُوا کہ انہوں نے بائیس سال کی عمر میں شیعہ مذہب ترک کر دیا اور ایک راسخ العقیدہ سُنّی مسلمان ہو گئے آیات بینات کے ابتدائیہ میں لکھتے ہیں:۔

"...... میں اپنے خدائے بزرگ و برتر کا ہزار ہزار شکر کرتا ہوں کہ میں اُن چند آدمیوں میں سے ہوں جنہوں نے اپنی نجات کی امید پر دونوں مذاہب کے اصول پر انصاف سے غور کیا اور مذہب اہل سُنّت کو مطابق کلامِ الٰہی کے پاکر اور مذہب امامیہ کو اُس کے مخالف دیکھ کر اپنے آبائی دین کو چھوڑنے اور تمام کنبے قبیلے سے جُدا ہونے میں کچھ کسی کا لحاظ و خیال نہیں کیا اور امامیہ مذہب کو جو مصرعٔ برعکس نہند نام زنگی کافور کے مخالف عقائد ائمہ کرام کے ہے چھوڑ کر بجا مذہب اہلسنت والجماعت اختیار کیا۔"

نواب محسن الملک نے تصنیفی کام کی ابتدا بھی شروع ملازمت کے وقت ہی کر دی تھی، آپ کی پہلی تصنیف رسالہ "میلاد شریف" ہے جو ۱۸۶۰ء میں چھپا تھا، تحصیلداری کے زمانہ میں قانون سے متعلق دو کتابیں لکھیں، ایک "قانون مال" اور دوسری "قانون فوجداری"۔

حیدر آباد کی ملازمت سے سُبکدوشی کے بعد اُنہوں نے سرسید کے رسالہ "تہذیب الاخلاق" میں مستقل مضمون نگار کی حیثیت سے لکھنا شروع کیا، اس رسالہ میں اُن کے جو مضامین شائع ہوئے وہ مذہبی اور تاریخی حیثیت کے حامل ہونے کے ساتھ ساتھ اُن کی وسیع النظری اور تبحرِ علمی پر دلالت کرتے ہیں۔ رام بابو سکسینہ اِن مضامین کے بارے میں رقمطراز ہیں:۔

"...... "تہذیب الاخلاق" میں اکثر بیش بہا مضامین اُنہیں کے قلم سے ہیں جو ایک مذہبی اور تاریخی حیثیت رکھتے ہیں اور جن کی غرض اصلی صرف یہ ہے کہ زمانۂ حال کے مسلمان، جو نکبت و ہلاکت کے گڑھے میں پڑے ہوئے ہیں اپنے بزرگانِ سلف کے قدم بقدم اور اپنے آپ کو ہر حیثیت میں یعنی تعلیم و اخلاق و سیاست کے اعتبار سے کامیاب بنائیں، اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ تمام مضامین اُن کے تبحرِ علمی، وسیع النظری اور انصاف پسندی کے شاہدِ عادل ہیں۔"

ان مضامین کے علاوہ اُن کی مستقل تصانیف آیاتِ بینات۔ کتابُ المحیط والستوق،

تقلید اور عمل بالحدیث اور مجموعۂ تقاریر شائع ہوئیں، اِن سب میں "آیاتِ بیّنات" کو فوقیت حاصل ہے، بلکہ سچ پوچھئے تو مصنّف کی حیثیت سے وہ اسی کی وجہ سے زیادہ مشہور ہوئے، آیاتِ بیّنات کی تصنیف کی ضرورت کیوں پیش آئی اس کی داستان خود مصنّف کی زبانِ قلم سے سنیئے وہ لکھتے ہیں:۔

"چونکہ میرے عزیز و قریب اور بھائی بھتیجے اکثر اپنے قدیم مذہب (شیعہ) پر ہیں اور مجھے گمراہ جانتے ہیں اس لئے میں ان پر اُن دلائلِ عقلی کو ظاہر کرتا ہوں جنہوں نے میرے دل کو اُن کے مذہب سے متنفر کیا اور اُن شواہدِ نقلی کو بیان کرتا ہوں جن کے سبب سے میں نے مذہب اہلسنّت والجماعت کو اچھا جان کر اختیار کیا، اسی واسطے میں یہ رسالہ اہلسنّت والجماعت کے مذہب کی خوبیوں میں لکھتا ہوں، خدا کرے کہ میرے اور بھائی اس کو نظرِ انصاف سے دیکھیں اور اپنے باطل عقیدوں کو چھوڑیں۔ اللّٰھم آمین"۔

سُنا ہے کہ نواب محسن الملک مرحوم نے جب اپنا آبائی مذہب چھوڑ کر مذہب اہلِ سنّت والجماعت اختیار کر لیا تو لوگوں میں بڑی چہ میگوئیاں ہوئیں، بعض حضرات نے اُن کے اعزاء سے تبدیلیِ عقائد کا سبب دریافت کیا جس کے جواب میں اُن کو بتایا گیا کہ:۔

"خود مہدی علی کی مذہبی معلومات محدود اور ناقص تھیں اس لئے اُن کے بعض ملنے والوں نے بہکا سکھا کر انہیں اپنی راہ پر لگا لیا"۔

یہ بات نواب محسن الملک مرحوم کو بھی معلوم ہوئی، اُنہیں اپنی صفائی پیش کرنے کے لئے یہ کتاب لکھنی پڑی، اس میں انہوں نے پوری طرح بتا دیا کہ "میں نے ناقص معلومات کی بناء پر مذہب تبدیل نہیں کیا بلکہ مذاہب کے گہرے مطالعہ نے مجھے اس اقدام پر مجبور کیا ہے"۔

آیاتِ بیّنات، کا منظرِ عام پر آنا تھا کہ ایک شورش برپا ہوگئی، چونکہ اس میں انہوں نے بہت سے شکوک و شبہات کا اظہار کیا تھا اور شیعہ مذہب پر بہت سے اعتراضات کئے تھے اس لئے فریقِ مخالف کی جانب سے جواب دیا جانا ضروری سمجھا گیا، اُن کے ایک عزیز نے جواب میں ایک کتاب لکھی جو دو ضخیم جلدوں پر مشتمل تھی، آیاتِ بیّنات کے وزن پر اُس کا نام آیاتِ محکمات رکھا گیا، لیکن سچ پوچھئے تو اس کتاب کی ضخامت کو غیر ضروری تفصیلات اور ضرورت سے زیادہ جلی خط سے بڑھایا گیا تھا۔ ایک صفحہ پر قال کے عنوان سے اعتراض ہے اور دوسرے صفحہ پر اُس کا جواب، پھر جواب کے طور پر وہی گھسی پٹی روایات دُہرا دی گئی ہیں جن کو رد کیا جا چکا تھا، دونوں کتابوں کے طرزِ بیان اور طریقۂ استدلال کو ملا کر دیکھ لیا جائے ایسا معلوم ہو

marfat.com

گا کہ آیاتِ محکمات کو لکھ کر اُس کے مصنف نے گویا منہ چڑایا ہے۔

جہاں تک آیاتِ بیّنات کا تعلق ہے تحفہ اثناء عشریہ کے بعد اپنی نوعیت اور شان کی یہ ایک منفرد تصنیف ہے، تحفہ میں فرقہ اثناء عشریہ اور دیگر شیعہ فرقوں کے بارے میں کثیر معلومات یکجا کر دی گئی ہیں، جو یقیناً قیمتی ہیں لیکن اس کتاب کا انداز بیانیہ ہے، اس کے مقابلہ میں آیاتِ بیّنات کا انداز مناظرانہ ہے، یہ نقش ایک ایسی ہی کے موقلم نے تیار کیا ہے جو تمام جزئیات و تفصیلات اور باریکیوں سے واقف بھی اور جس نے دونوں مذاہب کا عمیق مطالعہ کر کے شیعہ مذہب کی خامیوں اور کوتاہیوں کو اچھی طرح سمجھ لیا تھا۔ اس کتاب میں بعض وہ معلومات فراہم کی گئی ہیں جن سے عام طور پر لوگوں کو واقفیت نہیں تھی۔ مثلاً طینت کا مسئلہ کافی پڑھے لکھے لوگ بھی اس عقیدہ کا تصور نہیں کر سکتے تھے جو اس مسئلہ سے وابستہ ہے، محسن الملک نے عام آدمیوں کو نہ صرف اس سے روشناس کرایا بلکہ اس کے علاوہ اور بھی متعدد عجائبات و طلسمات ہیں جن کو اس کتاب نے بے نقاب کیا ہے۔

کتاب کا اندازِ بیان نہایت دلکش ہے، اس میں سنجیدگی، وقار اور اثر و تاثیر ہر جگہ دکھائی دیتی ہے ہر بات کی تائید یا تردید میں کئی کئی دلیلیں پیش کی گئی ہیں اور وہ سب ہی قوی ہیں، کتاب کا موضوع اگرچہ مذہبی مسائل ہے لیکن لہجہ یا عبارت میں کہیں بھی یبوست کی جھلک دکھائی نہیں دیتی بلکہ بعض جگہ تو مصنف نے مزاحیہ اور ظریفانہ انداز اختیار کر کے زبان کے حسن کو اور بھی نکھار دیا ہے۔

یہ کتاب مناظرہ کرنے والوں کے لئے تو ایک قیمتی تحفہ ہے ہی ان کے علاوہ دوسرے لوگوں کے لئے بھی ایک قابلِ مطالعہ کتاب ہے ہر شخص کے واسطے ضروری ہے کہ وہ اپنے ایمان کو تازہ اور عقائد کو مضبوط کرنے کے لئے یہ کتاب نہایت توجہ سے پڑھے، اگر ایسا کیا گیا تو یقین ہے کہ راہِ راست سے بھٹکنے کے امکانات بہت کم ہو جائیں گے۔

پہلی مرتبہ یہ کتاب ۱۸۷۰ء میں شائع کی گئی تھی جب مصنفِ علام کی عمر محض ۳۳ سال کی تھی، پاکستان بننے کے بعد یہاں کے کئی اداروں نے اس کو مختلف انداز سے شائع کیا، وقت کی ضرورت کا احساس کرتے ہوئے یہ جدید ایڈیشن دارالاشاعت کراچی سے کافی صحت کے ساتھ شائع کیا جا رہا ہے۔ امید ہے کہ راہِ حق کے متلاشی اس کتاب کو اپنے لئے ایک اچھا تحفہ خیال کریں گے، ویسے ہدایت اللہ کے ہاتھ میں ہے اُس کا خود ارشاد ہے یھدی من یشآء الی صراط مستقیم، اس لئے اس سے اچھے نتائج اور ثمرات کی اُمید رکھنی چاہئے۔ فھو الموفق (فقط ثناء الحق ایم اے)

marfat.com

دیباچہ از مُصنّفؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلحَمدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِینَ وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی نَبِیِّہٖ وَحَبِیبِہٖ سَیِّدِ الْمُرسَلِینَ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَاَزوَاجِہٖ وَاُمَّتِہٖ اَجْمَعِینَ :-

بعد حمد و صلوٰۃ کے جاننا چاہیئے کہ خدائے عزّ وجل نے ہماری ہدایت کے واسطے اپنا محبوب پیغمبر بھیجا اور اپنا خاص کلام اس پر نازل کیا اور چراغ رہنمائی کا اُس کے ہاتھ میں دیا اور اپنی کمال مہربانی سے شرک اور کفر کی تاریکی سے نکال کہ ہمارے دلوں کو نورِ ایمان سے روشن کیا۔ پس ایمان اور اسلام ایک ایسی اس کی نعمت ہے کہ ہم اس کا شکریہ ادا نہیں کر سکتے لیکن شیطان نے بعد ایمان کے اکثر مسلمانوں کو بہکایا اور اُن کے دلوں کو باطل عقیدوں سے پھر تاریک کر دیا اور مسلمانوں میں ایسا تفرقہ ڈال دیا کہ بہتّر فرقے گمراہ ہو گئے جنکی نسبت ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی سے خبر دی تھی پس ہم لوگوں کو فقط اسلام کے نام پر خوش ہونا اور صرف توحید اور نبوت کے اقرار پر اپنے آپ کو ناجی سمجھنا نہ چاہیئے بلکہ ہر عقیدے کی تحقیق کرنا اور ہر اعتقادی مسئلے کی تطبیق کتاب اللہ اور کتاب الرسول سے دینا ضرور ہے اور یہ ممکن نہیں ہے کہ جو شخص اپنے سچے اور صاف دل سے صرف اپنی نجات کی اُمید پر خدا کی کتاب کو دیکھے اور تعصب اور عناد کو دخل نہ دے وہ حق اور باطل میں تمیز نہ کر سکے اور ایسے حق کے طالب کو خدا گمراہی میں پڑا نہ رکھے ہاں جو کوئی پہلے ہی سے سچائی کا طالب نہ ہو اور مذہبی تعصب میں گرفتار ہو اور سوائے مجادلے اور مکابرے کے اُسے اور کچھ منظور نہ ہو اور اپنے آبائی دین و مذہب کو تقلیدًا سچ جاننا اور اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓی اُمَّۃٍ وَّاِنَّا عَلٰٓی اٰثٰرِھِمْ مُّقْتَدُوْنَ :- کہتا ہو بیشک اپنی گمراہی میں پڑا رہے گا اور اپنے دل کو باطل عقیدوں سے کبھی پاک و صاف نہ کر سکے گا، بعد اس تمہید کے بندۂ گنہگار **مھدی علی ابن سیّد ضامن علی** غفر اللہ ذُنوبہ اپنے بھائیوں کی خدمت میں التماس کرتا ہے کہ منجملہ مذاہب مختلفہ مسلمانوں کے دو مذہب زیادہ جاری ہیں۔ ایک اہل سُنت

marfat.com

وجماعت دوسرا امامیہ دونوں اپنے مذہب کو حق اور دوسرے کے مذہب کو باطل کہتے ہیں اور اپنے آپ کو ناجی اور دوسرے کو ناری سمجھتے ہیں ہزاروں کتابیں تالیف ہوگئیں صدہا رسالے تحریر ہوئے مگر یہ جھگڑا اب تک طے نہ ہوا جس کا جو عقیدہ تھا وہ اُس پر قائم رہا۔ بہت کم ایسے ہیں جنہوں نے حق پر نظر کر کے اپنے آبائی دین کو چھوڑا ہو اور دوسرے مذہب کو صرف اپنی نجات کے لئے اختیار کیا ہو لیکن میں اپنے خدائی عزّوجل کا ہزار ہزار شکر کرتا ہوں کہ میں اُن چند آدمیوں میں سے ہوں جنہوں نے اپنی نجات کی اُمید پر دونوں مذہب کے اصُول پر انصاف سے غور کیا اور مذہب اہل سُنت کو مطابق کلام الٰہی کے پاکر اور مذہب امامیہ کو اس کے مخالف دیکھ کر اپنے آبائی دین کے چھوڑنے میں تمام کنبے قبیلے سے جدا ہونے میں کچھ کسی کا لحاظ و خیال نہیں کیا اور امامیہ مذہب کو جو بقول لئے مصرع

ع برعکس نہند نام زنگی کافور

کے مخالف عقائد ائمہ کرام علیہم السّلام کے ہے چھوڑ کر سچا مذہب اہل سنت وجماعت کا اختیار کیا چونکہ میرے عزیز و اقارب اور بھائی بھتیجے اکثر اپنے قدیم مذہب پر ہیں اور مجھے گمراہ جانتے ہیں۔ اس لئے میں اُن پر اُن دلائل عقلی کو ظاہر کرتا ہوں جنہوں نے میرے دل کو اُن کے مذہب سے متنفر کیا اور اُن شواہد نقلی کو بیان کرتا ہوں جن کے سبب سے میں نے مذہب اہل سُنت وجماعت کو اچھا جان کر اختیار کیا اسی واسطے میں یہ رسالہ اہل سنّت وجماعت کے مذہب کی خوبیوں میں لکھتا ہوں خُدا کرے کہ میرے اور بھائی اس کو نظرِ انصاف سے دیکھیں اور اپنے باطل عقیدوں کو چھوڑیں۔ اَللّٰھُمَّ آمین

marfat.com

تمہید

یہ سب پر ظاہر ہے کہ دونوں مذہب کا اصل اختلافی مسئلہ معاملہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا ہے اہل سنت ان کو اچھا جانتے ہیں اور شیعہ اُن کو بُرا سمجھتے ہیں بلکہ جس طرح پر اہل سنت اُن تمام اُمت سے مرتبہ میں اعلیٰ وافضل اور ایمان اور اسلام میں سب سے بہتر اور کامل جانتے ہیں اسی طرح پر شیعہ اُن کو سب سے زیادہ تر بُرا اور خراب حتیٰ کہ کافر اور مرتد کہتے ہیں پس درحقیقت یہی ایک مسئلہ ایسا ہے جس پہ دونوں مذہب کی حقیقت اور بطلان کا مدار ہے یعنی اگر موافق اصول مذہب اہل سنت کے صحابہ کا ایمان اور اسلام میں کامل ہونا اور مرتے دم تک اُن کا اس پہ ثابت قدم رہنا ثابت ہوگیا تو بلاشبہ سنیوں کا مذہب حق اور شیعوں کا مذہب باطل اور اگر برخلاف اُس کے اُن کا کافر اور مُرتد ہونا (نعوذ باللہ من ذالک) معلوم ہوا تو شیعوں کا مذہب سچا اور سُنیوں کا مذہب جھوٹا ہے اس واسطے ہم اوّل صحابہ کے فضائل بیان کرتے ہیں۔ پھر خلافت راشدہ کو ثابت کریں گے پھر جواب مطاعن کا جو صحابہ کی نسبت امامیہ کرتے ہیں دیں گے۔

marfat.com

دلائل عقلی صحابہؓ کی فضیلت میں

پہلی دلیل :- یہ بات سب جانتے ہیں کہ جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا نے عرب میں مبعوث کیا اور مکہ معظمہ میں اوّل اوّل حضرت کو اظہار نبوت کا حکم دیا تو اس وقت میں سب لوگ کافر اور مشرک تھے اور آپ کے عزیز و اقارب اور رشتہ دار اور بھائی بند اس خبر کو سنتے ہی آپ کے دشمن ہو گئے تھے اور آپ کی تکذیب کرتے تھے کوئی مجنون کہتا تھا کوئی دیوانہ بتلاتا تھا (ونعوذ باللہ من ذالک) اور چھ برس تک باوجود دعوت اور اظہار معجزات کے صرف چند آدمی جو چالیس سے کم تھے مسلمان ہوئے مگر چھ برس کے بعد کسی قدر جماعت مسلمانوں کی ہو گئی اور دعوت عام اسلام کی علانیہ ہونے لگی اور ارکان دین کو حضرت نے علیٰ رؤس الاشہاد ظاہر کرنا شروع کیا تب اہل مکہ نے یہاں تک تکلیف اور ایذا دینی شروع کی کہ آخر کار مکہ چھوڑنا اور مدینہ کو ہجرت کرنا پڑا اور بعد آہستہ آہستہ دینِ اسلام کی ترقی شروع ہوئی اور پھر اس قدر جلد اسلام پھیلا کہ چند سال کے عرصے میں سینکڑوں سے ہزاروں کی اور ہزاروں سے لاکھوں کی نوبت آ گئی اور جماعت کی جماعت اور فوج کی فوج خدا کے دین میں داخل ہو گئی پس غور کرنے کا مقام ہے کہ جن لوگوں نے ابتدائے دعوت میں اسلام قبول کیا اور سب سے پہلے پیغمبر صاحب کے کہنے کو سچ جانا اور اوّل ہی اوّل آپ کی نبوت کو تصدیق کیا اور بلا توقف بلا تامل کلمۂ شہادت پڑھا اور بغیر صلاح اور مشورے اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کے اپنے قدیمی دین کو چھوڑ دیا اور اپنے بھائی بندوں سے علیحدہ ہو کر اوّل ہی اوّل آپ کا دامن رحمت پکڑا اور اپنے دوست آشناؤں سے مخالفت کر کے غاشیہ اطاعت نبویؐ اپنے دوش پر رکھا تو ایسے لوگوں کے اسلام کا جو ایسے نازک وقت میں اپنے باپ دادا کے دین کو چھوڑ کر نئے دین میں آئے کوئی نہایت قوی سبب ہوگا اور نہ یہ بات سب جانتے ہیں کہ اپنے قدیمی دین کا چھوڑنا اور نیا دین اختیار کرنا نہایت ہی مشکل ہوتا ہے اور اپنے عیش و آرام کا ترک کرنا اور مصیبت اور ایذائیں پڑنا اور تکلیفیں اٹھانا بلا کسی خاص سبب کے کسی کو گوارا نہیں ہوتا پس اگر ہم ان اسباب کو سوچیں جن سے اول اول صحابہؓ نے ایمان قبول کیا تو صرف دو سبب معلوم ہوتے ہیں یا دین کی خواہش اور نجات کی امید یا دنیا کی

marfat.com

طمع اور مال و دولت کا لالچ اگر پہلے سبب کو ہم تسلیم کریں اور اس امر کو مانیں کہ صحابہؓ نے اپنی نجات کی اُمید پر دین اسلام قبول کیا تھا اور صرف خدا کی رضامندی کے لئے اپنے گھر بار کو چھوڑا تھا تو ہمارے وہم میں بھی یہ بات نہیں آتی کہ پھر ایسے لوگ کسی وقت میں اس دین سے پھر گئے ہوں اور کبھی انہوں نے اس محبت کو جو اُن کو ایمان اور اسلام کے ساتھ تھی دل سے نکال دیا ہو بلکہ ہم یقین کر سکتے ہیں کہ جن لوگوں نے صرف خدا کی رضا حاصل کرنے کے لئے اسلام کو مصیبت اور تکلیف کے وقت میں اختیار کیا ہوگا اور برسوں اس کے پیچھے رنج اور دُکھ اٹھائے ہونگے وہ کبھی اس دین سے نہ پھرے ہوں گے بلکہ مرتے دم تک اس پر ویسے ہی ثابت قدم رہے ہوں گے اور اگر ہم دوسرے سبب پر نظر کریں کہ وہ لوگ دنیا کی طمع اور مال و دولت کے لالچ سے مسلمان ہوئے ہوں تو ایسی بات ہے کہ جس کی نسبت ہم فرضی خیال بھی نہیں کر سکتے اور نہ کوئی شخص جس کو ذرا ایمان اور عقل اور شرم کا پاس ہوگا اس امر کو خیال کر سکتا ہے اس لئے کہ ابتدائے اسلام میں جو کچھ دنیا کی طمع تھی وہ ظاہر جو کچھ مال اور دولت کی حرص تھی وہ معلوم۔ پس ثابت ہُوا کہ صحابہ کا ایمان لانا اور مسلمان ہونا صرف نجات آخرت کی اُمید پر تھا اور جب اس اُمید پر ایمان لانا ان کا ثابت ہُوا تو پھر اُس سے پھرنا اُن کا غیر ممکن تھا۔

دوسری دلیل:۔ جب ہم خلفائے راشدین اور مہاجرین و انصار کی حالت پر نظر کرتے ہیں اور ان کے چال چلن پر خیال کرتے ہیں تو اس سے ہم کو یقین کامل ہوتا ہے کہ وہ قدم بقدم اپنے پیغمبر کے چلتے تھے اور حرص و ہوا کو کسی کام میں دخل نہ دیتے تھے اور شب و روز خدا اور اس کے رسول کی رضا کے طالب رہا کرتے تھے ان کے دشمن بھی اس سے انکار نہیں کر سکتے کہ انہوں نے حضرت کی رفاقت کا حق نہایت خوبی سے ادا کیا اور اپنی جانوں اور مالوں کو نہایت خوشی سے حضرت پر فدا کیا کون سی مصیبت رہ گئی کہ جو کفار نے اُن کو نہیں دی کون سی تکلیف باقی رہ گئی کہ مشرکین نے اُن کو نہیں پہنچائی جب کفار نے پیغمبر خدا کو ستانا اور ایذا دینا شروع کیا اس وقت اصحاب نبیؐ نے کیسی حمایت اور رفاقت کی اور دعوت، اسلام میں کیسی سعی بلیغ فرمائی جب عرب عامۃً اور قریش خاصۃً حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا دہی پر مستعد ہوئے اس وقت ؎ یاران وے خود را سپر وے ساختہ از مشرب عشق چہ بادہ ہا کہ نہ خوردند و چہ ستمہا کہ نہ کہ دند و ہر گاہ کہ آنجناب بہجرت و جہاد مامور شد اصحاب وے

درمقابلہ کفار چہ رنجہا کہ نہ کشیدند و چہ غمہا کہ نہ چشیدند ۔ پس اگر خدا اور اُس کے رسول کی محبت ان لوگوں کو نہ تھی تو کیوں اپنی جانوں اور مالوں کو تلف کرتے تھے اور کیوں سختیاں اور مصیبتیں اپنے اُوپر اٹھاتے تھے سو چنا چاہیئے کہ مہاجرین کو کس کے عشق نے گھروں سے نکالا اور انصار کو کس کی محبت نے دیوانہ کیا آخر ۔ شعر

رنگین کہ کرد پنجہ مژ گانم ایں چنیں لعل و گہر کہ ریخت بدامانم ایں چنیں

میں حضرت شیعہ سے پوچھتا ہوں کہ صحابۂ کبار اور مہاجرین و انصار مصیبت اور رنج کے وقت میں حضرت کے شریک ہوئے یا نہیں اور مال اور جان اور عزت اور آبرو کو آپ پر نثار کیا یا نہیں حضرت کے پیچھے اُنہوں نے اپنے عزیزوں اور قریبوں کو چھوڑا یا نہیں ۔ اسلام کے پھیلانے میں انہوں نے تکلیف اور ایذا پائی یا نہیں پس ایسی بدیہیات سے انکار کیجئے یا اقرار چونکہ انکار ہی نہیں کر سکتے اس لئے لازم آیا کہ اقرار کریں اور اگر ان کی محنتوں اور کوششوں کا انکار کریں تو پھر ذرا انصاف بھی کریں کہ جسکے پیچھے اُنہوں نے یہ تکلیفیں گوارا کی ہوں گی اس کی نگاہ میں کیا کچھ بھی قدر و منزلت اُن کی نہ ہوگی اور جس کی خاطر انہوں نے اپنے گھر بار کو چھوڑا ہوگا اس کے دل میں کیا کچھ بھی محبت اُن کی نہ ہوگی ۔ اے یارو تم کو حضرت علی مرتضیٰ ہی کی قسم ہے کہ اگر مصیبت کے وقت میں کوئی تمہارا شریک ہو اور دُکھ درد کی حالت میں کوئی تمہارا ساتھ دے اور اپنے بھائی بندوں کو چھوڑ کر تمہارے ہمراہ ہووے اور اپنی جان و مال کو تمہارے پیچھے ضائع کرے تو تمہاری نگاہ میں اس کی کچھ عزت اور تمہارے دل میں اسکی کچھ محبت ہوگی یا نہیں اگر ہووے تو وہی مہاجرین و انصار کی نسبت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے سمجھو اور انصاف کرو کہ جس وقت لوگ چاروں طرف سے یا ساحر یا مجنون کہہ کر آپ کا دل دکھاتے ہوں گے اُس وقت جو لوگ یا رسول اللہ اور یا حبیب اللہ کہہ کر آپ کو پکارتے ہوں گے اور جب کے خویش و اقارب آپ کے آپ کو ستاتے اور تکلیفیں دیتے ہوں گے اس وقت جو لوگ اپنا سینہ سپر کر دیتے اور حضرت کو بچاتے ہوں گے اُن کی اس اعانت کی کیا کیا کچھ قدر و منزلت آپ کے نزدیک ہوتی ہوگی اے یارو اگر انصاف کی آنکھ بند نہ کرو تو صحابۂ کرام کے مرتبوں کی کوئی انتہا نہیں ہے ۔ کون شخص اس دنیا میں ایسا ہے کہ اب اُن کے مرتبے پر پہنچے اور اُن کا سا درجہ پا سکے کہاں ہیں اب رسُول خدا کہ وہ دعوت کریں اور اُن کے کنبے قبیلے کے لوگ اُن کو جھٹلا دیں اور ہم میں سے کوئی سامنے آ کر

marfat.com

صدقت یارسول اللہ کہہ کر آپ کے دل کو خوش کرے کہاں ہے وہ وقت کہ پیغمبر خدا ہجرت کریں اور غار میں جا کر چھپیں اور کوئی ہم میں سے اسوقت ساتھ ہووے اور یار غار کہلاوے کہاں ہے وہ زمانہ کہ فقرار مہاجرین کو لے کر حضرت مدینے میں پہنچیں اور مدینے والے اپنے اُوپر مصیبت گوارا کر کے اُن کو اپنے گھروں میں ٹھہرا دیں اور انصار کہلاویں کیا اب پھر وہ دن مل سکتے ہیں کہ پیغمبر خدا بدر کی لڑائی پر جاویں اور ہم لوگ حضرت کے ساتھ ہوں اور ہماری مدد کے لئے خدا ملائکہ کو بھیجے اور لقد رضی اللہ عنہم کہہ کر اپنی رضامندی ظاہر فرماوے لے بھائیو وہ زمانہ گذر گیا وہ وقت باقی نہیں رہا جن کو یہ نعمت ملنے والی تھی ان کو مل گئی جن کو یہ دولت حاصل ہونیوالی تھی اُن کو حاصل ہو چکی جو لوگ مہاجرین میں داخل ہونے والے تھے وہ مہاجرین میں شامل ہو گئے اور جو انصار میں داخل ہونے والے تھے وہ انصار میں شامل ہو چکے اب ہزار جان و مال کو کوئی نثار کرے مگر والسّابِقُونَ الاَوَّلُونَ مِنَ المُهَاجِرِينَ وَالاَنصَارِ کی فضیلت پا نہیں سکتا تمام جہان کی دولت کوئی لٹاوے مگر اصحاب بدر یا یاران بیعت الرضوان میں داخل نہیں ہو سکتا ان دولتوں کو لینے والے لے گئے ان نعمتوں کو لوٹنے والے لوٹ لے گئے ؛ شعر

حریفاں بادہا خوردند و رفتند تہی خم خانہا کردند و رفتند

اے یارو جن لوگوں نے بلا واسطہ پیغمبر خدا سے تعلیم پائی اور جن شخصوں نے خود صاحب شریعت سے ہدایت حاصل کی کیونکر تمہارے دل میں اُن کی محبت اور تمہاری نظر میں ان کی قدر و منزلت نہیں ہے کیا تمہاری عقل اس کو قبول کرتی ہے کہ ان ہزاروں لاکھوں آدمیوں میں جو رسول پیغمبر صاحب کی صحبت اور رفاقت میں رہے کسی کے دل پر ایمان کامل اثر نہ ہوا اور اُن بے شمار آدمیوں میں جو نمازوں اور جہادوں میں حضرت کے شریک رہے کوئی اسلام پر ثابت قدم نہ رہا باوجودیکہ حضر اور سفر میں آپ کے ہمراہ رہے شب و روز اپنے کانوں سے وعظ و نصیحت سنتے رہے اپنی آنکھوں سے جبرئیل کا آنا وحی کا لانا دیکھتے رہے لیکن اپنے نفاق اور کفر سے (والعیاذ باللہ منہ) باز نہ آئے گو کہ حضرت نے طرح طرح کے معجزے انکو دکھلائے انواع انواع کی دعائیں اُن کے حق میں فرمائیں لیکن نہ کسی معجزے کا اُن پر اثر ہوا نہ کوئی دعا ان کے حق میں مقبول ہوئی بھلا انصاف کرو کہ کوئی مسلمان ایسا عقیدہ رکھے گا اور اپنے پیغمبر کی شان کو داغ لگائے گا اور اُس کے تمام شاگردوں اور کل مریدوں کو کافر و مرتد

marfat.com

کہے گا ذرا تو سوچو کہ اگر کسی عالم کے تمام شاگرد جاہل رہیں اور کسی امیر کے مصاحب سب کے سب بدچلن ہوں اور کسی ولی کے مرید کلہم اجمعین فاسق فاجر ہوں تو کیا اس سے کچھ بدظنی اس عالم اور اس امیر اور اُس ولی کی نسبت لوگوں کو نہ ہوگی بیشک ضرور ہوگی۔ پس اسی طرح پر تمام صحابہ کے کفر اور ارتداد پر اعتقاد رکھنا در پردہ حضرت کی نبوت میں داغ لگانا ہے۔ (نعوذ باللہ من ذالک)

تیسری دلیل :- اس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم ایسے وقت میں مبعوث ہوئے کہ لوگ توحید سے منکر ہو گئے تھے دین ابراہیمی میں تحریفیں کرنے لگے تھے جانوروں کی طرح آپس میں لڑتے اور وحشیوں کے مانند باہم جھگڑتے تھے علم اور حکمت سے بے بہرہ ہو گئے تھے اخلاق حسنہ کو چھوڑ کر جاہلانہ رسموں کے پابند ہو گئے تھے چنانچہ اللہ جل شانہٗ نے توحید کے بتلانے شرک کے چھڑانے عبادت کے طریقے سکھلانے دین ابراہیمی کے جاری کرنے اخلاق حسنہ کی تعلیم دینے کے لئے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت اور رسالت کا مرتبہ دیا اور تمام بنی آدم کی ہدایت کا بار آپ کے اُوپر رکھا اور چونکہ بعد حضرت خدا کو دوسرا نبی بھیجنا منظور نہ تھا اور سلسلہ نبوت کا آپ کی ذات پر ختم کرنا منظور تھا اس لئے جو فضائل اور کمالات اور معجزات جُدا جُدا اور انبیاء علیہم السلام کو دیئے گئے اور طریقے ہدایت اور تعلیم کے علیحدہ علیحدہ اور پیغمبروں کو سکھلائے گئے تھے وہ سب حضرت کو سکھلائے گئے بلکہ اس نظر سے کہ کوئی فرقہ کوئی گروہ آپ کے فیضان نبوت سے محروم نہ رہے اور آپ کی ہدایت اور تعلیم مثل بعض اور نبیوں کے بے اثر نہ ہو جائے اور کسی کو کوئی عذر ایمان اور اسلام لانے پر باقی نہ رہے اور کسی کو موقع آپ کی نبوت کے انکار کرنے کا نہ ملے وہ معجزات حضرت کو دیئے گئے جو کسی نبی کو نہیں دیئے گئے اور اُن اُن باتوں کی اجازت آپ کو دی گئی کہ اور کسی پیغمبر کو نہیں دی گئی اسی واسطے آپ کی ہدایت کا اثر جلد اور کامل ہُوا اور کچھ ایک ہی ذریعے سے نہیں بلکہ مختلف ذریعوں سے لوگوں نے ایمان کو قبول کیا جو لوگ فصحا اور بلغا مشہور تھے وہ قرآن مجید کی فصاحت دیکھ کر قائل ہو گئے اور جو لوگ علم اور حکمت کا دعویٰ کرتے تھے وہ آپ کی تعلیم حکیمانہ دیکھ کر معتقد ہو گئے جو اشخاص معجزے کے طالب تھے وہ معجزات دیکھ کر ایمان لائے جو لوگ شجاعت اور مردانگی میں مشہور تھے وہ میدان جنگ میں مقابلہ کی تاب نہ لا سکے آخر مغلوب ہو کر مطیع بن گئے۔ اور جو غرض

اللہ جل شانہ، کی آپ کی نبوت سے تھی کہ دینِ اسلام تمام دنیا میں پھیل جائے اور باطل دینوں پر غالب ہوجائے وہ حاصل ہو گئی لیکن یہ فائدہ جو بعثت نبوی سے ہُوا صرف اہل سُنت کے اصول کے مطابق ثابت ہوتا ہے اور موافق اصُول مذہب شیعہ کے ہرگز ثابت نہیں ہوتا اس لئے کہ جو لوگ حضرت کے سامنے ایمان لائے جب اُن کی نسبت یہ اعتقاد کیا جائے کہ وہ ایمان اور اسلام میں کامل تھے اوروں سے حضرت کی نبوت کے معتقد تھے اور مرتے دم تک اس پر ثابت قدم رہے تو یہ امر البتہ تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ حضرت کی ہدایت سے جو غرض تھی وہ حاصل ہو گئی مگر جب ان لوگوں کی نسبت یہ گمان کیا جائے کہ وہ ظاہر میں مسلمان تھے اور باطن میں (عیاذاً باللہ) کافر یا حضرت کی وفات کے بعد ہی مُرتد ہو گئے تو کس کے مُنہ سے یہ بات نکل سکتی ہے کہ حضرت کی ہدایت سے کچھ فائدہ ہُوا۔ حقیقت یہ ہے کہ جو اعتقاد شیعوں کا بہ نسبت صحابہ کے ہے اُس سے الزام آپ کی نبوت پر آتا ہے اور سننے والے کو مذہب اسلام پر شبہ ہوتا ہے اس لئے کہ جب کوئی اس امر پر یقین کرے کہ جو لوگ حضرت پر ایمان لائے اُن کے دلوں پر کچھ اثر ایمان اور اسلام کا نہ تھا اور وُہ صرف ظاہر میں مسلمان اور (عیاذاً باللہ) باطن میں کافر تھے یا حضرت کے انتقال کرتے ہی وُہ اس سے پھر گئے وہ حضرت کی نبوّت کی تصدیق کر نہیں سکتا اور کہہ سکتا ہے کہ اگر حضرت سچے نبی ہوتے تو کچھ نہ کچھ انکی ہدایت میں تاثیر ہوتی اور کوئی نہ کوئی دل سے اُن پر ایمان لایا ہوتا اور منجملہ ہزاروں لاکھوں آدمیوں کے جو اُن پر ایمان لائے۔ سو دو سو آدمی تو ایمان پر ثابت قدم رہتے اگر صحابہؓ کرام تمہارے عقائد باطلہ کے موافق اسلام اور ایمان میں کامل نہ تھے تو پھر وہ لوگ کون سے ہیں جن پر حضرت کی نبوت سے فائدہ ہُوا اگر اصحابِ رسول سوائے معدودے چند کے بقول تمہارے سب کے سب (عیاذاً باللہ) منافق اور مرتد تھے تو دینِ اسلام کو کس نے قبول کیا اور پیغمبر صاحب کی تعلیم اور تلقین سے کس کو نفع پہنچا کن لوگوں نے حضرت کے کہنے سے شرک چھوڑ کر توحید پر اعتقاد کیا کن شخصوں نے عبادت کے طریقوں کو سیکھا کس گروہ نے دینِ محمدی کو جاری کیا کس فرقے نے ایمان کو پھیلایا اے یارو تم کو تو اس کا نام لینا اور پیغمبر صاحب کی نبوت کا اقرار ظاہری بھی کرنا نہ چاہیئے اگر پیغمبر صاحب پر ایمان لانیوالوں میں سو دو سو، ہزار دو ہزار کو تم کافر کہتے یا اُن لوگوں کو جو بعد غلبہء اسلام کے مسلمان ہوئے تم منافق جانتے تو صبر آتا مگر افسوس تو اسی بات پر آتا ہے کہ تم انہیں لوگوں پر اعتراض کرتے ہو

marfat.com

جو سب سے پہلے ایمان لائے اور انہیں کو منافق بتلاتے ہو جنہوں نے خدا کے دین کو جاری کیا اور اُن ہزاروں لاکھوں آدمیوں میں سے جو حضرت پر ایمان لائے تھے سوائے چار چھ شخصوں کے کسی کو اچھا نہیں کہتے ہو بھلا کیونکر ایسے عقیدت پر تعجب نہ آوے اور کیونکر تمہاری اس گمراہی پر افسوس نہ ہووے۔

چوتھی دلیل:۔ ہم لوگ کیا شیعہ اور کیا سُنی پیغمبر صاحب کی زیارت کو افضل ترین سعادت اور بہترین قربات سے سمجھتے ہیں۔ اور چونکہ اب زمانہ آپ کی حیات کا نہیں ہے اس لئے آپ کی قبر مبارک کے دیکھ لینے کو اور آپ کے روضۂ انور کی خاک آنکھوں میں لگانے کو غنیمت جانتے ہیں اور اسی کو بہترین سعادت سمجھتے ہیں اور اگر کوئی شخص خواب میں آپ کی زیارت سے مشرف ہو جاتا ہے تو وہ بڑے بزرگوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ اور حقیقت میں جب تک کوئی شخص نہایت ہی نیک اور مخلص اور پرہیزگار نہیں ہوتا وہ خواب میں بھی سعادت زیارت سے مشرف نہیں ہو سکتا پس نہایت افسوس کا مقام ہے کہ ہم ان لوگوں کی بزرگی اور فضیلت کا کچھ بھی اعتقاد نہ کریں جو برسوں حضرت کی زیارت کرتے رہے اور رات دن آپ کی صحبت میں حاضر رہے اور ہر لحظ اور ہر ساعت آپکے دیدار سے مشرف ہوئے اور ہمیشہ آپ سے ہم کلام رہے اور نہ صرف زیارت اور صحبت کی سعادت پائی بلکہ حضرت کے غم اور خوشی میں شریک رہے اور آپ کی یاری اور مددگاری اعلائے کلمۃ اللہ میں کرتے رہے۔

ابیات

از وطنہا مہاجرت کردند　　　برالم ہا مصابرت کردند،
در سفر ہم رکاب او بودند　　　در حضر ہم خطاب او بودند
ہمہ آثار وحی دیدہ ازو　　　ہمہ اسرار دین شنیدہ ازاو
بانبی در شدائد واہوال　　　بذل ارواح کردہ اموال
پایۂ دین بلند از یشاں شد　　　کار شرع ارجمند از ایشان شد
رضی اللہ عنہم از سوی حق　　　بہر ایشاں بشارت مطلق،

غرض کہ صرف زیارت اور صحبت ہی حضرت سید الانبیاء علیہ التحیۃ والثنا کی ایسی فضیلت ہے کہ کوئی بزرگی اس کو نہیں پاتی نہ کہ جب اُس کے ساتھ اور فضائل ذاتی بھی صحابہ میں موجود ہوں تو پھر ان کے مراتب اور مدارج کی کیا انتہا ہے۔

marfat.com

پانچویں دلیل:۔ اس امر کو سب مسلمان تسلیم کرتے ہیں کہ مکہ اور مدینہ اسلام کی ابتدائی اور ترقی کے مقام ہیں اور انہیں دو جگہوں کو سب دنیا سے بڑھ کر عزت ہے۔ ایک خدا کا گھر اور رسول کا مولد ہے دوسرا حضرت کا شہر اور آپ کا مدفن ہے مکہ معظمہ میں بنیاد اسلام کی قائم ہوئی اور مدینہ منورہ میں اس کی ترقی ہوئی اور ان دونوں جگہوں کی بزرگی، ایسی ہے کہ کبھی کوئی مذہب باطل اُن میں پھر جاری نہ ہو گا اور دجّال ملعون کا بھی گذر اُن میں نہ ہو گا پس ہم کو غور کرنا چاہیئے کہ ان دونوں شہروں کے رہنے والے اب تک صحابہؓ کی نسبت کیسا اعتقاد رکھتے ہیں جو کچھ اُن کا اعتقاد ہو اسی کو اصل ایمان سمجھنا چاہیئے۔ پس خدا کے فضل سے ان دونوں شہروں کے رہنے والے بلکہ تمام عرب کے باشندوں کا جو اعتقاد صحابہ کی نسبت ہے، وہ ظاہر ہے اگر ہم موافق شیعوں کے یہ کہیں کہ وہ سب کے سب گمراہ ہیں اور باطل اعتقاد پر اب تک قائم ہیں تو اس سے اصل مذہب اسلام پر بڑا الزام آتا ہے۔ کیونکہ خداوند عالم نے جہاں اپنے نبی کو پیدا کیا اور جہاں اپنے پیغمبر کا مدفن بنایا اور جن جگہوں کو عرش و کرسی کے برابر رتبہ دیا اور جہاں سے اسلام اور ایمان جاری کیا انہیں جگہوں کے رہنے والوں کو خدا نے اب تک باطل اعتقاد پر قائم رکھا اور ان لاکھوں کروڑوں آدمیوں کو جو تیرہ سو برس کے عرصے میں وہاں پیدا ہوئے اور وہاں رہے گمراہ رکھا اور گمراہی پر اُن کا خاتمہ کیا اور ایک مومن کا گذر بھی وہاں نہ ہونے دیا اور اب تک خدائے عزّوجل کو وہی اصرار ہے کہ انہیں بداعتقادوں سے مکہ اور مدینہ بھرا ہوا ہے اور وہی گمراہی اور ضلالت اب تک تمام عرب میں پھیلی ہوئی ہے اور باوجود گذر جانے اس قدر عرصہ دراز کے اب بھی کوئی مومن پاک بغیر تقیہ کے وہاں جانے نہیں پاتا اور اپنے ایمان اور اعتقاد کو بخوف اپنی عزت اور جان کے ظاہر نہیں کرسکتا قیامت تو قریب آ گئی اس دنیا کے ختم ہونے کے دن نزدیک ہو گئے لیکن خدا اُن ظالموں اور بداعتقادوں سے اپنے گھر اور اپنے رسول کے گھر کو پاک نہیں کرتا اور مومنین سے اُن شہروں کو آباد نہیں فرماتا اور گمراہوں کو ایسی پاک جگہوں سے نہیں نکالتا اگرچہ جس قدر زیادہ نبوت کا دور ہوتا گیا اور اسلام میں ضعف آتا گیا مذہب شیعوں کا ترقی پاتا گیا اور ان کے عقائد باطلہ کو رواج ہوتا گیا اور اکثر شہروں اور ملکوں میں اُن کی حکومت بھی ہو گئی اور بادشاہت اور سلطنت بھی نصیب ہوئی لیکن باایں ہمہ مکہ اور مدینہ اور عرب میں جو دین پیغمبر خدا کے وقت میں تھا، وہی جاری ہے اور مذہب سول متبول کے سامنے تھا وہی اب بھی ہے:۔ شعر

ہست محفل بران قرار کہ بود
ہست مطرب بران ترانہ ہنوز

ہم حیران ہیں کہ جب مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں اس تیرہ سو برس کے عرصے میں ایک مسلمان پاک اعتقاد نہ ہوا اور ایسی پاک اور ایسی پاک جگہ میں کسی مومن پاک کا گذر نہ ہوا تو پھر کونسا مقام ہوگا جہاں کے رہنے والے مومن اور مسلمان ہوں گے اور خدا کے گھر اور رسول کے گھر کو چھوڑ کر کس کے گھر میں ایمان والے رہتے ہوں گے لے بھائیو بغیر اس کے کہ یہ امر قبول کیا جاوے کہ اصل دین اور مذہب وہی ہے جو مکے اور مدینے کے رہنے والوں کا ہے کوئی دوسرا علاج نہیں ہے۔

شواہد نقلی صحابہؓ کی فضیلت میں

ہم صحابہؓ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے فضائل کے ثبوت میں تین قسم کی نقلی شہادتیں بیان کرتے ہیں۔ اوّلؔ وہ شہادتیں جو توریت و انجیل میں مذکور ہیں۔ دومؔ وہ شہادتیں جو قرآن مجید میں مذکور ہیں۔ سومؔ وہ شہادتیں جو ائمہ کرام علیہم السلام سے کتب امامیہ میں منقول ہیں۔

توریت و انجیل کی شہادتیں صحابہؓ کی فضیلت میں

اتنی بات تو امامیہ مذہب والے بھی جانتے ہیں کہ جس طرح اللہ جل شانہ نے کتب سماوی میں ذکر پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بطور پیشین گوئی کے کیا ہے اور اس سے انکار اس لئے نہیں کرتے کہ خدا نے خود فرمایا ہے کہ[1] مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۚ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۚ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْاَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ؕ (معنی) محمد رسول اللہ کا ہے اور جو لوگ ساتھ اُن کے ہیں، سخت ہیں اوپر کفار کے رحم دل ہیں درمیان اپنے دیکھتا ہے تو اُن کو رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے چاہتے ہیں فضل خدا کا اور رضامندی اس کی نشانی اُن کی اُن کے چہرے پر ہے، اثر سے سجدے کے یہ ہے صفت اُن کی بیچ توریت کے اور صفت اُن کی بیچ انجیل کے جیسے کھیتی

[1] پارہ ۲۶ رکوع ۱۲ سورۃ فتح

نکالے اکھوا اپنا پس قوی کرے اس کو پس موٹے ہو جاویں پس کھڑے ہو جائیں اور پر چھڑی اپنی کے خوش لگتی ہے کھیتی کرنے والے کو تاکہ غصے میں لاوے اللہ بسبب ان مسلمانوں کے کافروں کو) اب ہم ان مثالوں کو جو توریت وانجیل میں مذکور ہیں اور جن کی خبر خدائے جل شانہ نے اس آیت میں دی ہے بیان کرتے ہیں۔

پہلی شہادت توریت کی

توریت کی کتاب استثنا کے تیرھویں باب کے چھٹے درس میں لکھا ہے کہ اگر تیرا بھائی یا بیٹا یا جورو یا دوست کوئی تجھے پھسلادے اور کہے کہ آؤ غیر معبودوں کی بندگی کرو تو اس کے موافق نہ ہونا اور اس کی بات نہ سننا اور اس پر رحم کی نگاہ نہ رکھنا اور اس کی رعایت نہ کرنا اور اسے پوشیدہ نہ رکھنا بلکہ اس کو ضرور قتل کر ڈالنا اس کے قتل پر پہلے تیرا ہاتھ پڑے، پس غور کرنا چاہیئے کہ جو کچھ حضرت موسیٰؑ نے اپنی قوم سے کہا صحابہ کرام نے اس کو کر دکھایا اور جیسی کچھ شدت اور سختی کافروں پر چاہیئے اس کا ظہور صرف پیغمبر صاحب کے یاروں کے ہاتھ سے ہوا اسی واسطے خدا نے ان کی شان اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ فرمایا اگرچہ صحابہ کرام کی شدت اور صلابت کا جو دین میں تھی امامیہ انکار نہیں کر سکتے مگر ہم ان کے اطمینان کے لئے حضرات شیخین کے حالات کو جو بڑے دشمن شیعوں کے ہیں اور صنمی قریش کر کے ان میں مشہور ہیں بیان کرتے ہیں اور زیادہ تو نہیں کہہ سکتے اتنا عرض کرتے ہیں کہ اپنی ہی کتابوں کی روایتوں کو سنیں اور پھر اس کو توریت کے مضمون سے اور قرآن شریف کی آیت سے ملادیں اور خود ہی انصاف کریں اور اگر حیا و شرم مانع نہ ہو دے تو تعصب اور عناد کو چھوڑ کر ان کی فضیلت کا اقرار کریں اور اپنے باطل عقیدوں کو چھوڑ کر جماعت میں داخل ہو جاویں۔

پہلی روایت کہ حضرت صدیق اکبرؓ نے اپنے باپ کے قتل کا قصد کیا

امام اعظم شیعوں کے حضرت شیخ علی تذکرۃ الفقہا کی چھٹی فصل میں لکھتے ہیں کہ حضرت[1] ابوبکر صدیقؓ نے اُحد کے دن اپنے باپ کے قتل کرنے کا ارادہ کیا مگر حضرت صلی اللہ

[1] و ان ابا بکر ارا قتل ابیہ یوم احد فنہاہ النبی صلے اللہ علیہ وسلم من ذلک وقال و ولیلیٰ قتلہ غیرک۔

marfat.com

علیہ وآلہ وسلم نے منع کر دیا اور فرمایا کہ تو جانے دے اور کوئی یہ کام کرے گا پس اے بھائیو خدا کے واسطے ذرا اپنے امام اعظم کی تصدیق کو دیکھو کہ وہ صدیقیت صدیق اکبر کی کیسی تصدیق کرتے ہیں اور جو کچھ توریت میں کفار پر شدت کرنے کا ذکر ہے اس کو شان میں حضرت ابوبکر صدیق کی کیسا تسلیم کرتے ہیں کیوں یاروا شداء علی الکفار کا مصداق کیا سوائے اس کے کوئی دوسرا ہو گا جو اپنے باپ کے قتل پر آمادہ ہوا اور توریت کے اس مضمون کا کہ (غیر معبودوں کی بندگی پر پھسلانے والے کو اگرچہ بھائی یا بیٹا یا جورو یا دوست ہو تو قتل کر ڈالنا اور پہلے اپنا ہاتھ اس کے قتل پر اٹھانا) اطلاق کسی اور پر ہو گا تعجب ہے شیعوں سے اور ان کے امام اعظم سے کہ ایسی روایت کو تصدیق بھی کریں اور صدیق اکبرؓ کی مستعدی کو باپ کے قتل پر قبول بھی کریں اور پھر ان کی صدیقیت سے انکار فرما دیں۔

دوسری روایت کہ حضرت عمر فاروقؓ نے رشتہ داروں کے قتل کا مشورہ کیا

تفسیر مجمع البیان اور منہج الصادقین اور خلاصۂ تفسیر جرجانی میں امامیہ مذہب کے مفسرین نے لکھا ہے کہ جب بدر کی لڑائی فتح ہوئی اور بہت سے لوگ مکے کے قید ہوئے جن میں اکثر مہاجرین کے عزیز اور قریب تھے اور حضرت نے ان کے معاملے میں صحابہ سے مشورہ کیا تب حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ (جو کوئی جس کا رشتہ دار ہے وہ اسکے حوالے کیا جائے تا کہ وہ اپنے ہاتھ سے اپنے کافر رشتہ دار کو قتل کرے اور خدا کی محبت کے سامنے رشتے اور قرابت کا خیال نہ کرے اس لئے عقیل علی کو اور نوفل مجھے اور فلاں فلاں کے حوالے کیا جائے واسطے قتل کے) اے شیعیان پاک ذرا اس روایت کو اپنی تفسیروں میں دیکھو اور انصاف کرو کہ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ کا مضمون حضرت عمرؓ پر صادق ہے یا نہیں اور اگر اس پر بھی نہ سمجھو تو خدا تم سے سمجھے۔

دوسری شہادت انجیل کی

متی کی انجیل کے باب ۱۳ کے درس ۳۱ و ۳۲ - میں لکھا ہے کہ (آسمان کی بادشاہت رائی کے دانے کے مانند ہے جسے ایک شخص نے لے کے اپنے کھیت میں بویا اور وہ سب بیجوں سے چھوٹا ہے پر جب اگتا ہے سب ترکاریوں سے بڑا ہوتا ہے۔ ایسا درخت ہوتا ہے کہ

marfat.com

ہوا کے پرندے اس کی ڈالیوں پر بسیرا کرتے ہیں، اس پیشین گوئی کو اس آیت سے ملانا چاہئیے جو ابھی مذکور ہوئی ہے کہ مَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ :- یعنی خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ پیغمبروں کے یاروں کی مثال انجیل میں اس طرح لکھی ہے جس طرح ایک چھوٹا سا دانہ کہ اس میں اوّل تپی نکلتی ہے پھر وہ بڑھتا جاتا ہے یہاں تک کہ بڑا درخت ہوتا ہے اور دیکھنے والے کو تعجب آتا ہے۔ بس اس آیت کے مضمون کی اس عبارت سے انجیل کی جو ہم نے اوپر بیان کی کیسی تصدیق ہوتی ہے اور اس سے بشہادت انجیل صحابہ کی فضیلت بخوبی ثابت ہوتی ہے اور درحقیقت یہ مثال بالکل صحابہ کے حال کے مطابق ہے اس لئے کہ وہ اوّل تھوڑے تھے پھر آہستہ آہستہ بڑھ گئے اور ایک بڑا لشکر ان کا ہو گیا جس کی جماعت اور کثرت کو دیکھ کر کفار تعجب کرتے تھے اور ان کی قوت کو دیکھ دیکھ کر جلے مرتے تھے پس جو کوئی ان کی بزرگی کا قائل اور ان کی فضیلت کا معتقد نہ ہو درحقیقت قرآن اور انجیل اور تمام کتب سماوی کا منکر ہے اے صاحبو اگر صحابہ رسول کے ایمان اور اسلام کے تم قائل نہیں ہو تو مہربانی کر کے ذرا ارشاد فرماؤ کہ الَّذِينَ مَعَهُ سے کیا مراد ہے یعنی وہ کون لوگ حضرت کے ساتھ تھے جنکی صفت اللہ جل شانہ اس آیت میں فرماتا ہے اور أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ کا مصداق، بتلاؤ کہ وہ کون حضرات تھے جو کفار پر سختیاں کرتے تھے اگر صحابہ کبار سوائے چار چھ کے سب کے سب منافق اور کافر تھے (نعوذ باللہ من ذلک) تو وہ کون لوگ تھے جن کے سبب سے اسلام ایک دانے سے بڑا درخت ہو گیا اور وہ کتنے شخص تھے جن کو کفار دیکھ کر غیظ میں آتے تھے کیا کسی کے قیاس میں آسکتا ہے کہ چار چھ شخصوں کو دیکھ کر کافر جلتے ہوں اور معدودے چند کے ایمان لانے پر تعجب کرتے ہوں اگر ہزاروں آدمی مسلمان نہیں ہو گئے تھے اور وہ سب کے سب ایمان میں کامل نہ تھے تو اللہ جل شانہ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ کیوں فرماتا اور اگر ہزاروں شخص اسلام نہیں لائے تھے تو کن کو دیکھ کر کفار کو غصہ آتا پس جب تک کوئی صحابہ کی فضیلت اور ان کی کثرت کو، تصدیق نہ کرے وہ ان آیتوں کو بھی تصدیق نہیں کر سکتا۔ اے یارو خدا کی قسم سچ جاننا اور یقین کر کے ماننا کہ ہم کو نہایت ہی تعجب آتا ہے کہ جو لوگ ایسی آیتوں کو تصدیق کرتے ہیں اور یہ مثال انجیل میں مذکور ہے اس کو پیغمبر خدا کی نبوت کی نسبت پیشین گوئی پر محمول

marfat.com

کرتے ہیں اور پھر صحابۂ کبار کی فضیلت اور کثرت سے انکار کرتے ہیں اور ایسی آیتوں اور پیشین گوئیوں کو صرف چار چھ شخصوں پر ختم کرتے ہیں اور صحابہ سے عداوت رکھ کر لِیَغِیظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ کی تہدید سے ذرا بھی نہیں ڈرتے۔

قرآن مجید کی شہادتیں صحابہؓ کی فضیلت میں

پہلی آیت[1]:- كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَوْ آمَنَ أَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُونَ وَأَكْثَرُهُمُ الْفَاسِقُونَ - (یعنی) تم بہترین امت ہو جن لئے گئے ہو آدمیوں کے لئے حکم کرتے ہو نیک باتوں کا اور روکتے ہو بری باتوں سے اور ایمان رکھتے ہو خدا پر اور اگر ایمان لاتے اہل کتاب تو بہتر ہوتا ان کے حق میں بعضے ان میں سے مومن ہیں اور اکثر فاسق اس آیت میں جلشانہ صحابہ کی فضیلتوں کو اور ان کی بزرگیوں کو خود ان سے بیان فرماتا ہے اور ان سے مخاطب ہو کر ارشاد کرتا ہے کہ تم بہترین امت سے ہو اور تم کو میں نے اور مخلوق سے منتخب کر لیا ہے ہدایت کر دو چنانچہ تم جس کام کے لئے مقرر ہوئے وہ کرتے ہو اور جو خدمت تمہارے سپرد ہوئی اس کو ادا کر رہے ہو تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ کہ لوگوں کو نیک کام سکھلاتے ہو اور بری باتوں سے بچاتے ہو۔ جو شخص ذرا غور اور انصاف سے دیکھے تو یہی ایک آیت عقائد شیعیان عبداللہ بن سبا کے بطلان پر کافی ہے کہ خداوند کریم جبکہ اصحاب رسول کی نسبت فرما دے کہ وہ بہترین امت سے ہیں اور واسطے ہدایت بنی آدم کے پیدا کئے گئے ہیں اور ان کے افعال حسنہ کی تصدیق کرے کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہیں اور باوجود اس کے حضرات شیعہ ان کو بدترین امت سے جانیں اور ان کی بزرگی اور فضیلت سے انکار کریں ہم نہایت تعجب کرتے ہیں کہ ایسی صریح آیتوں اور ایسی صاف شہادتوں پر بھی وہ اپنے عقیدوں کے فساد پر خیال نہیں کرتے اور ذرا بھی قرآن مجید کی لفظوں کو نہیں دیکھتے اگر صحابہ کبار بہترین امت سے نہیں تھے تو خدا کا یہ خطاب کہ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ یعنی بہترین امت سے ہو کس سے ہے اور اگر ان کے اعمال نیک نہ تھے تو اللہ جل شانہ کا یہ ارشاد کہ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ،

[1] پارہ ۴ رکوع ۱۲۔ سورہ آل عمران ۱۲

تم نیک کام اور ان کو بتلاتے ہو اور برے کاموں سے منع کرتے ہو کس کی طرف سے اگر وہ سچے دل سے ایمان نہیں لاتے تھے تو خدا کی اس تصدیق کے کہ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ تم خدا پر سچے دل سے ایمان رکھنے ہو کیا معنی ہیں۔ آیتیں تو ایسی صاف ہیں کہ ان میں کوئی، تاویل اور کوئی بناوٹ ہو ہی نہیں سکتی سیدھی سیدھی لفظوں میں اللہ جل شانہٗ صحابہ کے ایمان اور اعمال کو بیان کر رہا ہے اور کمال عنایت سے انہیں سے مخاطب ہو کر خود ان کی تعریفیں کر رہا ہے لیکن ہم کو سخت حیرت ہے کہ شیعیان پاک کے نزدیک اس آیت کے الفاظ کیا مہمل ہیں جن کے کچھ معنی نہ ہوں یا یہ کوئی لغز اور پہیلی ہے جو اس کا مطلب ان کی سمجھ میں نہ آئے یا کوئی دقیق معما ہے کہ وہ ان سے حل نہ ہو سکے یا ان کے عقیدے میں یہ الفاظ قرآن کے نہیں ہیں اور جامع قرآن نے اپنی اور اپنے بھائیوں کی بزرگی ظاہر کرنے کے لئے بڑھا دیئے ہیں کہ اس پر ایمان نہ ہو آخر ان باتوں میں سے اگر، کوئی بات نہیں ہے تو یہ کیا بات ہے کہ اس کا اقرار کرتے جاتے ہیں یہ آیتیں خدا کی کتاب کی ہیں اس کو تصدیق کرتے جاتے ہیں کہ صحابہ کی شان میں نازل ہوئی ہیں اور پھر صحابہ کی فضیلت پر اعتقاد رکھنے کا کیا ذکر ان کے ایمان اور اسلام کی بھی تصدیق نہیں کرتے اور جن کو خداوند کریم خَیْرَ اُمَّةٍ فرماوے (شر امۃ) سمجھتے ہیں اور جن کی نسبت خدا تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ کہے ان کے حق میں (یامرون بالمنکر وینہون عن المعروف) کا اعتقاد رکھتے ہیں اگرچہ یہ آیات بینات قرآن مجید کی ایسی صریح اور صاف ہیں کہ تفسیر دیکھنے کی حاجت نہیں ہے لیکن ہم حضرات شیعہ کے اطمینان خاطر کیلئے انہیں کی معتبر تفسیر ونکی سند لاتے ہیں اے بھائیو سنو تفسیر مجمع البیان طبرسی میں (جو کہ تمہاری تفسیروں میں سے بہترین تفاسیر ہے اور ۱۲۷۵ھ ہجری میں بمقام تہران دارالسلطنت ایران چھپی ہے) اس کے صفحہ ۲۰۰ میں لکھا ہے کہ[1] پہلے خداوند تعالیٰ نے امر و نہی کا ذکر کیا پیچھے اس کے ان لوگوں کا بیان کیا جو کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہیں اور ان کے واسطے ان لوگوں کی تعریف کی تاکہ اور لوگ ان کی پیروی کریں اور اس واسطے انہیں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم بہترین امت سے ہو) اور اس واسطے کہ کسی کو شبہہ نہ رہے کہ

[1] لما تقدم ذکر الامر والنہی عقبہ تعالیٰ بذکر من تصدی للقیام بذلک مدحہم ترغیبا فی الاقتداء بہم فقال کنتم خیر امۃ اخرجت للناس قیل فیہ اقوال احدہا ان معناہ انتم خیر امۃ ۱۲ مجمع البیان۔

فتنہا برشما ملتبس شود مانند پارہای شب تار پس رجوع آرید بقرآن کہ شفاعت کنندہ و مقبول الشفاعت ست ہرکسی کہ آنرا پیش نہد اللہ او را براہ جنت می برد) اور یہ کہنا کہ قبلہ و کعبہ سنیے آج کل کوئی فتنہ اس سے بڑھ کر نہیں ہے کہ ہم صحابہ کو بہترین امت سے جانتے ہیں اور آپ بدترین امت سے اور نہ آپ ہماری مانتے ہیں نہ ہم آپ کی اب آپ آئیے امام باقر علیہ السلام کے قول پر عمل کیجئے اور قرآن سے رجوع کیجئے اگر اس میں کنتم خیر امۃ صحابہ کی نسبت لکھا ہو تو ہم کو اپنے مذہب میں لیجئے اور تاریکی سے نکالئے معلوم نہیں کہ اگر حضرات موصوف زندہ ہوتے تو کیا جواب دیتے اور خبر نہیں کہ اب ان کے جانشین کیا جواب دیں گے۔

دوسری آیت:- فَالَّذِیْنَ[1] ہَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِہِمْ وَاُوْذُوْا فِیْ سَبِیْلِیْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُکَفِّرَنَّ عَنْہُمْ سَیِّاٰتِہِمْ وَلَاُدْخِلَنَّہُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِہَا الْاَنْہٰرُ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ عِنْدَہٗ حُسْنُ الثَّوَابِ۔ اس آیت میں اللہ جلشانہ مہاجرین کی تعریف کرتا ہے اور ان کی جنتی ہونے کی بشارت دیتا ہے اور فرماتا ہے کہ جن لوگوں نے میرے پیچھے اپنے وطن اور گھر اور کنبے قبیلے کو چھوڑا اور جن پر میرے اوپر ایمان لانے سے تکلیفیں پہنچیں اور جن کو میری راہ میں ایذائیں دی گئیں تو میں بھی اپنے ایسے سچے ایمان لانے والوں اور پکے مسلمانوں سے بڑی مہربانی سے پیش آؤں گا اور ان کی محنتوں اور جانفشانیوں کا ان کو اچھا بدلا دوں گا ان کی بھول چوک کو نہ دیکھوں گا بلکہ ان کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دوں گا اور بے پوچھے بتلائے ان کو ایسی جنتوں میں جگہ دونگا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں جہاں ان کو نہ کچھ غم رہے گا نہ رنج نہ کوئی فکر ان کو رہے گی نہ کھٹکا اور یہ ثواب ان کو اپنی طرف سے دونگا اور اپنے فضل اور بزرگی پر خیال کرنا چاہیئے کہ کس محبت اور پیار سے خدائے عزوجل انکا ذکر کرتا ہے اور ان کے مدارج اور مراتب کا کس خوبی سے اظہار فرماتا ہے اور ان کے قطعی جنتی ہونے کا اقرار کرتا ہے اور ان کے گناہوں اور سیئات سے درگزر کرنے کا اور نیکیوں سے بدل دینے کا وعدہ کرتا ہے اور ان کے اعمال کی جزا میں جو کچھ دیگا وہ تو ایک طرف اپنی طرف سے براہ تفضلات ثواب دینے کا بیان کس مہربانی سے فرماتا ہے پس اب ان آیتوں کے دیکھنے والوں سے ہم عرض کرتے ہیں کہ جن مہاجرین

[1] پارہ ۴ رکوع ۲۰ سورۂ آل عمران ۱۲۔

marfat.com

کی نسبت خدا نے یہ وعدے کئے ہیں اور جن کے بہشتی ہونے کا ذکر فرمایا ہے وہ کون تھے کیا وہ لوگ مہاجرین نہ تھے جن کا نام ابوبکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ ہے اور کیا گھر بار چھوڑنے والوں میں وہ اشخاص لَاُکَفِّرَنَّ عَنْھُمْ سَیِّاٰتِھِمْ کے وعدے سے خارج کر دیئے گئے ہیں اے بھائیوں اس آیت کو پڑھ کر اب تم مہاجرین کے گناہوں کے ڈھونڈنے میں اوقات ضائع نہ کرو اور ان کی برائیوں کی تلاش میں اپنی عمر نہ گنواؤ اگر دو چار عیب انکے تم نے ڈھونڈ بھی لئے تو جب تک تم مہاجرین میں ہونے سے انکا انکار نہ کرو گے اور جب تک تم ان کی ہجرت کا اقرار کرتے رہو گے تمہاری عیب جوئی اور نکتہ چینی کچھ کام نہ آویگی اور اس سے انکے یقینی جنتی اور قطعی بہشتی ہونے میں کچھ ضرر نہ ہوگا اس لئے کہ وہ خود فرما چکا ہے کہ لَاُکَفِّرَنَّ عَنْھُمْ سَیِّاٰتِھِمْ کہ میں ان کے گناہوں سے درگزر کروں گا اور ضرور ضرور ان کو جنت میں داخل کروں گا۔ اس لئے کہ وہ میرے پیچھے گھروں سے نکالے گئے میری بدولت رنجوں اور مصیبتوں میں گرفتار ہوئے اپنے دوستوں کو چھوڑ کر میرے دوست کے ساتھ ہوئے اپنے محبوبوں سے جدا ہو کر میرے محبوب کے شریک ہوئے پس ان کا ہجرت ہی کرنا ایک ایسا عمل ہے کہ ہزار اعمال اور لاکھ عبادت اور کروڑ نیکیوں سے بہتر ہے۔

تیسری آیت:۔ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُھٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْھُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ وَاَعَدَّ لَھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ تَحْتَھَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَآ اَبَدًا [1] اس آیت میں اللہ جل شانہٗ مہاجرین اور انصار کی نسبت اپنی رضامندی ظاہر فرماتا ہے اور ان کو اور ان کی پیروی کرنے والوں کو جنت کی خوشخبری پہنچاتا ہے ہمارے نزدیک اگر کوئی شخص اس آیت پر ذرا بھی غور کرے اور اس کے مطلب کو سوچے تو وہ ہرگز صحابۂ کبار اور مہاجرین اور انصار کی نسبت سوائے فضیلت اور بزرگی کے دوسرا اعتقاد نہ رکھے اس لئے کہ جب ان کی شان میں خدائے جلشانہٗ فرماوے کہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ کہ میں ان سے راضی اور وہ مجھ سے راضی اور ان کے حق میں اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد کرے کہ اَعَدَّ لَھُمْ جَنّٰتٍ کہ تیار کر رکھی گئی ہیں اُن کے لئے جنتیں اور اور آراستہ کر دی گئیں ہیں ان کے واسطے بہشتیں تو پھر کون ہے کہ ان کی فضیلت کا قائل نہ ہو پس شیعیان پاک کو صرف اس قدر غور کرنا چاہیئے کہ مہاجرین اور انصار میں صحابہ

[1] پارہ ۱۱۔ رکوع ۱۳۔ سورۂ توبہ ۱۲۔

کبار جن سے وہ عداوت رکھتے ہیں داخل ہیں یا نہیں اگر ہیں تو پھر ان کے جنتی ہونے میں کیا شک ہے اور اگر نہیں تو یہ خطاب خدا کا کس سے ہے اے بھائیو ذرا سوچو کہ قرآن مجید پر ایمان اسی کا نام ہے کہ جن کے حق میں اللہ اپنی رضامندی ظاہر کرے ان سے تم ناراض ہو اور جن کے جنتی ہونے کی خدا خبر دے ان کو تم مسلمان بھی نہ سمجھو اور اگر اس آیت پر بھی کوئی ایمان نہ لاوے اور یہ شبہہ کرے کہ اس میں خلفائے ثلثہ کے نام تو مذکور ہی نہیں ہیں اس لئے ان کی فضیلت کا انکار مستلزم انکار آیت نہیں تو اس کے شبہہ دور کرنے کے لئے ہم امام باقر علیہ السلام کی شہادت پیش کرتے ہیں اور جس طرح پر انہوں نے خلفائے ثلثہ کو داخل حکم اس آیت کے بیان کیا ہے اس کو ہم بیان کرتے ہیں اس کو ذرا اول سے سنو اور اپنے ہی مذہب کی کتاب سے اس کی سند لو (ڈھونڈھو) صاحب[1] الفصول نے امام باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ (ایک روز حضرت امام باقر علیہ السلام کا گزر ایک جماعت پر ہوا جو کہ خلفائے ثلثہ کی عیب جوئی کر رہے تھے آپ نے پوچھا کہ مجھے بتلاؤ کہ تم ان مہاجرین میں سے ہو کہ جو خدا کے لئے گھر سے نکالے گئے اور خدا کے لئے انکا مال لوٹا گیا اور جنہوں نے خدا اور رسول کی مدد کی انہوں نے کہا کہ نہیں ہم ان میں سے نہیں ہیں تب آپ نے پوچھا کہ پھر کیا تم ان لوگوں میں سے ہو کہ جنہوں نے دار ہجرت میں اور دار ایمان میں گھر بنایا تھا اور مہاجرین کو آرام دیا تھا انہوں نے کہا کہ نہیں تب آپ نے کہا کہ خود تم بیزار ہوئے اور نہیں چاہتے کہ دونوں فریق میں سے ہو اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ تم ان میں سے بھی نہیں ہو جن کی نسبت خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو لوگ بعد ان مہاجرین اور انصار کے آویں گے وہ ایسے مومن ہونگے کہ یہ دعا کیا کریں گے کہ الٰہی ہماری اور ہمارے اگلے بھائیوں کی جو ہم سے ایمان میں سبقت لے گئے ہیں مغفرت کر اور ہمارے دلوں میں مسلمانوں کی طرف سے کینہ مت رکھ بے شک تو نرمی کرنے والا مہربان ہے) اے بھائیو تم اپنے آپ کو امامیہ کہتے ہو اور ائمہ

[1] انہ قال لجماعۃ خاضوا فی ابی بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ الا تخبرونی انتم من المہاجرین الذین اخرجوا من دیارہم و اموالہم یبتغون فضلاً من اللہ و رضوانا و ینصرون اللہ و رسولہ قالوا لا قال فانتم من الذین تبوؤا الدار و الایمان من قبلہم یحبون من ہاجر الیہم قالوا لا قال اما انتم فقد برئتم ان تکونوا احد ہذین الفریقین و انا اشہد انکم لستم من الذین قال اللہ تعالیٰ والذین جاؤ من بعدہم یقولون ربنا اغفر لنا و لاخواننا الذین سبقونا بالایمان و لا تجعل فی قلوبنا غلا للذین آمنوا انک رؤف رحیم ۱۲-

marfat.com

کرام کے اقوال کو کم از آیات نہیں سمجھتے مگر نہیں معلوم کہ ان اقوال کو جو صحابہ کے فضائل بیان کرنے میں جھوٹا جانتے ہو غرض کہ اس حدیث سے امام باقر علیہ السلام کی ثابت ہوا کہ ان کے نزدیک خلفائے ثلثہ اس آیت کے حکم میں داخل ہیں اور جو وعدے جنت وغیرہ کے خدا نے مہاجرین اور انصار سے کئے ان میں وہ شریک ہیں اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ جو لوگ ان کی عیب جوئی کرتے تھے ان سے حضرت امام موصوف بیزار تھے اور ان کو اسلام اور ایمان سے خارج سمجھتے تھے پس سوائے تقیہ کو ڈھال بنائے رہیں گے افسوس ہے کہ جب خدا صاف صاف مہاجرین اور انصار کی تعریف کرے اور ائمہ علیہم السلام خلفائے ثلثہ کی صاف فضیلت بیان کریں اور پھر بھی حضرات شیعہ قائل نہ ہوں اب معلوم نہیں کہ مہاجرین اور انصار کی فضیلت کے لئے کیسی دلیل چاہتے ہیں حضرات شیعہ بعض مرتبہ یہ شبہہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ جلشانہ نے ان مہاجرین اور انصار کی تعریف کی ہے جنہوں نے خاص خدا کے لئے ہجرت اور نصرت کی تھی نہ کہ ان کی جنہوں نے دنیا کی طمع سے ہجرت اور نصرت کی تھی اس شبہہ کو ہم تین طرح سے رد کرتے ہیں۔ اول یہ کہ جب مہاجرین نے ہجرت کی اور انصار نے نصرت اس وقت دنیا اور دولت کہاں تھی جس کی طمع ہوئی ہو جب مہاجرین نے مکے سے ہجرت کی تب کیا مدینے میں کسی خزانے کے نکلنے کی خبر ان کو ملی تھی جس کے لوٹنے کے لئے گئے ہوں یا جب انصار نے مہاجرین کی خاطر کی اور ان کو اپنے گھر ٹھہرایا تو کیا مہاجرین کچھ بہت سامال اپنے ہمراہ لے کر گئے تھے جس کے چھین لینے اور لوٹ لینے کی نیت سے انہوں نے ان کی مدد کی ہو اگر مہاجرین کے لئے ہجرت اور انصار نے اللہ کے واسطے نصرت نہیں کی تو پھر ان کی ہجرت اور نصرت کا کیا سبب تھا۔
دوسرے اگر تمام مہاجرین اور انصار نے ہجرت اور نصرت دنیا کی طمع پر کی تھی تو خدا کا مہاجرین اور انصار کی تعریف کرنا معاذ اللہ فضول اور مہمل ہوا جاتا ہے اس لئے کہ جب کسی نے خدا کے لئے ہجرت اور نصرت نہیں کی تو خدا کس کی شان میں والسابقون الاولون من المہاجرین والانصار فرماتا ہے اور جب سب کے سب منافق تھے تو کن کی نسبت لقد رضی اللہ عنہم ورضو عنہ ارشاد کرتا ہے اور اگر بعضوں کی ہجرت اور نصرت خدا کے لئے اور بعضوں کی دنیا کے لئے تھی ان کا نشان دینا شروع کردگے تو سوائے تین چار کے اور کوئی نہ نکلے گا اور تین چار کی ہجرت اور نصرت کے ثبوت سے کچھ فائدہ حاصل نہ ہوگا تیسرے

marfat.com

کرام کے اقوال کو کم از آیات نہیں سمجھتے مگر نہیں معلوم کہ ان اقوال کو جو صحابہ کے فضائل بیان کرنے میں جھوٹا جانتے ہو غرض کہ اس حدیث سے امام باقر علیہ السلام کی ثابت ہوا کہ ان کے نزدیک خلفائے ثلثہ اس آیت کے حکم میں داخل ہیں اور جو وعدے جنت وغیرہ کے خدا نے مہاجرین اور انصار سے کئے ان میں وہ شریک ہیں اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ جو لوگ ان کی عیب جوئی کرتے تھے ان سے حضرت امام موصوف بیزار تھے اور ان کو اسلام اور ایمان سے خارج سمجھتے تھے پس سوائے تقیہ کو ڈھال بنائے رہیں گے افسوس ہے کہ جب خدا صاف صاف مہاجرین اور انصار کی تعریف کرے اور ائمہ علیہم السلام خلفائے ثلثہ کی صاف فضیلت بیان کریں اور پھر بھی حضرات شیعہ قائل نہ ہوں اب معلوم نہیں کہ مہاجرین اور انصار کی فضیلت کے لئے کیسی دلیل چاہتے ہیں حضرات شیعہ بعض مرتبہ یہ شبہہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ جلشانہ نے ان مہاجرین اور انصار کی تعریف کی ہے جنہوں نے خاص خدا کے لئے ہجرت اور نصرت کی تھی نہ کہ ان کی جنہوں نے دنیا کی طمع سے ہجرت اور نصرت کی تھی اس شبہہ کو ہم تین طرح سے رد کرتے ہیں۔ اول یہ کہ جب مہاجرین نے ہجرت کی اور انصار نے نصرت اس وقت دنیا اور دولت کہاں تھی جس کی طمع ہوئی ہو جب مہاجرین نے مکے سے ہجرت کی تب کیا مدینے میں کسی خزانے کے نکلنے کی خبر ان کو ملی تھی جس کے لوٹنے کے لئے گئے ہوں یا جب انصار نے مہاجرین کی خاطر کی اور ان کو اپنے گھر ٹھہرایا تو کیا مہاجرین کچھ بہت سامال اپنے ہمراہ لے کر گئے تھے جس کے چھین لینے اور لوٹ لینے کی نیت سے انہوں نے ان کی مدد کی ہو اگر مہاجرین کے لئے ہجرت اور انصار نے اللہ کے واسطے نصرت نہیں کی تو پھر ان کی ہجرت اور نصرت کا کیا سبب تھا۔ دوسرے اگر تمام مہاجرین اور انصار نے ہجرت اور نصرت دنیا کی طمع پر کی تھی تو خدا کا مہاجرین اور انصار کی تعریف کرنا (معاذ اللہ) فضول اور مہمل ہوا جاتا ہے اس لئے کہ جب کسی نے خدا کے لئے ہجرت اور نصرت نہیں کی تو خدا کس کی شان میں والسابقون الاولون من المہاجرین والانصار فرماتا ہے اور جب سب کے سب منافق تھے تو کن کی نسبت لقد رضی اللہ عنہم و رضو عنہ ارشاد کرتا ہے اور اگر بعضوں کی ہجرت اور نصرت خدا کے لئے اور بعضوں کی دنیا کے لئے تھی ان کا نشان دینا شروع کرو گے تو سوائے تین چار کے اور کوئی نہ نکلے گا اور تین چار کی ہجرت اور نصرت کے ثبوت سے کچھ فائدہ حاصل نہ ہوگا تیسرے

marfat.com

اللہ جل شانہ نے خود اپنی کتاب پاک میں اس شبہے کو دور کر دیا اور اپنے مہاجرین اور انصار کی طرف سے جواب دیدیا چنانچہ اور دو آیتوں میں اللہ جل شانہ نے اس امر کو تصدیق کر دیا کہ مہاجرین اور انصار نے جو کچھ کیا وہ میرے ہی واسطے کیا ہے چنانچہ ہم دو آیتوں کو ایک مہاجرین کی نسبت دوسری انصار کی نسبت بیان کرتے ہیں۔

پہلی آیت اللہ جل شانہ مہاجرین کی نسبت فرماتا ہے کہ اَلَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ[1] کہ جو لوگ نکالے گئے اپنے گھروں سے اُن سے کوئی قصور نہیں ہوا تھا سوائے اس کے کہ وہ اللہ کو اپنا پروردگار کہتے تھے اور گھر کو چھوڑ کر مسلمان ہو گئے پس اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مہاجرین کی ہجرت کا باعث سوائے اس کے دوسرا نہ تھا کہ کفار ان کے اسلام لانے سے خفا ہو گئے تھے اور ان کے خدا کو رب کہنے سے ناراض ہو گئے تھے کہ اس قصور میں انہوں نے ایذا دینی شروع کی اور بہ مجبوری ان کو گھر بار چھوڑنا پڑا اب اس آیت کو بھی سن کر اگر حضرات شیعہ یہ کہیں کہ مہاجرین نے بطمع دنیا کے ہجرت کی تو ان کو زیبا ہے ہمارے تو منہ سے ایسی بات نکل بھی نہیں سکتی۔

دوسری آیت اللہ جل شانہ انصار کی شان میں فرماتا ہے۔ وَالَّذِیْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِیْمَانَ مِنْ قَبْلِھِمْ یُحِبُّوْنَ مَنْ ھَاجَرَ اِلَیْھِمْ وَلَا یَجِدُوْنَ فِیْ صُدُوْرِھِمْ حَاجَۃً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ وَلَوْ کَانَ بِھِمْ خَصَاصَۃٌ وَمَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِہٖ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ[2] کہ جو لوگ مہاجرین سے پہلے مدینے میں رہتے تھے وہ چاہتے ہیں ان لوگوں کو جو ہجرت کر کے آویں انکے پاس اور جو کچھ مہاجرین کو دیا جاتا ہے اس کا کچھ خیال نہیں کرتے اور اس سے رنجیدہ نہیں ہوتے اگرچہ وہ خود بھی محتاج ہیں اور اپنی جانوں سے زیادہ مہاجرین کو چاہتے ہیں اور کچھ بھی حرص و طمع نہیں رکھتے اور جو ایسے ہیں وہ فلاح پاویں گے پس دیکھنا چاہیئے کہ خدا انصار کی نصرت کی کیسی تعریف کرتا ہے اور اس امر کی کہ ان کی نصرت صرف واسطے خدا کے ہے کیسی تصدیق فرماتا ہے پس اب ہم حیران ہیں کہ جب اللہ جلشانہ مہاجرین کی ہجرت کو صرف اپنے واسطے فرماوے اور انصار کی نصرت کو فقط اپنے لئے تصدیق کرے اور پھر شیعوں کے منہ سے یہ بات نکلے کہ ان کی ہجرت اور نصرت دنیا کے واسطے تھی اے یارو ذرا تو سوچو کہ تم خدا کے کلام کی تصدیق کرتے ہو یا تکذیب اللہ کے

[1] پارہ ۱۷۔ رکوع ۶۔ سورہ حج ۱۲۔ [2] پارہ ۲۸۔ رکوع ۱۔ سورہ حشر ۱۲۔

marfat.com

حکم کو مانتے ہو یا اس سے مقابلہ کرتے ہو خدا تو فرماوے کہ مہاجرین اور انصار اچھے تم کہو کہ نہیں وہ بُرے وہ کہے کہ میں ان سے راضی وہ مجھ سے راضی تم کہو کہ نہیں بالکل غلط نہ خدا ان سے راضی نہ وہ خدا سے راضی اللہ فرماوے کہ انہوں نے ہجرت میرے لئے اور نصرت میرے واسطے کی اور تم کہو کہ نہیں وہ دنیا کی طمع سے نکلے حرص دولت کے پیچھے پیغمبر کی نصرت میں شریک ہوئے آخر ذرا تو غور کرو کہ کیا کہتے ہو اور کیا کرتے ہو اے بھائیو، ایک آیت ہو دو آیت ہوں اس کی تاویل ہو سکتی ہے اس کے معنی بن سکتے ہیں جب سارا قرآن مجید، مہاجرین اور انصار کے ذکر سے بھرا ہوا ہے تو کہاں کہاں تاویل کرو گے کس کس آیت کی تحریف معنوی فرماؤ گے۔ ع (تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہی)

حقیقت یہ ہے کہ مذہب تو عبداللہ بن سبا کا اختیار کر لیا مگر بات بن نہیں پڑتی نہ قرآن مجید سے انکار ہو سکتا ہے نہ اس کی تصدیق کی جاتی ہے۔ شعر

عشق چہ آسان نمود آہ دشوار بود ہجر چہ دشوار بود یار چہ آسان گرفت

چوتھی آیت: لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ۙ وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ ۚ وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۙ وَّاُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا[1] سبب نزول اس آیت کا یہ ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارادہ کیا کہ عمرہ ادا کریں پس اعراب اور بادیہ نشینوں کی اس سفر میں ہمراہی کے لئے دعوت فرمائی اس لئے کہ اندیشہ تھا کہ کفار مکے میں لڑائی کریں اور اندر مکے کے نہ جانے دیں لیکن اکثر اعراب نے حضرت کی دعوت کو نہ سنا اور اس سفر میں آپ کے ہمراہ نہ ہوئے مگر وہی خالص مخلص کہ جو سراپا ایمان سے بھرے ہوئے تھے حضوری میں چلے جب کہ مکے کے نزدیک پہنچے قریش مانع ہوئے تب حضرت نے حراش کو اہل مکہ کے پاس بھیجا مگر لوگ اس کے قتل کے درپے ہوئے وہ لوٹ آیا تب حضرت نے عثمانؓ کو بھیجا کہ اہل مکہ نے حضرت عثمانؓ کو قید کر لیا اور ان کے قتل کی خبر مشہور ہوئی تب حضرت نے اپنے یاروں کو جو آپ کے ساتھ تھے جمع کیا جن کی تعداد باختلاف روایات چار سو سے لے کر دو ہزار تین سو تک تھی اور حضرت نے ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر ان سب سے بیعت

[1] پارہ ۲۶۔ رکوع ۳۔ سورہ فتح ۱۲۔

marfat.com

لی کر قریش سے لڑیں اور کسی طرح پر منہ نہ پھیریں چنانچہ ان سب نے خوشی سے بیعت کی اور سوائے قیدبن قیس منافق کے کسی نے تخلف اس بیعت سے نہیں کیا چونکہ اس سفر میں منافقوں کا نفاق اور مخلصوں کا اخلاص ظاہر ہوا اور بیعت میں صحابہ کی مضبوطی اور ایمان کا حال کھل گیا اس لئے اس بیعت کا نام بیعت الرضوان ہوا اور انہیں بیعت کرنے والوں کی شان میں خدا نے فرمایا کہ لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ کہ خدا راضی ہوا ان ایمان والوں سے کہ جنہوں نے درخت کے نیچے تجھ سے بیعت کی فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِہِمْ اور ان کے دلوں کا اخلاص اس سے ظاہر ہوگیا اگر وہ منافق ہوتے تو اس سفر میں ساتھ نہ آتے اور کبھی ایسے وقت پر بیعت نہ کرتے فَاَنْزَلَ السَّکِیْنَۃَ عَلَیْہِمْ اور ان کے دلوں کو طمانیت اور تسکین دے دی تاکہ بلا خوف و خطر لڑائی پر مستعد ہونے اور مرنے اور مارنے پر تیرے ہاتھ پر بیعت کی وَاَثَابَہُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا اور ان کی شکستگی دور کرنے کے لئے ان کو بہت ہی جلد بہت سی غنیمتیں دیں اور آیندہ بڑے بڑے فتوحات اور غنائم کا مثل روم اور پارس کے وعدہ کیا پس ان آیتوں سے ان سب اصحاب کی جنہوں نے حضرت کے ساتھ درخت کے نیچے بیعت کی بزرگی ثابت ہوتی ہے اور ان کا اخلاص اور ایمان میں کامل ہونا ظاہر ہوتا ہے کوئی لفظ کوئی حرف بھی خدا نے ان آیتوں میں ایسا ذکر نہ کیا جس سے کوئی موقع کوئی محل انکار کا ہو بلکہ اپنی رضامندی کا اظہار اس طور سے کیا کہ جس کا کبھی زوال نہ ہوا اور ان فتوحات کا وعدہ کیا جن کا ظہور انہیں صحابہ کے ہاتھ سے ہوا اب ہم شیعیان علی سے پوچھتے ہیں کہ اوّل یہ فرمادیں کہ یہ آیت قرآن مجید کی ہے یا نہیں اگر ہے تو یہ انہیں لوگوں کی شان میں ہے جنہوں نے پیغمبر خدا کی بیعت درخت کے نیچے کی تھی یا نہیں اگر انہیں کی شان میں ہے تو اُن میں حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ وغیرہ صحابہ کرام داخل تھے یا نہیں اگر تھے تو جو کچھ خدا ان بیعت کرنے والوں کے حق میں فرماتا ہے کہ لقد رضی اللہ کہ میں ان سے راضی ہوا تو اس رضا میں وہ لوگ بھی آگئے یا نہیں اگر نہیں آئے تو ان کے مستثنیٰ ہونے پر کیا دلیل ہے اور اگر وہ بھی آگئے تو جن سے خدا راضی ہوا اور جن کی شان میں خود لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ فرمادے ان سے ناراض ہونا اور ان کو برا جاننا انکار آیات قرآنی سے ہے یا نہیں اگر یہ کہو کہ وہ منافق تھے

سلہ یہ روایت موافق روایت شیعوں کے ہے جسکا ثبوت آئندہ ہم نے کیا ہے اور ترجمہ کشف الغمہ سے اسی راویہ کو نقل کیا ہے ۱۲

تو اس کا رد بھی خدا نے خود کر دیا کہ فرمایا ہے فَعَلِمَ مَا فِی قُلُوبِهِمْ فَأَنزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ کہ میں نے ان کے دلوں کا امتحان کر لیا اور سمجھ لیا کہ یہ بڑے پکے مسلمان اور سچے ایمان والے ہیں اسی لئے میں نے نازل کی ان پر تسلی اور دی ان کو فتح اور اگر وہ لوگ منافق ہوتے تو کیوں خدا ان کے ایمان پر شہادت دیتا اور کیوں ان کو فتح اور غلبہ عنایت کرتا۔ ان آیتوں کو دیکھ کر اگر کسی شیعہ کو یہ خطرہ پیدا ہو کہ جب ایسی آیت صریح صحابہ کی فضیلت میں خدا کی کتاب میں موجود ہے تو پھر کیا سبب ہے کہ ہمارے مذہب کے علما نے صحابہ کی فضیلت سے انکار کیا ضرور کوئی نہ کوئی سبب ہوگا ورنہ کیا سب عالم سب مولوی سب فاضل سب مجتہد ہمارے مذہب کے ناداں تھے کہ ایسی آیت سے ایسا صریح انکار کیا اور باوجود اس کے بھی صحابہ کو برا جانا اس لئے ہم انہیں کے مذہب کی معتبر تفسیروں سے اپنے دعوے کو ثابت کرتے ہیں اور یہ امر کہ ان کے عالم اور مولوی نادان تھے یا دانا ایمان والے تھے یا بے ایمان منصف تھے یا متعصب انہیں کی عقل پر چھوڑتے ہیں ان کی تفسیروں کو دیکھ کر جو کچھ وہ انصاف سے مناسب جانیں ویسا سمجھیں اے بھائیو سنو کہ تمہارے یہاں کے مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں کیا لکھا ہے (کاشانی) اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ[1] آنحضرت فرمودند بدوزخ نرود یک کس ازاں مومنا کہ در زیر شجرہ بیعت الرضوان نام نہادہ اند بجہت آنکہ حق تعالیٰ در حق ایشاں فرمودہ کہ لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ الخ اگر اس روایت پر اطمینان نہ ہو اور حضرات شیعہ کو اپنے متکلمین اور متعصبین کے جواب سننے کا اشتیاق ہو تو اس کو بھی سنیں کہ ان کے علمائے اس آیت کو دو طرح پر رد کیا ہے بعضوں[2] نے یہ فرمایا ہے کہ اس آیت سے یہ لازم نہیں آتا کہ خدا ان کے سب کاموں سے راضی ہوا ہو اور آئندہ بھی راضی رہے

---

[1] ترجمہ آنحضور نے فرمایا ہے جن مسلمانوں نے درخت کے نیچے بیعت کی ہے ان میں سے کوئی دوزخ میں نہیں جائے گا اور اس بیعت کا نام بیعت رضوان اس لئے رکھا ہے کہ اللہ نے ان بیعت والوں کی شان میں فرمایا ہے اللہ ان مسلمانوں سے راضی ہوا جنھوں نے آپ سے درخت کے نیچے بیعت کی ہے [2] قاضی نور اللہ شوستری نے مجالس المومنین میں لکھا ہے کہ مدلول آیت عند التحقیق رضاء حق تعالیٰ است ازاں فعل خاص کہ بیعت ست وکسے منکر ایں نیست کہ بعضے از افعال حسنہ مرضیہ از ایشاں واقع ست سخن دریں است کہ بعضے افعال قبیحہ از ایشاں بوجود آمدہ کہ مخالف آں عہد و بیعت ست چنانچہ در امر خلافت ۱۲۔

marfat.com

اور بعض[1] کا یہ قول ہے کہ بعد اس بیعت کے صحابۂ کبار نے وہ کام کیے جو مخالف اس بیعت کے تھے یعنی لڑائیوں میں بھاگ گئے خلافت خلیفہ برحق کی غصب کر گئے پس وہ اس آیت کے وعدے سے خارج ہو گئے پس یہ نسبت امر اوّل کے ہم یہ جواب دیتے ہیں کہ خدا کی نسبت یہ گمان کرنا کہ وہ صحابہ کے اور کاموں سے راضی نہ تھا صرف ایک فعل خاص بیعت سے راضی ہوا اس لئے لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ فرمایا ایسی تہمت ہے کہ کوئی مسلمان اپنے دل میں اس کا خیال بھی نہیں کر سکتا کیا یہ ممکن ہے کہ اگر خدائے عزوجل ان بیعت کرنے والوں سے ہر طرح پر راضی نہ ہوتا تو وہ لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ صرف ان کے دل خوش کرنے کو براہ تدلیس فرماتا اور جن باتوں سے ان کی ناراض تھا ان کو تقیۃً ظاہر نہ کرتا اور یہ امر بھی غور کرنے کے لائق ہے کہ حضرات شیعہ کو کس طرح معلوم ہوا کہ صحابہ کے اور کاموں سے خدا ناراض تھا آخر کیونکر ان کو اس کی ناراضمندی کا حال معلوم ہوا نہایت تعجب کا مقام ہے کہ خدا ان کے اس فعل کو جس سے راضی ہو اور لقد رضی اللہ کہہ کر ظاہر کرے اور ان کے ان افعالوں کو جن سے ناراض ہو سوائے شیعیان عبداللہ بن سبا کے کسی پر نہ فرما دے شاید شیعیان پاک یہ جواب دیں کہ اس کو اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لیں اور امام صاحب سے اس کی تصدیق نہ کر لیں اس کو قبول نہیں کر سکتے لیکن افسوس تو یہی ہے کہ نہ امام صاحب کا کچھ نشان ملتا ہے نہ اس قرآن کا کچھ پتہ چلتا ہے ہزار برس تو گزرا اور ہنوز معلوم نہیں کہ ابھی اور کتنے دن امام کے ظہور میں باقی ہیں۔ شعر

صد شب ہجر گزشت و مرا من پیدا نیست ۔۔۔ طرفہ عمری کہ بصد سال ندیدم یک ماہ

اور یہ نسبت امر دوم کے کہ صحابۂ کبار اس آیت کے وعدے سے بسبب نکث بیعت کے خارج ہیں اس کا جواب ہم اس طرح دیتے ہیں کہ اس اعتراض سے بھی اتنا ثابت ہوتا ہے کہ بیعت رضوان کے وقت تک صحابۂ کبار اور مہاجرین انصار سچے مسلمان اور پکے مومن تھے

---

[1] صاحب تکلیب المکاید نے بجواب کید نود و یکم تحفہ اثنا عشریہ کے لکھا ہے کہ اما بودن ابوبکر عمر و اہل بیعت رضوان پس فائدہ بحال نشان نمیرساند زیرا کہ حق سبحانہ و تعالی میفرمایدان الذین یبایعونک الخ ایں کلام معجز نظام دلالت می کند بر ایں کہ بعضے اہل بیعت رضوان نکث بیعت خواہند کرد چنانچہ از ابوبکر و عمر و دیگران بظہور رسید، بیانش آنکہ بیعت باین شرط بودہ است کہ فرار و ہزیمت نہ کنند و در حرب ثابت بمانند یا کشتہ شوند بعد ازیں بیعت درہماں سال جنگ خیبر پیش آمد ابوبکر عمر فرار کردند و ہزیمت خوردند ۱۲

marfat.com

تھے نہ منافق تھے نہ کافر اور ان کی بیعت صادق تھی نہ منافقانہ چنانچہ یہ فقرہ صاحب تقلیب المکائید کا کہ[1] (ایں کلام معجزہ نظام دلالت می کند بر اینکہ بعضے از اہل بیعت رضوان ، نکث بیعت خواہند کرد) دلیل اس پر ہے کہ جب بیعت کی تھی اسوقت تک نہ منافق تھے نہ کافر بلکہ لقد رضی اللہ عن المومنین میں داخل تھے اور شہید ثالث نوراللہ شوستری کا یہ کلمہ کہ مدلول[2] آیہ عند التحقیق رضاء حق تعالیٰ ست از آں فعل خاص کہ بیعت ست و کسی منکر ایں ، نیست کہ بعضے از افعال حسنہ مرضیہ از ایشاں واقع است) شاہد اس پر ہے کہ ان کا بیعت کرنا فعل حسنہ تھا پس اسی سے یہ اعتقاد کہ صحابہ کبار اوّل ہی سے منافق تھے باطل ہوا اور جب تک یہ آیت جس میں خدا نے اپنی رضامندی ظاہر کی نازل ہوئی انکا مسلمان اور باایمان ہونا ثابت ہوا اب آگے چلئے اور بعد اس بیعت کے ان کے حال پر نظر کیجئے کیا کام ان سے ایسے ہوئے جن سے ان کا نکث بیعت کرنا ثابت ہوا اور وہ کام کس وقت ہوئے پیغمبر صاحب کے جیتے جی یا ان کی وفات کے بعد چنانچہ اس کی نسبت شہید ثالث اور صاحب تقلیب المکائد نے جو کچھ لکھا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بعد اس بیعت کے پیغمبر صاحب کے سامنے ان سے نکث بیعت ہوا یعنی وہ جنگ خیبر پر ثابت قدم نہ رہے بلکہ بھاگ گئے اس کی نسبت ہم یہ جواب دیتے ہیں کہ اگرچہ قلعۂ خیبر حضرت صدیق اکبرؓ یا حضرت عمرؓ کے ہاتھ سے فتح نہیں ہوا لیکن فتح نہ ہونا مستلزم فرار نہیں ہے بھاگنا جنگ خیبر سے حضرات شیعہ نے کہاں سے ثابت کیا اور بالفرض اگر وہ جنگ خیبر سے بھاگے اور انھوں نے نکث بیعت کیا تو جسطرح پر ہم نے ان کی بیعت کو خدا کے کلام سے ثابت کیا اور خدا کی رضامندی کا لقد رضی اللہ عن المومنین کی آیت پیش کر کے ثبوت دیا اسی طرح پر حضرات شیعہ کے ذمے ہے کہ بمقابلے اس آیت کے ان کا بھاگنا جنگ خیبر سے اور نکث بیعت کرنا اور خدا کا ان سے ناراض ہونا کسی آیت سے ثابت کر دیں (واذ لیس فلیس) اور ہم خوب یقین کرتے ہیں کہ اگر صحابہ کبار سے کوئی فعل بعد اس بیعت کے موجب نارضامندی خدا کا ہوتا تو ضرور وہ اس سے بھی خبر دیتا اور جس طرح پر ان کی بیعت سے راضی ہو کر لقد رضی اللہ

[1] یہ معجزہ نما کلام اس امر کا ثبوت ہے کہ بیعت رضوان کرنے والوں میں سے بعض لوگ بیعت ترک کر دیں گے

[2] اہل تحقیق کے نزدیک آیت کا مدلول خوشنودی پروردگار ہے اور وہ اس فعل سے مخصوص ہے جس کا نام بیعت ہے ہر شخص اس کا اقرار کرتا ہے کہ صحابہ کے افعال حسنہ دراصل مرضی الٰہی تھے ۔

marfat.com

فرادیا اسی طرح پر ان کے فرار اور نکث بیعت سے ناراض ہو کر لقد غضب اللہ علیہم ارشاد کرتا اس لئے کہ لڑائی سے بھاگنا اور بیعت کا توڑنا آخر پیغمبر صاحب کے سامنے ہوا اس وقت تک سلسلہ وحی جاری تھا جبرائیل کا آنا بند نہ ہوا تھا پھر کیا سبب ہے کہ خدا ان کے اچھے کاموں کو ظاہر کرے اور برے کاموں کی خبر تک نہ دے ان کے افعال حسنہ کی تو شہرت دے دے اور ان کے افعال بد کی پردہ پوشی کرے پس یا تو خدا ان سے ڈرتا تھا کہ ان کی برائی بیان نہ کر سکتا تھا یا در حقیقت ان سے کوئی برائی نہ ہوئی تھی جس کو ظاہر کرتا اگر کوئی لغزش ہو جاتی تھی تو اس کو عفو کر دیتا تھا اور ان کے اور نیک کاموں پر خیال کر کے اس کو براہ ستاری چھپا دیتا تھا اور اگر یہ کہا جائے کہ بعد وفات پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کبار نے ایسے کام کئے کہ جن سے خدا ناراض ہوا مثل خلافت غصب کرنے وغیرہ کے اس کی نسبت ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر ان سے بعد وفات پیغمبر خدا کے کوئی کام ایسا ہونے والا تھا کہ جس سے خدا ناراض ہوتا تو ضرور اس کی خبر دیتا اور کبھی ان کے حق میں لقد رضی اللہ نہ فرماتا اور جب کہ خدا نے اس آیت میں یہ فرمادیا کہ فعلم ما فی قلوبہم کہ میں ان کے دلوں کی بات جانتا ہوں اور فرمایا فانزل السکینۃ علیہم کہ میں نے نازل کی ان پر تسلی تو کیونکر قیاس میں آسکتا ہے کہ ایسے لوگ کبھی جادۂ حق سے منحرف ہوئے ہوں، لیکن ہم حضرات شیعہ سے عرض کرتے ہیں کہ وہ کیوں سوال وجواب میں اپنے اوقات ضائع کرتے ہیں اور کیوں علامہ کاشانی کی تفسیر کی ان لفظوں کو نہیں دیکھتے کہ (آنحضرت[1] فرمود بدوزخ نزدیک کس از آں مومنان کہ در زیر شجرہ بیعت کردند) اس مفسر نے کچھ قصہ جھگڑا باقی نہیں رکھا عام بشارت جنت کی ان لوگوں کے حق میں جو اس بیعت میں شریک تھے پیغمبر صاحب کی زبان سے تصدیق کر دی لیکن اگر اس ایک روایت پر اطمینان نہیں ہوتا تو اس کی تائید میں دوسری روایت سنیں کہ ترجمۂ کشف الغمہ میں لکھا ہے کہ[2] (از جابر بن عبداللہ انصاری روایت ست کہ ما دران روز ہزار و چہار صد کس بودیم دران روز من از حضرت،

[1] آنحضورؐ نے فرمایا جن مسلمانوں نے بیعت رضوان زیر شجر کی ہے ان میں سے کوئی بھی دوزخ میں نہیں جائیگا

[2] جابر بن عبداللہ انصاریؓ کا بیان ہے کہ بیعت رضوان کے دن ہم چار سو افراد حاضر تھے چنانچہ میں خود رسول اکرم کی زبانی لوگوں کو فرماتے سنا تم لوگ روئے زمین کے بہترین اشخاص ہو ہم سب نے اسی دن بیعت کی اہل بیعت میں اسے کسی نے بیعت نہیں توڑی البتہ فید بن قیس منافق نے بیعت توڑ دی۔

marfat.com

پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم شنیدم کہ آنحضرت خطاب بحاضران نمود و فرمود کہ شما بہترین اہل روی زمینید و ما ہمہ دراں روز بیعت کردیم و کسی از اہل بیعت نکث نہ نمود مگر قید بن قیس کہ آں منافق بیعت خود راشکست) اس روایت سے چند فائدے حاصل ہوئے اوّل یہ ثابت ہوا کہ بیعت کے وقت چودہ[1] سو صحابی موجود تھے جن کے ایمان اور اسلام کی خبر خدا دیتا ہے کہ فعلم ما فی قلوبہم۔ اور ان کی شان میں فرماتا ہے لقد رضی اللہ عن المومنین دوسرے حضرت پیغمبر خدا نے ان کی نسبت فرمایا کہ تم بہترین اہل زمین سے ہو تیسرے ثابت ہوا کہ سوائے ایک منافق کے اور کسی نے بیعت کو نہیں توڑا پس اے شیعیان پاک اب تم انصاف سے ان روایتوں کو دیکھو اور اپنے شہید ثالث اور صاحب تقلیب المکاید کے ایمان اور انصاف پر خیال کرو کہ وہ محبت اہل بیعت کے پردے میں کیسی خدا کی آیتوں کی تکذیب کرتے ہیں اور کس طرح ایسے صریح نصوص سے انکار فرماتے ہیں۔ لیکن اگر ہم صحابہ کی برائیوں کو تسلیم بھی کرلیں تب بھی کچھ فائدہ شہید ثالث کی تقریر کا نظر نہیں آتا اس لئے کہ جو علامۂ کاشانی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ (آنحضرت فرمود بدوزخ نرود یک کس ازاں مومناں کہ در زیر شجرہ بیعت کردند) اس کا کیا جواب ہے بغیر اس کے کہ یہ کہا جائے کہ حضرت نے تقیہ سے کہہ دیا ہوگا۔ اس مقام پر یہ امر بھی لائق لکھنے کے ہے اگر کوئی شبہہ کرے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس بیعت میں شریک نہ تھے اس لئے وہ بیعت الرضوان سے خارج ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ پیغمبر خدا کو حضرت عثمانؓ سے ایسی محبت تھی کہ باوجود نہ موجود ہونے انکے وقت بیعت کے ان کو شریک کرلیا اور کیسا شریک کیا کہ جن سے انکو اپنا ہاتھ بنا دیا چنانچہ اس مقام پر جو کچھ مولانا دبالفضل اولانا مولوی علی بخش خاں صاحب نے اپنے ایک رسالے میں لکھا ہے اسی کو ہم بجنسہ نقل کرتے ہیں وہو ہذہ (اور واسطے حصول شرف بیعت الرضوان کے رسول اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے عثمان غنیؓ کی طرف سے بھی اپنے دونوں ہاتھ سے وہ معاملہ فرمایا کہ دست حق پرست اپنے کو عثمان کا ہاتھ قرار دیا[1] روضہ کلینی میں حدیث وارد ہے کہ بیعت لی پیغمبر خدا نے مسلمانوں

---

[1] فلما انطلق عثمان لقی ابان بن سعید فتاخر عن السرج فحمل عثمان تبین ہدیہ ودخل عثمان فاعلمہم وکانت المناوشۃ فجلس سہیل بن عمرو عند رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وجلس عثمان فی عسکر المشرکین وبایع رسول اللہ المسلمین وضرب صلعم باحدی یدیہ علی الاخری العثمان قد طاف بالبیت وسعے بین الصفا والمروۃ واحل فقال رسول اللہ (بقیہ آگے)

marfat.com

سے اور ایک ہاتھ کو اپنے دوسرے ہاتھ پر مارا واسطے عثمانؓ کے کہ وہ لشکر میں مشرکوں کے تھے، اس حدیث سے علاوہ قطعیت مغفرت و رضوان الٰہی کے ایک لطیفہ عمدہ ہاتھ آیا کہ دست نبی دست عثمان قرار پایا اور دست نبی وہ ہے کہ مجازاً دست خدا ہے ید اللہ فوق ایدیہم اب دیکھئے عثمان غنیؓ کو (ید اللہ یا ید النبی) کا خطاب منصف مزاج عنایت کرتے ہیں یا اس لقب کو پھر بھی مخصوص واسطے علی مرتضیٰ کے کہے جاتے ہیں انتہی بلفظہ (واللہ درہ وعلی اللہ اجرہ) اور اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے یاروں کی یاری پر نہایت ہی بھروسہ تھا اور ان کے استقلال پر یقین کامل تھا اس لئے کہ جب لوگوں نے کہا کہ خوشاحال عثمانؓ کا کہ ان کو خانہ کعبہ کا طواف، نصیب ہوا تو حضرت نے فرمایا یہ ممکن نہیں ہے کہ عثمان بغیر ہمارے طواف کرے آخر ویسا ہی ہوا کہ بغیر حضرت کے عثمان نے طواف نہ کیا چنانچہ اسی حدیث کے مضمون کو حملہ حیدری کے مولف نے بھی نظم کیا ہے کما قال۔ نظم

طلب[1] کرد پس اشرف انبیاء　　ز اصحاب عثمانؓ صاحب حیا
بادہم ہماں گفت خیر البشر　　کزاں پیشتر گفتہ بُد با عمرؓ
بُو سید عثمان زمین در زمان　　بمقصد رواں شد چو تیر از کمان
چو او رفت از اصحاب روز دگر　　بگفتند چندی بہ خیر البشر
خوشاحال عثمان با احترام　　کہ شد قسمتش حج بیت الحرام
رسول خدا چوں شنید ایں سخن　　بپاسخ چنین گفت با انجمن
بہ عثمانؓ نداریم ما ایں گمان　　کہ تنہا کند طوف آں آستان

اور بعد اس کے یہی مؤلف لکھتا ہے کہ جب حضرت عثمان مکے میں پہنچے اور ابو سفیان سے کہا کہ پیغمبر خدا طواف کے لئے آنا چاہتے ہیں اس نے کہا کہ یہ ممکن نہیں ہے مگر تمہارا دل چاہے تو طواف کر لو تب حضرت عثمانؓ نے انکار کیا اور اس پر ابو سفیان نے ان کو قید کر لیا کما قال

نظم

بجو[2] شید تش آنگہ بدل مہر خون　　بہ عثمان چنین گفت آں سرنگوں
کہ گر میل داری تو طوفِ حرم　　بکن مانعت نیست کس زین حشم

بقیہ حاشیہ صفحہ ماکان یفعل فلما جاء عثمان قال رسول اللہ اطفت بالبیت فقال ماکنت لاطوف بالبیت و رسول اللہ لم یطف بہ ثم ذکر القصۃ وما کان فیہا الحدیث ۱۲

marfat.com

ولیکن محالست آن بی گزاف | کہ آید محمدؐ برای طواف
چو بشنید عثمانؓ از واین سخن، | چنین داد پاسخ بآں اہرمن
کہ طوف حرم بے رسول خدا | نباشد بہ پیر دانش روا
ازیں گفتہ سفیان برآشفت بیش | بگہ داند از سوی اوردی خویش
بہ فرمود پس باد گر مشر کال | کہ عثمانؓ وآن دہ کس از پیرواں
نباید رفتن بہ نزد رسول، | اگر شاد باشند ازیں گر ملول
چو عثمانؓ از وایں حکایت شنید | علاجی بجز صبر کردن ندید،
مقید نمودندش اعدائے دین | بیان نجاتش کنم بعد ازیں

غرض کہ ہم حضرات شیعہ سے التماس کرتے ہیں وہ ذرا انصاف فرماویں کہ ان کے مفسرین اور محدثین اور مورخین صحابہ کی نسبت کیا لکھتے ہیں اور ان کے استقلال اور صبر اور ایمان اور اسلام کو کیسا تسلیم کرتے اور پھر باایں ہمہ ان سے عداوت رکھتے ہیں اور ایسے لوگوں کو جن کے ایمان اور اسلام پر پیغمبر صاحب کو اطمینان ہووے اور جن کی لغزش کرنے کا شبہہ تک حضرت کے دل پر نہ گزرے اور جو باوجود مصیبتوں اور محنتوں کے سرِمو اطاعت نبوی سے باہر نہ ہوں اور جن کے استقلال اور صبر کی خدا تعریفیں کرے منافق اور مرتد کہتے ہیں اور نعوذ باللہ من ذالک ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ حضرات شیعہ کس طرح ایسے سچے مسلمانوں اور پکے ایمان والوں کو منافق کہتے ہیں۔ اور کیونکہ ایسی صریح آیات اور سچی روایات سے انکار کرتے ہیں اس لئے کہ جب کوئی شخص ان آیتوں اور حدیثوں اور روایتوں کو دیکھے تو بھلا ممکن ہے کہ وہ صحابہ کرام کے فضائل میں شبہہ کر سکے یا ان کی نسبت نفاق اور ارتداد کا خطرہ بھی اس کے دل میں گزر سکے غور کرنے کا مقام ہے کہ خدا نے ان کے حالات بیان کرنے میں فقط کنائے اور اشارے پر قناعت نہ فرمائی بلکہ صاف صاف تصریح کر دی اور ٹھیک ٹھیک پتہ اور نشان انکا بتلا دیا۔ اور ایسی صریح آیتوں کو نازل کر کے منکرین کے شبہات کو دور کر دیا اگر پیغمبر صاحب کے اوپر ایمان لانیوالوں کی فقط خدا تعریف اجمالی کرتا تو منکرین کو تاویل اور شبہے کا موقع تھا مگر جب صاف کہہ دیا کہ میں ان مسلمانوں سے راضی ہوں جنہوں نے پیغمبر صلعم کے ہاتھ پر بیعت کی

۱ حاشیہ صفحہ ۳۸ ۱۲ منہ جلد اوّل حملہ حیدری صفحہ ۲۰۷ سطر ۲ مطبع سلطانی مطبوعہ ۱۲۶۷ہجری ۔ ۲ ۱۲ منہ جلد اوّل حملہ حیدری صفحہ ۲۰۷ سطر ۲۲ مطبع سلطانی مطبوعہ ۱۲۶۷ہجری ۱۲ منہ ۔

اور جگہ بھی بیعت کرنے کی بتلا دی کہ درخت کے نیچے اور یہ بھی کہہ دیا کہ یہ لوگ پیغمبر کے ہاتھ پر بیعت نہیں کرتے بلکہ میرے ہاتھ پر تو اب کون شخص ہے کہ ایسی بیعت کرنیوالوں کے ایمان اور اخلاق پر شبہہ کر سکے ہاں یہ شبہہ ہو سکتا تھا کہ شاید بیعت کرنیوالے وہی معدودے چند رہوں جو موافق اعتقاد و شیعوں کے مرتد نہیں ہوئے لیکن جب کہ علمائے شیعہ نے اس امر کو تسلیم کر لیا کہ صحابہ کبار چودہ سو اس بیعت میں شریک تھے اور یہ بھی قبول فرمالیا کہ انہیں کی شان میں اس آیت کو خدا نے نازل کیا اور اس کا بھی اقرار کیا کہ سوائے ایک منافق کے اور کسی نے بیعت کو نہیں توڑا تو ہم کو نہایت ہی تعجب آتا ہے کہ کیونکر ایسی بیعت کرنے والوں کے حق میں ایسا فاسد اعتقاد رکھتے ہیں لیکن یہ خیال کر کے کہ حضرت شیعہ کو نہ خدا کے کلام پر یقین ہے نہ پیغمبر صاحب کی حدیثوں پر نہ اماموں کے قول پر تو کچھ تعجب نہیں ہوتا اگر ان میں سے کسی پر عمل ہوتا تو کبھی ایسا عقیدہ نہ رکھتے اے بھائیو تمہارے حق میں ہم خدا سے دعا کرتے ہیں کہ اللہ جل شانہ تم کو ایک ذرہ بھر ایمان عطا کرے تاکہ تم لوگ اپنے عقیدوں کی برائیوں پر خود ہی اقرار کرنے لگو اور جو ہم تم کو سمجھاتے ہیں وہ تم خود ہی سمجھنے لگو آے یارو ذرا ایسے عقیدوں پر غور کرو اور سوچو کہ ان میں کچھ بھی اثر ایمان اور اسلام کا ہے اگر ہے تو دکھاؤ۔ شعر۔

نالۂ حزینت کو آہ آتشینت کو ۔۔۔ لافِ عشق بازی چند عشق را نشانہا ست

پانچویں آیت:۔ لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَاۤ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ[1]

شان نزول اس آیت کا یہ ہے کہ جب لڑائی بدر کی فتح ہوئی اور مشرکین قید میں آئے تب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے مشورہ کیا کہ ان قیدیوں کو کیا کرنا چاہیئے حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ فدیہ لے کر چھوڑ دینا چاہیئے حضرت عمرؓ نے کہا کہ ان کی گردنیں مار دینا چاہیئے بلکہ جو جس کا رشتہ دار ہو وہی اپنے ہاتھ سے اس کو قتل کرے اور خدا کی محبت کے سامنے دوسرے کی محبت کا خیال نہ کرے لیکن حضرت نے موافق مشورے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور صحابہ کے فدیہ لے کر چھوڑ دیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور اس روایت کو علما اور مفسرین امامیہ بھی تصدیق کرتے ہیں چنانچہ تفسیر خلاصۃ المنہج کاشانی میں لکھا ہے کہ بدر کی لڑائی

[1] پارہ ۱۰۔ رکوع ۹۔ سورۂ انفال ۷۔ [2] روز بدر ہفتاد تن اسیر شدند و از جملہ ایشان عباس و عقیل بودند حضرت درباب ایشاں با اصحاب مشاورہ کرد ابوبکر کہ از مہاجرین بود گفت یا رسول اللہ اکابر و اعزاین قوم اقارب و عشائر تو اند اگر ہر ایک بقدر طاقت و استطاعت فدای بدہد باشد کہ بعدی بدولت اسلام برسد الخ ۱۲۔

میں ستر آدمی قید ہوئے منجملہ ان کے عباس اور عقیل بھی تھے حضرت نے اُن کے باب میں اپنے یاروں سے مشورہ لیا ابوبکرؓ نے کہ وہ بھی مہاجرین میں سے تھے کہا یا رسول اللہ یہ سب چھوٹے بڑے آپ کی قوم اور قبیلے کے ہیں اگر ہر ایک بقدر طاقت اور استطاعت اپنی کے کچھ فدیہ دے تو امید ہے کہ ایک دن دولت اسلام پر پہنچیں اور مجمع البیان طبرسی میں لکھا ہے کہ پیغمبر خدا نے بدر کے دن قیدیوں کے باب میں اپنے یاروں سے کہا کہ اگر تم چاہو ان کو مار ڈالو اور چاہو جانے دو تب حضرت عمرؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ انہوں نے آپ کو جھٹلایا اور آپ کو نکالا اس لئے ان کی گردنیں مارنا چاہیے عقیل کو علی کے سپرد فرمایئے کہ وہ انکو ماریں اور فلاں شخص میرے سپرد کیجیے کہ میں اس کو قتل کر دوں اور یہ سب سرداران کفار سے ہیں اور حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ یہ آپ کی قوم اور رشتے کے لوگ ہیں فدیہ لے کر چھوڑ دینا چاہیئے چنانچہ اسی طرح پر حضرت نے کیا تب یہ آیت نازل ہوئی اور پیغمبر خدا نے فرمایا کہ اگر عذاب نازل ہوتا آسمان سے تو سوائے عمر اور سعد بن معاذ کے کوئی نجات نہ پاتا[1] ان روائیتوں سے باقرار علمائے امامیہ چند فائدے حاصل ہوئے۔ اوّل ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کا مہاجرین اور اہل بدر میں سے ہونا، دوسرے پیغمبر خدا کا ان سے مشورہ کرنا تیسرے حضرت عمرؓ کا کافروں پر سخت ہونا اور خدا کی راہ میں قرابت اور برادری کا کچھ خیال نہ کرنا اور جو کچھ ان فائدوں سے فائدے حاصل ہوتے ہیں ان کو ہم بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کو مہاجرین میں سے ہونا ثابت ہوا تو جو فضیلتیں اللہ جل شانہ نے مہاجرین کی بیان کی ہیں اور جن کو اوپر ہم نقل کر چکے ہیں وہ سب انکے حق میں ثابت ہوئیں۔ دوسرے جو بعض علمأ امامیہ نے انکار کیا ہے کہ اصحاب ثلثہ مہاجرین میں سے نہ تھے وہ قول باطل ہوا چنانچہ تقلیب المکاید کے مولف نے مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب قدس اللہ سرہ کے تحفہ کے باب مکاید شیعیان کے کید نودویکم کے جواب میں صاف لکھا ہے کہ[2] (اصحاب ثلثہ از مہاجرین اوّلین نبودند) تیسرے امامیہ کا یہ گمان کہ معاذ اللہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ ابتدا ہی سے منافق تھے اور کبھی دل سے ایمان نہ لائے تھے اور ان کی نیت نیک نہ تھی فاسد ٹھہرا جیسا کہ جناب میر صاحب قبلہ حدیقہ سلطانیہ کے باب سوم میں لکھے ہیں کہ[3] (سیرت شیخین دلالت بر خبث سریرت آنہا دارد کہ در وقت

---

[1] فقال رسول اللہ وما یدریک یا عمر لعل اللہ اطلع علی اہل بدر فغفر لہم فقال اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم بلفظہا قدر الضرورۃ ۱۲-

[2] تینوں پہلے اصحاب مہاجرین اولین میں نہ تھے [3] شیخین کی سیرت انکے اس خبث باطن سے ظاہر ہے (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

کتمان از حضرت نبوی درخواست اظہار دعوت نمودہ و در فکر اضرار آنحضرت برمی آمدند و در وقت اعلان از نصرت دست می کشیدند فاعتبروا یا اولی الابصار) انتہی بلفظہ اگر میر نصاحب قبلہ زندہ ہوتے تو میں پوچھتا کہ حضرت اگر شیخین کی نیت نیک نہ ہوتی اور وہ وقت اعلان کے نصرت سے ہاتھ کھینچتے ہوتے تو بدر کی لڑائی میں کیوں آپ کے جدامجد کاشانی اور طبرسی مہاجرین اور اہل شوریٰ میں ہونا ان کا قبول کرتے اتنی مسلمانو شیعوں کے ایمان اور عقل اور حیا پر غور کرو کہ وہ شیخین کی نسبت جو کہ تمام جان سے اپنی عاشق پیغمبر کے تھے اور تمام اپنا حضرت پر فدا کر چکے تھے اور جو شب روز اظہار دعوت کے لئے اصرار کیا کرتے تھے یہ گمان کرتے ہیں کہ ان کی نیت اس اصرار سے یہ تھی کہ پیغمبر خدا اظہار دعوت کریں اور لوگ انکو ستاویں اور ہلاک کر ڈالیں افسوس ایسے عقیدے پر خیر بہرحال میر نصاحب قبلہ جو چاہیں فرماویں اور ان کے پدر بزرگوار جو دل میں آوے ارشاد کریں لیکن اس امر کو کہ شیخین مہاجرین اور اصحاب بدر میں سے تھے جھٹلا نہیں سکتے اور ہمارا مطلب اتنی ہی بات سے حاصل ہوا جاتا ہے اس لئے کہ جب وہ مہاجرین میں سے تھے تو ان فضیلتوں کے مستحق ہیں جو خدا نے جا بجا قرآن مجید میں ہجرت کرنے والوں کی بیان کی ہیں اور جب کہ وہ اہل بدر سے تھے تو وہ اس مغفرت کے وعدے میں شریک ہیں جو اللہ جلشانہ نے اہل بدر سے کیا ہے کہ میں نے ان کو مرفوع القلم کر دیا ہے چنانچہ اس امر کو علمائے امامیہ بھی قبول کرتے ہیں علامہ کاشانی خلاصۃ المنہج میں تفسیر کریمہ مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَىٰ کی بایں الفاظ کرتے ہیں کہ داگر نہ حکمی و فرمانی می بود از خدائے تعالیٰ کہ پیش گرفتہ شدہ اثبات آں در لوح محفوظ کہ بے نہی صریح عقوبت نہ فرماید یا اصحاب بدر را عذاب نکند) اور اسی طرح پر تفسیر مجمع البیان طبرسی میں لکھا ہے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے دلعل اللہ اطلع علی اہل بدر فغفر لہم فقال اعلموا ماشئتم فقد غفرت لکم) کہ خدا نے اہل بدر کی شان میں فرمادیا ہے کہ جو چاہو سو کرو میں تم کو بخش چکا ہوں اور تفسیر خلاصۃ المنہج میں لکھا ہے کہ (خدائے تعالیٰ بدریان را وعدہ مغفرت دادہ وایشاں را بخطاب مستطاب اعملوا ماشئتم فقد غفرت لکم نوازش فرمودہ) پس جب پیغمبر خدا

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۱ کو چھپانے کے وقت میں رسول اکرم سے تبلیغ اسلام کی خواہش کی اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تکلیف رسانی کی دھن میں تھے کہ آپ اسلام کا اعلان فرمائیں۔ اور یہ لوگ آپ کی امداد سے ہاتھ اٹھالیں۔ ۱؎ اگر ائمہ کا حکم کو فرمان نہ ہوتا جو لوح محفوظ میں ہے کہ بغیر ممانعت کے سزا نہ دیجائے تو اصحاب بدر کو سزا دیتا ۲؎ اللہ نے اہل بدر سے مغفرت کا وعدہ کرکے ان سے خطاب فرمایا ہے تم جو چاہو۔ د ہم نے تمہاری مغفرت کر دی ہے۔

marfat.com

کی زبان مبارک سے تمام اہل بدر کا قطعی جنتی ہونا اور خدا کا ان کی نسبت اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم کہنا ثابت ہوا تو پھر اب صحابہ کبار علی الخصوص اصحاب ثلثہ کے قطعی جنتی ہونے میں کون سا شبہہ رہا ہے یا رو ہم اب تک نہیں سمجھے کہ حضرات شیعہ کے مذہب کا مدار کس پر ہے اگر خدا کے کلام پر ہے تو وہ صحابہ کی فضیلتوں سے بھرا ہوا ہے اگر پیغمبر خدا کی حدیثوں پر ہے تو ان میں بھی انہیں کے صفات کا تذکرہ ہے اگر ائمہ کرام علیہ السلام کی روایتوں پر ہے تو ان میں بھی انکی خوبیوں کا بیان ہے اگر اپنی ہی تفسیروں اور کتابوں پر ہے تو ان سے بھی انکے فضائل کا ثبوت ہوتا ہے پس اب اور کیسی سند حضرات چاہتے ہیں جو صحابہ کے فضائل پر ہم پیش کریں اور کیسی دلیل چاہتے ہیں جو ان کی بزرگیوں کے ثبوت میں بیان کریں اصل یہ ہے کہ اگر ایمان اور انصاف ہو تو خدا کے کلام اور رسول کی احادیث اور ائمہ کے اقوال کو مانیں جب ایمان اور انصاف ہی نہیں ہے اور پیروی عبد اللہ بن سبا کی کمبخت منظور ہے تو پھر کیونکر اپنے پیر و مرشد کے سکھائے ہوئے عقیدہ کو چھوڑیں افسوس ہزار افسوس کہ بادہ سو گذر گئے اور اس ملعون کی ہڈیاں خاکستر تک ہو گئیں مگر وہ جو کچھ وہ اپنے شیعوں کو سکھا گیا اس کو وہ نہیں بھولتے اور جس راہ پر وہ اپنے یاروں کو چلا گیا اس سے نہیں ہٹتے ہزار ہزار کوئی سمجھا دے لاکھ آیتیں اور حدیثیں دکھلا دے مگر اپنے پیر و مرشد کے قول کے روبرو ایک پر بھی نظر نہیں کرتے کلام اللہ کی تاویل کر دیں حدیثوں کو بنا ڈالیں اماموں کے قولوں کو رد کر دیں مگر اپنے جد امجد کی بات کو نہیں بھولتے جس عقیدے کو خیال کیجئے اس میں اسی ملعون کی تعلیم کا اب تک اثر ہے جس مسئلے پر غور کیجئے اب تک اسی کمبخت کے قول پر عمل ہے ولنعم ما قیل شعر۔

بلب زورو دل آہی کہ داشتم دارم ... تشنگی سر راہی نہ داشتم دارم

چھٹی آیت:۔ "وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ۚ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ"[1] ۔ اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور خدا کی راہ میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے جگہ دی اور مدد کی وہی سچے ایمان والے ہیں ان کے لئے مغفرت اور رزق با کرامت ہے۔ اس آیت پر ایمان لانے والے مہاجرین اور انصار کے ایمان اور اسلام پر کچھ شبہہ نہیں کر سکتے اور ان کی مغفرت اور جنتی ہونے میں کچھ شک نہیں لا سکتے ہیں اس لئے کہ جب اللہ جل شانہ خود تصدیق فرماتا ہے جن لوگوں نے ہجرت کی اور اپنے گھر بار کو چھوڑا اور جنہوں نے پیغمبر صاحب کو اور ہجرت کرنے والوں کو اپنے گھروں میں جگہ دی اور ان کی مدد کی وہ سچے مسلمان اور پکے ایمان

[1] پارہ ۱۰۔ رکوع ۱۰۔ سورہ انفال ۱۲۔

marfat.com

لانے والے ہیں اور مغفرت اور رزق کریم ان کے حصہ میں ہے پس خدا کی ایسی شہادت کو سن کر کون سا شخص ہوگا کہ مہاجرین اور انصار کے ایمان میں شبہہ کرے اور ان کی مغفرت میں کلام کرے شیعیان عبداللہ بن سبا کو ذرا سوچنا چاہیئے کہ جب اللہ جل شانہ مہاجرین اور انصار کے ایمان کی تصدیق کرتا ہے اور ان کے حق میں شہادت اولئک ہم المومنون حقا کی دیتا ہے اور ان کی شان میں لہم مغفرۃ ورزق کریم فرماتا ہے پھر کیونکر انکے دل میں ایسے پاک لوگوں کی طرف شبہہ ہوتا ہے اور کس طرح ان کی زبان سے ایسے شخصوں کی نسبت کفر و نفاق کا کلمہ نکلتا ہے کبرت کلمۃ تخرج من افواہہم اگر کسی کو شک ہو کہ یہ آیت اُن مہاجرین اور انصار کی شان میں نہیں ہے جن کی نسبت حضرات شیعہ نیک اعتقاد نہیں رکھتے اسلئے ہم تفسیر مجمع البیان سے جو معتبر تفاسیر امامیہ سے ہے تفسیر اس آیت کی لکھتے ہیں جس کو شک ہو وہ صفحہ ۴۵۲ تفسیر مذکور مطبوعہ تہران ۱۲۷۵ھ ہجری کو دیکھ لے مفسر[1] موصوف لکھتا ہے کہ خدا نے پھر آیتوں میں مہاجرین اور انصار کا ذکر کیا اور ان کی ثنا اور صفت بیان کی پس خدا کے اس قول کا کہ والذین اٰمنوا وہاجروا وجاہدوا فی سبیل اللہ یہ مطلب ہے کہ تصدیق کی انہوں نے خدا کی اور اس کے رسول کی اور ہجرت کی اپنے گھروں اور وطن سے یعنی مکے سے مدینے کو اور جہاد کیا انہوں نے خدا کے دین کی ترقی کے لئے اور والذین اٰووا ونصروا کے یہ معنی ہیں کہ جگہ دی مہاجرین کو اپنے گھروں میں اور مدد کی پیغمبر کی اور اولئک ہم المومنون حقا کا یہ مطلب کہ وہی لوگ سچے مسلمان ہیں اسلئے کہ انہوں نے اپنے ایمان کو ہجرت کر کے اور مدد دے کر ثابت کر دیا اس تفسیر کو دیکھ کر اگر حضرات شیعہ بمقابلے ایسی صریح آیتوں اور ایسی صاف بشارتوں کے ایک دو آیت بھی قرآن سے نکال کر ہم کو دکھلاتے اور جس طرح پر ہم نے ان کے فضائل اور درجات کو کلام اللہ سے ثابت کیا وہ قرآن ہی کی سند سے ان کی ایک بھی برائی کا ثبوت پہنچاتے تو ہم ان کو کسی قدر معذور بھی جانتے لیکن افسوس تو ہم کو اس بات کا ہے کہ ہم تو مہاجرین اور انصار کے فضائل میں قرآن کی آیتوں کو پیش کرتے ہیں رسول کی احادیث کو بیان کرتے ہیں اماموں کے قولوں کو انہیں کی کتابوں

---

[1] ثم عاد سبحانہ الی ذکر المہاجرین والانصار ومدحہم والثناء علیہم فقال والذین اٰمنوا وہاجروا وجاہدوا فی سبیل اللہ اے صدقوا اللہ ورسولہ وہاجروا من دیارہم واوطانہم یعنے من مکۃ اے المدینۃ وجاہدوا مع ذلک فی اعلاء دین اللہ والذین اٰووا ونصروا اے ضموہم الیہم ونصروا النبی اولئک ہم المومنون حقا اے اولئک الذین حققوا ایمانہم بالہجرۃ والنصرۃ ۱۲ مجمع البیان

marfat.com

سے نکال کر دکھلاتے ہیں اور رہ ان سب کو چھوڑ کر چند مفتری کذابوں کی جھوٹی باتوں کو پیش کرتے ہیں اور ان لوگوں کے قولوں پر عمل کرتے ہیں جن کو اماموں نے نکال دیا اور جن پر اپنی زبان سے لعنت کی اور جن کو جھوٹا اور فریبی خطاب دیا جس کا ثبوت ہم آیندہ کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ پس انصاف کرنے والے انصاف کر سکتے ہیں کہ خدا کے کلام پر ہم ایمان رکھتے ہیں یا حضرات شیعہ اور قرآن کی آیات کی ہم تصدیق کرتے ہیں یا شیعیان عبد اللہ بن سبا کے یار و اگر فرض کیا جائے کہ جو ہمارا اعتقاد بہ نسبت صحابہ کے ہے وہ معاذ اللہ باطل ہووے اور جو عقیدہ شیعوں کا بہ نسبت ان کے ہے وہی صحیح ہووے اور قیامت کے دن اللہ جل شانہ عدالت کی کرسی پر بیٹھ کر ہمارے اعتقاد باطل پر ہم سے جواب چاہے تو ہم اسی کی کتاب کو اس کے سامنے کر دیں گے اور نہایت ہی ادب سے عرض کریں گے کہ الٰہ العالمین تو عادل ہے اور موافق مذہب شیعوں کے تیرا عدل اصول ایمان میں سے ہے تو اب تو ہی انصاف کر کہ یہ کتاب تیری ہے جس کو تو نے ہماری ہدایت کے واسطے اپنے پیغمبر کی معرفت نازل کیا اور اس کا نام کتاب مبین رکھا اور اس کی عبارت اور مضمون میں اغلاق اور تصنع کو دخل نہ دیا ہر چیز کو صاف صاف بیان کر دیا اور خود اس کا حافظ رہ کر اس کو تحریف سے محفوظ رکھا پس خداوندا ہم نے تیری ہی کتاب کو اپنی آنکھوں کے سامنے رکھ لیا اور جو کچھ اس میں کہہ دیا اور فرما دیا اسی پر ہم نے یقین کیا مہاجرین اور انصار کی اس قدر بزرگیاں اور فضیلتیں تو نے بیان کیں کہ ہم ان کی نسبت نیک اعتقاد رکھنے پر مجبور ہو گئے اور تیری ہی شہادت سے ان کے حق میں فرمایا اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ ہَاجَرُوْا وَ جٰہَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ بِاَمْوَالِہِمْ وَ اَنْفُسِہِمْ اَعْظَمُ دَرَجَۃً عِنْدَ اللّٰہِ وَ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الْفَآئِزُوْنَ کسی مقام پر تو نے ان کی نسبت ارشاد کیا وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ ہَاجَرُوْا وَ جٰہَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَ الَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّ نَصَرُوْٓا اُولٰٓئِکَ ہُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا کسی جگہ ان کی شان میں تو نے فرمایا لَہُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّ رِزْقٌ کَرِیْمٌ کسی مقام پر ان کی صفت میں تو نے کہا لَیَرْزُقَنَّہُمُ اللّٰہُ رِزْقًا حَسَنًا غرض کہ خدایا جب ہم نے تیری کتاب کو کھولا تو کوئی ورق اور کوئی صفحہ اسکا مہاجرین اور انصار کے ذکر سے خالی نہ پایا کسی آیت سے ان کی برائی کا ثبوت کیا ان کی فضیلت پر شبہہ تک نہ ہوا جب تیری کتاب سے ان کی نسبت شہادت چاہی تو یہی معلوم ہوا کہ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ جب قرآن سے ان کے واسطے فال کھولی تو یہی نکلا کہ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الْفَآئِزُوْنَ پس جب تو نے بایں بے نیازی ان کی صفات اور فضائل سے اپنی کتاب کو بھر دیا اور ان کی شان میں بار بار

marfat.com

رضی اللہ عنہم ورضوعنہ فرمایا اور ہم کو ان کے اقتدا اور پیروی کی تاکید کی اور ان سے محبت رکھنے کی تحریص اور عداوت اور کینہ رکھنے پر تہدید فرمائی تو ہم اگر ان سے محبت نہ رکھتے اور ان کو اچھا نہ جانتے اور ان کی اقتدا نہ کرتے تو کیا کرتے الٰہ العالمین تو نے ہم کو ان لوگوں میں تو پیدا نہیں کیا تھا جن کی نسبت تو نے فرمایا الذین اخرجوا من دیارہم واموالہم یبتغون فضلا من اللہ ورضوانا اس گروہ میں تو نے ہم کو شامل ہی نہ کیا تھا جس کی صفت میں تو نے ارشاد کیا ہے والذین تبوؤا الدار والایمان من قبلہم یحبون من ہاجر الیہم ہم کو تو ان سب کے پیچھے مخلوق کیا اور ہم لوگوں کی نسبت پہلے ہی سے تو نے یہ لکھ دیا کہ وَالَّذِیْنَ جَآءُ مِنْ بَعْدِھِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تو کیونکر ہم ان پیشواؤں سے محبت نہ رکھتے اور کس طرح اُن سے کینہ اور عداوت رکھتے یہ کتاب تیری موجود ہے جس کی نسبت تو نے فرما دیا تھا کہ نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ اور اسی وعدے پر ہم اس کو برابر غیر محرف سمجھتے رہے اور اس پر ایمان رکھتے آئے اگر یہ آیتیں جو مہاجرین اور انصار کی نسبت ہم نے بیان کیں تیری کتاب میں موجود ہیں تو پھر خدایا ہمارا کیا قصور اور کیا گناہ ہے جن کو تو نے اچھا کہا ہم نے اچھا جانا جن کی تو نے تعریفیں کیں ان سے ہم نے محبت رکھی ہاں اگر ان لفظوں کے تو نے اور کچھ معنی رکھے ہوں اور اس عبارت کا مطلب اور کچھ ہو تو ہم نہیں جانتے موافق تیرے ارشاد کے تیری کتاب کو کھلی اور روشن کتاب سمجھتے تھے اور اس کو معما اور پہیلیوں کا مجموعہ نہ جانتے تھے غرض کہ ہم نہیں جانتے کہ جب ہم یہ جواب دیں گے تو خداوند عادل کس جرم میں ہم کو سزا دیگا اور کس طرح ہم کو اپنی کتاب کا تصدیق کرنے والا نہ سمجھے گا ہم کو تو یقین ہے کہ ضرور ایسے عقیدے سے خدا ہماری نجات کریگا اور ہمکو ان کے مغفرت اور رزق کریم میں سے حصہ عطا کریگا۔ اے یارو ہمارا جواب تو سن لیا اب کچھ اپنی جوابدہی کی فکر کرو کہ اگر تمہارا عقیدہ جو بہ نسبت صحابہ کے ہے باطل ٹھہرا اور قیامت کے دن خدا نے تم سے مواخذہ کیا تو تم کیا جواب دو گے ہمارے نزدیک تو سوائے اس کے دوسرا جواب نہیں ہو سکتا کہ خداوند ہم نے تیری کتاب کو اس لئے پس پشت ڈال دیا تھا کہ اس میں اصحاب رسول نے تحریف کر دی تھی اور اس کو کم وبیش کر دیا تھا جیسا تو نے نازل کیا تھا ویسا نہ رکھا تھا اور اصلی مصحف امام صاحب کے پاس تھا وہاں اپنا گزر بھی نہ ہو سکتا تھا کچھ نشان اور پتہ بھی امام صاحب کا نہ ملتا تھا پس ہم کیونکر مصحف عثمانی پر عمل کرتے اور

marfat.com

محرف قرآن کی تصدیق کرتے ہم تو اس کو کبھی دیکھتے بھی نہ تھے حفظ یا ذکر نے کا ذکر کیا ہے کبھی اس کو پڑھتے بھی نہ تھے بلکہ ہمیشہ امام صاحب کے خروج کی دعا کرتے تھے اور ان کے ساتھ جو اصلی قرآن تھا اس کے دیکھنے پر جان دیتے تھے مگر خداوندا ہمارا کیا قصور ہے اس لئے کہ تو نے ایسا ان کو چھپایا کہ کہیں ان کا سایہ بھی نہ دکھلائی دیا ہزاروں عرضیاں بھیجیں ایک کا بھی امام نے جواب نہ دیا صدہا درخواستیں خضر و الیاس کے ذریعہ سے براہ دریا ارسال کیں کسی پر کچھ حکم نہ آیا بڑے بڑے مجتہدوں سے پوچھا انہوں نے یہی فرمایا کہ ابھی انتظار میں رہو اور خروج اور ظہور کی دعا کیا کرو ہنوز وقت نہیں آیا۔ لیکن ہم نے بہت انتظار کیا مگر ہمارے جیتے جی ظہور کس کا خروج کیسا کچھ خبر تک امام کی نہ آئی۔ شعر

شام تک تو آمد جانان کا کھینچا انتظار وہ نہ آیا وعدہ اپنا یاں بیابر ہو گیا

ہند سے امام کی غیبت سرا تک ہم نے ہجرت کی لیکن دیکھنا کس کا ملنا کیسا صورت تو امام کی نظر ہی نہ پڑی پس بغیر امام کے ہم کیا کرتے اور کیوں کر راہ حق پر چلتے ہاں امام کے دیکھنے والوں نے جو کچھ ہم سے کہہ دیا اس پر ہم ایمان لے آئے اور اسی کو حق جانتے رہے اور کبھی اس سے نہیں پھرے پس اگر خدا یہ جواب سن کر فرماوے کہ اے کمبختو جب کہ میں اپنے کلام کا حافظ تھا کہ نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون تو کس کی مجال تھی کہ وہ تحریف کرتا اور کون تھا اس کو بدل دیتا کس نے تم سے کہا کہ میری کتاب میں تحریف ہوئی تھی تب تم شاید یہی جواب دو گے ہم نے زرارہ سے سنا تھا ہم سے شیطان الطاق نے کہہ دیا تھا تب اس وقت اگر خدا یہ فرماوے کہ اے بدبختو میں سچا تھا یا زرارہ میرا رسول صادق تھا یا شیطان الطاق تو معلوم نہیں کہ کیا جواب دو گے ہمارے نزدیک تو سوائے اقرار جرم کے اور کچھ جواب نہ دے سکو گے اور اس وقت سوائے اسکے فاعترفوا بذنوبھم فسحقا لاصحاب السعیر اور کچھ حکم نہ ہو گا۔

ساتویں آیت [1] یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِیْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ ۭ اَرَضِیْتُمْ بِالْحَیٰوةِ الدُّنْیَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا فِی الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِیْلٌ اِلَّا تَنْفِرُوْا یُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ۙ وَّیَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوْهُ شَیْئًا ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِیْنَتَهٗ عَلَیْهِ وَاَیَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِیْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى ۭ وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِیَ الْعُلْیَا ۭ وَاللّٰهُ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ جو آیتیں اب

[1] پارہ ۱۰ رکوع سورہ توبہ ۱۲۔

marfat.com

تک ہم نے لکھیں ان سے عام مہاجرین اور انصار کی فضیلتیں ثابت ہوئیں اب ہم اس آیت کو لکھ کر خاص حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت ثابت کرتے ہیں جاننا چاہیے کہ جب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلّم نے طائف اور حنین سے مراجعت فرمائی اور تھوڑے دن مدینے میں قیام فرما کر قصد جہاد روم کا کیا تو بعض لوگوں پر نہایت گراں گزرا اس لئے کہ گرمی کے دن تھے سفر دور دراز تھا خرموں کے پکنے کی فصل تھی اور روم کا خوف بھی غالب تھا تب اللہ جل شانہ نے واسطے ترغیب جہاد کے ان آیتوں کو نازل کیا اور کسی طرح سے لوگوں کو سمجھایا چنانچہ اوّل آیت میں فرماتا ہے کہ یاایہا الذین آمنوا ما لکم اذا قیل لکم انفروا فی سبیل اللہ اثاقلتم الی الارض ط کہ اے مومنین تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ جب تم سے جہاد کے لئے کہا جاوے تب تم اپنے گھروں سے نکلنا نہیں چاہتے کیا تم دنیا کی زندگی کو بمقابلے آخرت کے اچھا سمجھ کر اس پر راضی ہو حالانکہ دنیا کا فائدہ آخرت میں بہت ہی تھوڑا ہے، اس آیت میں اللہ جل شانہ نے دنیا کی حقارت بیان کر کے جہاد پر ترغیب دی بعدہٗ دوسری آیت الا تنفروا یعذبکم عذابا الیما و یستبدل قوما غیرکم ولا تضروہ شیئا واللہ علی کل شیئ قدیر میں فرمایا کہ اگر تم سستی کرو گے اور جہاد پر مستعد نہ ہو گے تو خدا تم کو دنیا اور آخرت میں عذاب دے گا اور، تمہارے بدلے اور غیر قوم کو پیدا کریگا اور تمہارے مدد نہ کرنے سے خدا یا اسکے رسول کا کچھ نقصان نہیں ہے اس لئے کہ خدا کو کچھ پروا نہیں ہے اور رسول کا وہ خود حافظ ہے چنانچہ اپنی بے نیازی اور اپنے رسول کی بے پروائی کو ان لفظوں سے بیان کیا الا تنصروہ فقد نصرہ اللہ اگر تم لوگ پیغمبر کی مدد نہ کرو گے تو اس کو تمہاری مدد کی حاجت نہیں ہے اس لئے کہ خدا اس کا مددگار ہے اور اپنی مددگاری کو اللہ جلشانہ اس طرح سے ثابت کرتا ہے کہ اذ اخرجہ الذین کفروا ثانی اثنین اذ ہما فی الغار کہ جب کفار نے پیغمبر کو مکے سے نکالا اسوقت کس نے اسکی مدد کی اور اس وقت کونسا لشکر اور گروہ اسکا مددگار ہوا اور سوائے ایک یار کے دوسرا کون اس کے ساتھ غار میں گیا اور جب کفار درِ غار پر آپہنچے اور درمیان پیغمبر کے اور ان کے کچھ فاصلہ نہ رہا اسوقت اس کا یار غار بھی گھبرا گیا اور یہ خیال کر کے کہ ایسا نہ ہو کہ کفار غار میں چھپے ہونے سے آگاہ ہو جائیں اور مبادا پیغمبر پر کچھ صدمہ پہنچاویں وہ غم کرنے لگا اس اضطراب اضطرار کے حال

[1] یہ خطاب انہیں بعض سے ہے جو کہ جہاد پر جانے سے تساہل کرتے تھے نہ کل مہاجرین اور انصار سے اور خطاب کل سے کرنا اور بعض مراد ہونا کلام عرب میں جاری ہے اور نہ حضرت علی اور بنی ہاشم بھی اس خطاب میں شامل ہو جائیں گے ۱۲ منہ عفاعنہ

marfat.com

میں بھی کہ بڑے بڑے شجاع اور جوانمرد گھبرا جاتے ہیں میرے پیغمبر کو کچھ اضطراب نہ ہوا اور اپنے یار کو لاتحزن ان اللہ معنا کہہ کر مطمئن کیا اور میں نے اپنے پیغمبر کے کہنے سے اس یار پر تسلی نازل کی کہ اسکا خوف اور اضطراب جو پیغمبر پر صدمہ پہنچنے کے خیال سے تھا جاتا رہا فانزل اللہ السکینۃ علیہ اور بعد گزر جانے اس مصیبت کے وقت کے جب بدر کی لڑائی ہوئی تب میں نے ایسے لشکر سے مدد کی کہ جس کو تم دیکھ نہیں سکتے تھے وایدہٗ بجنود لم تروہا آخرکار کفار کی بات کو پست کر کے اپنی بات کو بلند کیا وجعل کلمۃ الذین کفروا السفلیٰ وکلمۃ اللہ ہی العلیا تمام مفسرین کیا شیعہ اور کیا سنی اس پر متفق ہیں کہ اذ اخرجہ الذین کفروا میں جس زمانے کا ذکر ہے اس سے ہجرت کا وقت مراد ہے اور اذ یقول لصاحبہٖ میں جو لفظ صاحب کا مذکور ہے اس سے حضرت ابوبکر صدیق رضؓ مراد ہیں اور اس کے بھی سب قائل ہیں کہ ہجرت کا وقت بڑا نازک اور نہایت مصیبت اور تنہائی اور رنج کا تھا جو اس وقت صدق دل سے شریک ہوا اس کا رتبہ بھی سب سے بڑا ہے اور اس سے بھی کسی کو انکار نہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ اس وقت سے کہ جب سے پیغمبر صاحب اپنے گھر سے برآمد ہوئے اور جب تک غار میں رہے اور جب تک مدینے میں پہنچے برابر ہمراہ رہے لیکن باہم ہمارے اور شیعوں کے یہ اختلاف ہے کہ ہم حضرت ابوبکر رضؓ کی رفاقت کو ان کے اخلاص اور نیک نیتی پر محمول کر کے ان کو افضل مہاجرین جانتے ہیں اور حضرات شیعہ ان کی ہمراہی کو بدنیتی پر (نعوذ باللہ من ذالک) محمول کر کے ان کو منافقین میں سے سمجھتے ہیں اس لئے ہم اسی آیت سے حضرت صدیق اکبر کے فضائل ثابت کرتے ہیں اور حضرات شیعہ کے شبہات بیان کر کے ان کو رد کرتے ہیں۔

بیان صدیق اکبر رضؓ کے فضائل کا جو اس آیت سے ثابت ہوتے ہیں

اس آیت سے بہت سی فضیلتیں حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کی ثابت ہوتی ہیں (اوّل) یہ کہ جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل پر کفار مکہ نے اتفاق کیا اور اللہ جلشانہ نے انکے ارادے سے آگاہ فرمایا اور اجازت ہجرت کی دی تب پیغمبر خدا نے بحکم الٰہی حضرت ابوبکر صدیق کو اپنے ہمراہ لیا پس اگر خدائے جلشانہ کے نزدیک ابوبکر صدیق ایمان میں سچے اور اسلام میں پکے نہ ہوتے تو ہرگز وہ ایسے وقت میں ان کو ساتھ لینے کی اجازت نہ دیتا اور خود پیغمبر صاحب کو اگر ان کی محبت اور عشق پر یقین کامل نہ ہوتا تو کبھی ابوبکر صدیق رضؓ کو اس سفر میں اپنے ہمراہ

marfat.com

نہ لیتے (دوسرے) اگر ابو بکر صدیقؓ اپنی جان و مال کو حضرت پر نثار کرنے سے راضی نہ ہوتے تو
وہ ایسی مصیبت کے وقت میں خود شریک نہ ہوتے اور اپنے آپ کو معرض ہلاکت میں نہ ڈالتے
بلکہ حیلہ حوالہ کر کے اپنے آپ کو ایسی مصیبت کے وقت میں شریک ہونے سے بچا لیتے (تیسرے)
گھر میں سے نکلنے کے وقت سے مدینے منورہ میں پہنچنے تک جو باتیں صدیق اکبر نے کیں اور جس
طرح پر پیغمبر خدا کی حفاظت کی اور جس طور پر حق رفاقت کا ادا کیا ان سب باتوں سے ظاہر
ہوتا ہے کہ ابو بکر صدیقؓ کو پیغمبر خدا کے ساتھ عشق کا مرتبہ تھا اور پیغمبر صاحب کے بچانے کیلئے
اپنی جان اور آبرو کا کچھ خیال نہ تھا چوتھے جتنے اور اصحاب پیغمبر خدا کے تھے انمیں سے کوئی اس رتبے کا نہ تھا کہ جسکو پیغمبر
خدا اپنے ہمراہ لیتے اور جسکو اپنا یار غار بناتے سوائے ابو بکر صدیق کے کہ انہیں کو ایسے وقت میں اپنا رفیق بنایا اس سے
ابو بکر صدیق کی افضلیت اور اصحابوں پر ثابت ہوتی ہے (پانچویں) اللہ جلشانہ کو یہ خدمت
صدیق اکبر کی ایسی پسند آئی کہ ان کی صدیقیت اور رفاقت کو اور لوگوں کی تحریص اور ترغیب
کے واسطے اس آیت میں بیان کیا تاکہ اس کو سن کر لوگوں کو غیرت آئے اور پیغمبر صاحب
کی رفاقت پر مستعد ہو جاویں پس اگر ابو بکر صدیقؓ کی صدیقیت خدا کے نزدیک مقبول نہ
ہوتی اور انکی خدمت اور رفاقت اعلیٰ درجے کی نہ ہوتی تو ان کی مثال کیوں دیجاتی اور انکی
یاری اور مددگاری اوروں کے دل بڑھانے کے لئے کس لئے بیان کی جاتی (چھٹے) اللہ جل
شانہ نے ثانی اثنین کا لفظ فرما کر ظاہر کیا کہ بعد پیغمبر خدا کے دوسرا شخص ادائے مناصب دینی
کے واسطے ابو بکرؓ ہے۔ (ساتویں) اللہ جل شانہ نے صاحبہ کا لفظ ابو بکر صدیقؓ کی نسبت فرما
کر ان کی صحابیت کو ثابت کیا کہ یہ رتبہ کسی دوسرے کو نصیب نہیں ہوا اس لئے ابو بکر صدیق
کی صحابیت کا انکار درحقیقت نص قرآنی کا انکار ہے (آٹھویں) اس آیت میں الفاظ لاتحزن
ان اللہ معنا سے ثابت ہوتا ہے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر صدیق کو تسلی دی اور خدا کی
حفاظت اور نصرت میں ان کو اپنا ساتھی فرمایا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ جس طرح
پر حافظ اور ناصر اپنے پیغمبر کا تھا اسی طرح پر اپنے پیغمبر یار غار کا حامی اور مددگار تھا اور
جب کہ اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ اللہ جلشانہ نے فرمایا کہ ان اللہ مع الذین اتقوا والذین
ہم محسنون کہ خدا انہیں لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے جو متقی اور نیک ہوتے ہیں (نویں) اللہ
جل شانہ نے اپنی تسلی ابو بکر صدیقؓ پر نازل نہیں کرتا مگر انہیں لوگوں پر جو کہ ایمان میں پکے
اور اسلام میں مضبوط ہوتے ہیں اور جن پر خدا اپنا فضل کرتا ہے اور تسلی نازل کرنے کا

marfat.com

ثبوت فانزل السکینۃ علیہ سے ہوتا ہے (دسویں) ان آیتوں پر غور کرنے سے بڑی فضیلت صدیق اکبرؓ کی ثابت ہوتی ہے اس لئے کہ یہ آیتیں ف واسطے ترغیب او تہدید ان لوگوں کے نازل ہوئی ہیں جو کہ جہاد پر جانے سے سستی کرتے تھے اور ان آیتوں میں خدا نے ان سستی کرنے والوں کو سمجھایا اور ڈرایا اور اپنی بے نیازی کو ظاہر کیا چنانچہ اول دنیا کی حقارت کر کے انکو سمجھایا پھر انکو عذاب نازل کرنے سے اور انکے بدلے دوسری قوم کو پیدا کرنے سے ڈرایا آخر کار اپنی بے نیازی اور اپنے رسول کی بے پرواہی کو بیان فرمایا اور پھر اس بے نیازی اور بے پرواہی کے بیان میں صدیق اکبرؓ کی تمثیل دی اور انکی رفاقت اور محبت کا تذکرہ کیا پس اسی سے ابوبکر صدیقؓ کی صدیقیت اور ان کی صاحبیت کے مرتبہ کو قیاس کرنا چاہیئے کہ اللہ اور اللہ کے رسول کے نزدیک انکی نصرت و یاری کی کیسی کچھ وقعت تھی کہ منجملہ اور امور ترغیب و تہدید کے ان کی نصرت اور رفاقت کو بھی بیان کیا غرض کہ فضائل ابوبکر صدیق کے جو ان آیتوں سے ثابت ہوتے ہیں اور چونکہ شبہات ان کے ایسے پوچ اور لچک ہیں کہ ان کی تردید کرنا ایسا ہے جیسا کہ روز روشن میں آفتاب کے طلوع سے انکار کرنے والے کے مقابلے میں دلائل اور براہین بیان کرنا لیکن مجبوری موافق قول خاتم المحدثین کے (چون[1] بناء کلام بر اصول گروہی نہادہ است ناچار زمام اختیار بدست آنہا دادہ ہر جا کہ کشیدہ برند می رود و بہر رنگ کہ رنگین کنند می شود) مگر منصف مزاجوں سے امید ہے کہ ان اعتراضوں کو ذرا انصاف سے دیکھیں اور علما و مجتہدین امامیہ کے تعصب اور عناد پر خیال کریں کہ عداوت نے ان کے دلوں پر کیسا پردہ اور دشمنی نے ان کی عقلوں پر کیسا حجاب ڈال دیا ہے کہ ایسی نص صریح سے انکار کرتے ہیں اور افضل الصحابہ کی فضیلت کے انکار کے لئے کیسی پوچ تاویلیں بیان کرتے ہیں (وہا انا اشرع فی بیان ہفواتہم)

بیان شیعیان عبداللہ بن سبا کے اعتراض کا اس آیت پر

ہم اعتراضوں کو اسی ترتیب سے بیان کرتے ہیں جس ترتیب سے ہم نے فضیلتیں بیان کی ہیں تاکہ دیکھنے والوں کو ہر فضیلت کے مقابلے میں اعتراضات اور شبہات شیعوں کے معلوم ہو جائیں۔

---

[1] چونکہ کلام کی بنیاد ایک گروہ کے اصول پر رکھی گئی ہے۔ اسی لئے زمام اختیار ان کے ہاتھ ہے کہ جدھر چاہیں کھینچیں اور جس رنگ میں چاہیں رنگ دیں۔

marfat.com

پہلا اعتراض پہلی فضیلت پر

جو کہ ہم نے پہلی فضیلت میں بیان کیا ہے کہ اللہ جل شانہ کے حکم سے پیغمبر خدا نے صدیق اکبرؓ کو اپنے ہمراہ لیا اسکو امامیہ اس طرح پر رد کرتے ہیں کہ خدا نے پیغمبر خدا کو ابوبکر کے ہمراہ لینے کی اجازت دی نہ پیغمبر صاحب نے اپنی خوشی سے انکو اپنے ساتھ لیا بلکہ بلا مرضی اور بغیر اجازت حضرت کے ابوبکر ہمراہ ہو گئے چنانچہ اس باب میں جو کچھ شیعہ علماؒ نے لکھا ہے اس کو ہم بیان کرتے ہیں بڑے مجتہد صاحب یعنی شیعوں کے قبلہ و کعبہ ذوالفقار میں لکھتے ہیں کہ (احتجاج باین آیت موقوف است کہ بہ ثبوت رسید کہ ہجرت ابوبکر باجازت حضرت نبوی واقع شدہ وشیعہ این را قبول ندارند) اور قاضی نور اللہ شوستری نے مجالس المومنین میں اور اپنے اور رسالوں میں بھی یہی لکھا ہے کما ذکرہ فی منتھی فی الکلام کہ (قاضی نور اللہ شوستری در مجالس المومنین و بعضے از رسائل دیگر ذکر می کنند) کہ ابوبکر از منافقین بود و بر خلاف امر اقدس نبوی در اثنار راہ ایستاد و حضرت صلے اللہ علیہ وسلم بعد زجر شدید اور اہمراہ گرفت تا کفار را دلالت نہ کند) اور ایک رسالے میں جو منسوب بہ حسینہ ہے ایک بڑے میر صاحب اس طرح پر لکھتے ہیں[2] (کہ چوں پارہ راہ برفت دید کہ شخصے در برابر آنحضرت می آید حضرت توقف نمودہ چوں نزدیک رسید بشناخت کہ ابوبکر است فرمود کہ اے ابوبکر نہ من امر خدا بشمار ساندم و گفتم کے از خانہ خود ہابرون میائید تو چرا مخالفت امر الٰہی کردی گفت یا رسول اللہ دل از بہر تو خائف بود و ہراساں بودم نخواستم کہ در خانہ قرار گیرم پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم متحیر ماند بواسطہ آنکہ حکم الٰہی نہ بود کہ کسے در ہمراہی خود برد در ساعت حضرت جبرئیل باز رسید و گفت یا رسول اللہ بخدا سوگند کہ اگر ما این را می گزاری و ہمراہ نہ گیر کفار را گرفت از عقب تو بیاید و ترا بقتل رساند پیغمبر صلے اللہ

---

[1] یہ آخری حجت ہے جسکا ثبوت ہے کہ رسول اللہ کی اجازت سے ابوبکر نے ہجرت کی لیکن شیعہ اسے قبول نہیں کرتے نور اللہ شوستری نے مجالس المومنین اور دیگر رسائل میں لکھا ہے کہ ابوبکر منافقین میں سے تھے۔ رسول اللہ کے احکام کے خلاف راستہ میں کھڑے ہو گئے رسول اللہ نے سخت تہدید کے بعد ان کو اپنے ساتھ لیا تا کہ انکا معاملہ خارپرش نہ ہو۔

[2] جب تھوڑا سا راستہ طے کیا تو رسول اللہ نے محسوس کیا کہ کوئی آگے برابر آ رہا ہے رسول اللہ ٹھہرے اور جب آنے والا قریب آگیا تو آپ نے شناخت فرمایا کہ وہ ابوبکر ہیں جن سے آپ نے فرمایا۔ اے ابوبکر میں نے حکم خدا تم کو نہیں پہنچا دیا تھا اور یہ نہ کہا تھا کہ تم اپنے گھر سے باہر نہ آنا بتاؤ تم نے احکام الٰہی کی مخالفت کیوں کی؟ ابوبکر نے جواباً کہا اے رسول اللہ میں آپ کیلئے غمناک اور پریشان تھا میں نے گھر میں ٹھہرنا مناسب نہیں سمجھا یہ سنکر رسول اللہ متحیر و ششدر ہوئے اسلئے کہ یہ حکم الٰہی نہ تھا کہ وہ اپنے ساتھ کسی کو لے جائیں اسیوقت جبرئیل نے آکر کہا اے رسول اللہ قسم بخدا اگر انکو اب چھوڑ دیں اور ساتھ نہ لے جائیں تو یہ عقب سے کفار کے ساتھ آکر آپ کو قتل کر دیں گے اس لیے رسول اللہ بہ ضرورت انکو اپنے ساتھ لے کر غار میں چلے گئے۔

marfat.com

علیہ وسلم آں وقت بالضرورت اور یا خود بردو در غار داخل شد) غرض کہ اس اعتراض سے ثابت ہوا کہ ابوبکر صدیق بہ قصد گرفتار کرانے پیغمبر صاحب کے گھر سے نکلے اور راہ روک کر کھڑے ہو گئے اور باوجودیکہ حضرت نے گھر میں سے نکلنے کو منع کر دیا تھا وہ عدول حکمی کر کے بہ ارادہ ایذا رسانی پیغمبر صاحب کے بندِ راہ ہوئے آخر کار پیغمبر صاحب مجبور ہوئے اور بصلاح جبرائیل علیہ السلام کے انکو اپنے ساتھ لے لیا اگر ہمراہ نہ لیتے تو ضرور ابوبکر کفار کو لے آتے اور پیغمبر کو گرفتار کراتے اگرچہ اہل انصاف غور کر سکتے ہیں توبہ توبہ ایسے بدیہی امر میں غور کی کیا حاجت ہے ویسے ہی سمجھ سکتے ہیں کہ یہ اعتراض بالکل پوچ اور واہی ہے اور اس کی رکاکت اسکے الفاظ و معنی سے ظاہر ہے لیکن ہم چند باتیں اس اعتراض کے بطلان پر لکھتے ہیں اور سفاہت اس دعوے کی ابوبکر صدیق بقصد گرفتاری وایذا پیغمبر صاحب کے نکلے تھے ثابت کرتے ہیں۔ (اول سوچنا ہے کہ ابوبکر صدیق اسوقت پیغمبر صاحب کے دوست تھے یا دشمن اگر دوست تھے قصد گرفتاری اور نیت ایذا دہی کے کیا معنی اگر دشمن تھے تو جس طرح پر ابوجہل وغیرہ اور دشمن حضرات کے حضرت کے قتل کی نیت سے آپ کے گھر پہ گئے تھے اسی طرح پر ابوبکر ان کے ساتھ کیوں نہ گئے ان سے علیحدہ کیوں ہوئے (دوسرے) ابوبکر کو حال ہجرت کا اور وقت دولت سرا سے برآمد ہونیکا اور غار میں تشریف لے جانیکا پیغمبر صاحب نے بتلایا تھا تو حضرت کو ابوبکر کا ہمراہ لے جانا منظور تھا یا نہیں اگر منظور نہ تھا تو راز فاش کرنے سے کیا حاصل تھا اور ایسی پوشیدہ بات کو دشمن پر ظاہر کرنے سے سوائے اندیشہ ضرر کے کیا فائدہ تھا اور اگر ساتھ لے جانا منظور تھا تو پھر اعتراض بھی باطل ہوا۔ (تیسرے) اگر فرض بھی کیا جائے کہ ابوبکر صدیق بہ نیت قتل پیغمبر خدا کے راہ روک کر کھڑے ہو گئے اور اپنی بدنیتی میں ایسے مضبوط تھے کہ حضرت جبرائیل ان کی نیت سے خوف کر کے فوراً ہی سدرہ سے اترے اور پیغمبر صاحب سے کہنے لگے کہ (اگر ایں رامی گزاری وہمراہ نگیری کفار راز عقب تو گرفتہ بیا بد و ترا بقتل رساند) لیکن یہ بات معلوم نہیں ہوتی کہ اس وقت ابوبکر تنہا تھے یا اور کوئی کافر بھی ان کے ساتھ تھا اور ہتھیار بند تھے یا خالی ہاتھ اگر یہ کہا جاوے کہ اور کافر بھی موجود تھے تو کوئی شیعہ بھی اس کا قائل نہیں اور اگر کوئی اور کافر ہمراہ ابوبکر کے نہ تھا تو تعجب آتا ہے کہ ابوبکر باوجود جاننے شجاعت اور قوت پیغمبر صاحب کے تنہا حضرت کی گرفتاری اور قتل کو بغیر ہتھیار کے چل دیئے اور دو چار رفیقوں کو بھی اپنے ہمراہ نہ لیا اور اگر یہ کہا جاوے کہ وہ فقط خبر لینے کے لئے کھڑے ہو گئے تھے چنانچہ جبرئیل علیہ السلام

marfat.com

کے اس ارشاد سے کہ الکفار اعقب توگرفت بیاید ثابت ہوتا ہے تو یہ امر معلوم نہیں ہوتا کہ کفار اس جگہ سے جہاں حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ابوبکر کو ملے ایسے نزدیک تھے کہ آواز پہنچ سکتی تھی یا اتنے دور تھے کہ ان کے بلانے کیلئے جانا پڑتا اگر نزدیک تھے تو تعجب ہے کہ ابوبکر نے ان کو آواز دے کر کیوں نہ بلالیا اور چپ چاپ کیوں کھڑے رہے اور اگر دور تھے تو معلوم نہیں کہ کیوں پیغمبر خدا کو دیکھتے ہی ابوجہل وغیرہ سے خبر کرنے کو نہ دوڑے کس امر کے انتظار میں کھڑے رہے اور تعجب تو اس امر پر ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے یہ صلاح تو پیغمبر صاحب کو دی کہ اس دشمن کو اپنے ساتھ لے لو اور یہ مشورہ نہ دیا کہ ذرا ٹھہر وجب یہ تمہارے دشمن کو خبر کرنے اور بلانے کو جاوے تب چل دینا اور ... تک وہ لوٹے تب تک جائے مقصود پر پہنچ جانا خدا جانے جبرئیل کو معاذ اللہ کیا ہو گیا تھا کہ ایسے اضطرار کے وقت میں پیغمبر صاحب کو ایسے دشمن کے ہمراہ لینے کی صلاح تو دی اور جو حکمت اس سے بچنے کی تھی وہ نہ بتلائی (پوتھے) تعجب ہے کہ ابوبکر کو پیغمبر صاحب کا گرفتار کرانا ہی منظور تھا تو وہ پیغمبر صاحب کے ساتھ کیوں چلدیئے اور کیوں غار میں جاکر حضرت کے ساتھ چپ چاپ بیٹھ رہے اور کس لئے کوئی تدبیر گرفتار کرانے کی نہ کی اہل انصاف غور کریں کہ جس طرح پر ابوجہل یا اور کوئی کافر قریشی حضرت کو دیکھ لیتا تو وہ کیا کرتا اور حضرت اس سے کیا کرتے اگر کسی کے ذہن میں یہ بات آوے کہ وہ حضرت کو چھوڑ دیتا یا حضرت اس کو اپنے ہمراہ لیتے تو ہم ابوبکر کی نسبت بھی شیعوں کے خیال کو درست کر سکتے ... ہم نہایت تعجب کرتے ہیں کہ شیعوں کی عقل پر کیسا پردہ پڑ گیا ہے کہ اتنا نہیں سمجھتے کہ ہجرت کا وقت وہ تھا کہ تمام کفار مکے کے پیغمبر صاحب کے قتل کے درپے تھے اور درِ دولت پر مجمع کر کے اپنے ارادے کے پورا ہونے کے لئے پہنچ گئے تھے اور کسی کو خبر تک نہ تھی کہ پیغمبر صاحب اس گھر سے نکل گئے ہیں بلکہ سب جانتے تھے کہ اپنی جگہ پر آرام کر ر... ہیں اسوقت میں جو رفیق حضرت کا ہو اس کی نسبت دشمنی کا گمان کرتے ہیں اگر وہ رفیق بحکم اور بہ مرضی پیغمبر کی رفاقت کیلئے آمادہ نہ ہوتا تو وہ اس گروہ میں شامل ہوتا جو در دولت پر واسطے قتل کے گیا تھا یا بلا اطلاع بلا خبر راہ روک کر کھڑا ہو جاتا جو کچھ اب تک ہم نے لکھا یہ بہ تسلیم روایات شیعہ کے لکھا اور اس سے بھی صدیق اکبر کی صدیقیت کو ثابت کیا لیکن اب ہم اپنے دعوے کو عقلی دلائل سے قطع نظر کر کے نقلی دلائل سے ثابت کرتے ہیں اور خود حضرات امامیہ کی معتبر کتابوں سے ان کے اعتراض کو رد کرتے ہیں اور بوجہ)

marfat.com

آلہی اور بمرضی رسالت پناہی ابوبکر صدیقؓ کا ساتھ ہونا ثابت کرتے ہیں مفسر کاشانی جو علمائے اعلام شیعہ سے ہیں تفسیر خلاصۃ المنہج میں تحریر فرماتے ہیں کہ (۱) امیر المومنین را بر جائی خود خوابانید و خود از خانہ ابوبکر بر فاقت او در ہماں شب بیروں آمدہ بایں غار متوجہ شدند پس حضرات امامیہ اس مفسر کی تفسیر کے لفظوں کو کہ (خود از (۲) خانہ ابوبکر بر فاقت او در ہماں شب بیروں آمدہ) ملا نور اللہ شوستری کے اس مضمون سے کہ (۳) ابوبکر از منافقین بود و بر خلاف امر مقدس نبوی در اثنائے راہ ایستادہ و حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بعد زجر شدید او را ہمراہ گرفت ملا دیں اور خود ہی تصفیہ کریں کہ ان میں کون سچا ہے اگر ایک روایت پر حضرات امامیہ کی خاطر جمع نہ ہو اور اس کو قبول نہ کریں تو دوسری روایت سنیں اور کسی عالم اور مجتہد کی بھی نہ سنیں بلکہ خاص امام کی وہو ہذہ تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام میں سورۂ بقر میں لکھا ہے (۴) کہ جبرئیل علیہ السلام نے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے آکر کہا کہ اللہ جل شانہ آپ کو سلام کہتا ہے اور یہ فرماتا ہے کہ قریش خصوصاً ابوجہل نے آپ کے قتل کی تدبیر مصمم کی ہے اس لئے آپ کو چاہیئے کہ علی کو اپنی جگہ پر چھوڑیئے کہ وہ مثل اسماعیل کے جانثار کرے گا اور ابوبکر کو اپنا رفیق کیجئے کہ اگر وہ موانست کرے اور اپنے عہد پر قائم رہے تو جنت میں بلکہ اعلیٰ علیین میں آپ

---

(۱) امیر المومنین کو اپنے بستر پر لٹاکر خود ابوبکر کے ہمراہ اسی شب غار کی جانب روانہ ہوئے۔ (۲) ترجمہ۔ خود اپنے گھر سے نکل کے ابوبکر کے ساتھ اسی شب روانہ ہوئے۔ (۳) ابوبکر منافق تھے جو رسول اللہ کے حکم کے خلاف دوران سفر میں کھڑے ہوگئے اور رسول اللہ نے سخت تہدید کے بعد ان کو ہمراہ لیا۔ (۴) اگر ہم اصل عبارت اس تفسیر کی دیکھیں تو کبھی کسی کو یقین نہ ہووے کہ امام حسن عسکری علیہ السلام کی تفسیر میں جو موافق روایات شیعہ کے ہے ایسی روایت لکھی ہوگی اسلئے بجنسہ اس کی عبارت کو منتہی الکلام سے نقل کرتے ہیں ان اللہ تعالیٰ اوحی الیہ یا محمد ان العلی الاعلیٰ یقراء علیک السلام یقول لک ان ابا جہل والملاء من قریش قد دبروا علیک قتلک۔ الی ان قال وامرک ان تستصحب ابابکر فانہ ان انسک وساعدک ووازرک وثبت علی تعاہدک وتعاقدک کان فی الجنۃ من رفقائک وفی غرفاتہا من خلصائک الی ان قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ابی بکر ارضیت ان تکون معی یا ابابکر تطلب کما اطلب وتعریف بانک انت الذی تحملنی علی ما ادعیہ فتحمل عنی انواع العذاب قال ابوبکر یا رسول اللہ اما انا لو عشت عمر الدنیا او عذب جمیعا اشد عذاب لا ینزل علی موت مریح ولا فرح وکان ذلک فی حجتک الی ان اشنعم فیہا وانا مالک لجمیع ممالیک ملوکہا فی مخالفتک وہل انا ومالی وولدی الا فداءک فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لا جرم ان اطلع اللہ علی قلبک ووجد ما فیہ موافقا لما جرے علی لسانک جعلک منی بمنزلۃ السمع والبصر والراس من الجسد وبمنزلۃ الروح من البدن کعلے الذی ہو منی کذلک وعلی فوق ذلک لزیادۃ فضائلہ وشرف خصالہ یا ابابکر ان من عاہد اللہ ثم لم ینکث ولم یغیر بیدہ لم یحسد من قد ابانہ اللہ بالتفضیل وہو معنا فی الرفیق الاعلیٰ ۱۲۔

marfat.com

کارفیق ہوگا تب پیغمبر خدا نے حضرت علی سے یہ حال کہا حضرت علی اپنے مارے جانے پر راضی ہوئے بعدہٗ حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ابوبکر کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اے ابوبکر تو راضی ہے کہ اس سفر میں میرے ہمراہ ہو اور کفار قریش جس طرح پر مجھے قتل کے لئے تلاش کریں اسی طرح تیرے قتل کے لئے درپے ہوں اور یہ بھی مشہور ہووے کہ تو نے مجھے اس کام پر آمادہ کیا اور میری رفاقت کے سبب سے تجھ پر طرح طرح کے عذاب پہنچیں ابوبکر نے عرض کی کہ یا رسول اللہ میں تو وہ شخص ہوں کہ اگر تیری محبت میں سخت ترین بلاؤں میں گرفتار رہوں اور قیامت تک ان میں پڑا رہوں تو بھی میرے نزدیک اس سے بہتر ہے کہ تجھ کو چھوڑ کر دنیا کی سلطنت قبول کروں میری جان میرا مال میرے اہل وعیال لڑکے بالے سب آپ پر قربان ہیں آپ کو چھوڑ کر کہاں رہوں گا شعر۔

کف پا بہر زمینے کہ رسد تو نازنین را
بلب خیال بوسم ہمہ عمر آں زمین را

یہ سن کر پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تیری زبان موافق تیرے دل کے ہے تو بالیقین خدائے تعالیٰ تجھ کو بمنزلہ میرے سمع وبصر کے کرے گا اور تجھ کو میرے ساتھ وہ نسبت ہوگی جو کہ سر کو جسم سے اور روح کو بدن سے ہے۔ الخ اس روایت کو دیکھ کر ہم نہیں جانتے کہ پھر کیونکر شیعوں کی زبان سے یہ بات نکلے گی کہ بلا اجازت پیغمبر خدا کے ابوبکر صدیق ؓ راہ روک کر کھڑے ہوگئے تھے اس لئے کہ خود امام حسن عسکری علیہ السلام تصدیق کرتے ہیں کہ پیغمبر خدا نے بحکم وحی الٰہی ابوبکر کو اپنے ساتھ لیا تھا اور جو کچھ ابوبکر نے پیغمبر خدا سے کہا اور جو کچھ حضرت نے ان کی نسبت فرمایا اس پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوبکر صدیق پیغمبر خدا کو بھی ان پر کیسی شفقت تھی کہ ان کو اپنی سمع وبصر اور جان اور دل سے تشبیہ دیتے تھے جاننا چاہیئے کہ اس حدیث کو جب تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام سے نکال کر مولوی حیدر علی صاحب نے جواب میں سبحان علی خاں کے لکھا تھا تو خاں صاحب کے ہوش وحواس جاتے رہے اور مضطر ہوگئے اور حقیقت میں ہوش وحواس جانیکا مقام تھا اس لئے کہ جب امام کے قول سے حضرت ابوبکر صدیق کا بوحی الٰہی حضرت کے ساتھ ہجرت کرنا اور پیغمبر خدا کا ابوبکر صدیق کو سمع وبصر سے تشبیہ دینا ثابت ہوا تو پھر بطلان عقائد امامیہ میں کون سا شبہہ باقی رہا اور منشی سبحان علی خان صاحب نے اس روایت کو دیکھ کر جو خط مولوی نورالدین صاحب شہید ثالث کے نورالعین کے نام لکھا ہے اور رسالۃ المکاتبت نے رویۃ الثعالیب والغرابیب مطبوعہ

marfat.com

۱۲۶۸ھ ہجری کے صفحہ ۱۸۹ سطر ۹ میں بلفظہ نقل ہے قابل ملاحظے کے ہے ہم بھی شائقین کے دیکھنے کے لئے اس عبارت کو بلفظہ نقل کرتے ہیں (وہو ہذہ) لکن اشکال ہمین است کہ ناصب احادیث طریقہ امامیہ را التقاط کردہ بالفعل پنج جزو بغلط از کتاب ابرام بصارت العین باچہ نام دارد فرستادہ دوران حدیثے مبسوط از تفسیر منسوب بہ حضرت امام عسکری علیہ السلام بقصہ ہجرت در مدح ابوبکر نقل کردہ پس اگر تالیفش و تالیف بندہ بدست کسی از متمذہبین بمذہبی غیر اسلام افتد یا حسرتاہ و واسفاہ یعنی معاذ اللہ بتعارضا و تساقطا کند مدبر عالم جلت قدرہ زمان ظہور صاحب الامر والزمان زود برساند تا این اختلاف از میان برخیزد غرضکہ منشی صاحب ہزار واحسرتاہ اور واویلا مچاویں اور ہر چند امام صاحب الامر کے ظہور کی دعا کریں مگر امام حسن عسکری علیہ السلام کی تکذیب نہیں کرسکتے اور جو فضائل ابوبکر صدیقؓ کے امام کے قول سے ثابت ہوئے اس کو باطل نہیں کرسکتے۔ اے بھائیو ذرا سوچو کہ جب امام صاحب یہ فرماویں کہ بوحی الٰہی ابوبکر کو پیغمبر خدا نے اپنے ہمراہ لیا اور پھر ملا نور اللہ شوستری وغیرہ معاندین یہ کہیں کہ ابوبکرؓ راہ روک کر کھڑے ہوگئے تو اب ہم امام کے قول کی تصدیق کریں یا ملا نور اللہ شوستری کی بات سنیں حقیقت تو یہ ہے کہ ملا نور اللہ شوستری نے ظاہر میں تو دعویٰ محبت ائمہ کا کیا لیکن باطن میں ان کو جھوٹا بنایا اور تشیع کے پردے میں ایمان اور اسلام کو داغ لگایا۔ شعر

دامن فشاں گزشتہ ودارا بہانہ ساخت خاکم بباد داد و صبا را بہانہ ساخت

اس تفسیر کی روایت سے بھی اگر سیری نہ ہووے اور فارسی اردو پڑھنے والے کو اس تفسیر کا ملنا دشوار ہو تو ایسی کتاب کی روایت سنیں جو ہر جگہ مل سکتی ہے اور جس کا مؤلف غالی شیعی مشہور ہے اسی کو دیکھ کر ذرا غیرت پکڑیں اور تعجب کریں کہ پیغمبرؐ کے غاریار کی صدیقیت باوجود ایسے تعصب و عناد کے انہیں کے مجتہدین و علما کے اقرار سے ثابت ہوتی ہے اور اُنکے بغض کی بیماری کی دوا انھیں کے نسخوں سے نکل آتی ہے اس پر بھی اگر دوا نہ کریں اور ہلاک ہونا چاہیں تو اختیار ہے اب اُس روایت کو سننا چاہیئے جو حملہ حیدریہ میں مذکور ہے۔

ے مگر مشکل یہ ہے کہ ناصبیوں نے طریقہ امامیہ کی احادیث بغیر آگاہی اٹھا کر ان میں سے پانچ جزو کی ایک کتاب موسومہ ابرام بصارت العین مرتب کر کے ہمیں روانہ کی ہے جنہیں مبسوط احادیث میں جو حضرت امام حسن عسکری سے منسوب کی ہیں کہ انمیں ہجرت ابوبکر کی تعریف ہے اگر انکی یا بندہ کی کوئی کتاب کسی غیر مسلم کے ہاتھ پڑ جائے تو حیرت وافسوس ہے یعنی احکام باہم متعارضہ ہو کر ساقط ہو جائیں گے اللہ تعالیٰ امام ظاہر کو جلد ہویدا کرے تاکہ یہ باہمی اختلاف رفع ہو جائے ۱۲

marfat.com

نظم

چنینش گفت راوی کہ سالار دین — چو سالم بحفظ جہاں آفریں
ز نزدیک آن قوم پر مکر رفت — بسوی سرای ابو[illegible]
پے ہجرت او نیز آمادہ بود! — کہ سابق رسولش خبر دادہ بود
نبی[2] بر در خانہ اش چوں رسید — بگوشش ندای سفر در کشید
چو بوبکر زاں حال آگاہ شُد — زخانہ بروں رفت و ہمراہ شد
گرفتن پس راہ یثرب بہ پیش — نبی کند نعلین از پای خویش
بسر پنجہ آں راہ رفتن گرفت — پے سخود ز دشمن نہفتن گرفت
چو رفتند چندی ز داماں دشت — قدوم فلک سای مجروح گشت
ابوبکرؓ انگہ بدوشش گرفت — ولی زیں حدیث ست جای شگفت
کہ در کس چناں قوت آید پدید — کہ بار نبوت تو اند کشید
برفتند چندی ز داماں دشت — چو گردید پیدا نشان سحر
بجستند جائیکہ باشد پناہ — ز چشم کساں دور یکسو ز راہ
بدیدند غارے دراں تیرہ شب — کہ خواندی عرب غار ثورش لقب
گرفتند در جوف آں غار جائے — ولی پیش بنہاد بوبکر پائے
بہر جا کہ سوراخ یا رخنہ دید — قبار ابدرید و آں را بچید
بدنیکو نہ تاشد تمام آن قبا — یکی رخنہ نگرفتہ ماند از قضا
براں رخنہ گویند آں یار غار — کف پای خود را نمود استوار
نیامد جز اوایں شگرفِ از کسی — کہ دور از خرومی نماید بسے
بغار اندرون در شب تیرہ فام — چساں دید سوراخہارا تمام
دراں تیرہ شب یک بیک چوں شمرد — یکی کامد افزون برو پافشرد
نیامد چنیں کاری از غیر او — بدنیساں چو پرداخت از رفت ورد
درآمد رسول خدا ہم بغار — نشستند یکجا بہم ہر دو یار

اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم خود حضرت ابوبکرؓ صدیق رضـ

[1] حملہ حیدری جلد اوّل مطبوعہ مطبع سلطانی ۱۲۶۷ھ صفحہ ۴۷۔ از سطر ۱۶ تا بسطر ۲ صفحہ ۴۸ ۱۲ منہ

marfat.com

کے گھر گئے اور ان کو ہمراہ لیا اور جو کچھ ابوبکر صدیق نے خدمتیں کیں یعنی پیغمبر خدا کو دوش پر چڑھانا اور غار میں اوّل جانا اور اس کو صاف کرنا اور قبا کو چاک کر کے سوراخوں کو بند کرنا اور باقی ماندہ سوراخ کو اپنے کف پا سے مسدود کرنا وہ عشق و محبت پر دلالت کرتی ہیں نہ کہ نفاق و عداوت پر اگر یہ خدمتیں جو حضرت ابوبکر صدیق نے شب ہجرت میں کیں نفاق کی نشانیاں ہیں تو معلوم نہیں کہ محبت اور عشق کی علامتیں کیا ہیں۔ یہ بات بھی لائق لکھنے کے ہے کہ جو بعض شیعوں نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ پیغمبر خدا نے سب صحابہ کو منع کیا تھا کہ اپنے گھروں سے نہ نکلنا اور ابوبکر نے خلاف حکم پیغمبر کے کیا وہ بالکل غلط ہے اس لئے کہ خود مورخین ان کے اقرار کرتے ہیں کہ پیغمبر خدا نے سب اصحاب کو اوّل سے روانہ کر دیا تھا اور صرف دو شخصوں کو رکھ لیا تھا، یعنی حضرت علیؓ کو کہ ان کو اپنی جگہ پر سولایا اور ابوبکر صدیقؓ کو کہ ان کو اپنے ساتھ لیا پس کونسا اصحاب میں سے باقی رہ گیا تھا جس کو پیغمبر خدا نے شب ہجرت میں باہر نکلنے سے منع کیا ہو اور جن کی نسبت یہ ارشاد کیا ہو (نہ من امر خدا بہ شمار رساندم کہ از خانۂ خود ہا بروں می آید تو چرا مخالفت امر الٰہی کردی) اور یہ امر کہ سب اصحاب پہلے سے ہجرت کر گئے تھے اور صرف حضرت علی اور ابوبکر صدیق رہ گئے تھے باقرار مورخین شیعہ ثابت ہے چنانچہ حملہ حیدری میں لکھا ہے۔ **نظم** :۔

حبیب خدا چوں بدید آں ستم،	چنیں داد فرمان ز لطف و کرم
کہ اصحاب ہجرت بہ یثرب کنند	نہاں یک یک از چشم اعدا روند
نہادند یاراں بفرمان قدم،	برفتند پنہاں بدنبال ہم
بدینگونہ رفتند یاراں تمام	علیؓ ماند بوبکر و خیر الانام

غرضیکہ کہ باقرار علمائے شیعہ ثابت ہوا کہ پیغمبر خدا نے باجازت اور بحکم الٰہی ابوبکر کو ہمراہ لیا اور ابوبکر نے حق رفاقت اچھی طرح پر ادا کیا۔

دُوسرا اعتراض دُوسری فضیلت پر

دوسری فضیلت میں ہم نے بیان کیا ہے کہ اگر ابوبکر صدیق پیغمبر خدا پر عاشق نہ ہوتے اور اپنی جان و مال کو حضرت پر نثار کرنے کو راضی نہ ہوتے تو ایسی مصیبت کے سفر میں کبھی

لہ حملہ حیدری جلد اوّل مطبوعہ مطبع سلطانی ۱۲۶۲ ہجری صفحہ ۳۴ سطر ۲۴ منہ ۱۲۔

marfat.com

شریک نہ ہوتے اس پر علمائے شیعہ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ ابوبکر کی نیت ہجرت میں اچھی نہ تھی چنانچہ مجتہد صاحب ذوالفقار میں[51] لکھتے ہیں کہ (ہم چنیں[52] بہ اتفاق فریقین شرط ترتب ثواب بر ہجرت صحت نیت ست الی قولہ پس مادامیکہ مارا علم بہ صحت نیت ابی بکر بہ ثبوت نرسد دخول او در مدلول ایں آیۃ متیقن نمی شود وتا متیقن نہ شود احتجاج بایں آیۃ بر علو مرتبت او نمی تواند شد) اور قاضی صاحب احقاق الحق میں فرماتے ہیں (وقد ظہر من جزعہ وبکائہ ما یکون من مثلہ فساد الحال فی الاختفاء الی قولہ فافضلیۃ فی الغار یفتضح بہا لابی بکر لولا المکابرۃ واللداد) یعنی ابوبکر صدیق کی جزع اور بکا سے ثابت ہوا کہ انکا حال اچھا نہ تھا اور نیت ان کی درست نہ تھی اس اعتراض کا جواب خود امام حسن عسکری علیہ السلام کی تفسیر سے اوپر مذکور ہو چکا کہ جب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ (ارضیت ان تکون معی یا ابابکر تطلب کما اطلب الی قولہ قال ابوبکر یارسول اللہ اما انا لو عشت عمر الدنیا اعذب جمیعا اشد عذاب الخ) اے ابوبکر تو میرے ساتھ چلنے سے اس شرط پر راضی ہے کہ تو عذاب اور تکلیف میں گرفتار ہووے تو انہوں نے یہی جواب دیا کہ آپ کی رفاقت میں اگر قیامت تک مجھے عذاب ہووے تو منظور ہے لیکن دامن چھوڑنا منظور نہیں ہے پس اس جواب سے کیا ثابت ہوتا ہے نیک نیت ہونا ابوبکر کا یا بد نیت ہونا اور چونکہ نیت کا حال افعال اور اعمال سے ظاہر ہوتا ہے اور حرکات جوارح سے دل کی کیفیت معلوم ہوتی ہے پس جو کام ابوبکر صدیق نے شب ہجرت کو کئے وہ انکی نیک نیتی پر شاہد ہیں یا ان کی بدنیتی پر۔

تیسرا اعتراض تیسری فضیلت پر

تیسری فضیلت میں ہم نے بیان کیا ہے کہ گھر سے نکلنے کے وقت سے مدینے میں پہنچنے تک جو باتیں صدیق اکبر نے کیں وہ ان کے عشق اور محبت پر ساتھ رسول خدا کے دلالت کرتی ہیں حضرات شیعہ۔ اس سے انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ابوبکر صدیق کی حرکتیں ان کی نفاق اور عداوت پر دلالت کرتی ہیں اس لئے ہم ان کی ان خدمتوں کو جو شب ہجرت میں انہوں نے کیں بیان کرتے ہیں تاکہ معلوم ہو جاوے کہ جو کام ابوبکر صدیق نے کئے وہ سوائے عاشق صادق کے

[51] ذوالفقار مطبوعہ لدھیانہ ۱۲۸۱؁ ہجری صفحہ ۵۷ سطر ۳ منہ ۱۲ - [52] اس طرح فریقین کا اتفاق ہے کہ بشرط ترتب ثواب ہجرت کے لئے صحت نیت لازمی ہے (تا ختم کلام پس جب تک ابوبکر کی صحت نیت کا ہمیں جلیں علم یا ثبوت نہ ہو جائے اسوقت تک وہ اس آیت کے تحت یقیناً نہیں آتے اور ان کی فضیلت کا یقین نہیں ہوتا۔

marfat.com

کسی دوسرے سے ہو نہیں سکتے (اوّل) جب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابوبکر صدیق چلے تب راہ میں ادھر اُدھر نظر کرتے جاتے تھے حضرت نے پوچھا اے ابوبکر یہ کیا تیرا حال ہے تب ابوبکر صدیق نے عرض کی کہ یا رسول اللہ میرا مطلب صرف آپ کی حفاظت ہے چنانچہ صاحب منتہی الکلام ریاض النضرۃ سے اس کا خلاصہ ان لفظوں سے لکھتے ہیں۔ کہ ؎ چوں صدیق ہمراہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم بارشاد شریف متوجہ غار شد گاہی پیش میرفت وگاہی درعقب و زمانے بجانب راست توجہ می کرد وساعتی بطرف چپ قطع راہ می نمود حضرت پرسید گفت کہ اے ابوبکر گاہی ترا چنین ندیدہ بودم چہ افتاد کہ در رفتن راہ اختلاف می کنی عرض کرد کہ مقصود من نگاہ بانی حضرت از شر دشمنان است مبادا کہ ازیں جہات در رسند و حضرت را از راہ تا غار بر دوش برد) (دوسری) جب پیغمبر خدا کے پائے مبارک کے کسل پر ابوبکر صدیق کو اطلاع ہوئی تو بغیر اسکے کہ حضرت نے کچھ کہا ہو ابوبکر صدیق نے حضرت کو اپنے دوش پر چڑھا یا اور غار تک پہنچا یا پس زہے نصیب ابوبکر صدیق کے کہ جن کے دوش پر شاہ نبوت نے قدم رکھا چنانچہ اس امر کو ہم اوپر حملہ حیدری سے ثابت کر آئے ہیں (تیسری) جب غار کے کنارے پر پہنچے تب اول ابوبکر صدیق غار میں گئے اور اس کو صاف کیا اور سوراخوں کو بند کیا تب پیغمبر خدا کو بلایا اور اپنے زانوں پر سولایا اس کو بھی اوپر ثابت کر آئے ہیں اور قاضی نور اللہ شوستری بھی ابوبکر صدیق کے اوّل غار میں جانے کو تصدیق کرتے ہیں (چوتھی) ابوبکر صدیق کے اس پانوں میں جو بند کرنے کے لئے سوراخ پر رکھا تھا سانپ نے کاٹا اور حضرت نے ان کو تسلی دی۔ (پانچویں) جب تک غار میں رہے تب تک ابوبکر صدیق کے گھر سے ان کا لڑکا کھانا پہنچاتا رہا اور پیغمبر صاحب کو کھلاتا رہا۔ (چھٹی) دو اونٹنیاں پیغمبر خدا نے ابوبکر صدیق کے بیٹے سے منگائیں اور اس نے حاضر کر دیں ایک پر آپ سوار ہوئے اور اپنے ساتھ ابوبکر کو سوار کیا اور دوسرے پر

۱؎ جب رسول کریم کے ارشاد کے موافق ابوبکر صدیق غار کی جانب متوجہ ہوئے تو کبھی آگے چلتے اور کبھی پیچھے تھوڑی دیر دائیں جانب چلتے اور پھر راستہ کاٹ کر بائیں ہو جاتے حضرت نے پوچھا اے ابوبکر میں نے تمہاری یہ یہ حالت کبھی نہیں دیکھی تمہیں کیا ہو گیا ہے جو متفرق راہ چل رہے ہو؟ انہوں نے جواب دیا دشمنوں کے شر سے آپ کی نگہبانی میرا مقصود ہے۔ خدانخواستہ ایسا نہ ہو کہ ادھر ادھر سے نکل آئیں اس کے بعد وہ رسول اللہ کو یہاں سے غار تک اپنے کندھوں پر اٹھا کر لے گئے ۱۲۔ کما قال ان ترکہ تعالیٰ ثانی اثنین بیان حال رسول صلے اللہ علیہ وسلم باعتبار دخولہ فی الغار ثانیا ودخول ابوبکر اولا کما نقل فی الیسر ۱۲ ۔ احقاق الحق۔

جو کرشہ بان بیت الحرام تھا اور شتربان سوار ہوا چنانچہ ان سب باتوں کو جس طرح پر صاحب حملہ حیدریہ نے بیان کیا ہے اس کو ہم لکھتے ہیں۔

ثبوت میں امر چہارم کے

چو شد کار پرداختہ آن چناں ۔۔۔ رسیدند کفار با پے براں[1]
دراندم کفِ پای آں یار غار ۔۔۔ کہ بر ردی سوراخ بود استوار
رسیدش ز دندان مارے گزند ۔۔۔ وزاں درد افغاں او شد بلند
پیمبر بادگفت آہستہ باش ۔۔۔ رسیدند اعدا مکن راز فاش
مخور غم مگرداں صدا را بلند ۔۔۔ کہ از زخم افعے نیابے گزند

ثبوت میں امر پنجم کے

بغار اندروں تا سہ روز و سہ شب ۔۔۔ بسر برد آں شہ بفرمان رب
شدی پور بوبکر ہنگام شام ۔۔۔ بہ بردی دراں غار آب و طعام
نمودی از حال اصحاب شر ۔۔۔ حبیب خدای جہاں را خبر

ثبوت میں امر ششم کے

نبی گفت پس پور بوبکر را ۔۔۔ کہ ای چوں پدر اہل صدق و صفا
دو جمازہ باید کنوں راہ دار ۔۔۔ کہ مارا رساند بہ یثرب دیار
برفت از برش پور بوبکر زود ۔۔۔ بدنبال کاری کہ فرمودہ بود
ہم از اہل دیں بدیکی جملہ دار ۔۔۔ بروکرد رازِ نبی آشکار
بگفتش فلاں روز وقت سحر ۔۔۔ دو جمازہ بہر پیمبر ببر
از و جملہ دار ایں سخن چوں شنود ۔۔۔ دو جمازہ دردم مہیا نمود

[1] حضرات شیعہ کو اس مصرع پر غور کرنا چاہیے کہ پیغمبر خدا نے ابو بکر صدیق کی صداقت اور صفائی کو کس صفائی سے بیان فرمایا ہے ۱۲ منہ [2] چوتھی اور پانچویں اور چھٹی فضیلت کے اعتراضوں کو ہم اور فضیلتوں کے اعتراضات کے ضمن میں بیان کریں گے ۱۲ منہ [3] حملہ حیدری جلد اوّل صفحہ ۸۴ سطر ۵۔

تہی شد از آن قوم آن کوہ و دشت رسولِ خدا عازمِ راہ گشت
بصبح چہارم بر آمد ز غار دو جمازہ آوردہ بُدہ جملہ دار
بہمراہ او گشت عامر سوار

پس نہایت تعجب کی بات ہے کہ باوجودیکہ مورخین شیعوں کے ان خدمتوں کا اقرار کرتے ہیں اور پھر بھی ابوبکر صدیق کی صدیقیت کا اقرار نہیں کرتے ہیں[1]

ساتواں اعتراض ساتویں فضیلت پر

ہم نے اوپر بیان کیا ہے کہ لصاحبہ کی لفظ سے صاحبیت ابوبکر صدیقؓ کی ثابت ہوتی ہے اور یہ رتبہ کسی دوسرے کو نصیب نہیں ہوا خدا نے کسی کی صحابیت کو تخصیص کر کے بیان فرمایا ہو اس پر علمائے شیعہ چند طرح سے اعتراض کرتے ہیں (اوّل) اس طرح پر کہ لفظ صاحب سے مراد ہمراہ کی ہے اس سے کوئی فضیلت ثابت نہیں ہوتی بلکہ اللہ جل شانہ نے اپنے کلام میں کافر کو مومن کا صاحب بیان کیا ہے چنانچہ فرماتا ہے فقال لصاحبہ وہو یحاورہ اکفرت بالذی خلقک من تراب اور دوسری جگہ فرماتا ہے کہ حضرت یوسف نے اپنے رفیقوں سے جو قید میں تھے اور کافر تھے فرمایا یا صاحبی السجن پس اس صاحب کے لفظ سے فضیلت بیک طرف اسلام کا ثبوت بھی نہیں ہو سکتا اور صحابیت اصطلاحی کے لئے ایمان کا ہونا ضرور ہے کہ وہ ابوبکر صدیق کو حاصل ہی نہ تھا پس وہ فضیلت جو اس لفظ سے ظاہر ہوتی ہے نسبت ان کے ثابت نہیں ہو سکتی چنانچہ آیت اول کا جواب یہ ہے کہ بے شک آیۃ فقال لصاحبہ وہو یحاورہ میں اللہ جلشانہ نے کافر کو صاحب مومن کا فرمایا مگر اسی وقت اس کی اہانت بھی بیان کر دی اور اس کا کفر ظاہر کر دیا اور کہہ دیا کہ اکفرت بالذی خلقک من تراب اور یہاں جو صدیق اکبر کو صاحب بیان کیا تو اس کے ساتھ ہی وہ کلمہ جو محبت اور تسلی پر دلالت کرتا بیان کر دیا کہ پیغمبر کی طرف سے فرمایا کہ لاتحزن ان اللہ معنا کہ نہ غمگین ہو خدا ہمارے ساتھ ہے پس دونوں میں کیا مناسبت ہے اور دوسری آیت کا یہ جواب ہے کہ صاحبی السجن میں صاحب کا لفظ مضاف سجن کی طرف ہے نہ حضرت یوسف کی طرف اور اس آیہ میں لفظ صاحب کا مضاف نبی کی طرف رہا ایمان لانا ابوبکر صدیقؓ کا وہ بروایت معتبرہ امامیہ کے ثابت ہے۔ چنانچہ مجالس المومنین میں قاضی نور اللہ شوستری نے لکھا ہے کہ خالد بن سعید انہ سالقین اولین

[1] حاشیہ صفحہ ۱۱ پر ملاحظہ فرمایئے

marfat.com

بودہ اسلام او در مقدم بر اسلام ابوبکر بودہ بلکہ ابوبکر بہ برکت خوابی کہ او دیدہ مسلمان شدہ بود بالجملہ سبب اسلام خالد آن بود کہ در خواب دیدہ کہ بر کنار آتشی افروختہ ایستادہ است و پدر او می خواہد کہ او را در آتش اندازد کہ ناگاہ رسالت پناہ گریبان او گرفتہ بجانب خود کشید و با او گفت کہ بجانب من بیا تا بآتش نیفتے خالد ازیں خواب ہولناک بیدار شد قسم یاد کرد کہ این خواب من صحیح ست و آنگاہ وجہ خدمت حضرت رسالت گردید در راہ ابوبکر با او ملاقات نمود و از حال او پرسید خالد صورت واقعہ را با وبیان نمود ابوبکر نیز با او موافقت کرد و بخدمت آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم آمدند بشرف اسلام فائز گردیدند) اس روایت کے دیکھنے والے انصاف کر سکتے ہیں کہ جو شخص اسلام کی سچائی پر بالہام غیبی یقین لایا ہوا اور جس کو خدا نے رویاء صادقہ کے ذریعہ سے ایمان پر راغب کیا ہو اس کی نسبت کس کی زبان سے نکل سکتا ہے کہ وہ ایمان سے بہرہ نتھا برائے خدا کوئی قاضی نور اللہ شوستری کے اس فقرے کو کہ (ابوبکرؓ بہ برکت خوابی کہ او دید بود مسلمان شدہ بود) مجتہد صاحب کے اس فقرے سے کہ (خلیفۂ اوّل از اول امر از ایمان بہرہ نداشت باتفاق من علماء الامامیہ) مطابق کرے اور انصاف سے نہ گزرے کہ ان لوگوں کی دشمنی اور عداوت نے کیسا اندھا کر دیا ہے کہ ایسے کے ایمان سے انکار کرتے ہیں جس کو خدا نے بذریعۂ رویا صادقہ کے حقیقت اسلام پر آگاہ کر دیا ہو اگر کوئی کہے کہ قاضی نور اللہ شوستری نے اسلام کا اقرار کیا ہے اور مجتہد صاحب نے ایمان سے انکار فرمایا اس کا جواب ہم چند طرح سے دیتے ہیں۔ (اول یہ کہ ہم کو یہ امر ثابت کرنا ہے کہ ابوبکر صدیق نے پیغمبر صاحب کی نبوت کو دل سے سچ جانا اور حضرت کی دعوت کو دل سے قبول کیا اس کا

بقیہ حاشیہ ص۶۳ ۱؎ خالد بن سعید سابقین الاولین میں سے ہیں اور ابوبکر سے پہلے اسلام لائے ہیں بلکہ واقعہ یہ ہے کہ خالد کے خواب دیکھنے کی برکت کی وجہ سے ابوبکر داخل اسلام ہوئے خالد بن سعید کے اسلام آوری کا یہ واقعہ ہے کہ انہوں نے خواب میں خود کو آتش سوزاں کے کنارے کھڑا دیکھا اور ان کے والد ان کو اس آگ میں ڈال دینا چاہتے تھے کہ رسول اللہ نے اچانک ان کا گریبان پکڑ کر اپنی جانب کھینچ لیا اور فرمایا میری طرف آجاؤ تاکہ آگ میں نہ گر پڑو خالد اس خوف ناک خواب سے بیدار ہوئے اور قسمیہ کہا کہ میرا خواب سچا ہے چنانچہ رسول اللہ کے پاس جانے لگے۔ برسر راہ ابوبکر نے مل کر حالات پوچھے خالد نے ماجرائے خواب بیان کیا اس پر ابوبکر بھی ان کے ساتھ ہو لیے اور پھر رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر دونوں اسلام کی دولت سے سرفراز ہوئے ۱؎ خالد بن سعید کے خواب کی برکت سے ابوبکر مسلمان ہوئے تھے ۲؎ علمائے شیعہ کا اتفاق ہے کہ خلیفہ اوّل ۳؎ حکم پر ہیں اسلام نہیں لائے۔

نام مجتہد صاحب اسلام رکھیں یا ایمان سو بفضلہ تعالیٰ قاضی نوراللہ شوستری کے اقرار سے ثابت ہو گیا اور اگر مجتہد صاحب نے ایمان اور اسلام کی لفظوں میں اس نظر سے فرق کیا ہو کہ ایمان سے مراد تصدیق بالجنان ہے اور اسلام سے فقط اقرار باللسان اور ایمان سے ابوبکر صدیقؓ کے اس لئے انکار کیا کہ ان کو پیغمبر صاحب کی نبوت پر تصدیق قلبی کا مرتبہ نہ تھا تو ان کے تکذیب کے لئے انہیں کے شہید ثالث کا اقرار کافی ہے یعنی (ابوبکر بہ برکت خوابی کہ او دیدہ بود مسلمان شدہ بود) (دوم) ہم نے مانا کہ ایمان اور اسلام میں فرق ہے اور اس روایت سے شہید ثالث کی اسلام ابوبکر کا ثابت ہوتا ہے نہ ایمان لیکن ہم ابوبکر صدیق کا ایمان بھی امیر المومنین علی مرتضیٰ کے اقرار سے ثابت کرتے ہیں اور مجتہد صاحب کے تار و پود کو درہم برہم کئے دیتے ہیں مومنین کو چاہیئے کہ اس کو ذرا اوّل سے سنیں اور اپنے بزرگوں کی بیخبری پر افسوس کریں کہ علامہ حلی نے شرح تجرید میں لکھا ہے کہ (قال علیہ السلام یوماً علی المنبر انا الصدیق الاکبر انا الفاروق الاعظم اسلمت قبل ان اسلم ابوبکر وآمنت قبل ان آمن) کہ حضرت علی علیہ السلام نے ایک دن منبر پر یہ فرمایا میں ہوں صدیق اکبر میں ہوں فاروق اعظم اسلام لایا قبل اسلام ابوبکر کے اور ایمان لایا قبل ایمان لانے ابوبکر کے پس علامہ حلی نے حضرت علی کی زبان سے اسلام بھی ابوبکر کا اور ایمان بھی انکا ثابت کر دیا اگر تو نوراللہ شوستری کے قول سے مجتہد صاحب کا قول باطل نہ ہوا تھا تو اب علی مرتضیٰ کے قول سے انکا یہ قول کہ [1] (خلیفۂ اوّل از ایمان بہرہ نداشت) باطل ہو گیا والحمد للہ علی ذالک، بلکہ اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اسلام اور ایمان کو ابوبکر کے ایسی وقعت اور عزت اور شہرت تھی کہ حضرت علی نے فخریہ بیان کیا کہ میں ان سے بھی پہلے ایمان اور اسلام لایا اگر موافق قول شیعوں کے ابوبکر صدیقؓ ایمان اور اسلام میں کامل نہ ہوتے یا معاذاللہ منافق ہوتے یا طمع دنیا سے ایمان لائے ہوتے تو حضرت علی ان سے پیشتر ایمان لانے پر افتخار کیوں کرتے (سوم) اس روایت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ ابوبکر صدیقؓ کے اسلام اور ایمان کی نسبت جو علمائے امامیہ کا قول ہے کہ وہ صرف ظاہر میں اسلام لائے تھے اور کاہنوں کے کہنے سے بہ طمع خلافت مسلمان ہو گئے تھے وہ بالکل غلط ہے لیکن قاضی صاحب کی شہادت سے جس میں انہوں نے ابوبکر صدیقؓ کو سابقین اولین میں بیان کیا ان کے اگلے پچھلے جھوٹے ہو گئے اور یہ کوئی خیال

---

[1] خلیفہ اوّل کو ایمان نصیب نہیں ہوا۔

marfat.com

نہ کرے کہ قاضی صاحب کے اس فقرے نے فقط اپنے علما اور مجتہدین کے قول(۱) کو باطل کیا بلکہ اپنے حضرت صاحب الامر کے قول کو بھی رد کر دیا یعنی شیعوں کے امام مہدی صاحب کا بھی یہی قول ہے کہ ابوبکر صدیقؓ دنیا کی طمع سے ایمان لائے تھے اور یہودیوں سے پیغمبر صاحب کی پادشاہت اور غلبے کا حال سنا کرتے تھے پس موافق ان کے کہنے کے ظاہر میں کلمہ گو ہو گئے تھے چنانچہ اس کو ملا باقر مجلسی نے بحار الانوار سے رسالہ رجعتیہ میں بروایت شیخ صدوق محمد بن بابویہ قمی کے لکھا ہے کہ "اسلام ابوبکر طوعا بود اما برای طمع دنیا زیرا کہ ایشاں با کفرہ یہود مخلوط بودند (الی قولہ) چون حضرت دعوی رسالت فرمود ایشاں از روی گفتہ یہود بہ ظاہر کلمتین گفتند و در باطن کافر بودند" الغرض ان روایتوں سے اسلام اور ایمان ابوبکر صدیقؓ کا بخوبی ثابت ہوا اور جب ایمان اور اسلام انکا بخوبی ثابت ہوا تو لفظ مصاحبہ کے لفظ سے بھی بہ نص قرآنی ثابت ہوا کہ وہ پیغمبر صاحب کے اصحاب تھے اور پیغمبر صاحب کے اصحابوں کے جو فضائل اور درجات ہیں اور جن کو علمائے امامیہ بھی تسلیم کرتے ہیں ان کے مصداق بھی ٹھہرے پس باوجود اس کے جو کوئی صحابیت سے انکار کرے اور ان کے فضائل کو نہ مانے وہ منکر نص قرآنی ہے۔

آٹھواں اعتراض آٹھویں فضیلت پر

ہم نے اوپر بیان کیا ہے کہ لاتحزن ان اللہ معنا سے ثابت ہوتا ہے کہ جب ابوبکر صدیقؓ نے کفار کو در غار پر آ پہنچا ہوا دیکھا تو وہ بخیال اسکے حضرت کو صدمہ نہ پہنچے اندوہ گین ہوئے تب حضرت نے فرمایا لاتحزن ان اللہ معنا کہ کچھ غم کر خدا ہمارے ساتھ ہے اور معنا جس میں ضمیر جمع متکلم کی ہے اس لئے فرمایا کہ اس معیت میں خدا کی ابوبکر بھی شریک ہو دیں پس پیغمبر صاحب نے ابوبکر کو بھی اس معیت میں اپنے ساتھ شامل کیا اس پر چند طرح سے امامیہ اعتراض کرتے ہیں (اوّل) اس طرح پر کہتے ہیں کہ حزن ابوبکر کا طاعت تھا یا معصیت اگر

۱۔ ابوبکر مجبوراً اسلام لائے تھے جس میں دنیاوی لالچ شامل تھا کیونکہ وہ کافروں و یہودیوں سے ملے ہوئے تھے (زنا ختم کلام) جب رسول خدا نے اعلان رسالت فرمایا تو انہوں نے یہودیوں کے کہنے کے موافق ظاہری طور پر دو کلمہ کہہ دیئے اور یہ باطنی طور پر کافر تھے [illegible] یہ روایت بھی منجملہ ان روایتوں کے ہے جن سے [illegible] کتابیں شیعوں کی بھری ہوئی ہیں اور جنکی بے ہودگی [illegible] کا کافی [illegible] آتی ہے ہم آئندہ جہاں حضرات شیخین کے ایمان لانیکا تفصیلی حال لکھیں گے انشاء اللہ تعالیٰ اس [illegible] کے موجدین کو خوش کریں گے [illegible]۔

marfat.com

طاعت تھا تو پیغمبر خدا کا طاعت سے منع کرنا ثابت ہوتا ہے اور اگر معصیت تھا تو عصیان ابوبکر ثابت ہوا دوسرے ابوبکر کو خدا اور اس کے رسول کے قول پر یقین نہ تھا اور باآنکہ اپنی آنکھوں سے غار میں بہت سی نشانیاں حفاظت کی دیکھیں مثل کبوتروں اور عنکبوت وغیرہ کے مگر تب بھی ان کو یقین حفاظت نہ ہوا اور خوف کے مارے زور زور سے رونا شروع کیا اور ہر چند پیغمبر نے جھڑکا اور بزجر و توبیخ باز رکھنا چاہا مگر وہ رونے اور چلانے سے باز نہ رہے (تیسرے) ابوبکر کا رونے اور چلانے سے یہ مقصد تھا کہ کفار آواز سن لیں اور پیغمبر صاحب کو گرفتار کرلیں اور اسی واسطے حضرت ان کو سمجھاتے اور رونے سے باز رکھتے تھے لیکن وہ باز نہ رہتے تھے اور اپنی بدنیتی اور فساد باطنی کو رونے کے پیرایے میں ظاہر کرنا چاہتے تھے بلکہ بعض دانشمندوں نے اس قدر اور بڑھا دیا ہے کہ جب ابوبکر کا رونے سے کام نہ نکلا اور کافروں نے انکی آواز نہ سنی تب انہوں نے اپنا پاؤں غار سے باہر کر دیا کہ کفار دیکھ لیں اور غار کے اندر گھس آویں کہ اسی وقت خدا کے حکم سے سانپ نے ان کے پاؤں میں کاٹا اور بمجبوری انہوں نے اپنا پاؤں اندر کھینچ لیا (چوتھے) جب ابوبکر کا مطلب پاؤں کے باہر کرنے سے بھی حاصل نہ ہوا یعنی کافروں نے آکر حضرت کو غار میں سے نہ پکڑا تب اور طرح سے پیغمبر خدا کو تکلیف دینا شروع کیا یعنی حضرت علی کی یاد کرنے لگے اور ان کی تنہائی پر اپنا رنج ظاہر کرنے لگے تب پیغمبر خدا نے فرمایا کہ لاتحزن کہ اے ابوبکر اپنا رنج علی کی تنہائی پر ظاہر نہ کر ان اللہ معنا خدا ہمارے اور علی کے ساتھ ہے (پانچویں) ان اللہ معنا سے دو معنی مراد لیتے ہیں ایک یہ کہ خدا ہمارے اور علی کے ساتھ ہے دوسرے یہ کہ ابوبکرؓ سے پیغمبر خدا نے کہا خدا ہمارے ساتھ ہے یعنی ہماری نیکی پر اور تمہاری بدی پر مطلع ہے ہم کو نیکی کا صلہ اور تم کو بدی کا بدلہ دیگا ان تقریروں کو سن کر ہر شخص محو حیرت ہوگا اور زانوے تحیر سے سر نہ اٹھائیگا اور تعجب کریگا کہ یہ اعتراض ہے یا مجنونوں کی بڑ ہے جواب ہے یا دیوانگی جھک ہے بلکہ جو لوگ عقل و دانش رکھتے ہیں انکو تو یقین ہی اس پر نہ ہوگا کہ یہ تقریریں کسی عالم یا مجتہد کی زبان سے نکلی ہوں گی مگر جس کسی کو شک ہو وہ احقاق الحق اور مجالس المومنین وغیرہ کو کھول کر دیکھے کہ انھیں تقریروں کو شہید ثالث نے کس آب و تاب سے لکھا ہے اور ملا حضرت مشہدی نے ان تقریروں پر کیسا فخر کیا ہے اور صاحب تقلیب المکائد نے بجواب تقریر خاتم المحدثین کے اسی پر کیسا کچھ ناز کیا ہے بلکہ مولانا صاحب پر بڑا طعنہ کیا ہے کہ انہوں نے قاضی نور اللہ شوستری کی تقریروں کو بعینہ نقل نہیں کیا اور ان

marfat.com

لفظوں سے اپنا غصہ ظاہر کیا ہے کہ [1] ناصبی را می بایست کہ ایں عبارت جناب قاضی را نقل می کرد وبعدازاں بجواب آں مشغول شدن از اعظم مکائد ایں ناصبی ست) اب ہم ان تقریروں کا خلاصہ عرض کرتے ہیں کہ وہ ذرا انصاف فرماویں کہ یہ تقریریں ایسی ہیں کہ ان پر کوئی ناز کرے یا ایسی ہیں کہ ان سے شرمادے ہمارے نزدیک اگر کسی دانشمند یا صاحب حیا و شرم کی طرف ایسی تقریروں کو کوئی منسوب کرے تو ضرور وہ اس نسبت کو اپنا عار و ننگ سمجھے گا اور ایسی پوچ اور بے ہودہ باتوں کے انتساب سے شرمائیگا معلوم نہیں کہ قاضی صاحب اور ملا صاحب نے ان تقریروں میں کون سے مضامین حکیمانہ درج کئے ہیں اور کیسے جواہر بیش بہا ان میں رکھے ہیں جن پر ان کو اور ان کے مقلدین کو اس قدر ناز و افتخار ہے ہم تو ان میں ایک بات بھی ایسی نہیں پاتے جو بے ہودگی سے خالی ہو اور ایک لفظ بھی ایسا نہیں دیکھتے جو سخافت اور رکاکت سے محفوظ ہو شعر

زپائی تا بسرش ہر کجا کہ مے نگرم کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجاست

ہمارے نزدیک تو شاہ صاحب قدس اللہ سرہ نے بڑا احسان قاضی صاحب اور ملا صاحب پر کیا تھا کہ ان کی تقریروں کو بلفظہ نقل کیا اور فضیحت اور رسوائی سے انکو بچایا لیکن چونکہ حضرات امامیہ کو ان کی تشہیر ہی منظور ہے اس لئے ہم نے بمجبوری انکو نقل کر دیا اگرچہ ہم کو ایسی بے ہودہ تقریروں کے جواب میں لکھنا اوقات کو ضائع کرنا ہے مگر تنبیہا للسفہا کچھ لکھتے ہیں بہ نسبت پہلے اعتراض کے کہ حزن ابوبکر کا طاعت تھا یا معصیت اگر طاعت تھا تو پیغمبر

[1] ناصبی وسنی اگر چاہیئے تھا کہ قاضی کی پوری عبارت نقل کرتے اور پھر اس پر اپنے اعتراضات کر سکتے تھے۔ آپنی جانب سے ایک عبارت گھڑ لینا اور اسکو شیعوں کی جانب منسوب کرنا اور پھر خود ہی اس کا جواب دینا اس سنی کا سب سے بڑا مکر وہ فریب ہے [2] وہو ہذا کیف تیوہم حصول منقبۃ فی حضور الغار وقد ظہر فی الغار خطاۂ ذالک واحلادخل فی الحزن الحزین المکان المصون بحیث یامن اللہ تعالی علی نبیہ مع ما یظہر امن الآت من تعشیش العائر و نسج العنکبوت علی انہ لم نطمئن السلامۃ ولا صدق بالآیۃ واظہر الحزن والمخافۃ حتی غلبہ بکائہ وتزائد قلقہ وانزعاجہ دبلی النبی فی تلک الحال الی مقاساتہ ورفع الی مدارتہ ونہاہ عن الخوف وزجرہ ونہی النبی لا تیوجہ فی الحقیقۃ الا الی الزجر عن القبیح ولا سبیل الی صرفہ الی المجاز تعبیر دلیل لاسیما قد ظہر من جزعہ وبکائہ ما یکون من مثلہ فساد الحال فی الاخفاء فہو انا نہی عن استدنام دفع منہ ولا سکن نفسہ الی ما وعد اللہ تعالی نبیہ وصدقہ فیما اخبرہ بہ من نجاتہ لم یحزن حیث ان یکون امنہ ولا انزعج قلبہ فی الموضع الذی یقتضی سکونہ فافضیلیۃ فی الغار یفخر بہا لابی بکر لولا المکابرۃ واللہ رنی ہذا انتہی۔

marfat.com

صاحب نے کیوں منع کیا اور معصیت تھا تو ابوبکر کا گنہگار ہونا خدا کی کتاب سے ثابت ہوا جواب الزامی یہ ہے کہ اللہ جل شانہ نے جو خطاب حضرت موسیٰ سے کیا ہے کہ لاتخف انک انت الاعلیٰ اور حضرت لوط سے فرمایا ہے کہ لاتحزن انا منجوک واھلک اور پیغمبر خدا نے فرمایا ہے کہ لایحزنک قولھم اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ اور لوط کو خوف تھا اور پیغمبر خدا کو کافروں کی باتوں سے رنج ہوتا تھا خدا نے ان کے اطمینان اور تسلی کے لئے لاتخف ولاتحزن فرمایا پس ہم شیعیان پاک سے پوچھتے ہیں کہ ان پیغمبروں کا خوف طاعت تھا یا معصیت اگر طاعت تھا تو خدا کا طاعت سے منع کرنا ثابت ہوتا ہے اگر معصیت تھا تو انبیاء معصومین کا گنہگار ہونا ثابت ہوتا ہے بس جو کچھ وہ اس کا جواب دیں گے وہی ہماری طرف سے سمجھیں اس کے جواب میں قاضی نوراللہ شوستری نے مجالس المومنین میں بہ ضمن حکایات مفیدہ شیخ مفید کے بجواب تقریر ابوالحسن خیاط رئیس معتزلہ کے لکھا ہے کہ انبیاء کی عصمت بدلیل عقلی ثابت ہے اسلئے جو نہی ان کی نسبت ہے اس سے ظاہری معنی مراد نہیں ہو سکتے اور ابوبکر کی عصمت ثابت نہیں اس لئے جو نہی ان کی شان میں ہے اس کے ظاہری معنی مراد ہیں وہذہ عبارتہ[1] مضمون آن آیات نہی ست لیکن انبیاء را از ارتکاب قبیحی کہ فاعل آن مستحق ذم میشود بواسطہ دلیل عقلی کہ بر عصمت انبیاء واجتناب ایشاں از گناہاں قایم گشت موجب عدول از ظاہر شدہ از ظواہر آں آیات عدول می کنم وہرگاہ اتفاق حاصل باشد در آنکہ ابوبکر معصوم نہ بود واجب ست کہ اجرائی نہی کہ درشان آن واقع شدہ بر ظاہر آں کہ قبح حال ابوبکر ست بماند) بجواب اس کے ہم یہ کہتے ہیں کہ خوف کو معصیت میں شمار کرنا ہی غلط ہے اور انبیاء نے جو خوف کیا اور خدا نے انکو اس سے مطمئن کیا اس نہی کو بلا ضرورت ظاہر سے عدول کرنا ہی لغو ہے بلکہ خوف کو معصیت قرار دے کر عمداً انبیاءؑ پر تہمت کرنا ہے اور جو فرقہ انبیاءؑ کی عصمت کا قائل نہیں ہے اس کو تقویت دینا ہے حالانکہ خوف منجملہ ان امور بشریت کے ہے جن سے کسی بشر کو خواہ وہ نبی ہو خواہ امام ہو خواہ ولی ہو چارہ نہیں اور اس پر خدا کی طرف سے بھی مواخذہ نہیں ہے چنانچہ حضرت موسیٰ اور ہارون کو حکم ہوا کہ فرعون

[1] آیات متذکرہ کے مضمون کا مقصد ممانعت ہے اور انبیاءؑ کا کوئی امر قبیح کرنا موجب عدول ظاہر کیونکہ امر قبیح کا فاعل مستحق بلامت ہوتا ہے انبیاءؑ کے معصوم ہونے اور گناہوں سے اجتناب کرنے کے لئے دلیل عقلی موجود ہے کہ وہ معصوم تھے۔ اسلئے میں بھی ان آیات کے ظاہر سے عدول و انحراف کرتا ہوں اور متفق علیہ ہے کہ ابوبکر معصوم نہ تھے اور ممانعت کے جو احکام جاری ہوئے وہ ابوبکر کے حالات کی وضاحت کے لئے ہیں اور اپنی جگہ باقی ہیں۔

marfat.com

کو بلا کر سمجھاؤ اور اس کو دعوت ایمان کی کرو تو انہوں نے خوف کیا اور یوں کہا کہ ربنا اننا نخاف ان یفرط علینا او ان یطغی کہ خداوند ہم کو خوف ہوتا ہے کہ کہیں ہم پر وہ زیادتی نہ کرے تب اللہ نے مطمئن کیا اور فرمایا کہ لا تخافا اننی معکما کہ کچھ خوف نہ کرو میں تمہارے ساتھ ہوں پس ذرا غور کرنے کا مقام ہے کہ جب حضرت موسیٰ اور ہارون باوجود نبوت کے خوف کریں اور خدا کی طرف سے اس خوف پر ان کو عتاب نہووے اور ان کی نبوت میں فرق نہ آوے تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جو بالاتفاق نہ نبی تھے نہ معصوم خوف کیا تو کیا گناہ کیا بلکہ جس طرح پر خدا نے حضرت موسیٰ اور ہارون کو اننی معکما کہہ کر مطمئن کر دیا اسی طرح پیغمبر خدا نے ان اللہ معنا فرما کر ابوبکر کو مطمئن کر دیا ہم کو شہید ثالث کی سمجھ پر نہایت تعجب آتا ہے کہ ابوبکر صدیقؓ کے محزون اور مغموم اور خائف ہونے سے خوف کو بھی گناہوں میں داخل کر دیا اور ایک ابوبکر کے ذمے گناہ ثابت کرنے کے لئے تمام پیغمبروں کی نسبت معاصی کا الزام لگایا اور بلا ضرورت الفاظ خوف کو ان کے حقیقی ظاہری معنی سے عدول کیا لیکن جب کہ جابجا قرآن میں الفاظ خوف کے انبیاء کی نسبت وارد ہیں اور مفسرین نے اسکے ظاہری معنی مراد لیئے ہیں اور کسی نے خوف کو معصیت اور گناہ اور نقص میں شمار نہیں کیا ہے تو ایک شہید ثالث کے کہنے سے کچھ نہیں ہوتا چنانچہ آیۃ فاوجس منہم خیفۃ کی تفسیر میں علامہ طبرسی نے جو محققین شیعہ سے ہیں لکھا ہے کہ (فلما امتنعوا عن الاکل خاف منہم وظن انہم یریدون سوء افقالوا ای قالت الملائکۃ لا تخف یا ابراہیم) کہ جب فرشتوں نے حضرت ابراہیم کے ساتھ کھانا نہ کھایا تو وہ ڈرے اور گمان کیا کہ کہیں یہ لوگ کچھ بدی سے پیش نہ آویں تب ملائکہ نے کہا کہ اے ابراہیم کچھ خوف نہ کرو اور ہم سے نہ ڈرو ہم آدمی نہیں ہیں پس خوف دور کرنے کے لئے جو کلمات تشفی اور تسلی کے بہ لفظ لا تخف یا لا تحزن کلام الٰہی یا احادیث نبوی میں مذکور ہیں ان کو از قبیل اس نہی کے تصور کرنا جو ارتکاب معاصی کے منع کے لئے مستعمل ہیں بڑی غلطی ہے ورنہ اگر یہ امر تسلیم کر لیا جاوے کہ جہاں لفظ لا کا جو حرف نہی کا ہے استعمال کیا جاوے وہاں مراد نہی عن المعصیت ہو یا جہاں کسی شئے کی نہی بیان ہو اس سے اسکا وقوع ہونا بھی ضروری سمجھا جاوے تو ہزاروں اعتراض ائمہ کرام پر ایسے وارد ہوں گے کہ سوائے ان کی عصمت کے دوسرا جواب حضرات امامیہ سے بن نہ پڑے گا مثلاً علل الشرائع میں لکھا ہے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی علیہ السلام سے فرماتے ہیں کہ یا علی لا تتکلم عند الجماع ولا تنظر الی فرج امراتک ولا تجامع امراتک بشہوۃ امراۃ غیرک) کہ اے علی نہ کلام کر وقت جماع کے اور نہ دیکھ اپنی عورت کی شرمگاہ کو اور نہ صحبت

کہ اپنی بی بی سے اور کسی عورت کی شہوت پر پس اگر کوئی پوچھے کہ حضرت علیؓ یہ کام کرتے تھے یا نہ کرتے تھے اگر نہ کرتے تھے تو وہ قاعدہ باطل ہوا جاتا ہے کہ نہی شے وقوع شے پر دال ہے اور اگر کرتے تھے تو وہ فعل طاعت تھا یا معصیت اگر طاعت تھا تو پیغمبر خدا نے کیوں منع کیا اگر معصیت تھا تو امام معصوم کا گنہگار ہونا ثابت ہوا اگر کوئی یہ جواب دے کہ امام معصوم ہوتے ہیں اس لئے اس نہی کو اگرچہ نہی عن المعصیت ہے (ظاہر آن عدول می کنم) تو ہم بھی بمجبوری یہ کہنے لگیں گے کہ ابوبکر صدیق بھی محفوظ تھے اس لئے ہم بھی نہی لاتحزن ان اللہ معنا کو از ظاہر آں عدول می کنم اے یار و ایسی صریح اور صاف بات کو عناد اور عداوت سے کیوں معما اور پہیلی بنائے دیتے ہو اور سیدھی سچی بات کو کس لئے مشکل کئے دیتے ہو ذرا انصاف کرو کہ اگر کوئی دوست کسی دوست پر صدمہ پہنچنے سے رنج کرے اور وہ دوست اس کو مطمئن کرے اور کہے کہ کچھ خوف نہ کر اللہ ہمارا مددگار ہے تو یہ کہنا از روئے تشفی اور تسلی کے ہے یا از قسم زجر و توبیخ کے اگر تشفی اور تسلی کے قسم سے ہو تو لاتحزن ان اللہ معنا کو بھی اس قسم سے سمجھو خدا کی آیتوں کی تحریف لفظی نہ کرو اور یہ خیال نہ کرو کہ نہی کے حرف کا استعمال واسطے منع اور زجر و توبیخ کے ہوتا ہے بلکہ واسطے ترحم اور شفقت کے بھی ہوتا ہے چنانچہ اگر قرآن مجید کے لفظوں پر کوئی غور کرے تو اس کو خود معلوم ہو جائے گا کہ اکثر جگہ خدا نے پیار اور محبت میں بھی حرف نہی کا استعمال کیا ہے چنانچہ خدا اپنے پیغمبر سے فرماتا ہے کہ فلا تذہب نفسک علیہم حسرات کہ لوگوں کے پیچھے تیری جان نہ جاتی رہے تو ان کے لئے اپنی جان نہ دے تو کیا ان کلمات کو بھی قاضی صاحب زجر و توبیخ کے کلمے سمجھیں گے اور تحریک لسان اور ذہاب نفس کو معصیت اور ذم تصور کر کے بلحاظ عصمت حضرت کے ظاہر سے عدول کریں گے اور اگر ان کلمات کو رحمت اور شفقت پر محمول کریں گے تو اپنے دعوی کی سفاہت کے قائل ہوں گے ۔ (اعتراض دوسرا) کہ ابوبکرؓ کو خدا اور رسول پر کچھ یقین نہ تھا اس لئے باوجود دیکھنے بہت سی نشانیوں حفاظت کے وہ رونے اور ہائے ہائے مچانے لگے اسکا جواب یہ ہے کہ ہائے ہائے کرنا اور زور زور سے چلانا ابوبکر صدیق کا کسی طرح پر ثابت نہیں ہے اس لئے کہ قرآن مجید سے تو حزن کرنا ثابت ہوتا ہے اور حزن کے معنی نوحہ اور فریاد کے نہیں ہیں اگر کوئی خاص لغت کی کتاب حضرات امامیہ کی ایسی ہو کہ جو الفاظ صحابہ کبار کی شان میں ہوں ان کے کچھ معنی ہی علیحدہ اس میں لکھتے ہوں تو ہم نہیں جانتے ورنہ حزن کے معنی غم کے ہیں نہ ہائے ہائے پیٹنے اور

marfat.com

زور سے چلانے کے جس کو نوراللہ شوستری نے احقاق الحق میں لکھا ہے کہ (حتی غلبتہ ابکاءٔ و تزاید قلقہ وانزعاجہ) علاوہ اسکے خود مفسرین امامیہ کی تفسیر پر خیال کرنا چاہیئے کہ انہوں نے حزن کے کیا معنی لکھے ہیں پس مفسر کاشانی نے خلاصۃ المنہج میں اس کا ترجمہ کیا ہے کہ (چوں گفت پیغمبر یار خود را اندوہ مخور) اور علامۂ طبرسی نے فرمایا ہے (لاتحزن اے لاتخف) پس ہم کو نہایت حیرت ہے کہ قاضی صاحب نے حزن کے معنی نوحہ و فریاد کے کہاں سے نکالے اور یہ امر کہ خوف مقتضائے بشریت ہے اور انبیاءؑ و ائمہ کو بھی ہوا ہے اور معصیت نہیں ہے ہم اوپر ثابت کر آئے ہیں اور اب پھر ثابت کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ نے خود اللہ جل شانہ سے کہا کہ اخاف ان یقتلون کہ میں ڈرتا ہوں کہ کہیں فرعون اور اس کے لشکر مجھے قتل نہ کر ڈالیں تب خدا نے فرمایا لاتخف انک من الآمنین کہ ہرگز اسکا خوف نہ کر تو امن و امان میں رہے گا بلکہ علمائے امامیہ نے حضرت موسیٰ کے خائف ہونے کا ایسے موقع پر اقرار کیا ہے کہ نہ اس سے انکار کر سکتے ہیں، چنانچہ جو دلیل حضرت علیؓ کی حضرت موسیٰ سے افضل ہونے پر بیان کی ہے اس میں یہی تقریر کی ہے کہ حضرت موسیٰ جب مصر سے مدین کو جاتے تھے تب وہ خائف اور رہراساں تھے فخرج منہا خائفاً یترقب اور حضرت علیؓ ہجرت کی رات کو بے خوف پیغمبر کے بستر پر بفراغ خاطر سوتے تھے اگر کچھ بھی خوف ہوتا تو ہرگز ان کو نیند نہ آتی اور اگر اس پر بھی حضرات شیعہ کی خاطر جمع نہ ہو اور ابوبکر صدیق پر خوف و ترس کے الزام لگانے سے باز نہ آویں تو ہم ان کے اقرار سے خود پیغمبر خدا کا خائف ہونا ثابت کرتے ہیں چنانچہ صاحب تقلیب

لہ واضح ہو کہ حضرت موسیٰ نے ایک ہی مرتبہ خوف نہیں کیا بلکہ چند مرتبہ چنانچہ اوّل حضرت موسیٰ نے غیب سے آواز انا اللہ کی سنی تب خوف زدہ ہو گئے کہ خدا نے فرمایا لاتخف انی لایخاف لدی المرسلون بعدہ جب ساحران فرعون سے مقابلہ ہوا اور جادوگروں نے اپنی رسیوں کو سانپ کی شکل پر دکھلایا تب بھی حضرت موسیٰ ڈر گئے کہ خدا اسکی خبر دیتا ہے کہ فاوجس فی نفسہ خیفۃ آخر خدا نے خوف دور کرنے کے لئے کہا کہ لاتخف انک انت الاعلیٰ حالانکہ خدا نے حضرت موسیٰ سے وعدہ کر لیا تھا کہ انتما ومن اتبعکما الغالبون کہ تم اور تمہارے متابعین غالب ہوں گے اور جب حضرت موسیٰ نے فرعون اور اسکے لشکر سے خوف قتل کا کر کے خدا سے کہا تھا کہ اخاف ان یقتلون کہ میں ڈرتا ہوں کہ وہ قتل نہ کریں تب بھی خدا نے لاتخف کہہ کر مطمئن کر دیا تھا تو باوجود ایسے وعدہائے آلہی کے حضرت موسیٰ کے خوف اور اندیشے کا کوئی محل نہ تھا بس اگر فقط خوف عدم رضا و عدم آلہی پر ہووے تو ہزار درجہ صدیق اکبر سے بڑھ کر حضرت موسیٰ پر ہو سکتا ہے اور جسقدر شیعیان علی صدیق اکبر پر طعنہ کرتے ہیں اس سے زیادہ منکرین نبوت پیغمبروں پر طعنہ کر سکتے ہیں ونعوذ باللہ من ذالک ۱۲ منہ۔

marfat.com

المکائد کید ہشتاد و ہفتم کے جواب میں فرماتے ہیں کہ لے (اگر خوف قتل و قتال نہ بود پیغمبر خدا چرا مخفی بیرون رفت و حال آنکہ سبب ہجرت فرمودن رسول خدا محض خوف قتل بود) بار خدایا سمجھ میں نہیں آتا کہ علمائے شیعہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے حزن و خوف کو کس طرح ان کے عدم یقین پر محمول کرتے ہیں جبکہ انبیاء و مرسلین کے حزن و خوف کا اقرار خود کرتے ہیں اور خاص سید الانبیائ کی ہجرت کا سبب محض خوف و قتل کہتے ہیں ہمارے عقیدے کے موافق ابو بکر صدیقؓ حضرت موسیٰ سے افضل نہ تھے کہ خائف نہ ہوتے پیغمبر خدا سے زیادہ اطمینان ان کو نہ تھا کہ قتل و قتال سے نہ ڈرتے یہ عقیدہ تو حضرات شیعہ کا ہے کہ حضرت موسیٰ کو خائف تبلادیں پیغمبر خدا کی نسبت قتل و قتال کے خوف سے نسبت دینے کو عیب نہ جانیں لیکن حضرت علیؓ کی نسبت خوف کا خیال بھی نہ کریں اور اُن کے تقیئے کو ہتک آبرو کے خوف کا سبب سمجھیں جیسا کہ تقلیب المکائد کا مؤلف لکھتا ہے ۲ (تقیہ بجہت خوف ہلاکت جان خود نہ بود بلکہ بہ جہت خوف ہتک عرض و ناموس بودہ الیٰ قولہ کہ دانستی کہ خوف حضرت امیر المومنین نہ از ہلاکت جان خود نہ بود بلکہ خوف و ہتک عرض و ناموس) غرضکہ ان سب روایتوں کے دیکھنے سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ الزام خوف کا ابو بکر صدیقؓ پر کسی طرح عائد نہیں ہو سکتا، اس لئے کہ اگر یہ کہا جائے کہ اُن کو قتل و قتال کا خوف تھا تو ایسا خوف باقرار علمائے شیعہ انبیا کو بھی ہوا ہے اور اگر یہ کہا جاوے کہ ان کو قتل و قتال کا خوف نہ تھا بلکہ ہتک آبرو کا تو اس کا خوف حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ کو بھی ہوا ہے جو باعتقاد شیعہ سب نبیوں سے افضل اور سب پیغمبروں سے بہتر تھے الحاصل قرآن مجید کی آیتیں اور آئمہ کی حدیثیں اور علمائے امامیہ کے اقوال اس پر شاہد ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ سے پیغمبر جو خدا کے خلیل تھے اور حضرت موسیٰؑ سے نبی جو خدا سے باتیں کیا کرتے تھے اور حضرت سید الانبیا علیہ التحیۃ والثنا سے رسول جو خدا کے خاص محبوب تھے اور حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ سے امام جو پیغمبر کے وصی اور خدا کے شیر تھے اور سب پیغمبروں سے افضل اور بہتر تھے قتل و قتال کے خوف اور عزت اور آبرو کے خوف اور ڈر سے محفوظ نہیں رہے تو، اگر ابو بکر صدیقؓ بھی خوف و ترس سے نہ بچے ہوں تو کیا عجیب ہے لیکن ہم کو نہایت تعجب آتا

لہ اگر خون ریزی کا خوف نہ ہوتا تو پیغمبر خدا ہرگز خفیہ طور پر باہر نہ جاتے اور حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ کا ہجرت کرنا مرف خوف و قتل کے باعث ہوا ۲ حضرت علیؓ نے اپنی ہلاکت جان کے خوف سے تقیہ نہیں کیا بلکہ اس لئے تقیہ کیا تا کہ رسول کی عزت و ناموس محفوظ رہے و تا ختم کلام، جیسا کہ تمہیں معلوم ہے کہ امیر المومنین کو اپنی جان کے ہلاک ہونے کا خوف نہ تھا بلکہ عزت و ناموس کا ڈر تھا۔

marfat.com

ہے علمائے شیعہ سے کہ انہوں نے ابو بکر صدیقؓ کے ایک شب کے خوف پر اسقدر زبان درازی کی اور اُن کے خوف کو ان کے کفر و نفاق کا نتیجہ سمجھا باوجود کہ اُنکا عقیدہ ہے کہ تمام ائمہ کرام اول سے آخر تک پیدائش کے زمانے سے موت کے وقت تک ہر ساعت و ہر لحظہ خوف میں رہے اور امام اول سے لیکر امام آخر الزمان تک سب کے سب تقیہ کرتے رہے ایک بھی ائمہ اثنا عشر سے ایسا نہیں ہوا کہ جسکی عمر خوف و ترس میں نہ گذری ہو اور ایک لحظہ بھی خوف سے مہلت پائی ہو۔ آخر تقیہ جسکی بنا سراسر خوف پر ہے ایمان کا جزو اعظم قرار دیا گیا اور (التقیۃ دینی و دین آبائی) امامت کا کلمہ مقرر کیا گیا پس جبکہ ائمہ کرام باوجودیکہ موت و حیات اُن کے اختیار میں کہ جب تک چاہیں زندہ رہیں ملائکہ ان کے حکم میں کہ جو چاہیں وہ کریں نگاہ میں اُن کی وہ تاثیر کہ اگر پہاڑ کی طرف دیکھیں تو وہ بھی پھٹ جاوے بازو میں اُن کے وہ قوت کہ اگر ایک ہاتھ اٹھاویں اسی ہزار جن قتل ہو جاویں علم کا وہ حال کہ جو کچھ ہوا اور ہو گا سب سے آگاہ اور جو کچھ گذرا اور گذریگا سب سے واقف اعجاز کی یہ کیفیت کہ عصا ہاتھ سے گرا دیں اژدہا ہو جاوے کفار اور منافقین کی طرف اشارہ کریں ایکدم میں سب کو نگل جاوے اور پھر باوجود ایسی قدرت اور طاقت اور اعجاز کے تمام عمر خوف اور ترس میں رہیں اور اپنی امامت کا دعوی نہ کر یں جان و آبرو کے ڈر سے کسی سے سچ بات نہ کہیں اگر کسی اخص خواص سے کوئی راز کی بات کہنے کو ہوں تو دروازے بند کرلیں ڈرتے ڈرتے اپنے شاگردوں کو علوم دینی کی تعلیم دیں اور اگر ایک ناصبی سامنے آجاوے تو انکار کر جاویں اپنے خاص احباب پر لعنت اور تبرا کرنے لگیں اور حضرات شیعہ اُن کے خوف و ترس پر کچھ بھی طعنہ نہ کریں اور انکی امامت اور فضیلت پر اس سے کوئی شبہ نہ لاویں بلکہ اس خوف کو بہترین عبادت سمجھیں اور تقیے کو ائمہ کرام کا دین سمجھیں اور ابو بکر صدیقؓ کے ایک شب کے خوف پر اسقدر زبان درازی کریں اور اُن کے خوف و ترس کو اُنکے کفر و نفاق کی دلیل سمجھیں باوجودیکہ نہ ابو بکر صدیقؓ کے اختیار میں موت و زندگی تھی نہ ملائکہ ان کے تابع فرمان تھے نہ علم ماکان و مایکون ان کو حاصل تھا نہ اسی ہزار جن کے قتل کر دینے کی ان کو طاقت تھی معلوم نہیں کہ حضرات شیعہ نے ائمہ کرام کے خوف میں اور ابو بکر صدیقؓ کے خوف میں مابہ الامتیاز کیا قرار دیا ہے کہ وہی خوف ائمہ کرام کے حق میں فضیلت ہو اور ابو بکر صدیقؓ کے حق میں نقص و عیب۔ مصرع

بہ بین تفاوت راہ از کجاست تا بکجا ٭ لیکن اگر ہم شیعوں کے عقیدے

کہ موافق خوف کو انبیاء اور ائمہ کی نسبت بسبب معصوم ہونے کے اُن کے ظاہر سے عدول کریں اور ان آیات کی نسبت جن سے خوف انکا ثابت ہوتا ہے (از ظواہر آن عدول میکنیم) کہیں تو بھی کچھ حاصل نہیں ہوتا اس لئے کہ علاوہ انبیاء کے خدا کے کلام سے مومنین کا بھی خائف ہونا ثابت ہوتا ہے چنانچہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے کہ[1] اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ خدا ہمارا پروردگار ہے اور پھر مضبوط رہتے ہیں اُن پر ملائکہ یہ کہتے ہوئے نازل ہوتے ہیں کہ لاتخافوا ولاتحزنوا کہ کچھ خوف نہ کرو اور کچھ حزن نہ کرو پس اس سے اُن مومنین کا جو اپنے ایمان پر نہایت مضبوط ہوتے ہیں خائف اور محزون ہونا ثابت ہوا اور پھر ایک دوسری جگہ پر اللہ شانہ مومنین سے فرماتا ہے کہ ولاتحزنوا وانتم الاعلون کہ کچھ غم نہ کرو تمہیں کو غلبہ ہوگا پس معلوم نہیں ان آیتوں میں جو مومنین کی نسبت لفظ لاتحزنوا کا ہے یہ بھی زجر و توبیخ کے واسطے ہے یا تسلی اور تشفی کے لئے پس یہ تو ظاہر ہے کہ قاضی صاحب بھی اسکا اقرار نہ کرینگے کہ یہاں بھی زجر و توبیخ کیلئے ہے بلکہ یہی فرماوینگے کہ تسلی اور تشفی کیلئے تو پھر ہم نہیں سمجھتے کہ ابوبکر صدیقؓ کی شان میں جو لفظ لاتحزن کا ہے اس کو کس طرح زجر و توبیخ کے لئے بیان کرتے ہیں تعجب کی بات ہے کہ ایک ہی کلمہ لاتحزن ہزار جگہ واسطے تسلی اور تشفی کے استعمال کیا جاوے اور ایک جگہ واسطے زجر و توبیخ کے ہاں اگر کوئی قرینہ عتاب و خفگی کا پایا جاتا تو ہم تسلیم کرتے کہ ابوبکر صدیقؓ کی نسبت کلمہ لاتحزن واسطے زجر و توبیخ کے ہے سو وہ بھی نہیں اس لئے کہ جسطرح مومنوں کی نسبت خدا نے فرمایا لاتحزنوا اور آگے بیان کیا ابشروا بالجنۃ کہ کچھ غم نہ کرو تمہارے واسطے بہشت موجود ہے یا ارشاد کیا کہ لاتحزنوا وانتم الاعلون کہ کچھ غم نہ کرو تمہیں غلبہ ہوگا اسی طرح ابوبکر صدیق سے بھی پیغمبر نے فرمایا لاتحزن ان اللہ معنا کچھ غم نہ کرو خدا ہمارے تمہارے ساتھ ہے پس بظاہر دونوں میں کچھ فرق پایا نہیں جاتا اس لئے اگر ان آیتوں میں لاتحزنوا واسطے تسلی اور تشفی کے ہے. تو اس آیت میں بھی تسلی کیلئے ہے اور اگر وہاں واسطے زجر و توبیخ کے ہے تو یہاں بھی لیکن باوجود اتحاد الفاظ اور تطابق قراین کے لاتحزنوا کو ان آیتوں میں تسلی پر اور یہاں عتاب پر محمول کرنا موجب ہزار حیرت اور باعث صد ہزار تعجب ہے لیکن ہم حضرات شیعہ کو معذور سمجھتے ہیں کہ اگر الفاظ قرآنی سے اُن کے حقیقی معنی مراد لیں تو صدیق اکبرؓ کی صدیقیت کا اقرار کرنا پڑتا ہے اور اگر اقرار کریں تو مذہب ہاتھ سے جاتا ہے پس بجز اس کے

[1] پارہ ۲۴ رکوع ۴ سورۃ حم السجدہ ۱۲

کہ قرآن کی تحریف معنوی کریں اور کلام اللہ کی لفظوں کے نئے نئے معنی بناویں اور کچھ چارہ نہیں ہے۔ شعر

دست بیچارہ چوں بجاں نہ رسد — چارہ جز پیرہن دریدن نیست

اگر اس پر بھی حضرات شیعہ کے دلوں میں کچھ خطرہ رہ جائے اور کوئی دانشمند یہ کہنے لگے کہ ہم نے مانا کہ خوف گناہ نہیں اور لاتحزن تسلی کا کلمہ ہے لیکن اتنا تو بھی ثابت ہوا کہ ابوبکر صدیق کو کامل یقین پیغمبر صاحب کے وعدے پر اور خدا کی حفاظت پر نہ تھا ورنہ کسی طرح اُن کو خوف نہ ہوتا اس کا یہ جواب ہے کہ خود حضرات شیعہ کا اقرار ہے کہ پیغمبر خدا بار بار ابوبکر صدیق پر خفا ہوتے تھے کہ چپ رہو راز فاش نہ کرو اور وہ نہ مانتے تھے پس شیعوں کی طرح ہر ایک ملحد کہہ سکتا ہے کہ پیغمبر صاحب کو بھی اپنے خدا کے وعدے پر اور حفاظت پر یقین نہ تھا ورنہ جو بات افشائے راز کی کرتے تھے اُس سے پیغمبر نہ گھبراتے اور بار بار ابوبکر پر راز کے فاش کرنے پر خفا نہ ہوتے پس جو اس ملحد کو حضرات شیعہ جواب دیں وہی ہماری طرف سے قبول فرماویں۔ لیکن اگر کوئی ذرا بھی غور کرے تو موافق اصول اور عقاید شیعوں کے حضرت ابوبکر صدیق کی نسبت حزن و خوف کا اطلاق ہو ہی نہیں سکتا اس لئے کہ اگر وہ اقرار کریں کہ ابوبکر صدیق حقیقت میں خائف تھے تو ہم پوچھتے ہیں کہ اُن کو اپنی جان کا اندیشہ اور اپنے اوپر تکلیف پہنچنے کا ڈر تھا یا پیغمبر صاحب کے ایذا و مصیبت کا خوف اگر اُن کو اپنی جان کا خوف تھا تو یہ قول باطل ہوا جاتا ہے کہ وہ دشمنوں سے ملے ہوئے تھے اور راز فاش کرنا چاہتے تھے اس لئے کہ اگر وہ کافروں سے ملے ہوئے ہوتے تو پھر اُن سے ان کو کیا ڈر ہوتا اور اگر کافروں سے ملے ہوئے نہیں تھے بلکہ ان کو کافروں کی طرف سے خیال اپنے اوپر ایذا پہنچنے کا تھا تو اس سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں ایک یہ کہ کفار بسبب ایمان اور رفاقت پیغمبر کے ابوبکر صدیق سے ایسی دشمنی رکھتے تھے کہ اُن کے قتل کے درپے تھے

ف گوہر مراد میں جس کا مولف بڑا عالم شیعوں کا ہے لکھا ہے کہ پانچ کافروں نے پیغمبر صاحب سے اگر کہا کہ تا وقت ظہر ترا مہلت دادیم اگر برگشتی از سخن خود والا فنا ... پس آنحضرت بمنزل خود آمدہ در بست و بغایت اندوہناک نشست جبرئیل نازل شد و آورد کہ فاصدع بما تؤمر واعرض عن المشرکین آنحضرت گفت کہ اے جبرئیل چگونہ باک ندارم با تہدید کہ مستہزئین بامن کردند جبرئیل گفت انا کفیناک المستہزئین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم گفت الآن نزد من بودند جبرئیل گفت من نیز الآن کفایت ایشاں کردم۔ اس روایت کو دیکھ کر حضرات شیعہ انصاف فرماویں کہ پیغمبر صاحب کا جان کے خوف سے دروازہ بند کر کے بیٹھ رہنا اور اندوہناک ہونا اور جبرئیل کے اطمینان دینے پر بھی مطمئن نہ ہونا ثابت ہوتا ہے پس باوجود تصدیق ایسی روایتوں کے نہایت تعجب ہے کہ پھر صدیق اکبر کے خوف پر طعنہ کریں ۱۲ منہ

marfat.com

تو اس سے وہی بات ثابت ہوئی جس کا ہم دعویٰ کرتے ہیں (دوسرا) یہ کہ کبھی ابوبکر صدیقؓ کا ارادہ راز فاش کرنیکا نہ تھا اس لئے کہ جن لوگوں سے خود اُن کو خوف تھا اور جنکے ڈر سے غار میں چھپے ہوئے تھے انہیں پر اپنا راز ظاہر کرتے اور اپنے آپ کو معرض ہلاکت میں ڈالتے اور اگر یہ کہا جائے کہ ابوبکر صدیقؓ کو خوف پیغمبر صاحب پر صدمہ پہنچنے کے خیال سے تھا تو یہ خوف ہزار اطمینان سے بہتر ہے اور ایسے عیب پر ہزار ہنر قربان ہیں اور ایسے خوف کو حضرات شیعہ گناہ کیا اگر کفر بھی سمجھیں مگر ہم ثواب کیا ہزار ایمان سے بہتر سمجھیں گے اور سمجھتے ہیں اور اسی خوف سے حضرت صدیق اکبرؓ کی صدیقیت کا اعتقاد کریں گے اور کرتے ہیں اسلئے کہ اگرچہ ابوبکر صدیقؓ کو پیغمبر صاحب کی جان اور سلامتی پر یقین کامل تھا مگر جب انہوں نے دیکھا کہ شاہ ہر دوسرا بادشاہ دین و دنیا ایک غار میں چھپا ہوا ہے اور جس کا مقام عرش و کرسی ہے وہ ایک تنگ جگہ میں قیام فرما ہے تو یہی حالت پیغمبرؐ کی ابوبکرؓ کے دل کو پارہ پارہ کرتی تھی اور اُن کو بیچین کر رہی تھی۔ چنانچہ ابوبکر صدیق کا اول خود غار میں جانا اور اس کو صاف کرنا اور سب سوراخوں کو اپنی قبا چاک کرکے بند کرنا اور پھر پیغمبر صاحب کو بلانا اور اپنے زانوں پر سلانا اس پر شاہد ہے اور پھر ایسی دردناک حالت میں جب انہوں نے کفار کو در غار پر دیکھا تو بخیال ایذائے پیغمبر کے جو کچھ صدمہ اُن کے دل پر ہوا ہوگا اس کو وہی جانتے ہیں یا وہ عاشق جانے جسکا معشوق اُس کے سامنے کسی تکلیف و ایذا میں مبتلا ہوا ہو اور دشمن اس کے اس پر حملہ آور ہوئے ہوں اس وقت کوئی اس عاشق مسکین کی کیفیت دیکھے کہ اس کو اضطرار ہوتا ہے یا وہ اطمینان سے بیٹھا رہتا ہے ہاں جس کو عشق و محبت سے خبر ہی نہ ہو وہ عاشق صادق کے خوف و اضطرار پر طعنہ نہ کرے تو کیا کرے لے بھائیو اول ذرا پیغمبر صاحب کے ساتھ محبت پیدا کرو تب جو پیغمبر صاحب کے جانثار تھے ان پر الزام لگاؤ مگر جب تم کو محبت ہی نہیں ہے تو تم اسکی حقیقت کیا جانو **قطعہ**

تو ناز نین جہانے و ناز پروردہ   تراز سوز درون نیاز ما چہ خبر
چوں دل بہ مہر نگارے نہ بستۂ اے مہ   تراز حالت عشاق بینوا چہ خبر

اے شیعیان پاک ذرا مہربانی کرکے اپنے شہید ثالث کی موشگافیوں پر غور کرو کہ ابوبکر صدیقؓ کے حزن و غم کی نسبت کیا کچھ زبان درازی فرمائی اور (قد ظہر من جزعہ و بکائہ مایکون من مثلہ فساد الحال) کہہ کر اُن کی شان گھٹائی مگر وہ تحریر اُن کی خاک میں مل گئی اور سب تقریر اُن کی ہباءً منثوراً ہو گئی آخر انھیں باتوں پر خیال کرکے اصلی خوف اور حزن سے انکار فرمایا اور اُن

کو تصنع اور بناوٹ پر محمول کیا اہل انصاف سے اُمید ہے کہ ذرا دل لگا کر اسکو بھی سنیں اور جو کچھ سحر بیانی اور جادو زبانی اس بیان میں حضرات امامیہ نے کی ہے اس پر احسنت اور آفرین کہیں اور اس کا کچھ خیال نہ کریں کہ ایک دعویٰ کو چھوڑ کر دوسرا دعویٰ کیوں کرتے ہیں اور ایک امر کا اقرار کر کے اس سے منکر کیوں ہو جاتے ہیں اس لئے کہ یہ امر اسی خاص بحث کیلئے مخصوص نہیں ہے بلکہ ہر کلیہ اور جزئیہ میں اس شان کا ظہور رہے ابھی کیا ہے جب مباحث امامت وخلافت کے آویں گے تب دیکھنا کہ یہ حضرات کیسا رنگ بدلتے ہیں اور کیسے نئے نئے گل بوٹوں سے تقریروں کو زینت دیتے ہیں ؎ شعر

شاہد دلربای من میکند از برای من
نقش و نگار و رنگ و بو تازہ بتازہ نو بنو

جب حضرات امامیہ نے دیکھا کہ حزن اور خوف کے اثبات سے محبت صدیق اکبرؓ کی ساتھ پیغمبر صاحب کے ثابت ہوتی ہے تب اس دعویٰ کو چھوڑ کر یہ دعویٰ کیا کہ ابو بکرؓ کو کچھ خوف نہ تھا بلکہ واسطے فاش کرنے راز کے جزع فزع کرتے تھے جیسا کہ رسالہ حسنیہ میں لکھا ہے کہ (وایضا مما اشتہر من لدغ وفریاد برای آن بود کہ مشرکان را اطلاع گرداند و آنہا بدانند کہ دریں غار ست) اور ملا خضر شہدی نے لکھا ہے کہ (وایضا مما اشتہر من لدغ الحیۃ ایاہ انما کان یمد رجلہ یرید اظہار لعرہ) کہ جب ابو بکرؓ کا کام رونے اور پیٹنے سے بھی نہ نکلا تب پاؤں بڑھا دیا کہ اسی کو دیکھ کر کفار اندر غار کے چلے آویں تب خدا نے سانپ کو حکم دیا کہ اسنے پاؤں میں اُن کے کاٹا تب بمجبوری پیغمبر صاحب کا راز فاش ہونے سے بچا اُسکے جواب میں ہماری زبان سے تو کوئی بات بھی نہیں نکل سکتی اور ایسی حکیمانہ تقریر کی تردید ہم سے ہو ہی نہیں سکتی اگر از شرق تا غرب اور از جن تا انس جمع ہوں تب بھی کسی سے یہ عقدہ حل نہ ہوگا فی الحقیقت جو صاحب تقلیب المکائد نے اپنے بزرگوں کی تقریر نقل نہ کرنے پر مولانا صاحب قدس اللہ سرہٗ پر غصہ کیا ہے وہ نہایت ہی بجا

لہ صاحب تقلیب المکائد نے خاتم المحدثین رحمۃ اللہ علیہ پر یہ طعنہ کیا ہے کہ اپنی طرف سے تقریر بنا کر اپنے طور پر جواب دینا انکی عادت ہے اس کا حال و شہید ثالث کی عبارت دیکھنے والوں پر کھل جائیگا لیکن ہم دعویٰ کر کے کہتے ہیں کہ اپنی طرف سے تقریر بنانا اور اسکا جواب دینا بلکہ اس جواب نامعقول کو صاحب الامر کی طرف منسوب کرنا امامیہ کے محدثین ومجتہدین کا شعار ہے چنانچہ اسی آیہ غار کی نسبت ملا باقر مجلسی نے رسالہ رجعیۃ کی حدیث ششم میں جو کچھ لکھا ہے وہ ہمارے دعویٰ پر شاہد ہے وہو ہذہ حدیث ششم شیخ صدوق محمد بن بابویہ قمیؒ از اکابر محدثین رضوان اللہ علیہم اجمعین از سعد بن عبد اللہ قمیؒ روایت کردہ اند کہ او گفت روزے مبتلا شدم بمباحثہ بدترین نواصب بعد از مناظرات بسیار گفت رائے بر تو و اصحاب تو شمار دانش

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

marfat.com

تھا اگر وہ ان تقریروں کو نقل کر دیتے اور بلفظہا ان عبارتوں کو لکھ دیتے تو حقیقت میں مذہب امامیہ کی پھر کسی کو کیا کلام رہتا اور پھر ابو بکرؓ صدیق کی فضیلت کو کوئی کس طرح ثابت کرتا اے یارو انصاف کرو اور حضرات امامیہ کے مجتہدین کے غزارت علم پر لحاظ فرماؤ کہ جو بات ہے وہ حکیمانہ جو قول ہے وہ محققانہ

نواں اعتراض نویں فضیلت پر

اور پر ہم نے بیان کیا ہے کہ جب ابو بکرؓ صدیق محزون اور غمگین ہوئے اور انکو کسی قدر اضطراب ہوا تب اللہ جل شانہٗ نے اپنی تسلی ان پر نازل کی جس کا بیان خدا نے ان لفظوں سے فرمایا کہ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلَیْہِ اس پر حضرات امامیہ چند طرح سے اعتراض کرتے ہیں (اول) یہ کہ علیہ کی

(بقیہ حاشیہ) مہاجران و انصار را طعن میکنید و انکار محبت پیغمبر نسبت باایشان می نمائید اینکہ ابوبکر بسبب زود مسلمان شدن از ہمہ صحابہ بہتر بود و از بسکہ پیغمبر او را دوست میداشت در شب غار او را با خود برد چونکہ میدانست کہ او بعد آنحضرت خلیفہ خواہد بود کہ مبادا او تلف شود حضرت امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب را بجائے خود خوابانید برائے آنکہ میدانست کہ اگر کشتہ شود ضرری بامور مسلمانان نمیرسد الی قولہ کہ از جواب او ساکت شدم و دیگر برگشتم و طومارے نوشتم و این دو مسئلہ را نیز درج کردم کہ بخدمت حضرت امام حسن عسکری صلوٰت اللہ علیہ بفرستم با احمد بن اسحاق کہ وکیل آنحضرت بود در رفتم چون او را طلب کردم گفتند متوجہ سر من رای ست من از عقب او روان شدم و باو رسیدم الی قولہ کہ بعد ازان صاحب الامر باعجاز فرمود کہ ای سید خصم تو میگفت کہ حضرت رسول ابوبکرؓ را برای شفقت بغار برد چونکہ میدانست کہ او خلیفہ است مبادا کشتہ شود چرا در جواب نگفتی کہ شما روایت کردہ اید کہ پیغمبر فرمود کہ خلافت بعد از من سی سال خواہد بود و این سی سال را بعمر چہار خلیفہ قسمت کردہ اید پس بگمان فاسد شما این چہار خلیفہ برحق اند پس اگر این معنی باعث بردن غار بود مناسب کہ ہمہ را با خود بغار برد۔ فقط۔ اب کوئی شخص اس مجلسی کے مقلدین سے پوچھے کہ شیخ صدوق صاحب کی بناوٹ ہے یا ملا باقر مجلسی صاحب کی تہمت اس لئے کہ کسی اہل سنت نے اب تک یہ دعویٰ نہیں کیا کہ پیغمبر صاحب ابو بکر کو انکے مارے جانے کے خیال سے غار میں لیگئے اور حضرت علی کو چھوڑ گئے اور اگر یہ کہا جائے کہ مراد نواصب سے خارجی دشمن اہل سنت ہیں شاید انہوں نے یہ اعتراض کیا ہو تو وہ بھی بعید از قیاس ہے اسلئے کہ حضرت علی کو خلیفہ برحق نہیں جانتے تو یہ فرمانا امام صاحب الامر کا کہ تم چاروں خلیفوں کو برحق سمجھتے ہو بے موقع اور غلط ہوا جاتا ہے [illegible] امام صاحب [illegible] ہونے عالم ماکان اور مایکون کے خارج کے عقیدے سے بیخبر ہونا ثابت ہوتا ہے پس کوئی صاحب تقلید ملا صاحب کی اولاد اور احفاد اور مریدین سے پوچھے کہ بناوٹ اسے کہتے ہیں جو ان کے شیخ صدوق مجلسی نے کی یا اسے کہتے ہیں جو خاتم المحدثین نے کی افسوس ان بیخبروں کے ۹ کہ اپنے گھر کے شوستری اور مغتری کے افترا سے تو بیخبر ہیں اور اوروں پر طعنہ کرتے ہیں ۱۲ منہ عفا عنہ

ضمیر راجع طرف پیغمبر خدا کے ہے نہ ابوبکر صدیقؓ کے اسلئے اسکے یہ معنی ہیں کہ نازل کی تسلی اپنی خدا نے اوپر پیغمبر کے جواب اس کا یہ ہے کہ حزن اور خوف تو ابوبکر صدیق کو تھا نہ کہ پیغمبر خدا ؐ کو پس اگر علیہ کی ضمیر راجع طرف پیغمبر خدا کے ہو تو آیت کے یہ معنی ہونگے کہ جب ابوبکر صدیق کو خوف اور اضطراب ہوا تو پیغمبر نے انسے کہا کہ غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے پس خدا نے اپنی تسلی پیغمبر پر نازل کی اس عبارت بے جوڑ اور بے ربط کو دیکھ کر کوئی شخص بےسمجھ نہ ہنسے گا اور کسکو اس پر تعجب نہ ہوگا کہ خوف اور اضطراب تو ابوبکر کو ہو اور پیغمبر خدا انکی تشفی کریں اور خدا کی تسلی پیغمبر صاحب پر نازل ہو اگر حضرات امامیہ یہ فرماویں کہ پیغمبر خدا کو بھی خوف تھا اس لئے خدا نے ان پر تسلی نازل کی اسکے جواب میں ہم کہیں گے کہ حضرات امامیہ جب ابوبکر صدیقؓ پر خوف کے سبب سے طعنہ جبن و نامردی کا کرتے ہیں تو پھر اب اسی خوف کو کس منہ سے حضرت کی طرف منسوب کرتے ہیں اور اگر ہم حضرت کا خائف ہونا تسلیم بھی کر لیں اور واسطے ازالہ خوف حضرت کے تسلی کا نزول حضرت پر قبول کریں تو عبارت آیت کی لائق اصلاح معلوم ہوتی ہے یعنی بجائے ان لفظوں کے جو خدا نے فرمائے کہ اذ یقول لصاحبہ لاتحزن ان اللہ معنا فانزل اللہ سکینتہ علیہ اس طرح پر الفاظ آیت کے ہونے چاہئیے تھے کہ (فانزل اللہ سکینتہ علیہ فقال لصاحبہ لاتحزن) کہ پہلے خدا نے اپنی تسلی حضرت پر نازل کی اور جب حضرت کو اطمینان کامل ہو گیا، تب حضرت نے ابوبکر سے کہا کہ کچھ غم نہ کرو خدا ہمارے ساتھ ہے ورنہ آیت کے لفظوں سے تو یہ معنی جو حضرات شیعہ کہتے ہیں نہیں بنتے اس لئے کہ پہلے الفاظ سے صاف یہ معنی ظاہر ہوتے ہیں کہ پیغمبر خدا نے ابوبکر کو محزون دیکھ کر فرمایا کہ لاتحزن ان اللہ معنا کہ کیوں محزون ہوتے ہو خدا ہمارے ساتھ ہے پس حضرت کے اس کہنے سے خدا نے اپنی تسلی ابوبکر پر نازل کی تاکہ ان کا حزن و غم جاتا رہے پس اے یارو سوچو کے آیت کے معنی اس طرح پر بنتے ہیں جو ہم کہتے ہیں یا اس طرح پر جو تم کہتے ہو (دوسرا اعتراض) کہ اللہ جل شانہٗ کو ابوبکر صدیق پر تسلی نازل کرنا منظور ہوتا تو ضرور پیغمبر خدا کا ذکر کرکے ابوبکر کا ذکر کرتا اسلئے کہ خدا نے بغیر شرکت رسول کے کبھی کسی پر تسلی نازل نہیں کی چنانچہ قاضی نوراللہ شوستری نے اس تقریر کو در ضمن حکایات مفیدہ شیخ مفید کے نہایت ہی آب و تاب سے لکھا ہے اور اس تقریر کو عمیر الجواب سمجھ کر یہ فرمایا کہ (چوں ایں سخن را گوش ناصبان شنید باعث حیرت ایشان گردیدہ در حیلۂ خلاصی از آں جان ایشان بلب رسیدہ) اور صاحب تعلیب المکائد نے اسکو اپنی کتاب میں بلفظ نقل کرکے

لہ جب یہ باتیں سنیوں کے کان میں پڑیں تو انکی حیرانی بڑھ گئی اور اس سے نجات پانے کیلئے ان کی جان لبوں پر آگئی۔ ۱۲ منہ

اس پر بڑا ہی ناز کیا ہے چنانچہ ہم اس عبارت کو بلفظہٖ لکھتے ہیں اور اہلِ انصاف سے التماس کرتے ہیں کہ ذرا غور کریں کہ قاضی صاحب نے اپنی صدف طبیعت سے کیسے جھوٹے موتی نکال کر اپنے مقلدین کے نذر کئے ہیں اور وہ بھی ان کو گوہر گراں بہا سمجھ کر درۃ التاج بنائے ہوئے ہیں کوئی آنکھ کھول کر نہیں دیکھتا کہ اُن کے موتی جھوٹے ہیں یا سچے وہو ہٰذہ۔ (آنچہ کاشف صحت بیان مذکور تواند بود آنست کہ متقدمان مشائخ بارضوان اللہ علیہم افادہ فرمودہ اند کہ خدائے تعالیٰ ہرگز در ہیچ جائے کہ یکی از اہل ایمان با حضرت پیغمبر بودہ اند انزال سکینہ نمودالا آنکہ نزول آنرا شامل جمیع ایشان داشتہ چنانچہ در بعضے آیات فرمودہ ویوم حنین اذا اعجبتکم کثرتکم فلم تغن عنکم شیئاً وضاقت علیکم الارض بما رحبت ثم ولیتم مدبرین ثم انزل اللہ سکینتہ علی رسولہ وعلی المومنین ودر آیہ دیگر گفتہ فانزل اللہ سکینتہ علی رسولہ وعلی المومنین وچوں با آنحضرت غیر از ابوبکر در غار نبود لاجرم خدائے تعالیٰ آن حضرت را در نزول سکینتہ منفرد ساخت واو را بآن مخصوص گردانید و ابوبکر را باو شرکت نداد و گفت فانزل اللہ سکینتہ علیہ وایدہ بجنود لم تروہا پس اگر ابوبکر مومن می بود بایستی کہ خدائے تعالیٰ دریں آیہ اورا جاری مجری مومناں مے نمود و در عموم سکینتہ داخل می فرمود الیٰ قولہ بنا بر ایں نزول سکینتہ مخصوص او شدہ باشد و ابوبکر بواسطہ عدم ایمان از فضیلت سکینتہ محروم ماندہ باشد و ایضا بنص قرآنی اباد ابرد اذان کہ در آیۂ غار سکینتہ بر غیر رسول باشد) خلاصہ اس ساری تقریر کا یہ ہے کہ خدا نے جہاں تسلی مومنین پر نازل نہیں کی تو کیونکر ممکن ہے کہ غار میں پیغمبر صاحب کو چھوڑ کر فقط ابوبکر پر تسلی نازل کی ہو پس اس آیت سے ابوبکر کا عدم ایمان ثابت ہوا انس

لہ ہمارے بیان کی صحت کیلئے یہ اظہار کیا جاسکتا ہے کہ قدیم مشائخ نے ان آیت کیلئے فرمایا ہے۔ کہ رسول اللہ کے ساتھ جب کوئی مسلمان ہوا تو اللہ نے آپ پر سکینت نازل نہیں کیا۔ ورنہ یہ سب لوگ نزول وحی میں شامل ہو جاتے۔ البتہ بعض آیات میں کہا ہے کہ جنگ حنین میں جب کفار کی کثرت سے تم تعجب میں تھے تو تم پر زمین تنگ کردی گئی تم الٹے پاؤں لوٹ گئے۔ پھر اس کے بعد اللہ نے رسول اکرم اور مومنین پر تسلی نازل کی۔ اور دوسری آیت میں کہا ہے کہ اللہ نے رسول اکرم اور مومنین پر تسلی نازل کی اور چونکہ رسول اللہ کے ساتھ غار میں ابوبکر بھی تھے اس لئے اللہ نے رسول اکرم پر انفرادی طور سے سکینہ نازل فرمایا اور آپ کو خاص طور پر تسلی دی اور ابوبکر کو اس سکینہ و سکون دہانی میں شریک نہیں کیا اور کہا اللہ نے آپ پر تسلی نازل کی اور آپ کی غیر مرئی لشکر کے ذریعہ مدد کی پس اگر ابوبکر مومن ہوتے تو اللہ ان کو دوسرے مسلمان کا قائم مقام بنا کر نزول سکینہ میں عمومیت دیتا۔ خلاصہ یہ کہ رسول اللہ کو خاص طور پر تسلی دی گئی اور ابوبکر مومن نہ ہونے کی وجہ سے فضیلت سکینہ و تسلی سے محروم رہے اور غیر رسول پر غار میں آیت کا نازل ہونا احکام قرآنی کے بھی خلاف ہے۔

marfat.com

لئے کہ اگر وہ با ایمان ہوتے تو بشمول پیغمبر کے ضرور خدا اُن پر بھی تسلی نازل کرتا لیکن یہ دعویٰ قاضی صاحب اور اُن کے مشائخ کا کہ یہ امر خلاف نص قرآنی کے ہے کہ تشفی فقط مومنین پر خدا نازل نہیں کرتا محض غلط ہے کسی آیت سے صراحتہً کیا کنایۃً بھی تو یہ بات نہیں پائی جاتی کہ تسلی سوائے پیغمبر کے دوسرے پر تنہا نازل نہیں ہوئی اور اگر دو چار جگہ مومنین پر بشمول نبی و رسول کے تسلی نازل کرنے کا ذکر آیا ہے تو اس سے انکار نزول تسلی سے بلا شمول رسول کے مومنین پر لازم نہیں آتا پس اگر فرض کیا جاوے کہ کسی جگہ قرآن مجید میں ذکر نزول سکینہ کا فقط مومنین پر نہ ہوتا تب بھی یہ اعتراض درست نہ تھا نہ کہ خدا کے فضل سے نزول سکینہ کا فقط مومنین پر بلا شمول رسول کے ہونا قرآن مجید میں مذکور ہے مگر حضرات امامیہ میں سلفاً عن خلفٍ کوئی حافظ قرآن تو ہوا ہی نہیں اور شاید قاضی صاحب نے اور ان کے مشائخ کرام نے از اول تا آخر قرآن مجید کو تمام عمر میں ایک مرتبہ دیکھا تک نہیں ورنہ اس زور شور سے انکار نہ کرتے اور اس شد و مد کے ساتھ یہ نہ فرماتے کہ "(خدائے تعالیٰ ہرگز در ہیچ جائے کہ یکے از اہل ایمان باحضرت بودہ اند انزال سکینہ نہ نمود) چنانچہ اب ہم حضرات امامیہ کو نشان دیتے ہیں کہ نزول سکینہ تنہا مومنین پر بلا شمول پیغمبر صاحب کے سورہ انا فتحنا میں دو مقام پر مذکور ہے اگر شک ہو تو قرآن مجید میں سے اس سورے کو نکال کر دیکھ لیں کہ اللہ جل شانہٗ پہلے رکوع میں فرماتا ہے هُوَ الَّذِیْ اَنْزَلَ السَّکِیْنَةَ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ لِیَزْدَادُوْا اِیْمَانًا مَّعَ اِیْمَانِهِمْ اور پھر تیسرے رکوع میں ارشاد کرتا ہے کہ اِذْ یُبَایِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّکِیْنَةَ عَلَیْهِمْ پس اے مومنین ذرا غور سے ان آیتوں کو پڑھو اور دس بیس قرآنوں کو ملاؤ کہ کسی میں یہ تو نہیں لکھا ہے کہ (ھو الذی نزل السکینۃ فی قلوب رسولہ و قلوب المؤمنین یا فانزل السکینۃ علی رسولہ و علیہم) اگر عرب سے عجم تک ہند سے ایران تک کسی قرآن میں علے رسولہ کا لفظ ہو تو تم سچے تمہارے مجلسی سچے اور اگر کسی میں یہ لفظ نہ ہو اور ایران اور کوفے کے قرآنوں میں بھی فانزل السکینۃ علیہم لکھا ہو تو پھر تم ہی انصاف کرو کہ تم اور تمہارے قاضی اور ان کے مقتدمین و مشائخ جھوٹے ہیں یا سچے اے یارو افسوس کرنے کی بات ہے کہ صد ہا برس گذر گئے کہ یہ مباحثہ ہو رہا ہے اور آج تک کسی نے سورۃ الفتح کو نکال کر بھی دیکھا اور فانزل السکینۃ علیہم پر خیال کیا اور اب تک انہیں قاضی صاحب کے جھوٹے قول پر ناز ہے اور اُن کی فضیلت و قابلیت پر افتخار ہے اور سب سے زیادہ افسوس اس پر ہے کہ حضرت امامیہ جن میں سے دو چار ہی ایسے شخص نکلیں گے جن کو قرآن کی سورتوں کے نام بھی یاد ہوں اور دو ایک ہی ایسے

؎ رسول اللہ کے ساتھ جب کوئی مسلمان ہو تو اس مقام پر اللہ نے سکینہ نازل نہیں فرمائی ۔

ہوں گے جن کو انا انزلناہ اور قل ہو اللہ کے سوائے کلام اللہ کے دو چار رکوع حفظ ہوں ورنہ خدا کے فضل سے سب کے سب قرآن شریف سے بلکہ کلام اللہ سے ناواقف اور باایں ناواقفیت یہ شوخی کہ اہلسنت وجماعت کے مقابلے میں قرآن شریف کی سند پیش کرتے ہیں جن کی زبان پہ ایک ایک لفظ قرآن مجید کا اور جن کے دل میں ایک ایک حرف کلام اللہ لکھا ہے پس یہ غلطی قاضی صاحب اور اُن کے مشائخ کبار سے قرآن مجید کی ناواقفیت سے ہوئی ہے اس لئے ہم ان کو معذور سمجھتے ہیں اور اُن کی غلطی سے درگذر کرتے ہیں (تیسرا اعتراض) کہ اگر ضمیر علیہ کی فانزل اللہ سکینتہ علیہ میں راجع طرف ابوبکرؓ کے ہو تو تخلل فی الضمائر لازم آتا ہے اس لئے کہ پہلے جتنی ضمیریں اخرجہ اور لصاحبہ وغیرہ میں ہیں وہ سب رسول کی طرف راجع ہیں اور پھر آگے جو ضمیر وایدہ میں ہے وہ بھی راجع طرف پیغمبر کے تو کیونکر ممکن ہے کہ ضمیر علیہ کے بیچ میں راجع طرف ابوبکرؓ کے ہو جواب اس کا یہ ہے کہ اوّل تو ضمیر کا عود چاہیئے کہ اقرب مذکورات کی طرف ہو سو اس مقام پر ابوبکرؓ ہیں اس لئے کہ انہیں کی طرف لصاحبہ کا اشارہ ہے دوسرے تخلل ضمیر جب ہو کہ وایدہ عطف ہو فانزل اللہ پر حالانکہ وایدہ عطف ہے فقد نصرہ اللہ پر پس تخلل ضمائر بھی واقع نہ ہوا تیسرے تخلل فی الضمائر قرآن مجید میں اکثر جگہ ہے جیسا کہ اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ۚ وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ میں ہے پس جو اعتراض نزول سکینتہ کا ابوبکرؓ پر تھا رد ہوا اور بفضلہ تعالیٰ نازل ہونا تسکین کا ابوبکر صدیقؓ پر ثابت ہوا اور جو کچھ قاضی صاحب اور ملا صاحب اور اُن کے مشائخ اور مقلدین نے لکھا پڑھا تھا وہ سب باطل ہوا اور اسکی بیہودگی اور سفاہت کا حال بھی سب پر کھل گیا اور نہ فقط ہم اہلسنت ان اعتراضات کو بیہودہ سمجھتے ہیں بلکہ بعض حضرات امامیہ بھی کبھی کبھی شرما کر اقرار اُس کے سفاہت کا کرنے لگتے ہیں جیسا کہ صاحب مجمع البیان طبرسی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے (وقد ذکرت الشیعۃ فی تخصیص النبی فی ہذہ الآیۃ بالسکینۃ کلاما رأینا الاضراب عن ذکرہ احری لئلا ینسبنا ناسب الی شیٔ) کہ شیعوں نے اس آیت میں تسلی کو پیغمبر صاحب کیساتھ مخصوص ہونے پر ایسی باتیں لکھی ہیں کہ ہم ان کا لکھنا ہی نامناسب سمجھتے ہیں تاکہ کوئی کہنے والا ہم کو بھی کچھ کہنے نہ لگے پس علامہ کی ان لفظوں سے صاف ظاہر ہے کہ وہ باتیں جو شیعہ ذکر کرتے ہیں ایسی پوچ اور بیہودہ ہیں کہ اُن کو بیان کرنے سے اُسے شرم آتی ہے غرض کہ اب اچھی طرح پر معلوم ہوگیا کہ ان آیتوں سے وہ فضائل حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ثابت ہوتے ہیں جو اوپر ہم نے بیان کئے ہیں اور جو اعتراضات شیعوں کے ہیں وہ بالکل پوچ اور بیہودہ ہیں اور سیاق آیت بھی اسی پہ

marfat.com

شاہد ہے اس لئے کہ اگر ان آیتوں میں ابو بکرؓ صدیق کے ذکر کرنے سے اُنکی رفاقت اور نصرت کا بیان منظور نہ ہوتا تو یہ کوئی موقع اُن کے اظہار کا نہ تھا کہ یہ بات خود حضرات امامیہ جانتے ہیں اور دل میں سمجھتے ہیں مگر صرف اپنے مذہب کے تعصب کے سبب سے ایسی صریح اور صاف آیت سے انکار کرتے ہیں اور باوجود کھل جانے امر حق کے فضیلت افضل الصحابہ کا اقرار نہیں فرماتے ہیں اور اپنے آپ کو ایسی آیات کے انکار سے مستحق جہنم بناتے ہیں (نعوذ باللہ من شرور انفسہم ومن سیئات اعمالہم)

ائمہ کرام کی شہادتیں صحابہؓ کی فضیلت پر

پہلی حدیث: شیعوں کی کتابوں میں بروایت ائمہ کرام علیہم السلام منقول ہے کہ پیغمبر خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا (اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم) کہ میرے اصحاب مثل ستاروں کے ہیں اُن میں سے جس کسی کی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے اور نیز حضرت نے فرمایا ہے کہ (دعوالی اصحابی) کہ میرے اصحاب کو میرے لئے چھوڑ دو یعنی میرے حقوق صحبت کی اُن کے حق میں رعایت کرو اور اُن کی عیب جوئی نہ کرو ان دونوں حدیثوں میں سے پچھلی حدیث کی صحت لفظاً ومعناً علماء امامیہ کے نزدیک مسلم ہے اور صاحب استقصار الافحام نے بھی اُس کو قبول کیا ہے لیکن پہلی حدیث کی نسبت کچھ کلام ہے اس لئے ہم پچھلی حدیث کی نسبت صرف یہی کہتے ہیں کہ جب اس کی صحت پر اقرار ہے تو کیا وجہ ہے کہ اس پر عمل نہیں کرتے اور جو پیغمبر صاحب نے اپنے اصحاب کے حق میں فرمایا اُس کو نہیں مانتے کیوں حقوق صحبت پیغمبر کی اُن کے حق میں رعایت نہیں کرتے اور کس لئے اُنکی عیب جوئی سے باز نہیں آتے اور کس واسطے باوجود سفارش پیغمبر صاحب کے ان کی دشمنی ترک نہیں کرتے اور پہلی حدیث (اصحابی کالنجوم) کی نسبت ہم اقوال ائمہ کرام کو امامیہ کی کتابوں سے نقل کر کے اس کی صحت ثابت کرتے ہیں اور علماء امامیہ نے جو تاویلات اور تحریفات لفظی ومعنوی کئے ہیں اُن کو ظاہر کر کے اس کا بطلان ثابت کرتے ہیں۔ واضح ہو کہ عیون اخبار میں جو معتمدین کتب امامیہ سے لکھا ہے کہ (حدثنا الحاکم ابو علی الحسن بن احمد البیہقی قال حدثنا محمد بن یحییٰ الصولی قال حدثنا محمد بن موسیٰ بن نصر الرازی قال حدثنی ابی قال سئل الرضا علیہ السلام عن قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم وعن قولہ دعوالی اصحابی فقال ہذا صحیح) کہ ایک شخص نے امام موسیٰ رضا علیہ السلام سے پوچھا کہ پیغمبر خدا نے فرمایا ہے کہ چھوڑ دو میرے واسطے میرے یاروں کو امام موصوف نے جواب دیا کہ یہ صحیح ہے اس روایت سے ثابت ہوا کہ حدیث اصحابی کالنجوم جن لفظوں سے کتب اہل سنت میں

marfat.com

منقول ہے انہیں لفظوں سے کتب امامیہ میں مذکور ہے اور امام موسیٰ رضا علیہ السلام کی زبان سے اس کی صحت پر علمائے امامیہ کو اقرار ہے اور نہ صرف اسی ایک روایت سے اس کا ثبوت ہوتا ہے بلکہ اور بھی بہت سی روایتیں مؤید اس کی کتب امامیہ میں موجود ہیں کہ بعد ملاحظہ ان کے کسی شیعہ کی یہ مجال نہیں کہ اس حدیث کی صحت سے انکار کر سکے یا اُس کو موضوع کہہ سکے یا اُس کو خبر احاد کہہ کر اپنا پیچھا چھڑائے اس لئے کہ شیخ صدوق نے معانی الاخبار میں اور علامہ طبری نے احتجاج میں اور ملا باقر مجلسی نے بحار الانوار میں اور ملا حیدر آملی اثنا عشری نے جامع الاسرار میں اس حدیث کے مضمون کی صحت پر اقرار کیا ہے پس تعجب ہے علمار متقدمین امامیہ پر کہ جب تک علمائے اہلسنت نے اس حدیث کو خود ان کی کتابوں سے نکال کر نہ دکھلا دیا اور اسکی صحت کو امام کے قول سے ثابت نہ کر دیا تب تک انہوں نے اس حدیث کی صحت پر کیا شور و غل مچایا اور اس کی موضوعیت اور بطلان کے اثبات میں دفتر سیاہ کئے یہاں تک کہ قاضی نوراللہ شوشتری نے کس شد و مد سے احقاق الحق میں فرمایا ہے کہ (اما ما رواہ من حدیث اصحابی کالنجوم ففیہ من آثار الوضع والبطلان ما لا یخفی) کہ اس حدیث کی موضوعیت کا دعویٰ اس شد و مد کے ساتھ کرتے ہیں وہ خود ہماری حدیث کی کتابوں میں منقول ہے اور جس کے بطلان کا الزام اہل سنت پر لگاتے ہیں وہ بروایت ائمہ کرام ہمارے اصول کے موافق ثابت ہے ہاں اتنا فرق ہے کہ سنی بیچاروں کے راوی ضعفا اور مجاہیل ہیں اور خود مابدولت کے یہاں راوی کرام ہیں پس اگر سنیوں کے طور پر روایت کی ہوئی حدیث کو غلط کہہ دیا یا خود سنیوں نے اپنے طور پر راویان احادیث کو ضعیف تصور کیا تو کچھ ہرج نہیں اگر قاضی صاحب نے یا اور کسی صاحب نے اس حدیث کو موضوع بتلایا اور باوجود تصدیق امام موسیٰ رضا علیہ السلام کے اس کو جھٹلایا تو اُس نے اپنا دین ہی غارت کیا اور امامؑ کی تکذیب کر کے اپنے آپ کو دائرہ ایمان سے خارج کیا۔ اب ہم ان تحریفات کو بیان کرتے ہیں جو علمائے امامیہ نے اس حدیث کی نسبت کی ہیں عیون اخبار میں جو حدیث ہم نے اصحابی کالنجوم نقل کی ہے اس میں بعد اُن الفاظ کے یہ عبارت بڑھائی ہے[1] (یرید من لم یغیر بعدہٗ ولم یبدل الخ) کہ مراد اُن اصحاب سے جو حدیث میں مذکور ہیں وہ ہیں جنہوں نے کچھ تغیر و تبدیل نہیں کی پوچھنے والے نے امام سے پوچھا کہ یا حضرت ہم کیونکر جانیں گے

[1] یرید من لم یغیر بعدہ ولم یبدل قیل وکیف نعلم انھم قد غیروا وبدلوا قال لما یروونہ من انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لیذادون رجال من اصحابی یوم القیامۃ عن حوضی کما تذاد غرائب الابل عن الماء فاقول یارب اصحابی اصحابی فیقال انک لاتدری ما احدثوا بعدک فیوخذ بہم ذات الشمال فاقول بعدا لھم وسحقا افتری ہذا لمن لم یغیر ولم یبدل ۱ منتہی ۱۲۔

کہ اصحاب نے کچھ تغیر و تبدیل کی ہے تب اہلِ سنت نے جواب دیا کہ خود پیغمبر صاحب کی حدیث موجود ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ کچھ لوگ میرے اصحاب سے قیامت کے دن حوض سے علیحدہ کر لئے جائیں گے تب میں کہوں گا کہ خدایا یہ میرے اصحاب ہیں تب اللہ جل شانہ فرماویگا کہ تو نہیں جانتا کہ انہوں نے تیرے پیچھے کیا کیا اور وہ دوزخ کی طرف کھینچ لئے جاویں گے تب میں کہوں گا کہ دور ہو دفع ہو ان الفاظ کے بڑھانے سے غرض یہ ہے کہ بعض اصحاب بسبب ارتداد کے حدیث کے مصداق سے خارج ہوئے اور خود حضرات امامیہ کا اقرار ہے کہ اصحاب مقبولین حدیث حوض کے مصداق سے مستثنیٰ ہیں جیسا کہ صاحبِ استقصاء الافحام نے بجواب منتہی الکلام کے مسلک ثانی کے ایک مقام پر اس کا اقرار کیا ہے وہذہ عبارتہ (کہ ہرگز حدیث حوض بر آنہا منطبق نمی تواند شد) اور اس امر کو کہ خلفاء راشدین اور انصار و مہاجرین اصحاب مقبولین تھے ہم اسی حدیث کی بحث میں فصل ارتداد صحابہ میں ثابت کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ ولو فرضنا کہ بعض اصحاب مقبولین مغیرین و مبدلین میں ہوں لیکن تاہم اکثر اصحاب کی نسبت اس حدیث کا مضمون صادق آتا ہے اس لئے کہ افصح الفصحا ابلغ البلغا علیہ التحیۃ والثنا نے ایسا لفظ تشبیہ میں صحابہ کے بیان فرمایا ہے کہ جسطرح پر وہ فضیلت پر دال ہے اسی طرح پر کثرت پر یعنی لفظ نجوم پس حضرت کا یہ فرمانا کہ میرے اصحاب مثل ستاروں کی مثال کو معدودے چند کے حق میں وارد نہیں سمجھ سکتا و سلمنا کہ بہت ہی تھوڑے بلکہ دو تین ہی اصحاب پر جو ارتداد سے بچ گئے یہ حدیث منطبق ہوئے تب بھی یہ عقیدہ امامیہ کا کہ اقتدا صرف اہل بیت کی واجب ہے اور دوسرے کی ناجائز باطل ہوتا ہے اور اہتدا جو کہ مخصوص اہلِ بیت کے لئے ہے اس میں دو چار کا شریک ہونا ثابت ہوتا ہے (لم یقل[1] بہ احد منہم) غرضکہ جب حضرات امامیہ نے دیکھا کہ یہ عبارت بھی بیکار ہوئی اور اس نے بھی دار و گیر اہل سنت سے نہ بچایا تب اس کو چھوڑ اور دوسرے طور پر تاویل کا کام فرمایا اور یہ دعویٰ کیا کہ مراد اصحاب سے اہل بیت ہیں جیسا کہ صاحب استقصاء الافحام نے بجواب منتہی الکلام کے فرمایا ہے (مراد از اصحاب در حدیث اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم اہل بیت علیہم السلام اند) لیکن ہم اس دعویٰ کو چند دلیلوں سے باطل کرتے ہیں۔

دلیل اوّل

اصحاب کے لفظ سے اہلِ بیت مراد لینا داد تحریف دینا ہے اسلئے کہ عرفاً اصحاب کا اطلاق یار دوستوں پر اور اہلِ بیت کا گھر والوں پر ہوتا ہے شرعاً اصحاب سے مراد پیغمبر پر ایمان لانیوالے

[1] اور ان میں سے کوئی اس کا قائل نہیں ہے ۱۲۔

marfat.com

اور رفقا لئے جاتے ہیں اور اہل بیت سے گھر والے اور نبی فاطمہ سمجھے جاتے ہیں بلکہ احادیث نبوی اور اقوال ائمہ اطہار سے یہ ظاہر ہے کہ دونوں لفظوں کے مصداق دو فریق علیحدہ علیحدہ ہیں جہاں یارانِ پیغمبر کی شان میں کوئی حدیث یا قول ہے وہاں لفظ اصحاب کا آیا ہے اور جہاں خاندان نبوی اور ائمہ اطہار کا ذکر ہے وہاں لفظ اہل بیت اور عترت کا چنانچہ پیغمبر خدا نے فرمایا ہے، کہ (انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی) یا مثل اہلبیتی کسفینۃ نوح) یا امام زین العابدین نے اپنی دعا میں جو صحیفہ کاملہ میں مذکور ہے فرمایا ہے کہ (اللہم صل اصحاب محمد خاصۃ الذین احسنوا الصحابۃ الخ) اگر لفظ اصحاب، یاران پیغمبر کے لئے مخصوص نہ ہوتا اور اس کا استعمال اہل بیت اور عترت کی نسبت بھی ہوتا تو کیوں ان احادیث میں الفاظ اہل بیت اور عترت کی تخصیص کی جاتی اور کس لئے پیغمبر خدا حدیث انی تارک فیکم الثقلین میں بجائے کتاب اللہ وعترتی کے کتاب اللہ واصحابی نہ فرماتے اور حدیث مثل اہلبیتی کسفینۃ نوح میں مثل اصحابی کسفینۃ نوح ارشاد نہ کرتے اور کس واسطے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرت فاطمہ کے گھر جاتے تو (السلام علیکم اہل البیت) فرماتے اور سلام علیکم یا یا اصحابی نہ کہتے غرضکہ احادیث نبوی اور اقوال ائمہ اطہار سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اصحاب اور اہلبیت کے لفظ کو ادرے میں دونوں ایک دوسرے سے جدا ہو گئے اور دونوں کے مصداق دو فریق ہو گئے اصحاب کا اطلاق یاروں دوستوں پر اور اہلبیت کا استعمال گھر والوں پر ہوتا رہا اور اب تک خواص اور عوام دونوں فریق کے ویسا ہی استعمال کرتے ہیں پس نہایت تعجب کی بات ہے کہ صدہا احادیث اور ہزارہا اقوال میں تو اصحاب کا لفظ یارانِ پیغمبر پر اور اہل بیت کا لفظ گھر والوں پر استعمال کیا جائے اور کسی حدیث کے قول میں تو اصحاب کے لفظ سے اہل بیت اور اہل بیت کے لفظ سے اصحاب مراد نہ لے اور صرف ایک حدیث اصحابی کالنجوم میں خلاف بتا در اہل زبان اور مخالف محاورے و عادت کے اصحاب کے معنی اہل بیت کے لئے جائیں اور پھر بھی ایسے معنی بنانے والے اپنے آپ کو مصداق یحرفون الکلم عن مواضعہ کا نہ سمجھیں۔ اے حضرت ذرا تو انصاف کرو کہ اگر کوئی سُنی بیچارہ اپنی زبان سے نکالے کہ اہلبیت میں ازواج مطہرات بھی داخل ہیں اور مثل اہلبیتی کسفینۃ نوح کے مصداق میں وہ بھی شامل ہیں اور آیۂ تطہیر میں جو لفظ اہل بیت مذکور ہے اس سے پیغمبر کے ازواج مطہرات مراد ہیں بلکہ مراد لینا بہ یکطرف وہ بھی شامل ہیں تو دیکھو کہ تمہارے علما کیسا شور وغل مچاتے ہیں قیامت برپا کرتے ہیں آسمان زمین کو ملاتے ہیں نوحہ و فریاد کی آواز عرش تک پہنچاتے ہیں کہنے والے کو خارجی اور ناصبی اور دشمن اہل بیت کا بتلاتے ہیں

marfat.com

اور باآنکہ اہل بیت سے ازواج مراد لینا ٹھیک محاورے کے موافق ہے پھر تحریف کا الزام لگاتے ہیں اور خود جب اصحاب سے مراد اہل بیت اور یار اور رفیق کے لفظ کو بھائی اور آل و اولاد کی نسبت استعمال کرتے ہیں تو کچھ بھی نہیں شرماتے، شرمانا کیسا ایسی سمجھ پر ناز کرتے ہیں ایسے جوابوں پر سر افتخار بلند کرتے ہیں پس ایسی سمجھ کا کیا علاج اور ایسے جواب کا کیا جواب ۔ شعر

ایں سبزہ وایں چشمہ وایں لالہ وایں گل آں شرح ندارد کہ بگفتار در آید

پس ہر شخص جو ذرا بھی انصاف اور سمجھ کو دخل دے یقین کریگا کہ اگر پیغمبر صاحب اس حدیث کو اہل بیت کی شان میں فرماتے تو صاف لفظ اہل بیت کا ارشاد کرتے اور بجائے اصحابی کالنجوم کے اہل بیتی کالنجوم فرماتے ہاں شاید حضرت شیعہ یہ جواب دیں کہ پیغمبر صاحب نے معاذاللہ تقیے کو دخل دیا اور اصحاب کے خوش کرنے کو لفظ اصحابی فرمایا اور جب گھر میں آئے اور اہل بیت نے شکایت کی تب آپ نے اُن سے یہ فرمادیا ہو کہ مراد اصحاب سے تم ہو۔

دُوسری دَلیل

اگر ہم لفظ اصحاب سے اہل بیت کے معنی مراد لینے پر کچھ دار و گیر امامیہ کی نہ کریں اور اُن کی اس تحریف معنوی کو تسلیم بھی کر لیں تب بھی موافق اُن کے عقیدے کے یہ حدیث شان میں اہل بیت کے صادق نہیں آتی اس لئے کہ اہل بیت کا اطلاق دوازدہ امام پر ہوتا ہے اور اصحاب کا اطلاق صرف انہیں لوگوں پر جو حضرت کی صحبت میں رہے اور سوائے حضرت علی اور حسنین علیہم السلام کے اور نو امام پیغمبر صاحب کے پیچھے پیدا ہوئے پس یہ ظاہر ہے کہ نو اماموں پر لفظ اصحاب کا صادق نہ ہوگا تو حدیث اصحابی کالنجوم میں سے سوائے حضرت علی اور حسنین علیہم السلام کے اور سب ائمہ کرام خارج ہوجائیں گے اور وہ نجوم کی تشبیہ سے مستثنیٰ کر دئے جائیں گے اور اُن کی اقتدار باعث ہدایت نہ سمجھی جائے گی (نعوذ باللہ من ذلک) کون مسلمان ہے کہ ایسی بات زبان پر لاوے گا اور ائمہ کرام کی نسبت ایسا خیال کریگا پس ثابت ہوا کہ مراد اصحاب سے اہل بیت نہیں ہیں، ورنہ پیغمبر صاحب ضرور لفظ اہلبیت کا فرماتے اور بجائے اصحابی کالنجوم کے اہل بیتی کالنجوم ارشاد کرتے تاکہ کوئی امام اُس کے مصداق سے خارج نہ ہوتا ہاں ممکن ہے کہ حضرات شیعہ یہ جواب دیں کہ نو

لہ قاضی نوراللہ شوستری نے مجالس المومنین میں لکھا ہے کہ تعریف صحابی بنا بر اظہر اقوال آنست کہ ملاقات نمودہ باشد با پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم در حالتیکہ ایمان باو آوردہ باشد ۱۲

marfat.com

امام جو پیغمبر صاحب کے روبرو پیدا نہیں ہوئے اگرچہ باعتبار عالم اجسام لفظ اصحاب کے مصداق سے خارج ہیں مگر بلحاظ عالم ارواح کے اصحاب میں داخل ہیں ؟

تیسری دلیل

جو عبارت (من لم یغیر بعدہٗ) کی اس حدیث کے آگے زیادہ لکھی ہے اُس نے اُس تاویل کا دروازہ بند کر دیا اور لفظ اصحاب سے اہل بیت کے معنی لینے کو منع کر دیا اسلئے کہ حضرات نے تو یہ خیال کیا کہ اگر اور کچھ الفاظ اس حدیث کے آگے نہ بڑھائے جاویں گے اور فقط ہذا صحیح کہہ کر یہ حدیث ختم کر دی جاوے گی تو سنیوں کی دار وگیر سے نجات نہ ملے گی اور حدیث اصحابی کالنجوم کی صحت سنکر وہ جان آفت میں ڈال دیں گے اس لئے یہ الفاظ امام صاحب کی طرف سے بڑھا دیئے کہ مراد اصحاب سے وہ لوگ ہیں جنہوں نے کچھ تغیر و تبدیل دین میں نہیں کی اور جو مرتد نہیں ہوئے اور جو دوزخ کی طرف نہ کھینچے جائیں گے اور جن سے پیغمبر خدا بیزاری اپنی ظاہر نہ کریں گے پس ان الفاظ سے ہمارا نقصان تو کچھ نہ ہوا اس لئے کہ ہم بھی ایسے تغیر و تبدیل کرنے والوں کو اور مرتد ہو جانے والوں کو اس حدیث کے مصداق سے خارج سمجھتے ہیں اور خلفائے راشدین اور انصار و مہاجرین کو گو ہزار طرح یہ امامیہ مرتدین میں شامل کرنا چاہیں وہ شامل نہیں ہو سکتے کہ اسکا بیان تفصیلی بحث ارتداد صحابہ میں ہوگا انشاءاللہ تعالیٰ لیکن ان الفاظ سے ہم کو بہت ہی فائدہ ہوا اور حضرات امامیہ کی تاویل و تحریف کا حال اس سے کھل گیا اسلئے کہ اگر یہ الفاظ نہ ہوتے تو خیر کسی نہ کسی طرح پر وہ اپنا دل خوش کر سکتے تھے اور اصحاب سے مراد اہل بیت لے سکتے تھے لیکن ان لفظوں نے مجبور کر دیا کہ وہ کسی طور سے اصحاب سے اہل بیت مراد نہیں لے سکتے اس لئے کہ اگر حدیث اصحابی کالنجوم میں مراد اصحاب سے اہل بیت ہوں تو جو الفاظ (من لم یغیر بعدہ) کے آگے بیان کئے گئے ہیں وہ بھی اُن کی شان میں وارد ہوں گے تو معاذاللہ معنی اس کے مطابق قول شیعوں کے یہ ہوں گے کہ وہی اہل بیت مثل ستاروں کے ہیں جنہوں نے دین میں تغیر و تبدیل نہیں کی (و نقل کفر کفر نہ باشد) جو مرتد نہیں پس کس مُنہ سے اس حدیث کو شان میں اہل بیت کی کہیں گے اور کس طرح اہل بیت نبوی پر تہمت تغیر و ارتداد کی لگا دیں گے غرض ان الفاظ نے امامیہ کی تحریف کو ثابت کر دیا اور اُن کی تاویل کا دروازہ بند کر دیا۔ سبحان اللہ کیا قدرت خدا کی ہے کہ جن الفاظ سے ہم پر الزام دیا چاہتے تھے اُن سے خود ہی ملزم ہو گئے اور جو عبارت

marfat.com

ہمارے قائل کرنے کیلئے بڑھائی تھی اُس سے خود قائل ہو گئے ؏ شعر

عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد خمیر مایۂ دوکان شیشہ گر سنگست

جب علمائے امامیہ نے دیکھا کہ یہ دعوی بھی ثابت نہیں ہوتا اور اس حدیث میں اصحاب کے لفظ سے اہل بیت کے معنی نہیں بنتے تب مجبور ہو کر حدیث اصحابی کالنجوم کی صحت سے انکار کیا اور اس کے عدم صحت کا دعوی کر کے اپنا پیچھا چھوڑانا چاہا مگر ہزار شکر اس پر ہے کہ الفاظ حدیث سے انکار نہیں کیا اور اُس عبارت کو جو اوپر ہم نے نقل کی ہے نہیں جھٹلایا بلکہ صرف تاویل اور تحریف معنوی کا کام فرمایا ہے اور فقط شبہات اور احتمالات سے اُس کی صحت سے انکار کیا ہے چنانچہ صاحب استقصار الافحام نے جواب میں منتہی الکلام کے کہا ہے کہ اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ دو حدیثوں کی نسبت سائل نے سوال کیا ایک حدیث اصحابی کالنجوم کی نسبت دوسری حدیث دعوا لی اصحابی کی نسبت اور امام موسیٰ رضا علیہ السلام نے ہذا صحیح اسکے جواب میں فرمایا پس یہ جواب صرف حدیث آخیر کی نسبت ہے نہ حدیث اول کی نسبت کما قال[1] (از ملاحظۂ ایں حدیث شریف ظاہرست کہ آنچہ مخاطب در ترجمۂ آن گفتہ کہ امام رضا علیہ السلام حکم بصحت ایں ہر دو حدیث نمود غیر صحیحست زیرا کہ ہرگز تصریح بہ صحت ہر دو حدیث درین روایت صراحتہ کہ مدلول کلام دست مذکور نیست بلکہ لفظ ہذا صحیح مذکورست و جائزست کہ آن متعلق بہر دو حدیث نباشد اخیرست بیان فرمودہ) اس جواب باصواب میں تین خطائیں ہیں (اول) خود مجیب اس جواب کو یقیناً بیان نہیں فرماتا اور جائزست اور محتمل ست بجای واجب است یقین ست کے استعمال کرتا ہے اور احتمال اور شک سے اس حدیث کے جس کی صحت میں بقول امام کچھ شک نہیں تکذیب فرماتا ہے، (دوسرے) یہ احتمال بھی فقط احتمال ہی احتمال ہے اسلئے کہ جب سائل نے دو حدیثوں کی نسبت استفسار کیا اور امام نے ہذا صحیح کہہ کر جواب دیا تو یقیناً یہ امر ثابت ہوا کہ حضرت امام نے سائل کے قول کی تصدیق کی اور اس کا قول دو حدیثوں کی نسبت تھا اس سے دونوں کی صحت ثابت ہوئی رہا یہ احتمال کہ اگر امام دونوں حدیثوں کی صحت تسلیم کرتے تو ہذان صحیحان فرماتے یہ قابل لحاظ کے نہیں

[1] اس حدیث کے ملاحظہ سے ظاہر ہے جو مخاطب نے اپنے ترجمہ میں لکھا ہے کہ امام موسیٰ رضا نے ان دونوں احادیث کی صحت کا حکم دیا ہے۔ یہ ترجمہ و مطلب غلط ہے۔ کیونکہ مدلول کلام سے ان دونوں احادیث کی ضرورت نہیں ہوتی۔ بلکہ آپ کا ہذا صحیح کہنا تحریر ہے اور عین ممکن ہے کہ یہ لفظ دونوں احادیث کے لئے نہ ہو بلکہ عین ممکن ہے کہ اگرچہ سائل نے دونوں احادیث کے بارے میں سوال کیا مگر آپ نے اخیر سے متعلق ہذا صحیح فرمایا۔ ۱۲

ہے اس لئے کہ مقصود سائل کا واحد تھا یعنی قول نسبت مدح صاحبہ کے تو حرف اشارہ واحد کا مقصود واحد کی نسبت استعمال کرنا خلاف محاورہ نہیں ہے (تیسرے) سائل نے دو حدیثوں کی نسبت استفسار کیا اور امام نے فقط ہذا صحیح فرمایا اگر ہم تسلیم بھی کریں کہ یہ جواب دوسری ہی حدیث کی نسبت ہے تو پہلی حدیث کا جواب کیا ہے کیا یہ کسی کے خیال میں آتا ہے کہ سائل دو حدیثوں کی نسبت سوال کرے اور امام ایک ہی کی نسبت جواب دیں اور دوسری کی نسبت لاو نعم کچھ بھی نہ فرماویں اور اس کی صحت اور عدم صحت کی نسبت کچھ بھی زبان مبارک سے ارشاد نہ کریں اور ایک مجمل لفظ کہہ کر سائل کو حیرت میں ڈالیں شاید حضرات امامیہ یہ جواب دیں کہ ائمہ کی شان یہی ہے کبھی کسی کو جواب صاف نہ دیں اور تقیے کو کسی حالت میں چھوڑیں اور ہمیشہ گول بات کے سوا کچھ ارشاد نہ فرماویں خدا کے واسطے ذرا انصاف کرنا چاہیئے کہ جس سائل نے امام سے سوال نسبت دو حدیثوں کے کیا جب اس کے جواب میں امام نے ہذا صحیح فرمایا تو وہ کیا سمجھا ہوگا دونوں حدیث کی نسبت یا ایک ہی حدیث کی نسبت اگر وہ ایک ہی حدیث کی نسبت سمجھتا تو یا امام کی اُن لفظوں کا یہی مطلب ہوگا یا معاذ اللہ امام نے اس کو جان بوجھ کر مجمل لفظ کہہ کر دھوکے میں ڈالا ہوگا لیکن اگر ہم اس روایت میں امام کی تصدیق بہ نسبت دوسری ہی حدیث کے سمجھیں تو بھی حضرات شیعہ کی جان نہیں بچتی اس لئے کہ قطع نظر اس روایت اور اس کتاب کے اور روایتوں سے بھی صحت مضمون حدیث اصحابی کالنجوم کی ہوتی ہے پس اگر علمائے امامیہ اس روایت میں اس حدیث کی تکذیب کریں تو اور احادیث کو کیا کریں گے اور کہاں تک ائمہ کرام کے قولوں کو جھٹلاویں گے چنانچہ اب ہم اس حدیث کی صحت دوسرے طریق سے ثابت کرتے ہیں ملا حیدر آملی اثنا عشری نے جامع الاستفسار میں لکھا ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (انا کالشمس وعلی کالقمر واصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم) کہ مثل سورج کے ہوں اور علی مثل چاند کے اور میرے اصحاب مثل ستاروں کے جن کی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے معلوم نہیں کہ اس حدیث کو دیکھ کر کیسا شعلۂ جاں سوز علمائے امامیہ کے سینے سے نکلے گا اور خبر نہیں کہ یہ شرارہ اُن کے خرمن عقل وخرد کو کیسا جلا دے گا ہاں اس کی بھی تاویل کریں گے کہ مراد اصحاب سے اہل بیت ہیں اس کا جواب ہم اوپر بیان کر چکے ہیں اور اب بھی بیان کرتے ہیں لیکن قبل جواب دینے کے ہم یہ عرض کرتے ہیں کہ جب اس حدیث کی صحت ثابت ہوگئی، تو عیون اخبار میں جو امام موسیٰ رضا کے جواب سے اس کی صحت ثابت ہوتی ہے اُس کا کس مُنہ

marfat.com

سے انکار کریں گے اور جو عبارت زائد (من لم یغیر بعدہ) اس روایت میں ہے کہ اس کو شان میں اہل بیت کی کیونکر صادق سمجھیں گے اب اس تاویل کو جو اس حدیث کی نسبت ہے غور سے سنیئے کہ جو تقریر اس علامہ اثنا عشری نے کی ہے وہ اس امر پر دال ہے کہ مراد اصحاب سے اہل بیت نہیں ہیں اسلئے کہ اوپر اس حدیث کے یہ بیان ہے کہ نبوت مثل نور آفتاب کے ہے، اور امامت مانند چاند کی روشنی کے اور علم علما کا مانند چمک ستاروں کے و ہذہ عبارتہ بلفظہ (وورد فی اصطلاح القوم تسمیۃ الولایۃ بالشمسیۃ والقمریۃ والمراد بہا ولایۃ النبی وولایۃ الولی ونسبۃ العلماء الیہا نسبۃ النجوم الی القمر والشمس الی قولہ فکذلک لایکون للعلماء قدرۃ ولا ظہور مع وجود الاوصیاء وانوارہم من حیث الولایۃ ویؤید ذلک کلہ ما اشار الیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم لقولہ انا کالشمس وعلی کالقمر واصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم) پس ظاہر ہے کہ ائمہ کرام اوصیا میں داخل ہیں نہ علماء میں اور تمثیل نجوم کی علمار پر صادق ہے نہ اوصیا پر تو اس علامہ کی تقریر سے ظاہر ہوا کہ حدیث اصحابی کالنجوم میں اصحاب سے مراد اہل بیت نہیں ہیں بلکہ علماء ہیں اور اس سے ہمارے دونوں مطلب ثابت ہوگئے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور مراد لفظ اصحاب سے اہل بیت نہیں ہیں اگر اس روایت پر سیری نہ ہو وے اور حضرات امامیہ کو اپنے اور بزرگوں کی تصدیق سننے کی خواہش ہو تو اور بھی سنیں اور تیسرے طریق سے اس حدیث کے مضمون کی صحت پہ سند لیں شیخ صدوق نے معانی الاخبار میں لکھا ہے کہ (حدثنا محمد بن الحسن احمد الولید رحمہ اللہ قال حدثنا محمد بن الحسن الصفار

---

[1] اس حدیث کے مذکور ہونے سے کتب امامیہ میں جو صدمہ حضرات امامیہ کو ہے اس کا بیان نہیں ہو سکتا چنانچہ جو تحریریں باہم منشی سبحان علی خاں صاحب اور ان کے دینی بھائی نور الدین کے ہوئی ہیں وہ اس پر شاہد ہیں ہم انتخاب اس کا یہ رسالۃ المکاتیب فی رویۃ الغالیب والغرابیت مطبوعہ ۱۲۶۸ھ سے نقل کرتے ہیں وہو ہذہ۔ انتخاب خط سبحان علی خاں بنام مولوی نور الدین منقول از صفحہ ۱۶۔ رسالۃ المکاتیب چنانچہ الی بے پایان از بودن سند حدیث اصحابی کالنجوم وہ طریق شیعہ و تحریر عدم دریافت برداشتہ ام برائے خلاندور قے گردد کہ چگونہ و چسان سند پیدا کردہ ہر گاہ سند چنیں احادیث در طریق شیعہ یافتہ شود باز سر را بکدام سنگ توان زد جواب از مولوی نور الدین منقول صفحہ ۱۴۱۔ ایضاً حیرت و تشویش ماسے از بہر سانیدن سند حدیث نجوم کہ ناصب را اتفاق افتادہ بجائے خود ست ملا دافقیر در بعضے از مجلدات بحار دیدہ بودم کہ بعضے از مسترشدین نوشتہ اند کہ حقیقت الیست کہ ایں حدیث از جلد اما ثورست و تحلیف لفظے دراں راہ نیافتہ آرے نواصب تحریف معنوی مبادرت کردہ اند کہ ایں حدیث را بر اہل رفت فرود آوردند و در تیہ ضلالت حیران و سرگرداں ماندند و نہ دریافتند کہ حضرت خاتم المرسلین کسانے را نجوم ہدایت فرمودہ اند کہ حال شان در زمان سعادت تواماں آنجناب و بعد از وفات شریف بر نہج واحد بود نہ کسانیکہ مصداق آمنوثم کفروا ثم ازدادوا کفراً گردیدند الی قولہ و بندہ را حیرتے کہ در خصوص ایں

عن الحسن بن موسیٰ الخشاب عن غیاث بن کلوب عن اسحٰق ابن عمار عن جعفر بن محمد عن آبائہ علیہم السلام قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما وجدتم فی کتاب اللہ عزوجل فالعمل لکم بہ لا عذر لکم فی ترکہ مالم یکن فی کتاب اللہ عزوجل و کانت فیہ السنۃ منی فلا عذر لکم فی ترک سنتی ومالم یکن سنۃ منی فما قال اصحابی فقولوا بہ انما مثل اصحابی فیکم کمثل النجوم بایہا اخذ اہتدی بای اقاویل اصحابی اخذتم اہتدیتم واختلاف اصحابی لکم رحمۃ) یعنی امام جعفر صادق نے فرمایا کہ فرمایا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو پاؤ تم خدا کی کتاب میں اس پر عمل کرو کوئی عذر تمکو اس کے ترک پر نہیں ہو سکتا اور جو کچھ میرے اصحاب نے کہا ہو کیونکہ میرے اصحاب تمہارے بیچ میں ایسے ہیں جیسے کہ ستارے جس طرح پر جس کسی ستارے کو کوئی لے لے راہ پر پہنچ جائے گا اسی طرح پر میرے اصحاب ہیں جس کسی قول کو میرے اصحاب کے تم لے لوگے ہدایت پاؤ گے۔ اور میرے اصحاب کا اختلاف تمہارے واسطے رحمت ہے اس حدیث کی صحت میں کسی کو کلام نہیں اس لئے کہ علامہ طبرسی نے احتجاج میں اور مُلا باقر مجلسی نے بحار الانوار میں اس کی تصدیق کی ہے پس یہ حدیث معناً مطابق حدیث سابق کے ہے بلکہ اختلاف اصحابی لکم رحمۃ کا فقرہ اور زیادہ ہے پس انکار حدیث سابق سے جو عیون اخبار میں مذکور ہے تکذیب امام موسیٰ رضا کی ثابت ہوتی ہے لیکن اگر ہم اس حدیث کو جو عیون اخبار میں مذکور ہے کان لم یکن سمجھیں اور اسی حدیث کو جو معانی الاخبار سے ہم نے نقل کی صحیح جانیں تب بھی مطلب ہمارا فوت نہیں ہوتا اس لئے کہ جو الفاظ اس حدیث کے ہیں وہ بھی دبدبہ ہمارے قول کے ہیں، باقی رہی تاویل و تحریف علمائے امامیہ کی اسکی نسبت بھی ہم بحث کرتے ہیں اور جو کچھ تاویلات انہوں نے کئے ہیں اس کو ظاہر کرتے ہیں۔ واضح ہو کہ شیخ صدوق نے اس حدیث کو جس طرح اُوپر ہم نے

(بقیہ حاشیہ) امر سترن ازاں جہت کہ امر باقتدار فلاں و فلاں لازم می آید بلکہ حیرت ازانست کہ بعد از امام امت بدو چیز عظیم القدر یعنی قرآن و عترت ارشاد میفرمایند کہ اصحاب من مثل ابوذر و سلمان و حذیفہ و مقداد و ابن مسعود نجوم ہدایت اند ہر کہ اقتدا کنید راہ دین و نجات خواہد یافت دستدی خواہید شد چہ محمل داشتہ باشد و مزید حیرت آنکہ بعضے از علما می گویند کہ مراد اہل البیت اند و ہمچنین بہ بعضے از اخبار و آثار کہ خلاف آنرا شیخ ابن بابویہ غالباً در ہدایہ نقل کردہ تشبث دارند و بصورت قطع نظر از ایں تخالف مذکور حدیث اول ہم معارض مے شود والا باید کہ ایں بزرگان قابل شیوخ باشند معاذ اللہ حال اہل بیت ہم مانند اصحاب بود کہ جمعے براہ احداث و ردت رفتند و بعضے برحال خویش راسخ ماندند و لم یقل بہ احد الی قولہ لہذا حیرت بندہ دریں باب نسبت بہ حیرت جناب مضاعف خواہم بود سخت حیرت ہا و ملام کہ کفہائے دست ما با ہم میسائیم ارتعاد قلب و جگر خدام بر جائے خود ست بمقتضائے بشریت نمیتوان گفت کہ دردی نیست ۱۲۔

marfat.com

نقل کیا لکھ کر یہ الفاظ اور بڑھا دیئے ہیں (فقیل یا رسول اللہ من اصحابک قال اہلبیتی) کہ جب حضرت پیغمبر خدا نے فرمایا کہ اصحاب میرے مثل ستاروں کے ہیں اور اُن کا اختلاف رحمت ہے تب پوچھنے والے نے پوچھا کہ یا حضرت آپ کے اصحاب کون ہیں حضرت نے جواب دیا میرے اہل بیت انہیں الفاظ پر صاحب استقصاء نے اپنے جواب کو جو حدیث سابق کی نسبت ہے استدلال کیا تھا اور حدیث سابق کا ان لفظوں سے جواب دیا ہے[1] (پس اگر در حدیث عیون جواب آنحضرت متعلق بہر دو حدیث باشد و معنایش آن باشد کہ ازیں حدیث نجوم ہم مراد اصحاب اند مخالفت و منافقت با حدیث معانی الاخبار و امثالِ آن لازم می آید لہذا یا لبداہت قطعاً ثابت شد کہ جواب امام رضا علیہ السلام متعلق بہر دو حدیث نیست بلکہ آنحضرت فقط حال حدیث و عوالی اصحابی بیان فرمودہ و تفسیر آن با صحابیکہ متغیر و متبدل نہ شدند نمودہ زنگ شبہہ از خاطر اہل ایمان زدودہ) لیکن اس جواب میں بھی چند نقص ہیں (اوّل) ہم اس عبارت زائد کو صحیح نہیں سمجھتے اور اس کو تحریف شیخ صدوق کی جانتے ہیں کہ حضرت نے اپنے مذہب کے موافق یہ الفاظ بڑھا دیئے ہیں اور یہ صرف ہم اپنی بدظنی سے نہیں کہتے اور ہم شیخ صدوق پر تہمت نہیں لگاتے بلکہ خود انہیں کے علماء اُن کی نسبت ایسا خیال کرتے ہیں اور اُن کو تحریف کے فن میں استاد جانتے ہیں اگر کسی کو شک ہووے تو وہ ملا باقر مجلسی کی بحار الانوار کو دیکھے کہ ملائے موصوف نے شیخ صدوق کی نسبت کیا فرمایا ہے ایک حدیث میں جو ابی بصیر سے الفاظ شار ماشاء کے معنی میں منقول ہے صدوق صاحب نے تحریف کی اور الفاظ حدیث کو کم زیادہ کر دیا اور جن لفظوں سے کافی میں منقول تھے نقل نہ کیا اُس پر ملا باقر مجلسی نے یہ الفاظ شان میں حضرت کے لکھے ہیں (ہذا الخبر ماخوذ من الکافی و فیہ تغیرات عجیبۃ تورث سوء الظن بالصدوق وانہ انما فعل ذلک لیوافق مذہب اہل العدل وفی الکافی ہکذا الخ) کہ یہ خبر کافی سے لی گئی ہے اور اس میں عجیب تغیر و تبدل اس لئے کی ہے کہ اہل عدل کے مذہب کے موافق ہو جاوے اور الفاظ حدیث کافی کے اس طرح پر ہیں فقط کہ اس کو لکھ کر ملا مجلسی نے الفاظ حدیث کافی کے نقل کئے ہیں پس باقرار ملا باقر مجلسی کے ثابت ہوا کہ حضرت شیخ صدوق ذرا ذرا بات پر الفاظ حدیث کے بدل دیتے تھے اور واسطے موافق کرنے ساتھ

---

[1] اگر "حدیث عیون" میں آنحضرت کا جواب دونوں احادیث سے متعلق ہوتا تو اس کے معنی یہ ہوں گے حدیث عیون میں نجوم سے بھی صحابہ مراد ہوں اور یہ حدیث معانی الاخبار کے مخالف و متضاد ہے۔ اس لئے یہ اتنا ثابت ہوا کہ امام موسیٰ رضا کا جواب دونوں احادیث سے متعلق نہیں ہے بلکہ آپ نے حدیث "عوالی اصحابی" بیان فرمائی اور اس سے وہ اصحاب مراد لئے جنہیں تغیر و تبدل نہیں ہوا اور یہ بیان کر کے آپ نے مومنوں کے دل پر زنگ کے شبہات کے بجائے صیقل فرما دی ۱۲

اپنے مذہب کے اماموں کی احادیث میں تغیر و تبدل کر دیا کرتے تھے پس اگر اس حدیث میں جس سے صحابہ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے اور جسکی صحت سے کل مذہب ہی باطل ہوا جاتا ہے کچھ الفاظ زائد کر دیئے ہوں تو کیا عجب ہے بلکہ یقین کرنا چاہیئے کہ ضرور انہوں نے آخیر فقرہ بڑھا دیا ہے اور کیوں نہ بڑھاتے اسلئے کہ اگر حدیث کو انہیں لفظوں پر ختم کر دیتے اور اصحاب کا پیغمبر صاحب کی زبان سے مثل ستاروں کے ہونا اور اُن کی اقتدار کرنا تسلیم کر لیتے تو پھر اپنے مذہب کو کس طرح بچاتے اس لئے ہم بھی ملا باقر مجلسی صاحب کے ساتھ اتفاق کرتے ہیں اور حضرت شیخ صدوق کے حق میں اس حدیث میں الفاظ زائد کرنے کی نسبت وہی الفاظ کہتے ہیں کہ (انما فعل ذلک لیوافق مذہب اہل العدل) لیکن اگر کسی کو اس پر اطمینان نہ ہو اور باوجود اقرار ملا مجلسی کے صدوق کی تحریف و تغیر پر یقین نہ آوے تو ہم چند دلیلوں سے ثابت کرتے ہیں کہ الفاظ (فقیل یا رسول اللہ من اصحابک فقال اہل بیتی) بڑھائے ہوئے ہیں۔

پہلی دلیل:۔ مولوی علی بخش خاں صاحب بہادر اپنے ایک رسالے میں فرماتے ہیں کہ اصحابی کا لفظ معما تھا یا پہیلی اور چیستان تھی کہ جس کے پوچھنے کی ضرورت ہوتی اور سننے والا نہ سمجھتا، اور بالفاظ من اصحابک استفسار کرتا پس یہ سوال خود اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ اپنی طرف سے بڑھایا ہے

دوسری دلیل:۔ اس حدیث سے اختلاف اصحاب کا ثابت ہوتا ہے اور موافق اصول شیعوں کے اہل بیت مراد لینا جائز ہو گا اور اختلاف اصحابی لکم رحمۃ کے فقرے کے کیا معنی ہوں گے؟ چنانچہ خود اسی حدیث میں بعد ان الفاظ کے جو ہم نے نقل کئے شیخ صدوق صاحب یہ فرماتے ہیں کہ (قال محمد بن علی مولف ہذا الکتاب ان اہل بیت علیہم السلام لا یختلفون ولکن یفتون الشیعۃ بمر الحق وانما افتوہم بالتقیہ فما یختلف من قولہم فہو التقیہ والتقیہ رحمۃ للشیعۃ) کہ مولف اس کتاب کا کہتا ہے کہ اہلبیت علیہم السلام تو کچھ اختلاف نہیں کرتے بلکہ اپنے شیعوں کو صحیح فتوی دیتے ہیں البتہ کبھی کبھی کوئی فتوی تقیے سے بھی کر دیتے ہیں پس اختلاف سے مراد تقیہ ہے اور تقیہ شیعوں کے حق میں رحمت ہے اگرچہ صدوق اور ان کے پیرو اس جواب پر ناز کریں مگر کوئی اہل عقل اس جواب کو پسند نہ کرے گا اس لئے کہ تقیہ کے معنی ہیں سچ بات کو بسبب خوف کے چھپانا اور جھوٹے کو ظاہر کرنا پس حضرات امامیہ کے سوائے دوسرا کون ہے جو جھوٹ بولنے کو رحمت سمجھے گا اور اختلاف اصحابی لکم رحمۃ کے حدیث کو تقیے پر محمول کرے گا۔ لیکن اگر ہم اختلاف کو تقیے پر منحصر سمجھیں تو گویا حدیث کے یہ معنی ہوئے کہ میرے اہل بیت کے جس قول پر کوئی عمل کریگا وہ ہدایت پاوے گا اگرچہ وہ قول باہم مختلف

marfat.com

ہوں اور ایک دوسرے سے مخالف ہوں اس لئے کہ اختلاف میرے اہل بیت کا رحمت ہے فقط اور یہ ظاہر ہے کہ ہزار ہا احادیث اور اقوال اماموں کے ایسے ہیں کہ جنکو اہل سنت ملنتے ہیں اور حضرات امامیہ اُن کو تقیے پر محمول کرتے ہیں لیکن جب تقیہ رحمت میں شمار کیا گیا تو سنیوں کا اُن اقوال پر عمل کرنا جو اماموں نے براہ تقیہ کے فرمائے عین ہدایت ٹھہرا اور نہ اگر تقیے کے قولوں پر عمل کرنیوالے خطا پر ہوں اور گمراہ ٹھہرائے جاویں تو پھر معنی ان الفاظ کے کہ (بای اقاویل اصحابی اخذتم اہتدیتم واختلاف اصحابی لکم رحمتہ) کے کیا معنی ہوں گے اور کوئی یہ نہ خیال کرے کہ ایمۂ کرام نے جو اقوال اور احکام براہ تقیہ کے فرمائے ہیں وہ مجمل اور مشترک المعنی نہیں ہیں بلکہ نہایت صاف اور صریح ہیں اور یہ بھی کوئی نہ سمجھے کہ اُنہوں نے وقت کہنے ان اقوال اور دینے ان احکام کے اس کا خیال نہیں کیا کہ پوچھنے والا اور سننے والا گمراہ ہوگا بلکہ جان بوجھ کر سوچ سمجھ کر اُن ؑ اقوال کو فرمایا ہے کہ پوچھنے والا اُس پر یقین کرے اور کسی طرح پر اُس کو اس قول کی صداقت میں شبہ نہ رہے جیسا کہ علمائے امامیہ نے اس کو خود بیان کیا ہے چنانچہ میر باقر داماد نبراس الضیاء میں فرماتے ہیں کہ جو فتوے ائمہ کرام نے موافق قاعدہ تقیہ کے دیئے ہیں کہ ان سے غرض تعلیم ہے تاکہ اسکا جواز بیان کیا جائے کہ وقت ضرورت کے اُس پر عمل کیا جاوے اور با امید اسکے کہ مومنین کو حق بات بتلا ہی دی گئی ہے اور ان میں سے بعض ایسے ہیں کہ جو ایسے پوچھنے والے نے پوچھے کہ اپنے باطل مذہب پر فریفتہ تھا اور اپنے دین کج پر اعلے درجے کا غلو رکھتا تھا تو ایسے شخص کو ائمہ کرام نے اسی کے دین و مذہب کے موفق فتوے دیدیئے اسلئے کہ نہ اسکی ہدایت پانے کی اُمید تھی نہ راہ راست پر آنے کا یقین تھا پس جب اماموں نے خود دیدہ و دانستہ پوچھنے والے کو فتویٰ اس کے دین و مذہب کے موافق بتلا دیا تو گو وہ فتویٰ مخالف اور روایتوں کے ہو لیکن بہ نسبت (اختلاف اصحابی لکم رحمتہ) کے پوچھنے والے کے حق میں رحمت ہو گیا اور بمقتضائے حدیث عیون اخبار کی تکذیب پر یہ دلیل بیان کی ہے کہ اگر وہ حدیث صحیح ہووے تو مخالفت دوسری حدیث سے جو معانی اخبار میں مذکور ہے لازم آتی ہے یہ دلیل بالکل پوچ ہے اس لئے کہ اگر عبارت زائد پر جو شیخ صدوق نے بڑھا دی ہے لحاظ نہ کیا جاوے تو دونوں حدیثوں کا مضمون موافق ہوتا ہے نہ مخالف اس لئے کہ عیون اخبار کی حدیث کے یہ الفاظ ہیں (اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم) اور معانی اخبار کی حدیث کے یہ الفاظ ہیں (ان مثل اصحابی فیکم کمثل النجوم بایہا اخذ اہتدی) پس ہم

لہ اصل عبارت اس کتاب کی بحث تقیہ میں منقول ہو گی ۱۲

نہیں جانتے کہ دونوں حدیثیں باعتبار معنیٰ کے کیونکر مخالف ہیں باقی رہی بحث عبارت زائد (فقیل یارسول اللہ من اصحابک) کے اس کو ہم تحریف شیخ صدوق کی سمجھتے ہیں اور اُسکے دلائل ہم اوپر بیان کر چکے ہیں پس اگر ہم تسلیم کریں کہ جو حدیث اصحابی کالنجوم کو امام موسیٰ رضا نے موضوع اور غیر صحیح فرمایا تو جب اس کی صحت امام باقر علیہ السلام کے بیان سے ہوتی ہے تو ایک امام کے قول سے دوسرے امام کی تکذیب لازم آتی ہے ہاں اگر معانی اخبار کی حدیث سے یہ ثابت ہوتا کہ حدیث اصحابی کالنجوم معنًا موضوع اور غلط ہے تو ہم صاحب استقصا کے جواب کو ان کے اصول کے مطابق تسلیم کر لیتے لیکن جب اس سے بھی اس کی صحت ثابت ہوتی ہے تو ہم نہایت تعجب کرتے ہیں کہ مؤلف موصوف نے حدیث معانی اخبار کے بیان کرنے میں سوائے اس کے کہ حدیث اصحابی کالنجوم کی صحت کو ایک دوسرے امام کے قول سے ثابت کر دیا کہ کیا فائدہ اپنے واسطے تصور کیا تھا علاوہ بریں غور کرنے کی بات ہے کہ اگر پوچھنے والا یہ سوال نہ کرتا کہ اصحاب سے مراد کون لوگ ہیں تو یہ کسی کو نہ معلوم ہوتا کہ اصحاب سے مراد اہل بیت ہیں پس کیونکر قیاس میں آوے کہ اگر پیغمبر خدا یہ حدیث شان میں اہل بیت کی فرماتے تو وہ ایسا لفظ استعمال کرتے جس کا اطلاق عرفًا اہل بیت پر نہ ہوتا اور کیونکر عقل قبول کرے کہ اصحاب کے لفظ کو سائل نہ سمجھا ہوگا اور ان سے اس کے معنی حضرت سے پوچھے ہوں گے اس لئے کہ ہم اکثر احادیث میں دیکھتے ہیں کہ لفظ اصحاب کا آیا ہے اور پھر کسی ایک میں بھی ایسا سوال نہیں دیکھتے مثلاً حدیث (دعوا لی اصحابی) کو دیکھنا چاہیئے کہ خود صاحب استقصا اس کو صحیح بتلاتے ہیں اور امام موسیٰ رضا کی تصدیق کو اسی پر ختم کرتے ہیں تو اس کے بعد یہ عبارت نہیں ہے (فقیل من اصحابک) تو کیونکر ہم جانیں کہ کبھی کسی شخص نے اصحاب کے لفظ کو پیغمبر صاحب سے سن کر اس کے معنی نہ سمجھا اور بدول اس کی شرح دریافت کرنے کے سامع سے نہ رہا گیا وہذہ (مایضحک علیہ الصبیان) (چوتھی دلیل) اگر ہم اس عبارت زائد کو جو معانی اخبار کی حدیث میں ہے موافق قول صدوق کے تسلیم بھی کریں اور عیون اخبار کی حدیث کو معانی اخبار کی حدیث سے مخالف ہونا بھی قبول کریں تب بھی صرف اس وجہ سے کہ دونوں میں مخالفت ہے یہ کیا ضرور ہے کہ عیون اخبار کی حدیث کو غلط ٹھہرا دیں بلکہ ٹھہرانے کی ضرورت ہی نہیں ہے فقط اخیر کا جو زیادہ ہوا فقرہ دور کر کے دونوں حدیثوں کا اختلاف دور کر دیں علاوہ بریں ہمکو صاحب استقصا کے اس امر پر نہایت تعجب آتا ہے کہ ذرہ اختلاف کے سبب سے ایک حدیث کو غلط ٹھہراتے ہیں اسلئے کہ حضرت محدثین اور علمائے ایسی احادیث اور اقوال نہیں بیان کئے کہ جنکے اختلاف پر تعجب

ہو وے ائمہ کرام اسی کا افسوس کرتے رہے مجتہدین متاخرین اسی غم میں مر گئے اور احادیث کا اختلاف دور نہ کر سکے پس جب اختلاف درجۂ غایت پر پہنچ گیا ہو اور باوجود مساعی جمیلہ متقدمین کے اس کا رفع ہونا محالات میں سے ٹھہر گیا ہو تو ایک دو حدیث کے اختلاف پر کیوں اس قدر افسوس ہے تعجب ہے صاحب استقصا کی ذات سے کہ حضرت نے اپنے امام اعظم طوسی کا قول ملاحظہ نہیں فرمایا کہ جس میں اقرار کیا کہ فقط کتاب تہذیب میں پانچ ہزار سے زیادہ حدیثیں ہیں جو باہم متعارض اور متناقض ہیں اور جن کا تعارض ہزار تاویل اور تحریف معنوی سے چھپانا چاہا اور نہ چھپ سکا چنانچہ ان کے امام اعظم کی تقریر جو صاحب فوائد مدنیہ نے نقل کی ہے یہ ہے۔
(وقد ذکرت ما ورد عنہم علیہم السلام من الاحادیث المختلفۃ التی تختص الفقہ فی کتاب المعروف بالاستبصار وفی کتاب تہذیب الاحکام ما یزید علی خمسۃ آلاف حدیث وقد ذکرت فی اکثرہا اختلاف الطائفۃ فی العمل بہا وذلک اشہر من ان یخفی) اور یہ نہ خیال کرنا چاہیئے کہ یہ اختلاف صرف راویوں کے سبب سے ہے بلکہ حضرات امامیہ اس کا اقرار کرتے ہیں کہ یہ اختلاف خود ائمہ کی طرف سے ہے چنانچہ ملا باقر مجلسی نے بحار الانوار میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہا کہ کوئی شی سخت زیادہ ہم پر اس سے نہیں ہے کہ ہمارے آپس میں بڑا اختلاف ہے تب امام نے جواب دیا کہ یہ اختلاف میری طرف سے ہے[1] اور اسی میں بروایت زرارہ کے لکھا ہے کہ اس نے امام باقر علیہ السلام سے ایک مسئلہ پوچھا حضرت امام نے اس کو کچھ جواب دیا اس کے بعد ایک دوسرا شخص آیا اور اس نے بھی وہی مسئلہ پوچھا اس کو برخلاف پہلے جواب کے جواب دیا کہ پھر تیسرا شخص آیا اس کو دونوں جوابوں کے برخلاف جواب دیا جب وہ دونوں آدمی چلے گئے تب میں نے کہا کیا ابن رسول اللہ اس کا کیا سبب ہے کہ دو آدمی اہل عراق سے آئے اور وہ دونوں آپ کے شیعوں میں سے تھے اور آپ نے دونوں کو جواب ایک دوسرے سے خلاف دیا ہے امام نے فرمایا کہ یہی ہمارے حق میں بہتر ہے اور اسی میں ہماری تمہاری خیریت ہے اگر اس میں تم سب مختلف نہ ہو اور ایک بات پر متفق ہو جاؤ تو لوگ تم کو نہ چھوڑیں اور ہم تم زندہ نہ رہنے پاویں اور پھر زرارہ کہتا ہے کہ جب امام جعفر صادق سے اس امر کو میں نے پوچھا تو انہوں نے بھی اپنے پدر بزرگوار کے موافق جواب دیا[2] اور یہ کوئی نہ سمجھے کہ فقط ایک مسئلے میں دو تین ہی مختلف

[1] وہذہ عبارۃ عن محمد ابن بشیر وحریز عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال قلت لہ انہ لیس شیئ اشد علی من اختلاف اصحابنا قال ذالک من قبلی ۱۲۔ [2] وہذہ عبارۃ عن زرارۃ عن ابی جعفر قال سالتہ عن مسئلۃ فاجابنی قال ثم جاء رجل

بقیہ صہ ۱۰۱ پر

marfat.com

احکام ایمۂ کرام دیا کرتے تھے بلکہ ستر تک نوبت پہنچتی تھی جیسا کہ بحار الانوار میں امام جعفر صادق سے منقول ہے کہ امام موصوف فرماتے ہیں کہ میں ایک بات میں ستر پہلو رکھتا ہوں جس سے چاہوں نکل جاؤں[1] غرضکہ ان اختلافات کو کوئی کہاں تک بیان کرے جس کو اس باغ کی بہار دیکھنا ہو وہ (باب کتمان الدین عن غیر اہلہ) کو بحار الانوار سے نکال کر ذرا سیر کرے پس جبکہ اختلاف احادیث کا یہ حال ہو اور خود حضرات ایمۂ ایک بات میں ستر بات پیدا کرتے ہوں اور ایک وقت میں ایک سوال کے جواب میں اپنے مطمئن شیعوں کو ایسے مختلف جواب دیتے ہوں جنہیں سے ایک کو دوسرے سے نسبت نہو اور اسی میں اپنی اور اپنے شیعوں کی خیریت سمجھے ہوں تو پھر صاحب استقصار دو حدیثوں کے اختلاف پر کیوں تعجب کرتے ہیں اور کس لئے اُن کی تطبیق کی فکر فرماتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ یہ اختلاف اُن منافقوں اور جھوٹوں نے کیا ہے جنکو ائمہ اپنے پاس آنے نہ دیتے تھے اور وہ ائمہ کو بدنام کرتے تھے اور اپنی طرف سے حدیثیں اور باتیں بناکر اُن کی طرف منسوب کرتے تھے اور ائمہ کرام اُن سے بیزاری ظاہر کرتے تھے اور اُن پر لعنت کرتے تھے اور ان کو کاذب اور ملعون کہتے تھے اور وہ اپنی جھوٹی بنائی ہوئی باتوں کو ائمہ کی طرف منسوب کرتے تھے اور اس امر کو ہم آئندہ شیعوں کی کتابوں سے ثابت کریں گے انشاء اللہ تعالےٰ۔

دوسری شہادت۔ صحیفۂ کاملہ میں جس کا ایک ایک لفظ حضرات امامیہ کے نزدیک صحت اور اعتبار میں کم از الفاظ قرآنی نہیں ہے لکھا ہے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثناء کے اصحاب اور ان کے تابعین کی نسبت ان لفظوں سے دُعا کرتے تھے (اللّٰھم و اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاصۃ الذین احسنوا الصحابۃ والذین ابلوا البلاء الحسن فی نصرہ[2] الخ) کہ خداوندا رحمت نازل کر اوپر اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص

(بقیہ حاشیہ) فسالہ عنہا فاجابہ بخلاف ما اجابنی واجاب صاحبی فلما خرج الرجلان قلت یا ابن رسول اللہ رجلان من اہل العراق من شیعتک قدما یسئلان فاجبت کل واحد منہا بغیر ما اجبت بالآخر فقال یا زرارۃ ان ہذا خیر منا وابقی لنا ولکم لو اجتمعتم علی امر واحد لقصدکم الناس ولکان اقل بقائنا وبقائکم فقلت لابی عبد اللہ شیعتکم لو حملتموہم علی الاسنۃ وعلی الدبا لضواہم یخرجون من عندکم مختلفین قال فسکت اعدت ثلث مرات فاجابنی بمثل جواب ابیہ ۱۲

[1] وہذہ الفاظ عن ابی عبد اللہ قال انی لاتکلم سبعین وجہا لی فی کلہا المخرج ۱۲

[2] وکانفوہ واسرعوا الی وفادتہ وسابقوا الی دعوتہ واستجابوا لہ حیث اسمعہم حجۃ رسالاتہ وفارقوا الازواج والاولاد فی اظہار کلمتہ وقاتلوا الآباء والابناء فی تثبیت نبوتہ وانتصروا بہ ومن کانوا منطوین علی محبتہ یرجون تجارۃ لن تبور فی مودتہ والذین ہجرتہم العشائر (باقی)

کرا اُوپر ان اصحاب کے جنہوں نے حق صحبت نہایت خوبی سے ادا کیا اور جنہوں نے سب طرح کی مصیبتوں اور ایذاؤں کو اُس کی اعانت میں گوارا کیا اور جنہوں نے مل کر اس کی مدد میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑا اور جنہوں نے اس کی رسالت کے قبول کرنے میں بڑی جلدی کی اور اس کی دعوت کی اجابت میں سبقت کی جب ان کو پیغمبر خدا نے اپنی پیغمبری کی حجتیں بتائیں انہوں نے بلا توقف قبول کیا اور اُن کے کلمے کے ظاہر کرنے میں اپنے لڑکے بالوں جورو بچوں کو چھوڑا اور اُن کی نبوت کے ثابت کرنے میں اپنے باپ اور بیٹوں کو قتل کیا جب انہوں نے پیغمبر کا دامن پکڑا تو اُن کے کنبے قبیلے کے لوگوں نے ان کو چھوڑ دیا اور جب وُہ پیغمبر کے قرابت کے سائے میں آئے تب اُن کے رشتہ داروں نے اُن سے رشتہ توڑ دیا پس خدایا مت بھُولنا تو اُن باتوں کو جو پیغمبر کے اصحاب نے تیرے واسطے اور تیرے پیچھے چھوڑا اور راضی کر دینا اُن کو تو اپنی رضامندی سے اسلئے کہ اُنہوں نے خلق کو تیری طرف جمع کر دیا اور تیرے پیغمبر کے ساتھ دعوت اسلام کا حق ادا کیا الٰہی وہ شکر کرنے کے لائق ہیں کہ انہوں نے اپنی قوم اور کنبے کے گھر اور اپنے وطن کو تیرے پیچھے چھوڑا اور عیش و آرام کو ترک کر کے مضیق معاش کو تیرے لئے اختیار کیا اور خداوند اُن کے تابعین کو جزائے خیر دے جو کہ دُعا کیا کرتے ہیں کہ پروردگار ہماری مغفرت کر اور ہمارے اُن بھائیوں کی جو ہم میں سے ایمان میں سبقت لے گئے ہیں کیسے تابعین جو اُن اصحاب کی چال پر چلتے ہیں اور اُن کے آثار کی پیروی کرتے ہیں اور اُن کی ہدایت کی نشانیوں کی اقتدا کرتے ہیں جن کو کوئی شک اُن کی نصرت میں نہیں ہوتا اور جن کے دل میں کوئی شبہ اُن کے آثار کی پیروی میں نہیں آتا کیسے تابعین جو معاون اور مددگار اصحاب کے ہیں اور جو اپنا دین اُن کے دین کے موافق رکھتے ہیں اور جو اُن کی ہدایت کے مطابق ہدایت پاتے ہیں اور اصحاب سے اتفاق رکھتے ہیں اور جو کچھ اصحاب نے اُن کو پہنچایا اس میں اُن پر کچھ تہمت

(بقیہ حاشیہ) اذ تعلقوا بعروته وانتفت منهم القرابات اذ سكنوا فی ظل قرابته فلا تنس لهم اللهم ما تركوا لك وفيك وارضهم من رضوانك وبما حاشوا الخلق عليك وكانوا مع رسولك دعاة لك اليك واشكرهم على هجرهم فيك ديار قومهم وخروجهم من سعة المعاش الى ضيقه ومن كثرت فی اعزاز دينك من مظلومهم اللهم واوصل الى التابعين لهم باحسان الذين يقولون ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذين سبقونا بالايمان خير جزائك الذين قصدوا سمتهم وتحروا وجهتهم ومضوا على شاكلتهم لم يثنهم ريب فی بصيرتهم ولم يختلجهم شك فی قفو آثارهم والائتمام بهداية منارهم مكانفين ومؤازرين لهم يدينون بدينهم ويهتدون بهديهم يتفقون عليهم ولا يتهمونهم فيما ادوا اليهم اللهم وصل على التابعين من يومنا هذا الى يوم الدين وعلى ازواجهم وعلى ذرياتهم ۱۲

نہیں کرتے ہیں اور خدا یا رحمت نازل کر اُن اصحاب کی تبعیت کرنے والوں پر آج کے دن سے جسمیں ہم ہیں قیامت تک اور اُن کی ازواج اور ذریات پر فقط۔ اے مسلمانو اس دعا کی لفظوں پر خیال کرو اور اُن کے معنی غور سے سوچو اور سمجھو کہ امام زین العابدین علیہ السلام نے دعا میں کن لفظوں سے پیغمبر صاحب کے اصحاب کو یاد فرمایا اور ان کے محامد اور اوصاف کو کس خوبی سے بیان کیا ہے اور اُن کی کوششوں اور مصیبتوں کو جو راہِ خدا میں اُٹھائیں کس طرح پر ظاہر کیا ہے اور اُن کے حق میں کس سوزِ دل سے دُعا فرمائی ہے کون شخص ہے کہ جو دعوی ایمان اور اسلام کا رکھتا ہو وہ بعد سننے اس دُعا کے پھر صحابہ کی فضیلت میں شک کرے گا اور کون آدمی ہے کہ جو ائمہ کرام کی امانت کو اصول دین سے سمجھتا ہوگا اور ان کے قول اور فعل پر عمل کرنیکا دعوی رکھتا ہوگا وہ امام کی زبان سے ایسی تعریفیں صحابہ کی سُنکر اُن کا معتقد نہ ہوگا پوشیدہ نہ رہے کہ جب ہم صحابہ کے فضائل میں احادیث اور اقوال کو اپنی کتابوں سے نقل کرتے ہیں تو حضرات اُنکو موضوع اور غلط کہہ دیتے ہیں اور جب اُن کی کتابوں سے ائمہ اکرام کے اقوال کو سند لاتے ہیں تو اس کو تقیہ پر محمول فرمادیتے ہیں لیکن یہ دُعا صحیفہ کاملہ کی ایسی ہے کہ جس پر احتمال تقیے کا بھی نہیں ہوسکتا اس لئے کہ یہ وُہ دعا ہے جو امام زین العابدینؓ مناجات میں بوقت خلوت حالتِ خاص میں خدا سے کیا کرتے تھے اور رازونیاز کے وقت اصحاب رسول کی تعریفیں خدا کے رُوبرو کر کے اُن پر درود بھیجا کرتے تھے اور اُن کی کوششوں اور مصیبتوں کو جو خدا کی راہ میں اٹھائیں بیان کر کے خُدا سے اُن کے لئے طلب رحمت کیا کرتے تھے پس اسوقت نہ کسی کا خوف تھا نہ کسی سے اندیشہ کہ جس سے ضرورت تقیہ کرنے کی ہوتی پس اس دُعا میں احتمال تقیہ کی بھی گنجائش باقی نہیں رہی اور امام کی زبان سے اعلی درجہ کی تعریف اصحابِ رسول کی ثابت ہوگئی پس حضرات امامیہ کو چاہیئے کہ اوّل سے آخر تک اس دُعا کو دیکھیں اور لفظ لفظ پر غور فرماویں اور انصاف کریں کہ جب امام علیہ السلام مناجات میں ایسی ستائش اصحاب کی کریں اور ان کی تابعین کے حق میں دعائے خیر فرماویں اور بالفاظ (وارضهم من رضوانك واشكرهم على هجرهم فيك) اُن کے لئے رضائے ایزدی کے طالب ہوں اور ان کے مصائب اور تکالیف کو ذریعہ رضوان الٰہی کا جانیں اور ان کو باعثِ ترقی دینِ اسلام کا فرماویں اور پھر بھی ائمہ کی اطاعت کے دعوی کرنے والے اور اپنے آپ کو قدم بقدم ائمہ کے طریقوں پر چلنے والے اپنے آپ کو امامیہ کہنے والے برخلاف اس

marfat.com

کے اصحاب رسول کی برائیاں بیان کریں اور اُن کی ہجو و مذمت کو شعائر دین سے ٹھہرادیں اور ان کی عیب جوئی میں شب و روز صرف اوقات کریں اور ان کے محامد و اوصاف سے اغماض کرکے مطاعن کے اظہار میں مصروف رہیں اور بجائے دعائے خیر اور طلب رحمت کے ان کے حق میں بددعا کرنے کو عبادت جانیں اور اُن کی پیروی کو ذریعہ ضلالت و گمراہی کا سمجھیں اور جو کوئی اُن کی چال پر چلنا چاہیئے اس کو دائرہ اسلام سے خارج جانیں اور جو کوئی اُن پر تہمت کرے اور اُن سے دشمنی رکھے اس کو بڑا مومن پاک تصور کریں معلوم نہیں کہ ان حضرات کی اصطلاح میں محبت اور ایمان کے کیا معنی ہیں اور عداوت اور کفر کا کیا مطلب ہے اہلسنت جو ائمہ کرام کے اقوال و افعال پر عمل کریں وہ خارجی اور ناصبی کہلاویں اور حضرات شیعہ جو اُن کے اقوال و افعال سے مخالفت رکھیں وُہ امامیہ اور دوست اہل بیت کے ٹھہریں (فاعتبروا یا اولی الابصار ان ہذا لشئ" عجیب) جاننا چاہیئے کہ اس دعا سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

(اول) امام کا اصحاب کے حق میں دعائے خیر کرنا اور اُن پر درُود بھیجنا اور اُن کے حق میں گمان نیک رکھنا (دوسرے) اُن اصحاب کا سب سے افضل ہونا جو سب سے اوّل ایمان لائے اور اصحاب رسولؐ کا خدا کی راہ میں ایذائیں اور مصیبتیں اُٹھانا اور خدا کے لئے گھر بار چھوڑ کر ہجرت کرنا اور پیغمبر کے پیچھے اُن کے قریب اور رشتے داروں کا اُن سے قرابت اور رشتہ چھوڑ دینا اور خدا کے دین میں داخل ہونے کے لئے لوگوں کو دعوت اسلام کی کرنا (تیسرے) اصحاب کے تابعین کی فضیلتیں اور اُن کی نشانیاں اب ہر ایک امر کی نسبت ہم علیحدہ علیحدہ بحث کرتے ہیں :۔

امر اوّل امام کا اصحاب کے حق میں دُعائے خیر کرنا

اصحاب کے حق میں دعائے خیر کرنا اور اُن کو نیکی سے یاد کرنا درحقیقت پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثنا کے حکم کی اطاعت کرنا ہے اس لئے کہ خود حضرت نے ان کے حق میں ایسا فرمایا ہے چنانچہ اوپر ہم عیون اخبار سے اس حدیث کو بیان کر چکے ہیں کہ حضرت پیغمبر خدا نے فرمایا کہ دعوا لی اصحابی کہ میرے اصحابوں کو میرے لئے چھوڑ دو اور میری صحبت کے حقوق کی اُن کے حق میں رعایت کرو اور اس کی تائید میں اور احادیث اور اقوال نقل کرتے ہیں (اوّل) حدیقہ سلطانیہ کی جلد سوم بحث نبوت میں جناب میر صاحب قبلہ فرماتے

marfat.com

ہیں کہ جب پیغمبر صاحب کا وقت وفات قریب آیا تو حضرت نے منبر پر جا کر اصحاب سے پوچھا
کہ میں کیسا پیغمبر تھا سبھوں نے عرض کیا کہ جو کچھ صبر خدا کی راہ میں آپ نے گوارا کیا اس
میں آپ نے گوارا کیا اس کی جزائے خیر خدا آپ کو دے تب حضرت نے اس کے جواب میں
فرمایا (خدا شمارا نیز جزائے خیر دہد) کہ یہ روایت صفحہ ۳۲۸۔ حدیقہ سلطانیہ میں موجود ہے پس
معلوم نہیں کہ اس وقت جب کہ ہزاروں اصحاب موجود تھے اور واسطے وداع پیغمبر خدا کے
مسجد میں جمع ہوئے تھے حضرت کا اُن سے مخاطب ہو کر یہ فرمانا کہ خدا تمکو جزائے خیر دے
کس امر پر محمول کیا جاوے اور کیونکر ایسے اصحاب کے حق میں گمان نیک نہ کیا جاوے۔
(دوسرے) تفسیر امام عسکری علیہ السلام میں لکھا ہے کہ ان رجلا من یبغض آل محمد واصحابہ او
واحدا منہم یعذبہ اللہ عذابا لو قسم علی مثل ما خلق اللہ لاہلکہم اجمعین) کہ اگر کوئی شخص دشمنی رکھے
آل محمد سے اور اصحاب محمد سے یا ایک سے بھی منجملہ اُن کے اس پر خدا ایسا عذاب کرے گا کہ
اگر وہ تقسیم کیا جاوے تمام خلق پر تو وہ سب ہلاک ہو جاویں پس جسطرح پر آل محمدؐ کی دشمنی
حرام ہے اسی طرح پر اصحاب محمدؐ کی عداوت حرام ہے (تیسرے) پیغمبر خدا نے اپنے اصحاب
کے سب و دشنام سے منع کیا ہے جو چنانچہ جامع اخبار میں کہ معتمدین کتب شیعہ سے ہے
منقول ہے (قال النبی من سبنی فاقتلوہ ومن سب اصحابی فاجلدوہ) کہ جو کوئی مجھے بُرا کہے
اس کو قتل کرو اور جو کوئی میرے اصحاب کو بُرا کہے اس کو دُرّے لگاؤ (چوتھے) کتاب مفتاح
الشریعت اور مفتاح الحقیقت میں جس کو ملا باقر مجلسی نے بحار الانوار میں اور قاضی نور
اللہ شوستری وغیرہ نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی طرف منسوب کیا ہے کہ غیبت بہت
بُرا عیب ہے اور بہتان اور افترا اُس سے بھی بڑھ کر ہے اور عوام آدمیوں کے حق میں غیبت
اور بہتان گناہ کبیرہ ہے نہ کہ اصحاب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں کتنا بڑا گناہ
ہوگا پس انکے حق میں اعتقاد نیک رکھنا ضروریات سے ہے انکے فضائل بیان کرنے میں رطب اللسان رہنا
چاہیئے اور انکے دشمنوں کی صحبت سے نفرت رکھنا چاہیئے کہ اس سے نفاق خفی دل میں پیدا ہوتا ہے الخ پس باوجود اسکے
کہ یہ روایتیں خود شیعوں کی کتابوں میں موجود ہوں اور پیغمبر خدا کا اور ائمہ کرام کا دعائے
خیر کرنا اصحاب کے حق میں ثابت ہو اور پھر وہ اصحاب کے کینے کو افضل عبادت جانیں اور
لعنت کرنے کو جو کہ خود انہیں پر لوٹتی ہے عمدہ ترین طاعت جانیں اور جس پر امام زین
العابدین اور دیگر ائمہ کرام درود بھیجیں اُن پر تبرا کریں اور اٹھتے بیٹھتے کھاتے پیتے سوائے

marfat.com

لعنت کے اپنی زبان پر دوسرا لفظ نہ لاویں اور بجائے لعنتیہ کے اپنے فرقے کا نام الملیہ رکھیں

امر دوم پیغمبر خدا کے یاروں کا ایمان کے سبب سے مصیبت اور ایذا پانا اور جو سب سے اول ایمان لائے انکا اوروں سے افضل اور بہتر ہونا

اس دعا سے امام علیہ السلام کی پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثنا کے اصحاب کرام کے جو فضائل ثابت ہوتے ہیں وہ یہ ہیں کہ ان کا پیغمبر صاحب کی مددگاری میں مصائب اور تکالیف کا پانا حضرت کی محبت میں اپنے بال بچوں اور گھر بار کو چھوڑنا اور اپنے وطن سے ہجرت کر جانا اثبات نبوت میں اپنے باپ بیٹوں عزیزوں کو قتل کرنا پیغمبر خدا کی دعوت کو قبول کرنا اور خلق خدا کی طرف جمع کر دینا ان فضائل کو امام نے اس تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے کہ کسی شیعہ کو کیسا ہی متعصب کیوں نہ ہو اس کی تکذیب اور تاویل کی جرأت باقی نہیں رہی اس لئے کہ کتاب صحیفۂ کاملہ ایسی معتبر کتاب ہے کہ حضرات شیعہ اس کو زبور آل محمد کہتے ہیں اور اس کے لفظ لفظ اور حرف حرف کو صحیح جانتے ہیں اور جو کچھ اس میں لکھا ہے اس کی تصدیق کرتے ہیں پس ان فضائل کو جو امام نے بیان کئے دیکھ دیکھ کر گو دل میں جلتے ہوں اور اپنے محدثین اور علما کو اس کی تصدیق و تصحیح پر برا بھلا کہتے ہوں لیکن کسی طرح پر اس کی تکذیب نہیں کر سکتے باقی رہی تاویل اس کی تین صورتیں ہیں (۱) یا یہ کہ فضائل کا مصداق سوائے صحابہ کے اور کسی کو گردانیں جیسا کہ حدیث اصحابی کالنجوم وغیرہ میں گردانا (۲) یا یہ کہ اس کو تقیے پر محمول فرمادیں جیسا اور احادیث ائمہ میں کیا ہے۔ (۳) یا یہ کہ اُن فضائل کو اپنے مقبولین صحابہ کے حق میں قبول کریں اور اکثر مہاجرین اور انصار کو خصوصاً خلفائے ثلثہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو اس سے خارج سمجھیں لیکن تینوں طرح سے تاویل کا دروازہ بند ہے اور سوا اس کے کہ موافق ہمارے مذہب کے ان فضائل کو تمام مہاجرین و انصار کی نسبت خصوصاً خلفائے ثلثہ کے حق میں تسلیم کریں اور دوسرا چارہ نہیں ہے چنانچہ ہم تینوں تاویلوں کا بطلان ثابت کرتے ہیں امر اول کہ مصداق ان فضائل کے اصحاب رسول نہیں ہیں اس کا خود کسی شیعہ نے دعویٰ نہیں کیا بلکہ ان فضائل کا صحابہ کی شان میں وارد ہونے کو اُن کے علمائے قبول فرمایا ہے چنانچہ صاحب نزہۃ اثنا عشریہ نے بجواب جلد چہارم تحفہ کے اس کو تسلیم فرمایا ہے وہذہ عبارتہ (کہ امامیہ[1] جمیع اصحاب را ممدوح و مجروح نمی دانند بلکہ

(۱ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

marfat.com

بسیاری از صحابہ عظام را جلیل القدر و ممدوح بلکہ از اولیای کرام میدانند و مستحق رحمت و رضوان ملک منان می پندارند در صحیفہ کاملہ کہ فرقہ حقہ آنرا زبور آل محمد گویند دعائیکہ از حضرت سید الساجدین علیہ السلام ماثور ست شاہد عدل ایں دعوی ست، رہا امر دوم کہ امام نے یہ فضائل براہ تقیہ کے بیان کئے ہیں اس کو بھی کسی عالم نے علمائے شیعہ سے بیان نہیں کیا اور کیونکر لفظ تقیہ کا اس موقع میں زبان پہ لاتے اس لئے کہ یہ فضائل جو امام نے بیان کئے وہ کسی ناصبی اور خارجی اور دشمن اہل بیت اور دوست صحابہ کے سوال کے جواب میں بیان نہیں فرمائے، کہ احتمال تقیہ کا ہوتا اور حضرات شیعہ یہ کہہ کہ امام نے بخوف جان آبرو سائل ناصبی کے ظلم سے بچنے کے لئے جھوٹی تعریف اصحاب کی کر دی کہ جان بچالیجائے بلکہ یہ تعریف امام نے خدائے جل شانہ سے بوقت دعا کی ہے جسوقت سوائے اُن کے اور خدا کے دوسرا نہ ہوتا تھا اور خلوت میں راز و نیاز کا دفتر پروردگار کے حضور میں کھولا جاتا تھا امام داعی ہوتے تھے اور مجیب ہوتا تھا پس خیال کرنا چاہیئے کہ اصحاب رسول کی عزت اور بزرگی امام کے دل میں کس درجہ پر تھی کہ ایسے راز و نیاز کے وقت میں بھی ان کو نہ بھولتے تھے اور جس طرح پر اپنے اور اپنے اہل بیت کے لئے دعا کرتے تھے اور انبیاء و رسل کے حق میں درود بھیجتے تھے اسی طرح پر اصحاب رسول کے لئے دُعا فرماتے تھے اور ان پر صلوات و رحمت کی استدعا کرتے تھے اگر کاش حضرت امام اللہم صل علی محمد و آل محمد و اصحاب محمد کہہ کر قناعت کرتے تو بھی کافی تھا اور دُعا کے وقت اُن کے محامد اور اوصاف کے دفتر کھولنے کی ضرورت نہ تھی مگر قربان امام سجاد علیہ السلام کی محبت اور انصاف کے کہ انہوں نے اتنے پر قناعت نہ کی اور اپنے خدا کے سامنے اپنے دادا کے یاروں کے ایمان اور مصائب اور تکالیف کی تفصیل بیان کر کے اُن پر رحمت نازل کرنے کے لئے دُعا کی اور نہ صرف دعا کی بلکہ مہاجرین کی محنتوں اور کوششوں اور مصیبتوں کا ذکر کر کے اُن کی شکر گذاری خدا سے چاہی اسی واسطے حضرت نے اس دُعا میں فرمایا (واشکرہم علی ہجرہم) کہ خداوند مہاجرین نے جو ہجرت تیرے واسطے کی اور اپنے گھر بار کو تیرے پیچھے چھوڑا اس کی شکر گذاری کر بس کون شخص ہے کہ ان الفاظ اور

(حاشیہ صفحہ ۱۰۴) فرقہ امامیہ کے نزدیک تمام صحابہ ناقابل شہادت کمزور اور معیوب نہیں بلکہ اکثر صحابہ عظام کو جلیل القدر و ممدوح اور اولیائے کرام متصور کیا جاتا ہے۔ انہیں مستحق رحمت و پروردگار سے رضامند کہا جاتا ہے فرقہ حقہ جنہیں زبور آل محمد کہتا ہے۔ ان کی بابت صحیفہ کاملہ میں سید الساجدینؑ کی دعائے ماثورہ ہمارے اس دعوی کی شاہد عادل ہے۔

marfat.com

فقرات کو دیکھ کر امام کی محبت کا ساتھ صحابہ کے معتقد نہ ہوگا اور کس کی زبان سے حرف عداوت کا باہم صحابہ اور اہل بیت کے نکلے گا لیکن آفرین ہے حضرات شیعہ کے ایمان اور محبت پر کہ اپنے آپ کو امامیہ کہیں اور ائمہ کرام کی خلوص محبت کا دعویٰ کریں اور اپنے آپ کو پیرو اماموں کا جانیں اور باایں ہمہ صحابہ کی عداوات رکھیں اور جس قدر امام اُن کی تعریف کریں اُس سے ہزار حصہ بڑھ کر وہ ان کی بُرائیاں بیان کریں اور اگر کسی سنی بیچارے کی زبان سے بہ تبعیت ائمہ کرام اللہم صلی علیٰ محمد و آل محمد کے بعد اصحاب محمد نکل جاوے تو غیظ میں آکر اس کو غصے سے دیکھنے لگیں اور اتنی ہی بات پر اس کو خارجی اور ناصبی کہنے لگیں سچ تو یہ ہے کہ جو امور ابطال اسلام و ایمان کے پردے میں محبت اہل بیت کے حضرات شیعہ سے کئے ہیں وہ دشمنوں سے بھی نہیں ہوتے ولنعم ما قیل۔ شعر

آنچہ بہ فیضی نظر دوست کرد
مشکل اگر دشمن جانے کند

باقی رہا امر سوم کہ ان فضائل کے مصداق صرف وہی اصحاب ہیں جن کو علمائے شیعہ اچھا جانتے ہیں اور اکثر مہاجرین و انصار خصوصاً خلفائے ثلثہ اس سے خارج ہیں سو اس کا دعویٰ سب علمائے شیعہ نے کیا ہے اور اسی تاویل کو جواب ان فضائل کا تصور فرمایا ہے لیکن جب اس امر کو حضرات شیعہ نے تسلیم کر لیا کہ وہ فضیلتیں جو امام نے اس دعا میں بیان کی ہیں وہ اصحاب کرام کی شان میں ہیں تو مابہ النزاع درمیان ہمارے اور حضرت کے صرف یہ امر رہ گیا کہ مراد اُس سے تمام مہاجرین و انصار ہیں یا نہیں بلکہ اصل تصفیہ اس امر پر منحصر رہا کہ خلفائے ثلثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی اس میں داخل ہیں یا نہیں چنانچہ ہم دعویٰ کرتے ہیں کہ جو فضائل امام نے بیان کئے ہیں وہ تمام مہاجرین و انصار پر خصوصاً خلفائے ثلثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر صادق ہیں اس لئے کہ وہی لوگ ہیں جن کے افعال اور اعمال اور سیرت اور چال و چلن سے ثابت ہوتا ہے کہ (ابلوا البلاء الحسن نے نصرہ و کانفو واسرعوا الی وفادتہ و فارقوا الازواج والاولاد فی اظہار کلمتہ) یعنی انہوں نے سب طرح کی بلاؤں اور مصیبتوں کو پیغمبر صاحب کی اعانت میں گوارا کیا اور حضرت کی دعوت کو سب سے اول سُنا اور بال بچوں آل اولاد گھر کو اسکے کلمے کے ظاہر کرنے میں چھوڑا اور اس دعویٰ کو بھی ہم ثابت کرتے ہیں جب پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثنا نے مکہ معظمہ میں دعویٰ نبوت کا کیا اور لوگوں کو بحکم پروردگار اسلام کی خوبیوں سے آگاہ کیا تو آہستہ آہستہ لوگوں نے اسلام قبول کیا اور کفار قریش نے اُن

marfat.com

لوگوں کو جو حضرت پر ایمان لائے تھے ستانا اور ایذا دینا شروع کیا یہاں تک کہ برادری اور قرابت اُن سے چھوڑ دی اور اپنے گروہ سے ان کو خارج کر دیا اور خرید و فروخت ان سے بند کر دی مگر اُن مومنین نے اسلام کو نہ چھوڑا اور سب کو چھوڑ کر پیغمبر صاحب کا دامن پکڑا اور یہ ظاہر ہے کہ تمام مہاجرین اسی گروہ میں داخل ہیں خصوصًا خلفائے راشدین ان سب کے پیشوا ہیں تو سوائے اُن کے یہ فضائل اور کس پر صادق ہونگے اور اگر وہی خارج کر دیئے جاویں تو وہ لوگ جنہوں نے ایمان قبول کیا اور جن کو کفار نے ستایا کون سے تھے اور کس ملک سے آئے اور کہاں رہتے تھے ذرا کوئی حضرات شیعہ سے ان کے نام اور حالات کو پوچھے اور دیکھے کہ وہ سوائے انہیں مہاجرین اور خلفائے راشدین کے کسی دوسرے کا نام بتلاتے ہیں یا نہیں ہم نے جہاں تک شیعوں کی کتابوں کو دیکھا اور جو کچھ اُن کے عالموں سے سنا تو یہی دیکھا اور سُنا کہ انہیں مہاجرین اور خلفائے راشدین کا وہ بھی نام لیتے ہیں اور انہیں کو ایمان لانے والوں میں شمار کرتے ہیں مگر اتنا فرق ہے کہ ہم اُن کے ایمان کو صدق دل سے تصوّر کرتے ہیں اور وہ اس کو نفاق پر یا طمع دنیا پر، یا کاہنوں اور نجومیوں کے سننے پر محمول کرتے ہیں لیکن اس کا اقرار کرتے ہیں کہ یہ لوگ ظاہر میں ایمان لائے اور پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثنا کی نبوت کے معتقد ہوئے جیسا حملۂ حیدری[1] کا مؤلف لکھتا ہے کہ پیغمبر خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام وعظ و نصیحت کیا کرتے اور ایک ایک دو دو آدمی اُن پر ایمان لایا کرتے کما قیل

ابیات

دگر وعظ و ارشاد بر این نسق — در ابطال اصنام و اثبات حق
نمودی حبیب خدائی جہاں — نہ کردی ولی کار رد مشرکاں
نخواندی مدام از کلام مجید — بران قوم آیات وعد و وعید
نمودی اثر گفتہ اش گاہ گاہ — کہ بگذاشتی یکدو کس پا براہ
ولیکن نہ جملہ ز راہ یقین — یکی بہر دنیا یکی بہر دین
نباداں رسد گر بگیرد خطا — کہ دنیا کجا بود با مصطفےٰ
چنیں ست دنیا نہ بود آں زماں — ولی بود آیندہ منظور شاں
خبر دادہ بودند چوں کاہناں — کہ دین محمدؐ بگیرد جہاں!
ہمہ پیر دانش بہ عزت رسند — تمام اہل انکار ذلت کشند

[1] حملہ حیدری جلد اول صفحہ ۱۰ سطر ۲ مطبوعہ مطبع سلطانی ۱۲۶۷ ہجری ۱۲ منہ

marfat.com

یکی کرد ازیں راہ ایمان قبول
یکی محض بہر خدا ؐ و رسول

اور اس امر کو کہ کوئی مہاجرین سے بہ نفاق یا بہ طمع دنیا یا باستماع اخبار کاہناں ایمان نہیں لایا بلکہ صدقِ دل سے ہر ایک نے اسلام قبول کیا ہم آگے ثابت کریں گے لیکن اس مقام پر ہم اتنا ہی ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ حضرات شیعہ ان لوگوں کا اسلام لانا قبول کرتے ہیں اور ان کو منکرین نبوت سے نہیں جانتے چنانچہ یہ بات انہیں چند اشعار سے ثابت ہو گئی اور چونکہ اور علماء کا بھی یہی قول ہے اس لئے اور کتابوں کی سند لانا تحصیل حاصل ہے باقی رہا ان مسلمانوں کا ایذا اور مصیبت اُٹھانا اور کفار قریش کے ہاتھ سے تنگ ہونا اس کو بھی علمائے شیعہ تسلیم کرتے ہیں اور انھیں مہاجرین کا جن کو وُہ منافق اور مرتد جانتے ہیں (نعوذ باللہ من ذلک) کفار قریش کے ہاتھ سے مصیبت پانے کا اقرار کرتے ہیں۔ چنانچہ مؤلف موصوف لکھتا ہے کہ جب پیغمبر خدا پر بسبب محافظت ابوطالب کے کفار کو قدرت نہ ہوتی تو ان کے اصحاب کو ستاتے اور ایذا دیتے کما قیل

ابیات

ولیؔ چون ابوطالب نامور
نگہبان او بود ازین بیشتر

بایذای او کس نمیافت دست
رسانیدی اصحاب او را شکست

بہر کوے و ہر برزن و ہر ممر
کہ کردی ز اصحاب او کس گذر

نمودندی اعدائش او از غلوش
بہر گونہ آزار و ایذاے او

بہ ضرب و بشتم و بمشت و بلکد
بدیگر ستمہائے بیرون ز حد

فگندندی زہر سو بسر خاک شان نہ
نمودی برہنہ تن پاک شان

پس انگہ نشاندندی چنان بیشابش
دران ریگ تفتندہ از آفتابش

بریدندی ازان قوم آب و طعام
زدی تازیانہ ز خلف و امام

دگر ظلمہائے ہلاکت مآل
کہ آرد بیانش بدلہا ملال

نمودندی آن ناکسان شقے
بران زمرۂ مومن و متقے

اب کوئی حضرات شیعہ سے پوچھے کہ باوجود تصدیق اس امر کے کہ اصحاب نبی پر کفار کے ہاتھ سے اس قسم کی مصیبتیں اور تکلیفیں پہنچتی تھیں اور وہ اس پر صبر کرتے تھے اور پیغمبر صاحب سے جدا نہ ہوتے تھے اور اعلاء کلمۃ اللہ میں دن رات سعی بلیغ کرتے رہتے تھے تو اگر

ؔ جلد اول حملہ حیدری صفحہ ۱۶ سطر ۱۸ مطبوعہ مطبع سلطانی ۱۲۶۷ھ ہجری ۱۲ منہ

marfat.com

ان لوگوں کے حق میں وہ صفات جو امام نے بیان کئے صادق نہیں ہیں تو پھر وہ دوسرے لوگ کون ہیں جو مصداق اُن صفات کے ہیں اگر حضرت شیعہ انصاف کو دخل دیں اور تعصب اور عناد کو چھوڑیں اور امام کے اس کلام پر غور کریں (الذین ہجرتہم العشائر اذ تعلقوا العروۃ وانسفت منہم القرابات اذ سکنوا فی ظل قرابتہ) اور پھر صحابہ کرام کے حالات کو خود اپنی ہی کتابوں سے نکال کر دیکھیں تو تمام مہاجرین کو مصداق اس مضمون کا پا دیں اور کسی ایک کو اس فضیلت سے مستثنیٰ نہ کریں لیکن اگر اس پر بھی حضرت شیعہ کی خاطر جمع نہ ہو اور خلفائے راشدین کے ایمان اور اسلام کی تفصیل بقیہ ان کے نام کے چاہیں تو اس کو بھی غور سے سنیں اور اپنی ہی کتابوں کی سند لیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کا حال

حضرت شیعہ اقرار کرتے ہیں کہ ابوبکر صدیق رضؓ انھیں چند لوگوں میں ہیں جو سب سے اوّل ایمان لائے اور جنہوں نے اوروں سے پہلے پیغمبر صاحب کی نبوت کو تصدیق کیا چنانچہ ہم حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کا حال آیۂ غار کے بیان میں لکھ چکے ہیں۔ اس مقام پر صرف ان اعتراضات کو بہ تفصیل رد کرتے ہیں جو کہ حضرت صدیقؓ اکبر کے ایمان پر علمائے شیعہ کئے ہیں منجملہ ان اعتراضات کے جو ابوبکر صدیق رضؓ کے ایمان پر حضرت شیعہ کرتے ہیں ایک یہ ہے کہ انہوں نے کاہن سے سُنا تھا کہ ایک پیغمبر پیدا ہوگا اور اُس پر ایمان لانے والے اور اس کی اطاعت کرنے والے بڑے مرتبے پر پہنچیں گے اس لئے وہ ایمان لائے چنانچہ مؤلف حملہ حیدری بھی مثل اپنے، اور علماء کے لکھتا ہے۔

ابیات

ابابکرؓ ازان پس برہ پاگذاشت　کہ گفتار کاہن بدل یاد داشت
باو کاہنے دادہ بود ایں خبر　کہ مبعوث گردد یکے نامور
زبطحا زمیں در ہمیں چند گاہ　بود خاتم انبیائے آلہ
تو با خاتم انبیا بگروے　چو او بگذرد جانشینش شوے
زکاہن چو بود نش بیاد ایں نوید　بیاورد ایمان نشاں چوں بدید

لہ جلد اول حملہ حیدری صفحہ ۱۴- سطر ۱۸ مطبوعہ مطبع سلطانی ۱۲۶۷ھ ہجری ۱۲ منہ

marfat.com

لیکن یہ قول باطل ہے چند دلیلوں سے

(پہلی دلیل) اگر یہ امر تسلیم کیا جاوے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کاہن کے کہنے سے ایمان لائے تو ضرور اس کے کہنے کو سچ جانا ہوگا تو جس طرح پر اس کے اس کہنے کو تصدیق کیا کہ خلافت بعد رسول کے انکو ہوگی اسی طرح پر اس کہنے کو بھی تصدیق کیا ہوگا کہ وہ نبی برحق ہوں گے اور اُن کا دین سچا ہوگا تو ضرور وہ پیغمبر صاحب کو سچا پیغمبر سمجھ کر ایمان لائے ہوں گے پس اس سے بھی تصدیق رسالت ثابت ہوتی اور اسی کا نام ایمان ہے اور اسی سے حضرات شیعہ انکار کرتے ہیں اور ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دل سے ایمان لانے والا نہیں کہتے چنانچہ مجتہد صاحب ذوالفقار میں لکھتے ہیں کہ[1] (خلیفہ[2] اوّل از اول امر از ایمان بہرہ نداشت باتفاق من علماء الامامیہ) لیکن اگرچہ جناب مجتہد صاحب قبلہ وکعبہ نے یہ دعویٰ کیا کہ تمام علما کا اتفاق ہے کہ ابوبکر صدیقؓ اول سے ایمان نہ لائے تھے مگر حضرت سے غلطی ہوئی اس لئے کہ علامہ حلی نے شرح تجرید میں لکھا ہے کہ خود حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے فرمایا کہ (امنت قبل ان آمن ابوبکر) کہ میں ایمان لایا قبل اس کے کہ ابوبکر ایمان لائے ہوں تو جب حضرت علی کے قول سے ان کا ایمان لانا ثابت ہوا تو پھر مجتہد صاحب کا کہنا کون سنتا ہے (دوسری دلیل) معلوم نہیں کہ کاہن نے صرف حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پیغمبر صاحب کے نبی ہونے کا حال کہا تھا اور صرف ایک وہی کاہن کی تصدیق کر کے ایمان لائے تھے یا اور اصحاب بھی ہم جہاں تک شیعہ کی کتابوں سے واقف ہیں ان کے اقوال مختلف ہیں بعض کہتے ہیں کہ اکثر اصحاب کاہنوں کے کہنے سے ایمان لائے جیسا کہ حملہ حیدری کے اُن اشعار سے ظاہر ہوتا ہے جو اوپر نقل کئے گئے اور بعض کہتے ہیں کہ نہیں صرف ایک دو ہی شخص کاہن کے کہنے سے ایمان لائے جیسا کہ نزہۃ[3] اثنا عشریہ کا مؤلف فرماتا ہے (وہم آنکہ قول اواگر بقول کہنہ و منجمین الخ روایت مرفوع ست زیرا کہ امامیہ این معنی را در حق اکثر صحابہ روایت

[1] علمائے شیعہ کا متفقہ فیصلہ ہے کہ خلیفہ اول پہلے پہلی ایمان سے بہرہ ور نہیں ہوئے [2] ذوالفقار صفحہ ۵۸ سطر ۲ مطبوعہ لدھیانہ ۱۲۸۱ھ ہجری ۱۲۔ [3] وہ بھی اگرچہ ان کا قول دربارے نجومیوں کے اقوال کہنہ کا واقع ہے ایمان لائے اور یہ اس لئے بھی کہ فرقہ امامیہ اس قول کو اکثر صحابہ سے منسوب نہیں کرتا بلکہ اس قول کا اثر ایک دو افراد پر عاید ہوتا ہے کہ وہ ایمان نہیں لائے ۔ ۱۲

marfat.com

نہ کردہ اند بلکہ در حق یک دو شخص، پس اگر یہ امر تسلیم کیا جائے کہ اکثر صحابہ کاہنوں کے کہنے سے ایمان لائے تو کچھ جائے اعتراض حضرات شیخین پر نہیں ہے اور اصحاب مقبولین امامیہ کے اس گروہ میں سے مستثنیٰ ہونے کی وجہ نہیں ہے تو جب امامیہ کے صدیق اُن کے کہنے سے ایمان لائے تو اہل سنت کے صدیق بھی اگر اُن کے کہنے سے ایمان لائے تو کیا گناہ کیا اور اگر یہ بات مانی جائے کہ صرف یہی دو شخص کاہنوں کے کہنے سے ایمان لائے تو معلوم نہیں کہ انہوں نے کاہنوں کے قول کو سچ جانا یا نہیں اگر سچ جان کر ایمان لائے تو کچھ خلل اُن کے ایمان میں نہیں ہوا اس لئے کہ اور لوگ بھی منجملہ اصحاب مقبولین شیعہ کے ایسے ہیں کہ جو پچھلی کتابوں کی پیشین گوئیوں کو دیکھ کر ایمان لائے یا خواب میں پیغمبر صاحب کی نبوت کی تصدیق کر کے مسلمان ہوئے تو اگر حضرات شیخین بھی کاہن کے کہنے سے ایمان لائے تو کیا حرج ہے۔ (**تیسری دلیل**) یہ قول شیعوں کا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کاہن کے کہنے سے ایمان لائے انہیں کے علما کے اقوال سے غلط ہوتا ہے اس لئے کہ اُن کے علما نے لکھا ہے کہ ابو بکر صدیق نے خواب دیکھا تھا اور اس کے سبب سے ایمان لائے تھے جیسا کہ قاضی نور اللہ شوستری نے مجالس المومنین میں لکھا ہے۔ (کہ ابو بکرؓ بہ برکت خوابیکہ او دیدہ بود مسلمان شدہ بود) (**چوتھی دلیل**) اگر حضرات شیعہ کے اس کہنے سے کہ ابو بکر صدیق کاہن کے کہنے سے ایمان لائے یہ غرض ہو کہ وہ دل سے ایمان نہیں لائے تو اس کی تکذیب اُن کے حالات سے ہوتی ہے اس لئے کہ وہ ہمیشہ دعوت اسلام میں سعی بلیغ کرتے اور لوگوں کو اسلام کی طرف راغب کرتے اور اپنے دوست آشناؤں کو سمجھا سمجھا کر حضرت کا مطیع بناتے اور پیغمبر صاحب سے علانیہ دعوت اسلام کرنے کے واسطے درخواست کیا کرتے اور غلاموں کو خرید خرید کر خدا کی راہ میں آزاد کرتے اور اپنے مال اور جان کا نقصان گوارا کرتے کہ ان سب باتوں کا ثبوت امامیہ کی کتابوں سے ہوتا ہے تو کیا کوئی عاقل اس کو قبول کرے گا کہ جس کی کوششیں اور محنتیں اجرائے دین میں غایت درجے پر پہنچتی ہے اور جس کو اعلاء کلمۃ اللہ میں اپنی جان و مال کا خیال نہ ہو وہ خود دل سے پیغمبر صاحب کو سچا نبی اور اسلام کو سچا دین نہ سمجھتا ہو ایسی بات حضرات امامیہ کی زبان سے نکل سکتی ہے ورنہ کوئی نادان بھی اس کو نہ مانے

لہ خالد بن سعید کے خواب کی برکت کی وجہ سے ابو بکر مسلمان ہوئے تھے ۱۲ منہ

marfat.com

گا اور واسطے ثبوت اس امر کے کہ حضرت شیخین نے پیغمبر صاحب کو اظہار دعوت اسلام پر برانگیختہ کیا اور انہیں کے اصرار سے حضرت نے اظہار دعوت فرمایا اور اسی وجہ سے شیخین نے صدمہ اُٹھایا ہم قول صاحب استقصاء الافحام کا نقل کرتے ہیں مؤلف موصوف فرماتے ہیں کہ (مگر ناصبئی پیغمبر خدا را کہ از خوف کفار در حصن غار اختفا فرمودہ و در بدو اسلام از اظہار دعوت علانیہ احتراز داشتہ تا آنکہ شیخین دل تنگ شدہ آنحضرت راحت و ترغیب باظہار دعوت کردند و آن حضرت بنا بر اظہار عدم مصلحت از جہت اصرار ایشان از اعلان مانع نیا مدہ حتیٰ اصحاب ولہما ما اصحاب و قال ثانیہما ایعبد العزی وا للات علانیۃ ویعبد اللہ سراز خوف خدا ناکل و بخوف خیر مائل می دانند) (پانچویں دلیل) اگر فرض کیا جاوے کہ ابوبکر صدیق سچے دل سے ایمان نہیں لائے اور (عیاذاً باللہ) کافر تھے جیسا کہ جا بجا مجتہد صاحب نے اس عقیدے کو ظاہر کیا ہے چنانچہ ذوالفقار میں فرماتے ہیں (اوّل ایمان اصحاب ثلثہ باثبات باید رسانید بعد ازیں باین افسانہ بیہودہ ترنم باید نمود زیرا کہ دانستی کہ مسلک امامیہ دریں باب اینست کہ اصحاب ثلثہ از اول امر از ایمان بہرہ نداشتند) اور مجتہد صاحب کے مقلد صاحب استقصاء الافحام اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ (فان کفرہم وارتدادہم واضح لا استرۃ فیہ) کہ کفر اور ارتداد خلفائے ثلثہ کا ایسا واضح ہے کہ وہ کچھ چھپا ہوا نہیں ہے پس اگر مطابق اصول شیعہ کے کفر اور عدم ایمان حضرت ابوبکر صدیق کا فرض کیا جاوے تو تمام مہاجرین و انصار بلکہ تمام اصحاب کا کافر ہونا لازم آتا ہے .... اس لئے کہ سبھوں نے ان کو اپنا سردار بنایا اور بعد پیغمبر کے ان کو خلیفہ کیا اور ان کے ہاتھ پر بیعت کی اور یہ بیعت کرنیوالے دس بیس سو، دو سو ہزار، دو ہزار آدمی نہ تھے بلکہ لاکھوں تھے اس لئے کہ اصحاب نبوی بعد پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثنا کے بروایتے ایک لاکھ سے زیادہ اور بروایت ملا باقر مجلسی جو انہوں نے تذکرۃ الائمہ میں لکھی ہے چار لاکھ تھے تو جب چار لاکھ آدمی (عیاذاً باللہ) ایک کافر کو اپنا سردار بنا دیں تو پھر اُن کے کفر میں کیا شک رہا رہا یہ امر

ملہ مگر ناصبی نے کفار کے خوف سے رسول کریم کو غار میں چھپایا۔ اور اسلام کے عہد اول میں رسول اکرم کو اسلام کے علانیہ اظہار سے باز رکھا۔ یہاں تک کہ زمانہ آیا جب کو شیخین نے عاجز ہو کر رسول اللہ کو اسلام کے اعلان پر ابھارا اور آنحضرت نے ان لوگوں کے اصرار کی وجہ عدم مصلحت کا اظہار نہیں کیا ۱۲ منہ ملہ پہلے ضروری ہے کہ اصحاب ثلثہ کی ایمان آوری ثابت کی جائے پھر اس بیہودہ افسانے پر گیت گائے جائیں کیونکہ اس بارے میں شیعوں کا مسلک یہ ہے کہ تینوں اصحاب پہلے سے ایمان سے بہرہ ور نہیں ہوتے۔

marfat.com

کہ سب مسلمانوں نے جو اُس وقت تھے اور ابو بکر صدیق کی بیعت کی باقرار علمائے شیعہ ثابت ہے جیسا کہ شریف مرتضیٰ کے قول سے ظاہر ہے جو بحار الانوار کے مجلد تین میں منقول اور جس کا ترجمہ مجتہد صاحب نے بایں الفاظ کیا (جمیع مسلمانان با ابو بکر بیعت کردند و اظہار رضا و خوشنودی با و و سکون و اطمینان بسوے او نمودند و گفتند کہ مخالف او بدعت کنندہ و خارج از اسلام است) سبحان اللہ کیا دین و ایمان ہے حضرات شیعہ کا کہ حضرت صدیق اکبرؓ کی عداوت سے دین محمدی کو باطل کرتے ہیں اور چار لاکھ مسلمانوں کو جو مہاجرین اور انصار اور مجاہدین تھے۔ اور جن میں بنی ہاشم اور اہل بیت نبوی بھی داخل تھے اُن سب کو صراحۃً اور کنایۃً کافر بتاتے ہیں (نعوذ باللہ من ذلک) ہم کو ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے ایمان کے اثبات میں زیادہ دلائل بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ خود علمائے شیعہ نے یہ سمجھ کر کہ ان کے کفر کا دعویٰ ایسا بیہودہ ہے کہ اُس سے سننے والے کو تعجب ہوتا ہے اس سے انکار کیا اور اپنے ان علما کو جنہوں نے ایسا دعویٰ کیا ہے۔ خود جھٹلایا اس لئے ہم اُن کے ان اقوال کو نقل کرتے ہیں قاضی نور اللہ شوستری مجالس المومنین میں فرماتے ہیں کہ (نسبت تکفیر بجناب شیخین کہ اہل سنت و جماعت بہ شیعہ نمودہ اند سخنی ست بے اصل کہ در کتب اصول ایشان از ایشان اثری نیست و مذہب ایشان ہمیں ست کہ مخالفان علی فاسق اند و محاربان او کافر) جناب مجتہد صاحب قبلہ و کعبہ اس قول کے جواب میں ذوالفقار میں فرماتے ہیں کہ واضح رہے کہ فاضل شستری کے اس صحیح بیان کے باوجود یہ کلام ہمارے مقاصد پر ضرب کاری اور ان کے مفید مطلب نہیں کیونکہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے کہ لفظ فاسق، مومن کے مقابلے میں آیا ہے اس لئے کفر و فسق کے پاس فرق یہ ہے کہ کافر دنیا میں نجس اور آخرت میں ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔ اور ضروریات مذہب کے تحت انکار کرنے کی وجہ سے فاسق ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔ اگرچہ اقرار شہادتین

لہ تمام مسلمانوں نے ابو بکر سے بیعت کی اور اپنی رضا و خوشنودی کا اظہار کیا اور انہیں سکون و اطمینان دلا کر کہا ابو بکر کی مخالفت کرنے والے بدعتی اور اسلام سے خارج ہیں۔

سلہ اہل سنت والجماعۃ نے شیخین کے کافر ہونے کو شیعوں کے جانب جو منسوب کیا ہے یہ بے معنی سی بات ہے کیونکہ اس کا ثبوت شیعوں کے کتب اصول میں موجود نہیں۔ البتہ شیعوں کا مسلک و مذہب یہ ہے کہ علیؓ کے مخالف فاسق ہیں اور ان سے جنگ کرنے والے کافر ہیں۔

marfat.com

کی وجہ سے دنیا میں اس پر اسلامی احکام جاری ہوں اور وہ بظاہر مسلمان کہلائے (پوشیدہ[1]
نماند کہ ایں کلام بر تقدیر صحت وصدور آں از فاضل قادح مقصود ما ومفید مطلب او نمیشود
زیرا کہ سابق گذشتہ کہ فاسق در مقابلۂ مومن اطلاق شدہ پس فرق میان کفر وفسق ہمیں است
کہ کافر نجس ست در دُنیا و مخلد ست فی النار در عقبیٰ وفاسق کہ بسبب انکار یکے از ضروریات
مذہب باشد مخلد در نار خواہد بود گو در دار دنیا احکام مسلمین بسبب اقرار شہادتیں بر او جاری
شود) لیکن اس عبارت میں حضرت قبلہ وکعبہ نے یا تو غلطی فرمائی یا دیدہ ودانستہ اغماض
کیا اس لئے کہ یہ فرمانا کہ (بر تقدیر صحت صدور آں از فاضل) کا مطلب سمجھ میں نہیں
آتا کہ اس قول کو قاضی نور اللہ شوستری کے حضرت نے تسلیم کیا ہے یا اس سے انکار
فرمایا ہے ایسی گول گول عبارت لکھنے سے سوائے ہم سے کم فہم جاہلوں کو مغالطہ میں ڈالنے
کے دوسرا فائدہ نہیں تھا اگر یہ عبارت مجالس المومنین میں موجود ہے تو بر تقدیر کہنا کیا معنی
اور اگر یہ عبارت اس میں نہیں ہے تو صاف اس سے انکار فرمایا ہوتا اور صاحب تحفہ اثنا
عشریہ کے طعن وتشنیع میں موافق اپنی عادت کے دو چار ورق سیاہ کئے ہوتے ہاں شاید
حضرت نے مجالس المومنین نہ دیکھی ہوگی اس لئے نہ انکار کیا نہ اقرار بہر حال ان الفاظ سے
قبلہ وکعبہ کے اس عبارت کا موجود ہونا پایا جاتا ہے اور اگر اب بھی کسی کو شک ہو وہ مجالس
المومنین میں دیکھ لے رہا جواب جو مجتہد صاحب نے دیا ہے وہ بھی ایسا ہے کہ اس کے معنی
سمجھ میں نہیں آتے اس لئے کہ قاضی صاحب نے صاف اقرار کیا ہے کہ تکفیر شیخین ہمارے
اصول کے مخالف ہے اور حضرت مجتہد صاحب اسی کو ثابت کرتے ہیں پس یا خطائے اجتہادی
قاضی صاحب سے ہوئی کہ وہ تکفیر سے انکار کرتے ہیں یا مجتہد صاحب سے کہ وہ اس کو ثابت
کرتے ہیں یا شاید درمیان کفر اور ایمان کے ایک تیسرا مرتبہ اثبات فرمانا چاہتے ہیں جس کا
نام ان کی اصطلاح میں اسلام ہے جس کے معنی نفاق کے ہیں یعنی ظاہر میں کلمہ پڑھنا اور
باطن میں کافر ہونا اس لئے ہم کو لازم ہوا کہ اس تیسرے مرتبے پر بھی نظر کریں اور اُس کے
اثبات اور ابطال کے دلائل پر غور کریں اس لئے ہم مجتہد صاحب کی روح سے اور اُن کے
مقلدین سے استفسار کرتے ہیں کہ اس تیسرے مرتبے کے قائم کرنے سے کیا غرض ہے آیا
یہ کہ خلفائے ثلثہ کے ایمان سے انکار کیا جاوے اور اُن کے اسلام کو تسلیم کیا جائے اور اسلام

[1] ذو الفقار صفحہ ۲۵ سطر ۷ مطبوعہ لدھیانہ ۱۲۸۱ھ ۱۲

کے یہ معنی مراد لیئے جائیں کہ وہ ظاہر میں کلمہ گو تھے اور باطن میں منافق یا کہ وہ دل سے بھی مثل زبان کے پیغمبر صاحب کی نبوت کو تصدیق کرتے تھے مگر امام برحق کی امامت کے منکر تھے اور اُن کے حقوق کے غاصب اور ان پر جابر تھے اور چونکہ امامت اصول دین سے ہے اس لئے بہ سبب انکار ایک اصل کے اصول دین سے وہ ایمان کے دائرے سے خارج تھے یا سوائے اس کے اس تیسرے مرتبے کے قائم کرنے سے اور کچھ مقصد ہے بہر حال اور کوئی دوسرا فائدہ تو سمجھ میں نہیں آتا اس لئے امر اوّل کو تسلیم کر کے اس سے بحث کی جاتی ہے پس اگر خلفائے ثلثہ کے ایمان سے اس وجہ سے انکار کیا ہے کہ وہ صرف ظاہر میں کلمہ گو تھے اور باطن میں توحید اور نبوت سے بھی منکر تھے جیسا کہ اکثر حضرات شیعہ فرماتے ہیں بلکہ حضرات شیعہ کس حساب میں ہیں خود اُن کے امام مہدی فرماتے ہیں کہ ظاہر میں وہ کلمہ گو تھے اور باطن میں کافر جیسا کہ ملا باقر مجلسی نے رسالہ رجعیہ میں حضرت امام کی طرف منسوب کر کے یہ قول لکھا ہے کہ (لہ ایشان از روی گفتہ یہود بظاہر کلمتین گفتند از برای طمع انکہ شاید ولایتی حکومتی حضرت بایشان بدہد و در باطن کافر بودند) پس اس کا جواب ہم اوپر دے چکے اس کا اعادہ ضروری نہیں اسی واسطے اس قول سے اکثر علمائے شیعہ نے انکار کیا اور جو لوگ ایسا کہتے ہیں اُن کو خود انہوں نے نامنصف فرمایا جیسا کہ ملا عبد اللہ جو علمائے شیعہ سے ہیں اظہار حق میں فرماتے ہیں کہ انکار کرنا ابوبکر صدیق کے ایمان کا انصاف سے بعید ہے عبارتہ (ےہ جواب گفتن این سخن بارتکاب آنکہ در سبق ہجرت ایمان شرط ست و آن شخص یعنی ابوبکر معاذاللہ ہیچ وقت ایمان نداشتہ حتٰی قبل از سنوح ناخوشی با امیر المؤمنین از انصاف دور ست) اور ملا عبد الجلیل قزوینی کتاب نقض الفضائح میں لکھتے ہیں کہ (ےۃ اما ثنای خلفا پس بران انکارے نیست بزرگانند از مہاجرین والسابقون الاوّلون و من المہاجرین والانصار الذین اتبعوہم باحسان اور پھر دوسرے مقام پر لکھا ہے کہ (ےۃ اما انچہ سیرت ابوبکر و عمر و

لہ یہودیوں کی مانند ان لوگوں نے بظاہر کلمہ پڑھا جس کا پس پردہ یہ خیال تھا کہ کلمہ پڑھنے کی وجہ شاید آنحضور ان کو حکومت و گورنری عنایت کریں اور یہ سب باطنی طور پر کافر تھے۔ ےہ اس امر کے جواب دینے میں یہ امر پیش نظر رہے کہ ہجرت کرنے سے قبل ایمان لانا شرط اولین ہے اور ابوبکر (نعوذ باللہ) کسی وقت بھی اسلام نہیں لائے یہاں تک راسخ و مضبوط ہونے سے پہلے بھی اور ابوبکر سے ناخوش ہونا انصاف سے بعید ہے ےۃ خلفا کی تعریف کرنے کے بارے میں یہ ہے کہ وہ مہاجرین و سابقون الاوّلون میں سے بزرگ تھے ےۃ ابوبکر و عمر اور جو (باقی آگے صفحہ پر)

marfat.com

دیگر صحابہ بیان کردہ مجملی ست نہ مفصل آنرا خلافت نہ کردہ اند شیعہ الا درجۂ خلافت و امامت را کہ شیعہ انکار کنند در ایشان کہ درجۂ امامت نہ داشتند و آن فقدان عصمت و نصوصیت و کثرت علمی ست اما صحابۂ رسول ایشان را دانند و از درجۂ شان نہ گذرانند) اور احتجاج طبرسی میں لکھا ہے کہ امام باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ دلست بمنکر فضل ابی بکر ولست بمنکر فضل عمر ولکن ابابکر افضل من عمر) کہ میں ابوبکر صدیق اور عمر فاروق کی فضیلتوں سے انکار نہیں کرتا لیکن ابوبکر عمر فاروق سے افضل ہیں پس ان روایتوں اور ہزار مثل اس کے اور روایتوں سے جن کو ہم نقل کریں گے حضرت ابوبکر صدیق رض کے ایمان اور فضیلت میں کون شک کرسکتا ہے پس یہ دعویٰ کہ ابوبکر صدیق باطن میں معاذاللہ کافر تھے، خود علمائے شیعہ اور ائمہ کبار کی احادیث سے باطل ہوا اور اگر اب بھی کسی کو شک ہووے تو وہ تفاسیر اور احادیث امامیہ کو دیکھے کہ باوجود اس عناد اور تعصب کے جو اُن کو خلفائے ثلثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ ہے اب بھی صدہا روایات اور احادیث مدح و ثنا میں خلفا کی موجود ہیں چنانچہ ان کے مفسرین قبول کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق غلاموں کو مول لیا کرتے اور بسبب اسلام کے اُن کو آزاد کردیتے جیسا کہ علامہ طبرسی نے مجمع البیان میں لکھا ہے (کہ عن ابن الزبیر قال ان الآیۃ نزلت فی ابی بکر لانہ اشترے الممالیک الذین اسلموا مثل بلال و عامر بن میسرۃ و غیرہما واعتقہم) کہ آیت سیجنبہا الاتقی الذی شان میں ابوبکر رض کے نازل ہوئی کہ وہ غلاموں کو جو اسلام لاتے مول لیتے اور پھر خدا کی راہ میں آزاد کرتے مثل بلال اور عامر وغیرہ کے فقط پس چونکہ ابوبکر صدیق رض اپنے مال کو خدا کی راہ میں صرف کرتے تب خدا نے یہ آیت نازل کی کہ دوزخ سے وہی بڑا پرہیزگار بچے گا جو اپنے پاک مال کو خدا کی راہ میں صرف کرتا ہے پس تعجب ہے کہ جو شخص اپنے مال سے مسلمان غلاموں کو خریدے اور ان کو آزاد کرے اور اُس کی شان میں خدا آیتیں نازل کرے اور اس کو اتقی الناس فرماوے اس کی فضیلت اور بزرگی یک طرف اس کے ایمان سے بھی انکار کیا جاوے اور ایسا شخص منافق اور کافر سمجھا جائے غرض کہ ایمان اور اسلام میں ابوبکر صدیق رض کے کچھ شبہ نہیں رہا اور باقرار علمائے شیعہ اس کا ثبوت ظاہر ہوگیا اب

(بقیہ حاشیہ) دوسرے صحابہ کی جو سیرت بیان کی گئی ہے وہ مجمل ہے اور اس کی تفصیل نہیں کی گئی ہے اسکی شیعہ مخالفت نہیں کرتے البتہ خلافت و امارت کے بارے میں کہتے ہیں کہ انہیں درجۂ امامت حاصل نہ تھا جسکا سبب یہ تھا کہ ان میں عصمت و کثرت علم کا فقدان تھا نیز انکا عقیدہ و بیان ہے کہ یہ لوگ رسول اللہ کے صحابی تھے اور انکو انکے درجات سے علیحدہ نہیں کرتے "

باقی رہا تیسرا امر کہ مراد ایمان سے اصول دین کو تصدیق کرنا ہے اور چونکہ امامت بھی ایک اصل اصول دین سے ہے اور اس سے ابوبکر صدیق منکر تھے اس سے اُن پر اطلاق ایمان کا نہیں ہوتا اس کی تردید ہم بخوبی بحث امامت میں کریں گے انشاءاللہ تعالیٰ لیکن ہمارے نزدیک ابتدائے زمانہ نبوت میں امامت کو اصول دین میں داخل کرنا اور جو اس وقت امامت پر ائمہ اثنا عشر کے ایمان نہیں لایا اسکو مومن نہ جاننا نادانی ہے اس لئے کہ جب پیغمبر صاحب نے نبوت کا دعویٰ کیا اور اسلام کی دعوت فرمائی تو اس وقت خدا کی توحید اور اپنی نبوت کی تصدیق ایمان کی علامت رکھی ایمہ کی امامت کی تصدیق کی تکالیف کسی کو نہیں دی بلکہ خود حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی اسلام کی دعوت صرف توحید اور نبوت کی تصدیق پر کی پس اس وقت امامت کا کچھ ذکر ہی نہ تھا کہ کوئی اس کو قبول کرتا یا اس سے انکار کرتا اگر ہم غلط کہتے ہوں تو حضرات شیعہ اپنی ہی کتابوں سے یہ ثابت کر دیں کہ جب اوّل اوّل پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثنا نے لوگوں کو اسلام کی طرف بلایا تو ان سے توحید اور نبوت کے سوا حضرت علی کی امامت کی تصدیق کو بھی فرمایا حضرت علیؓ اس وقت لڑکے تھے کسی شخص سے اس وقت پیغمبر صاحب نے نہیں فرمایا کہ جس طرح پر خدا کی توحید اور میری نبوت کی تصدیق تم پر ایمان کے لئے ضروری ہے اسی طرح میرے چھوٹے بھائی علی کی امامت کی تصدیق بھی ضرور ہے اور جب کہ ایسا کسی سے اس وقت نہیں کیا اور امامت کو اصول ایمان سے قرار نہیں دیا تو ابوبکر صدیق کا انکار یا اقرار کرنا بھی اس سے ثابت نہیں ہوتا اور جب یہ ثابت نہ ہوا تو ان کے ایمان میں بھی کچھ خلل نہ آیا ہاں حضرات شیعہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ آخر زمانہ نبوت میں خم غدیر پر جب خطبہ امامت علی مرتضیٰ کا پڑھا اور لوگوں کو توحید اور رسالت کے علاوہ امامت کے اقرار پر بھی دعوت کی اس وقت امامت کا انکار گویا ایمان کے خلل کا سبب ٹھہرا لیکن جب کہ اس کا نام و نشان بھی نہ تھا اور کوئی لفظ امامت سے واقف تک نہ تھا اس کو اُس وقت اصول دین میں ٹھہرانا اور اس سے ناواقف آدمی کو منکر قرار دینا اور اس کے عدم ایمان کا سبب کہنا بڑی نادانی ہے ہاں حضرات شیعہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خم غدیر کے وقت حضرت علی کی امامت سے دل میں انکار کیا اور بعد وفات پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثنا کے اس کو ظاہر کیا یعنی خود امام بن بیٹھے تو ہم اس بات کو سن سکتے ہیں لیکن اس سے صرف اطلاق ارتداد کا (ونعوذ باللہ من ذلک۔) اُن پر ہو

marfat.com

سکتا ہے اس سے اُن کی اس ایمان میں جو اوّل اوّل لائے کچھ خلل نہیں آسکتا اور ابتدائے زمانہ نبوت میں اُن کا نہایت سچے دل سے ایمان لانا اپنے حال پر قائم رہتا ہے، رہا ارتداد ان کا بسبب غضب خلافت کے اس کو ہم بحث امامت میں بیان کریں گے۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔

بیان حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے ایمان لانے کا

جب کہ ہم نے ابوبکر صدیق کے ایمان کو ثابت کر لیا اس لئے اب ہم کچھ ذکر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے ایمان لانے کا کرتے ہیں یہ بات سب کو معلوم ہے کہ پیغمبر خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام رات دن اس فکر میں رہتے تھے کہ اسلام کی ترقی ہو اور خدا کے دین میں لوگ داخل ہوں کوئی لحظہ کوئی دم اس سے غافل نہ ہوتے تھے اور جو تدبیر اُسکے حاصل ہونے کی ہوتی تھی اس میں دریغ نہ فرماتے تھے لیکن باوجود اس کوشش اور محنت کے چھ برس کے عرصے میں صرف چند ہی شخص جو کہ چالیس سے کم تھے ایمان لائے آخرش پیغمبر خدا علیہ التحیتہ والثنا نے اس تھوڑی سی جماعت کو دیکھ کر خدا سے دعا کی کہ خداوند اس گروہ کو بڑھا اور ایسے شخص کو مسلمان کر کہ جس کے رُعب و عزت سے اس گروہ کو قوت اور اسلام کو تائید ہو اور جس کی ذات سے بہت جلد اسلام کو رونق ہووے چنانچہ حضرت نے اپنے نزدیک ایسے صرف دو شخص اپنی قوم میں خیال کئے ایک حضرت عمر خطاب رضی اللہ تعالےٰ عنہ، دوسرا ابوجہل کے یہ دونوں نہایت ہی مغرور اور مشہور اور نامور تھے اور اُن کو سب سے زیادہ عداوت بھی پیغمبر صاحب کے ساتھ تھی اور شب و روز اسلام کے معدوم ہو جانے کی فکر میں رہتے تھے پس حضرت نے خدا سے دُعا کی کہ الٰہی اپنے دین کو ان دو آدمیوں میں سے کسی ایک آدمی کے مسلمان کر دینے سے قوی کر اور عمر یا ابوجہل میں سے ایک کو ایمان عطا فرما چنانچہ خدا نے دعا حضرت کی حضرت عمر کے حق میں قبول کی اور اُن کو اسلام سے مشرف کیا حضرت عمرؓ کے ایمان لانے کا مختصر حال یہ ہے کہ ابوجہل نے جس کو پیغمبر صاحب کے ساتھ دلی عداوت تھی اپنے بھائیوں سے کہا کہ جو کوئی پیغمبر صاحب کو قتل کرے اور اُن کا سر میرے پاس لاوے اس کو ہزار شتر سُرخ بال والے اور بہت سے دینار و درم اس کے صلے میں دوں گا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے اس کام کو اپنے ذمہ لیا اور پیغمبر صاحب کے قتل

marfat.com

کے ارادے سے چلے ادھر حضرت عمر کا چلنا تھا ادھر خدا نے فرشتوں کو حکم دیا کہ اس کو ہماری طرف کھینچو اور جس کے سرا نے کو جاتا ہے اس کے قدموں پر گراؤ ہماری قدرت کا تماشہ دیکھو کہ شقی ہو کر جاتا ہے اور سعید ہو کر لوٹے گا، کافر بن کر نکلا ہے اور مومن پاک ہو کر پھرے گا۔ ہماری دشمنی کے ارادے پر مستعد ہو کر اُٹھا ہے اور ہماری محبت کے دام میں ابھی پھنستا ہے وہ تو اپنی خوشی سے ہمارے دوست کے قتل کو چلا ہے اور ہم زبردستی اس کو کافروں کے قتل کے لئے مقرر کرتے ہیں اب تم سطح زمین پر جاؤ اور اس کی خبر لو اور اس کا ہاتھ پکڑ کر ہمارے دین میں لے آؤ۔ مصرع

گر نیاید بخوشی موی کشانش آرید

چنانچہ حضرت عمرؓ تلوار کو گلے میں حمائل کر کے نہایت غصے اور طیش میں پیغمبر صاحب کی طرف چلے فرشتگان ملا اعلیٰ نے شادی کا غلغلہ بلند کیا طرقوا طرقوا کا شور مچایا زبان حال سے یہ شعر پڑھنا شروع کئے۔ **اشعار**

آمد آن یارے کہ من میخواستم　　راست شکارے کہ من میخواستم

رفتہ رفتہ میرود آن سوی دام　　ہم بہ ہنجارے کہ من میخواستم

چنانچہ حضرت عمرؓ نے اثنائے راہ میں بہت سے معجزات دیکھے راہ میں ایک شخص مسلمان ملا اس کے مارنے کا قصد کیا اس نے کہا کہ اوّل اپنی بہن اور بہنوئی کی خبر لو کہ وہ مسلمان ہو گئے ہیں تب غیروں کی خبر لینا، چنانچہ حضرت عمرؓ اپنی بہن کے گھر گئے دروازہ بند پایا اور آواز قرآن مجید پڑھنے کی سُنی اس کو باہر سے سنتے رہے آخر دروازہ کھٹکھٹایا اُن کی بہن نے دروازہ کھولا پوچھا کہ تم لوگ کیا پڑھتے تھے ہم کو دو انہوں نے دینے سے انکار کر دیا آخر اپنی بہن بہنوئی کی خوب مار پیٹ کی جب اُن کی بہن نے یہ زیادتی دیکھی تو پکار اُٹھی کہ اے عمر ہوشیار ہو ہم تو ایمان لا چکے اور سچے دین میں داخل ہو گئے اشہد ان لا الٰہ الا اللہ و اشہد ان محمد رسول اللہ تم کو جو کرنا ہے سو کرو تب تو حضرت عمرؓ ڈھیلے پڑے اور کہا کہ اُس قرآن سے کچھ سناؤ تب سورہ طٰہٰ ان کو سنائی اس کی فصاحت اور بلاغت پر غش ہو کر حضرت عمرؓ کے دل کو یقین ہو گیا کہ بیشک سچا کلام خدا کا ہے اور اسی وقت کلمہ شہادت پڑھا اور ایمان لائے اور قصد پیغمبر صاحب کے حضورؐ میں داخل ہونے کا کیا جب حضرت عمرؓ کے آنے کی خبر ہوئی تو اصحاب رسول میں تہلکہ پڑ گیا اس لئے کہ وہ اُن

marfat.com

کی شوکت اور ارادے سے واقف تھے یہاں تک کہ جب حضرت عمرؓ دروازے پر پہنچے تو کوئی دروازہ کھولنے کو نہ اٹھتا تھا مگر حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ چچا پیغمبر صاحب کے یہ کہہ کر اٹھے کہ وہ ایک آدمی ہے۔ اگر اطاعت کے ارادے پر آیا ہے خیر ورنہ اُسی کی تلوار ہے اور اُسی کا سر چنانچہ حضرت عمرؓ اندر داخل ہوئے پیغمبر صاحب بنفس نفیس اُٹھے اور اُن کو آغوش رحمت میں لے کر ایسا دبایا کہ اُن کی آنکھیں نکل پڑیں تب تو حضرت مسکرائے اور اُن کی طرف دیکھ کر خندہ زن ہوئے حضرت عمرؓ صدق دل سے نعرہ مار کر کہنے لگے اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد انک رسول اللہ تب سب مسلمان خوشی سے تکبیر کہنے لگے اور حضرت عمرؓ کے ایمان لانے پر حمد و ثنا خدا کی کرنے لگے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُسی وقت پیغمبر خدا سے کہا کہ یا حضرت بتوں کی عبادت تو علانیہ ہووے اور خدا کی عبادت چھپ کر یہ مناسب نہیں ہے آئیے خانہ کعبہ کو چلیئے اور باعلان نماز ادا کیجئے چنانچہ اُن کی عرض کو حضرت نے قبول فرمایا اور خانہ کعبہ کی طرف توجہ کی اور نہایت شان و شوکت سے حضرت مع سب اصحاب کے عازم خانہ کعبہ کے ہوئے جب حضرت تشریف فرما خانہ کعبہ ہوئے تو حضرت عمرؓ ہی آگے آگے چلے کافروں نے کہ وہ منتظر تھے کہ سر پیغمبر صاحب کا لاتے ہوں گے، یہ دیکھ کر کہا اے عمر یہ کیا حال ہے تب حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ سنو میں ایمان لایا اور پیغمبر کی غلامی کا غاشیہ میں نے اپنے دوش پر لیا جو اطاعت کرے گا خیر ورنہ اگر مزاحمت کرے گا تو یہی تلوار ہے اور اس کا سر چنانچہ چند آدمیوں کو اُسی وقت اپنا زور دکھایا اور خانہ کعبہ میں جا کر پیغمبر صاحب کے پیچھے نماز ادا کی یہ حال حضرت عمرؓ کے ایمان لانے کا ہے اول اس بیں ہم نے دو باتوں کا ذکر کیا ہے اول پیغمبر صاحب کے دُعا کرنے کا حضرت عمرؓ کے ایمان لانے کے واسطے کی دوسرے اس کیفیت سے ایمان لانے کا چنانچہ ہم دونوں باتوں کو شیعوں کی کتابوں سے ثابت کرتے ہیں ٭ امر اول کے ثبوت سے پہلے ہم کو یہ لکھنا ضرور ہے کہ اکثر مجتہدین اور علمائے شیعہ نے اس دعا سے انکار کیا ہے اور اس کو سنیوں کی تہمت اور افترا میں تصور کیا ہے جیسا کہ[1] مجتہد صاحب کا خلاصہ عبارت یہ ہے کہ (فاروق عزتے

---

[1] عمر فاروق کی عرب میں کوئی عزت نہ تھی اور آپ کے اسلام لانے سے اسلام کو عزت دینے کی دعا والی درایت سنا ملائے نے خود گھڑی ہے اور اس قسم کی دُعا جو عقل و نقل کے سراسر خلاف ہے حاشا وکلا رسول اکرم کی زبان مبارک سے ادا نہیں ہوئی۔

marfat.com

در عرب نداشتہ پس ایں احادیث را علمائے سنیاں از پیش خود بر تافتہ اند و حاشا کہ جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ایں دعا کہ مخالف عقل و نقل ست بر زبان مبارک آوردہ نہ باشد) لیکن یہ انکار صرف دھوکا دینا اور عوام کو اپنے مذہب کی برائی پر واقف ہونے سے بچانا ہے ورنہ بہت سے محدثین اور علمائے شیعہ نے اس کی صحت پر اقرار کیا ہے۔ چنانچہ فضل بن شادان اور شیخ طبرسی اور شیخ طوسی اور علم الہدیٰ اور شیخ مفید کے اقرار سے اس کی صحت ثابت ہوتی ہے چنانچہ ہم اُن سے قطع نظر کر کے ملا مجلسی کی تصدیق کو سنداً بیان کرتے ہیں اور اُن کی کتاب بحار الانوار سے جس کا نام نامی اور اسم گرامی خدا کی کتاب سے بڑھ کر حضرات شیعہ کی زبان پر ہے اس روایت کو نقل کرتے ہیں وہو ہذہ ملا باقر مجلسی بحار الانوار کی چودھویں جلد میں جس کا نام کتاب السماء والعالم ہے مسعود عیاشی سے روایت کرتے ہیں (روی العیاشی عن الباقر علیہ السلام ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اعز الاسلام بعمر بن الخطاب او بابی جہل بن ہشام) یعنی امام باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا سے دُعا کی کہ الٰہی عزت دے اسلام کو عمر بن خطاب کے اسلام لانے سے یا ابو جہل بن ہشام کے مسلمان ہونے سے غرضکہ اب ہم اُن مجتہدین کی نسبت جنہوں نے اس دعا سے انکار کیا اور عوام کو دھوکا دیا کہیں بجز اس کے کہ اُن کے مقلدین کے سامنے ان کے انکار کو اور ملا باقر مجلسی کے اس اقرار کو رکھدیں اور یہ عرض کر دیں کہ اب خود ہی انصاف کرو کہ اس کے ہر ہر لفظ کو غور کریں اور انصاف فرمائیں کہ باوجود تعصب اور عناد کے اس مولف نے کیا کچھ لکھا ہے اور یہ کوئی نہ خیال کرے کہ حملۂ حیدر یہ کتب معتبرہ سے نہیں ہے بلکہ اس کو خود حضرت مجتہد صاحب شیعوں کے قبلہ وکعبہ نے تصحیح کیا ہے اور اس کی اصلاح اور تحشی خود حضرت سید محمد صاحب نے فرمائی ہے اور جو کتاب مطبع سلطانی میں باہتمام مدد علی داروغہ کے لکھنؤ میں چھپی ہے اس کی عنوان پر یہ سب کیفیت لکھی ہوئی ہے اور اس کے سرے پر اس کتاب کی تعریف میں لکھا ہے۔

عجائب کتابے پر از نور ہست	کہ ہر بیت آن بیت معمور ہست
بہ بزمیکہ خوانند فصلے ازاں	سخن از حلاوت شود لب گزاں
مشام محبان معطر شود	دل از نور ایمان منور شود

لہ حملۂ حیدری جلد اول صفحہ ۲ دیباچہ سطر ۲۳ مطبوعہ سلطانی ۱۲۶۷ھ ۱۲ منہ

تعالی اللہ آن باذل بی بدل
کہ آوردہ ہر نکتہ را بر محل
بتوفیق روایت رقم میزنند
براہ دیانت قدم میزنند
بر ترجیح اخبار دارد مناط
برون نیست از جادۂ احتیاط
بر نہجی گرفتست ایراد ودق
کہ افتادہ در جان اعدا قلق
عجب دفتر دلکشای نوشت
کہ پیچیدہ دروی ہوای بہشت
معطر چو مشک تتارست این
معنبر چو باد بہارست این
ز ہر نکتہ سازد معطر دماغ
ز ہر نقطہ اش میشود تر دماغ
دل آشفتگان را تماشاست این
جگر خستگاں را مسیحاست این
بس ست از نعوت وصفاتش ہمیں
کہ گردیدہ مقبول سلطان دیں
فرازندۂ رایت اجتہاد
ز حق حجت و آیتے بر عباد
طریق شریعت مویّد از وست
کہ نام ونشان محمد از دست
دل سنّیاں داغدار ست زو
کہ ہندوستان سبزوارست زو

پس ہم اسی کتاب سے جس کے نور سے دل مومنین کے منور ہیں حضرت عمرؓ کے ایمان کے نور کو دکھلاتے ہیں جو اندھے نہ ہوں وہ دیکھیں اور اسی کتاب سے جس کی خوشبو سے دماغ مجنون کے معطر ہیں حضرت فاروق کے اسلام کی خوشبو پھیلاتے ہیں جو دماغ رکھتے ہوں وہ سونگھیں اور ہم اسی محقق کے قول سے جو موافق روایت کے لکھتا ہے اور جو قدم بقدم دیانت پر چلتا ہے اس روایت کو ثابت کرتے ہیں اور ہم اسی کی تصدیق سے جس نے سنیوں کی جان کو رنج میں ڈال رکھا ہے حضرات شیعہ کو رنج دیتے ہیں اور اسی کے کلام سے جس کا کلام شیعون کے زخموں کے لئے مرہم ہے اُن کے دلوں کو مجروح کرتے ہیں اور اس قبلہ وکعبہ کی تصحیح اور قبولیت سے جس نے سنیوں کے دلوں کو داغدار کر دیا ہے اُن کے مقلدین کے دلوں کو داغدار کرتے ہیں اے بھائیو اس روایت کو سنو اور دیکھو کہ حقیقت میں کیسا نور چمک رہا ہے اور سونگھو کہ دراصل کیسی خوشبو مہک رہی ہے بیشک اس روایت کی نسبت ہم بھی یہ شعر پڑھتے ہیں۔

بہ نہجی گرفتست ایراد ودق
کہ افتادہ در جان اعدا قلق
ز ہر نکتہ سازد معطر دماغ
ز ہر نقطہ اش میشود تر دماغ
معطر چو مشک تتارست این
معنبر چو باد بہارست این

لہ ایضاً صفحہ ۳ سطر ۱۱-۱۲ ۱۲ منہ

اب ہم اس روایت کو بعینہ کتاب مذکور سے نقل کرتے ہیں۔

در کیفیت ایمان آوردن عمر بن خطابؓ [1]

عمرؓ بعد ازاں پس چند گاہ　　در آمد بدیں، رسول الٰہ
چناں بد کہ بوجہل ازاں سرزنش　　بہ کیفیتے شد عداوت منش،
کہ جز قتل پیغمبر ذوالجلال　　نبودش دگر ہیچ فکر و خیال
یکی روز می گفت با اشقیا!　　کہ آرد کسی گر سر مصطفےٰ
ہزار اشتر از خود بہ بخشم باد　　دو کوہان سیہ دیدہ و سرخ مو
زدیبای مصری و برد یمن　　دگر سیم و زر بخشمش چند من
عمر چوں شنید آن سخن گفتنش　　بجنبید عرق طمع در تنش،
باد گفت سوگند اگر مے خوری　　کہ از گفتۂ خویشتن نگذری
من امروز خدمت رسانم بجا　　بیارم بہ پیشت سر مصطفےٰ
گرفت از ابوجہل اوّل قسم　　پس انگاہ زد در رہ کین قدم
ہاں کار چوں رفت بیرون عمر　　یکی گفت با او نداری خبر
کہ ہمشیرہ ات نیز با جفت خویش　　گرنست دین محمد بہ پیش
برآشفت اباحفص ازیں گفتگو　　بگفتا بریزم کنون خون او
سوی خانۂ خواہر خویش رفت　　چو آمد بنزدیک در پیش رفت
بیامد بہ پیش در وایستاد　　صدائی شنید و بآن گوش داد
شنید انکہ میخواند مرد نکو　　کلامے کہ نشنیدہ ؟ مثل او
ز دو می گرفتند یاد آن کلام　　ہمان خواہر و جفت او بالتمام
عمر زد در خواہرش باز کرد　　چو آمد درون شور آغاز کرد
درافتادہ با جفت خواہر بجنگ　　گرفتش ز حلق و بیفشرد تنگ
درآو یخت داماد ہم با عمر　　گرفتند خصمانہ ہم را بہ بر
بخستند گہ روی ہم گاہ پشت　　لکد کہ زدندی بہم گاہ مشت

[1] در حملۂ حیدری جلد اول از صفحہ ۲۱، سطر ۲۱ تا صفحہ ۲۳ سطر ۱۴ مطبوعہ مطبع سلطانی ۱۲۶۷ھ ہجری، ۱۲ منہ

زہم پوست کندند گہ گاہ مو — گہے ایں بزیر آمدے گاہ او
ازو چون عمر بود پر زور تر — فگندش بزیر و نشست از زبر
گلویش بہ تنگی فشرد آنچناں — کہ نزدیک شد تا شود قبض جاں
دوان خواہرش نوحہ گر — بگفتش چہ خواہے زما ای عمر
اگر شاد گردے زما در ملول — نمودیم دین محمد قبول
کنوں گر کشے سر بداریم پیش — ولی برنگر دیم از دین خویش
چو بشنید ازو ایں حکایت عمر — بدانست کو برنگردد دگر
بگفتش چہ دیدی تو از مصطفیٰ — کہ گشتی بہ دینش چنیں مبتلا
بگفتا کلام خدائے جلیل — کہ آرد باد حضرت جبرئیل
شنیدم گر دیدہ برما یقین — کہ ہست ایں کلام جہاں آفریں
عمر گفت ازان قول معجز اساس — اگر یاد داری بخواں بی ہراس
بر و خواہرش آیۂ چند خواند — عمر گوش چوں کرد حیران بماند
ولش زان شنیدن بسی نرم شد — بسودائے اسلام سرگرم شد
عمر گفت دیگر بخوان زین کلام — بگفتا دگر نیست زین می بجام
ولی ہست استاد ما در نہفت — کہ گر دید پنہاں چو نامت شنفت
قسم گر خورے کو نیابد زیان — بیاریم پیشت کہ خواند ازان
چو بگرفت سوگند ازو خواہرش — بیاورد استاد خود را برش
بُد از اہل اسلام نامش جناب — بیامد بہ نزد عمر بے حجاب
بر و خواند آیات پروردگار — ابا حفص اسلام کرد اختیار
چو آیاتِ معجز بیان را شنید — ہمش قول کاہن بخاطر رسید
بہ اسلام شد رغبتش بیشتر — کہ آنہم شود راست چوں ایں خبر
وزان پس بگشتند باہم روان — بنزد رسول خدائے جہاں
بدولت سرائے پیمبر شدند — چو در بستہ بُد حلقہ بر در زدند
یکی آمد و دید از پشت در — کہ استادہ با تیغ بر در عمرؓ
بنزد نبی رفت و احوال گفت — بماندند اصحاب اندر شگفت

marfat.com

چنیں گفت پس عم خیر البشر ؐ — کہ غم نیست بردی کشاید در
گر از راہ صدق آمدہ مرحبا — وگر باشد او را بخاطر دغا
بہ تیغے کہ دارد حمائل عمرؓ — تنش را سبکبار سازم زسر
چو در باز کردند بر روے او — در آمد عمرؓ بالب عذر گو
گرفتش بہ بر سرورِ انبیاءؐ — نشاندش بجائیکہ بودش سزا
بگفتند اصحاب ہم تہنیت — وزاں بیشتر یافت دیں تقویت
پس اصحاب دیں راشد ایں بدعا — کہ از خدمت سرورِ انبیاءؐ
بسوی حرم آشکارا روند — نماز جماعت بجا آورند
رسید این سخن چوں بعرض رسول ؐ — زخیر البشر یافت عز قبول

آمدن سید اخیار بتائید ملک جبار بحرم محترم و نماز گذاردن با اصحاب سعادت انتساب و آمدن قریش مرتبۂ دیگر نزد ابو طالبؓ و سخن گفتن از روی قہر و طیش

بیا ساقی ای رشک خلد بریں — بساطِ نشاط، بگیتے بچیں
زخم بادہ بے فکر و اندیشہ ریز — سبو بر سبو، شیشہ بر شیشہ ریز
فرود آرا زیں طاق فیروزہ فام — زخورشید جام و زمہ نیم جام
بکن راز پوشیدہ را برملا — بہ دور تبر دیک در دہ صلا
ازاں مے نمے ہم بکامم فگن — وزاں نم بعیش مدامم فگن
چناں مست کن زاں مے پر طرب — کہ جوشد زخورشید نورم زلب
دریں بزم ساقے بنور ایاغ — فروزد بدینگونہ روشن چراغ
کہ کردند اصحاب چوں اتفاق — بر آمد رسول خدا از وثاق
رواں شد تبایید دیاں دیں — چو سوئے حرم سید المرسلین
ببالید از بس زمین شد گماں — کہ بیروں رود از بر آسماں
زشادی برقص اندر آمد سپہر — چو خورشید ہر ذرہ افروخت چہر
ہمی رفت جبرئیل بالای سر — بفرق ہمایوں بگستردہ پر

marfat.com

ملائک چپ و راست در دور باش | شیاطین ز ہیبت شدہ پاش پاش
بہ پہلو رواں حمزۂ نامدار | بہ پیشش علیؓ صاحب ذوالفقار
ہمیں رفت در پیش حیدر عمر | حمائل ہمان تیغ کیں بر کمر
بگرد آمدہ جمع یارانِ تمام | برفتند زینساں بہ بیت الحرام
چدار حرم سر بعرشش مجید | رسانید چون گرد موکب رسید
چو دیدند کفار زان گونہ حال | نمودند باہم بسے قیل و قال
یکی رفت از انہا بہ نزد عمر | بدو گفت ایں چیست ای بدگہر
نہ زانسان کہ رفتی تو باز آمدی | بکین رفتہ و با نیاز آمدی
عمر کرد اسلام خود، آشکار | پس انگہ باو گفت ای نابکار
ہران کز شما جنبد از جای خویش | بہ بیند سر خویش بر پای خویش
چو کفار دریافتند از سخن | کہ در دل چہ دارند آن انجمن
نہادند پا در رہ امتناع | نمودند با اہل ملت نزاع
چو دیدند آن صحبت اصحاب دیں | ہمہ دست بردند بر تیغ کیں
ازان حال کفار پس پاشدند | دلیران دین مسجد آرا شدند
بہ پیش اندر آمد رسول خدا | نمودند یاران با اقتدار
نبی گفت تکبیر چوں در حرم | فتادند اصنام بر روئے ہم
ز تائید ایزد بمسجد نماز | ادا کرد و آمد سوئے خانہ باز

اے حضراتِ شیعہ تم کو اپنے باذلِ بے بدل اور اپنے قبلہ و کعبہ کے آب و گل کی قسم ہے کہ اس روایت کو دیکھو اور غور کرو کہ جو شخص اس دھوم دھام سے ایمان لاوے اور جو آدمی اس شان و شوکت سے مسلمان ہوئے اس کی نسبت کون خیال کر سکتا ہے کہ وہ منافق ہوگا یا سچے دل سے ایمان نہ لایا ہوگا یا بعد ایمان کے مرتد ہو گیا ہوگا یا ایسے شخص سے کبھی پیغمبر صاحب رنجیدہ ہوئے ہوں گے یا ایسے آدمی کو دشمن اسلام کا اور منافق سمجھے ہوں گے دیکھو جو دعا پیغمبر صاحب نے اُن کے لئے کی تھی کیسی جلد خدا نے قبول کی اور اس کا اثر کیسا جلد ظاہر ہوا کہ اُن کے ایمان لانے کا پہلا کام تو یہ ہوا کہ اول اول نماز جماعت کی خانہ کعبہ میں ادا ہوئی اور اخیر کا کام اُن کا یہ ہوا کہ ردم د

marfat.com

شام اور حلب اور دمشق میں کلمہ کفر کا پست اور خدا کا کلمہ بلند ہُوا ابتدا اسلام کی عزت بھی انہیں کی ذات سے ہوئی اور خاتمہ بھی انہیں پر ہُوا حقیقت میں دعا اس کو کہتے ہیں اور قبولیت اسی کا نام ہے۔ اے یارو ذرا تو انصاف کو دخل دو اور تعصب اور عناد کو چھوڑ دو کہ جس کی ذات سے ایک ہزار چھتیس شہر کفر کے دارالاسلام ہوئے اور جس کی بدولت ہزاروں بت خانے اور گرجے ٹوٹ کر مسجدیں بن گئیں اور جس کے سبب سے کسریٰ اور قیصر کے محلوں میں غلغلہ اللہ اکبر کا بلند ہوا اور جس کی وجہ سے ان کی بیٹیاں مسلمانوں کی لونڈیوں میں داخل ہوئیں اور جس کی ذات سے ظلمت کفر کی دور ہوئی اور روشنی اسلام کی از شرق تا غرب پھیل گئی وہی تمہارے نزدیک منافق ہے اور اسی کا نام تمہارے یہاں دشمن خدا اور عدو رسول ہے تو معلوم نہیں کہ پھر خدا کا دوست اور محب رسول کون ہے اگر حضرت عمر کی ذات نہ ہوتی تو آج تمہارے قبلہ و کعبہ لکھنؤ میں بیٹھ کر علی علی کہتے یا اجودھیا میں رام رام پکارتے یہ عمر ہی کی جوتیوں کا طفیل ہے کہ تم خدا کی توحید سے اور پیغمبر کی نبوت سے واقف ہوئے اور کفر چھوڑ کر اسلام اور ایمان کے نام سے آگاہ ہوئے لیکن آفرین تمہارے احسان فراموشی پر کہ اُسی کی دشمنی کو تم نے ایمان قرار دیا ہے اور کفر کی بنیاد کھودنے والے اور اسلام کا نیزہ گاڑنے والے کا نام منافق اور کافر رکھا ہے حقیقت یہ ہے کہ جب شیطان نے دیکھا کہ بعد اسلام کے کفر پھیلا نہیں سکتا اور شرک صریح میں گرفتار نہیں کر سکتا تب اس نے یہ تدبیر کی کہ لوگوں کے دلوں میں کفر کی جڑ دوسری طرح قائم کرے اور باوجود مسلمانی کے دعوے کے اُن کو اسلام سے خارج کردے تب اُس نے یہ تدبیر کی اور رفض کا عقیدہ لوگوں کے دلوں میں مضبوط کیا اور جن لوگوں نے پیغمبر صاحب کو مدد دی اور جنہوں نے اسلام کو پھیلایا اور جن کے سائے سے شیطان بھاگا ان کی عداوت دلوں میں ڈال دی تاکہ اس حیلے سے اُس کا کام نکلے اور لوگ اسلام سے نفرت کریں یا اسلام کا نام لیں مگر اصل میں اس کو چھوڑ بیٹھیں۔

چنانچہ اس ملعون کا مطلب حضرات شیعہ سے بخوبی حاصل ہوگیا اور اس شقی ازلی نے اُن کے دلوں کو اندھا کر دیا کہ وہ ایسے اصحاب جلیل القدر کو بُرا جاننے لگے اور ایسے دوستوں کو پیغمبر صاحب کے بُرا کہنے لگے اُن کی دشمنی کو ایمان سمجھے اور ان کو گالیاں دینا عبادت جانا حقیقت میں ان لوگوں نے ایمان چھوڑ دیا اور شیطان کے دام میں آکر

marfat.com

اسلام سے ہاتھ دھویا ورنہ جس کو ذرا بھی عقل ہوگی کیا وہ یہ نہ سمجھے گا کہ اگر وہی لوگ جو اس شد و مد سے ایمان لائے کافر تھے اور وہی آدمی جنہوں نے اسلام کو عرب سے لیکر عجم تک اور عجم سے لیکر ہند تک پھیلایا اسلام کے دشمن تھے تو پھر دوسرا کون مسلمان ہوسکتا ہے ضرور اس کا عقیدہ اسلام سے پھر جائے گا حقیقت میں اسلام کی حقیقت پر کوئی معتقد نہیں ہوسکتا جب تک وہ شیعون کے عقیدے نہ چھوڑے اور پاک سنی نہ بن جائے واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم

میں اس مقام پر ایک اور بات شیعوں کی لکھنا مناسب سمجھتا ہوں تاکہ ان کے عقیدے کی خوبی اس سے ظاہر ہوجائے اور ان کی دشمنی اسلام اور ایمان سے ثابت ہوجائے۔ یہ امر تو بخوبی ثابت ہوگیا کہ حضرت عمرؓ کی ذات سے نہایت تقویت دین کی ہوئی اور اسلام کی جڑ انہیں کے سبب سے مضبوط ہوئی چنانچہ صاحب حملۂ حیدریہ نے باین تعصب خود اقرار کیا ہے کما قیل مصرع

وزان بیشتر یافت دین تقویت

اور ظاہر ہے کہ جس کی ذات سے دین نے تقویت پائی ہوگی۔ اس کی ذات سے پیغمبر صاحب کو محبت بھی بدرجہ غائیت ہوگی لیکن موافق روایت شیعون کے پیغمبر صاحب کو کسی سے اس قدر عداوت نہ تھی جیسے کہ حضرت عمرؓ سے تھی اور ان کے مرنے کی خبر سے جس قدر حضرت کو خوشی ہوئی ایسی کسی خبر سے نہ ہوئی تھی اور جو فضائل اس روز کے جس جس روز کہ حضرت عمرؓ نے شہادت پائی پیغمبر خدا نے بیان کئے ہیں ایسے فضائل جمعہ اور عید اور روز غدیر کے بھی بیان نہیں کئے اور جو برکات اور فائدے اہل بیت کو اس تاریخ میں ہوئے ہیں جس تاریخ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے وفات پائی ایسے کبھی کسی روز نہیں ہوئے چنانچہ زاد المعاد میں جو معتبرین کتب شیعہ سے ہے اور ملا باقر مجلسی جس کے مؤلف[1] ہیں اس کے آٹھویں باب کی پہلی فصل میں ایک طول طویل روایت لکھی ہے جس کو ملا صاحب نے اپنے نامہ اعمال کی طرح سیاہ کیا ہے اس کا مختصر مضمون ہم لکھتے ہیں

[1] بدرستیکہ خبر داد مرا پدرم کہ حذیفہ بن یمان در روز نہم ربیع الاول داخل شد بر جدم رسول خدا حذیفہ گفت کہ دیدم حضرت امیر المومنین و حضرت امام حسن و امام حسین را کہ با حضرت رسالت پناہ طعام تناول مینمودند آن حضرت بر روی ایشان تبسم میفرمود و با حضرت امام حسن و امام حسین میگفت بخورید گوارا باد از برای شما

برکت و سعادت ایں روز بدرستیکہ ایں روزیست کہ حق تعالیٰ ہلاک میکند دشمن جد شما را و مستجاب میگرداند
دریں روز دعائے مادر شما را بخورید کہ ایں روزیست کہ حق تعالیٰ قبول میکند اعمال شیعیان و محبان شما را دریں روز
بخورید کہ ایں روزیست کہ ظاہر میشود راستی گفتہ خدا کہ میفرماید فتلک بیوتہم خاویۃ بما ظلموا یعنی این ست خانہای
ایشان کہ خالی گردیدہ ست بسبب ستمہای ایشان بخورید کہ این روزایست کہ شکستہ مے شود دریں روز شوکت جد
شما و یاری کنندہ جد شمای یاری کنندہ دشمن شما بخورید کہ این روزیست کہ ہلاک میشود دریں روز فرعون اہل بیت
من و ستم کنندہ بر ایشان و غصب کنندہ حق ایشان بخورید کہ این روزیست کہ حق تعالیٰ عملہای دشمنان شما را باطل و
و ہباء میگرداند حذیفہ گفت کہ من گفتم کہ یارسول اللہ آیا درمیان امت تو کسی خواہد بود کہ ہتک ایں حرمتہا نماید
حضرت فرمود کہ ای حذیفہ بلی از منافقان بر ایشان سرگردہ خواہد شد و دعوی ریاست درمیان ایشان خواہد کرد و مردم را
بسوے خود دعوت خواہد نمود و تازیانہ ظلم و ستم را بر دوش خود خواہد گرفت و مردم را از راہ خدا منع خواہد نمودہ کتاب خدا را
تحریف خواہد نمودہ سنت مرا تغیر خواہد داد و میراث فرزند مرا متصرف خواہد شد و خود را پیشوائے مردم خواند و زیادتی بر وصی
من علی بن ابی طالب خواہد کرد و مالہائے خدا را بناحق بر خود حلال خواہد کرد و در غیر طاعت خدا صرف خواہد کرد و مرا و
برادر من و وزیر من علی بن ابی طالب را بدروغ نسبت خواہد داد و دختر مرا از حق خود محروم خواہد گردانید پس دختر من او را
نفرین خواہد کرد و حق تعالیٰ نفرین او را مستجاب خواہد کرد حذیفہ گفت یارسول اللہ چرا دعا میکنی کہ حق تعالیٰ او را در حیات شما
ہلاک کند حضرت فرمود کہ ای حذیفہ درست نمیدارم کہ جرات کنم بر قضای خدا و از او طلب کنم تغیر امرے را کہ در علم او گذشتہ
است و لیکن از حق تعالیٰ سوال کردم کہ فضیلت دہد آنروز را کہ دران روز او بجہنم میرود بر سائر روزہا تا آنکہ احترام
آنروز سنتے گردد درمیان دوستان من شیعیان اہل بیت من پس حق تعالیٰ وحی کرد بسوی من کہ اے محمد در علم سابق من گذشتہ
است کہ در یابد تر او اہل بیت ترا محنتہا و بلاہائے دنیا و ستمہائے منافقان و غصب کنندگان از بندگان من آنہا منافقان
کہ تو خیر خواہی ایشان کردی و با تو خیانت کردند و تو با ایشان راستی کردی و ایشان با تو مکر کردند و تو با ایشان صاف بودی
ایشان دشمنی ترا بدل گرفتند تو ایشان را خشنود و ایشان ترا آزرده کردند و تو ایشان را برگزیدی و ایشان ترا دطیہ گزاشتند و قسم یاد میکنم
بحول و قوت و بادشاہی خود کہ البتہ بکشایم برروئے کسیکہ غصب کند حق علی را کہ وصے تست بعد از تو ہزار در از پست ترین
طبقات جہنم کہ آنرا فیلوق میگویند و او را با اصحاب او در قعر جہنم جا دہم کہ شیطان از مرتبہ خود بر او مشرف شود و او را ... کند
آن منافق در روز قیامت عبرتے گردانم برائے فرعونہا کہ در زمانہائے پیغمبران دیگر بود ند و برائے سائر دشمنان دین ایشان
و دوستان ایشان را بسوی جہنم برم و با دیدہائے کبود و روہائے ترش با نہایت مذلت و خوارے و بر پشیمانے ایشان را ابد
الآباد در عذاب خود بدارم ای محمد نمیرسد بمنزلت تو مگر بانچہ میرسید باو از بلا ہا از فرعون او و غصب کنندہ حق او کہ
جرأت میکند بر من و کلام مرا بدل میکند و شرک بمن مے آورد و مردم را منع میکند از راہ رضائے من و گو سالہ از برائے امت

تو بزیاند کہ آن ابوبکر است و کافر میشود و من در عرش عظمت و جلال امن بدر سنیکہ من امن کردہ ام از آنکہ بہشت آسمان خود را کہ برائے شیعیان و محبان دین شما عید کنند آن روزی را کہ آن ... کشتہ میشود امر کردم کا کوسی کرامت مرا نصب کنند در برابر بیت المعمور و ثنا بر من و طلب آمرزش نمایند برائے شیعیان و محبان شما از فرزندان آدم و امر کردہ ام ملائکہ نویسندگان اعمال را کہ از این روز تا سہ روز قلم از مردم بردارند و ننویسند گناہان ایشان را برائے کرامت تو و وصی تو اے محمد روز را عید گردانیدم برائے تو و اہل بیت تو و برائے ہر کہ تابع ایشان باشد از مومنان و شیعیان ایشان و سوگند یاد میکنم بعزت و جلال خود و علو منزلت و مکان خود کہ عطا کنم کسے را کہ عید کند این روز را از برائے من ثواب آنہا کہ بدور عرش احاطہ کردہ اند و قبول کنم شفاعت او را از خویشان و زیادہ کنم مال او را اگر کشادگی دہد بر خود و بر عیال خود در این روز و ہر سال در این روز ہزار ہزار کس از موالیان و شیعیان شما را از آتش جہنم آزاد گردانم و اعمال ایشان را قبول کنم و گناہان ایشان را بیامرزم حذیفہ گفت پس برخواست حضرت رسول خدا و بخانہ ام سلمہ رفت و من برگشتم و صاحب یقین بودم در کفر عمر تا آنکہ بعد از وفات حضرت رسول دیدم کہ او چہ فتنہا برانگیخت و کفر اصلی خود را اظہار کرد و از این دین برگشت و دامان بے حیائی و وقاحت برائے غصب امامت و خلافت برزد و قرآن را تحریف کرد و آتش در خانہ وحی و رسالت زد و بدعتہا در دین خدا پیدا کرد و ملت پیغمبر را تغیر داد و سنت آن حضرت را بدل کرد و شہادت حضرت امیر المومنین را رد کردہ فاطمہ دختر رسول خدا را بدروغ نسبت داد و فدک را غصب کردہ یہود و نصاریٰ و مجوس را از خود راضی کرد و نور دیدہ مصطفیٰ را خشم آوند در رضا جوئے اہل بیت رسالت نہ کرد و جمیع سنتہای رسول خدا را برطرف کرد و تدبیر کشتن امیر المومنین کرد و جور و ستم در میانہ مردم علانیہ کرد ہر چہ خدا حلال کردہ بود حرام کرد و ہر چہ حرام کردہ بود حلال کرد و حکم کرد کہ از پوست شتر دینار و درہم بسازند و چرخ کنند و بر رود شکم فاطمہ زہرا زد و بر منبر حضرت رسالت بغصب و جور بالا رفت و بر حضرت امیر المومنین افترا بست و با آنحضرت معارضہ کرد و رای آنحضرت را بسفاہت نسبت داد حذیفہ گفت پس حق تعالیٰ دعائے برگزیدہ خود و دختر پیغمبر خود را در حق آن منافق مستجاب گردانید و قتل او را بر دست کشندہ او رحمۃ اللہ جاری ساخت پس رفتیم بخدمت حضرت امیر المومنین کہ آنحضرت را تہنیت و مبارکباد بگوئیم با آنکہ آن منافق کشتہ شد و بعذاب حق تعالیٰ واصل گردید چون حضرت مرا دید فرمود ای حذیفہ آیا در خاطر داری آن روزے را کہ آمدی بنزد سید من رسول و من و دو سبط من حسن و حسین نزد او نشستہ بودیم و با او طعام میخوردیم پس ترا دلالت کرد بر فضیلت این روز گفتم بلی اے برادر رسول حضرت فرمود بخدا سوگند کہ این روزیست کہ حق تعالیٰ در آن دیدہ آل رسول را روشن گردانید و من برائے این روز ہفتاد و دو نام میدانم حذیفہ گفت کہ یا امیر المومنین میخواہم کہ آن نامہا را از تو بشنوم حضرت فرمود کہ این روز استراحت است کہ مومنان از شر آن منافق استراحت یافتند و روز زائل شدن کرب و غم ست و روز غدیر دوم است و روز تخفیف گناہان شیعیان و روز اختیار نکومی برائے مومنان ست و روز برداشتن قلم از شیعیان ست و روز برہم شکستن بنائے کفر و دانست

وروز عافیت ست و روز برکت ست وروز طلب خونہائے مومنانست وروز عید بزرگ خداست و روز مستجاب شدن دعاست وروز موقف اعظم وروز وفائے بعہدست وروز شرط ست و روز کندن جامۂ سیاہست وروز ندامت ظالمست و روز شکستہ شدن شوکت مخالفانست وروز نفی ہموم ست روز فتح ست وروز عرض اعمال آن کافرست و روز ظہور قدرت خداست و روز عفو گناہاں شیعانست وروز فرح الیشانست وروز توبہ است وروز انابت ست بسوئے حق تعالیٰ وروز زکوٰۃ بزرگ و روز فطر دوم ست وروز اندوہ باغیانست و روز گرہ شدن آب ہان در گلوی مخالفانست و روز خوشنودی مومنانست وروز عید اہل بیت ست و روز ظفر یافتن بنی اسرائیل بر فرعونست وروز مقبول شدن احوال شیعانست وروز پیش فرستادن تصدقات ست وروز زیادتی مثوباتست وروز قتل منافق ست و روز وقت معلوم است وروز سرور اہل بیت ست و روز مشہودست وروز قہر بر دشمن ست وروز خراب شدن بنیان ضلالت ست وروزیست کہ ظالم انگشت ندامت بدندان میگزد وروز ملیتہ ست وروز شرنست و روز خنک شدن دلہائے مومنانست وروز شہادتست و روز درگذشتن از گناہ مومنانست وروز تازگی بوستان اہل ایمانست وروز خوشی دلہای مومنانست وروز زوبرطرف شدن پادشاہی منافقانست وروز توفیق اہل ایمان ست وروز رہائی مومنانست از شر کافران وروز مظاہرتست وروز مفاخرست وروز قبول اعمال ست وروز تبجیل تعظیم ست وروز تجلد و طاعت وروز شکر حق تعالےٰ است وروز زیلے مظلومانست و روز زیارت کردن مومنانست وروز محبت کردن ایشانست وروز رسیدن برحمتہای الٰہی ست وروز پاک گردانیدن اعمال ست و روز فاش کردن راز ست وروز پاک گردانیدن اعمال ست وروز فاش کردن رازست وروز برطرف شدن بدعتہاست و روز ترک کردن بحق ست وروز عبادت وروز موعظت و نصیحت ست و روز انقیاد پیشوایان دین ست حذیفہ گفت کہ پس از خدمت امیرالمومنین برخاستم و گفتم اگر دریابم از اعمال و افعال خیر وانچہ امید ثواب ازاں دارم مگر محبت این روز دانستن فضیلت این را ہر آئینہ منتہائے آرزوی من خواہد بود پس محمد و یحییٰ راویان حدیث گفتند کہ چوں این حدیث را از احمد بن اسحٰق شنیدیم ہر یک برخواستیم و سراو را بوسیدیم و گفتیم حمد و شکر میکنیم خداوند یرا کہ برانگیخت ترا از برای ما تا آنکہ فضیلت این روز را بما رسانید پس بخانہای خود برگشتیم و این روز را عید کردیم۔

حذیفہ ابن یمان صحابی سے روایت ہے کہ میں نویں ربیع الاول کو پیغمبر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت کے پاس امیرالمومنین علی مرتضیٰ اور حضرت امام حسن اور امام حسین بیٹھے ہوئے ہیں اور کھانا نوش فرما رہے ہیں اور حضرت نہایت خوش ہیں اور حسنین علیہما السلام سے کہ رہے ہیں کہ کھاؤ بیٹا کھاؤ یہ تم کو مبارک ہو کہ آج کا دن وہ ہے جس میں خدا اپنے دشمن کو اور تمہارے جد کے دشمن کو ہلاک کریگا اور تمہاری مادر مشفقہ کی دعا

marfat.com

کو قبول کریگا کھاؤ بیٹا کھاؤ کہ آج وہ دن ہے کہ خدا تمہارے شیعوں اور محبوں کے اعمال کو قبول
کرے گا کھاؤ بیٹا کھاؤ کہ آج کی تاریخ خدا میرے اہل بیت کے فرعون کو ہلاک کرے گا
کھاؤ بیٹا کھاؤ کہ آج کے دن خدا تمہارے دشمنوں کے عمل کو باطل کرے گا کھاؤ بیٹا کھاؤ
کہ آج کی تاریخ خدا کے اس قول کی تصدیق ہو گی فتلک بیوتہم خاویۃ بما ظلموا کہ آج کے دن
گھر ان کے خالی ہو گئے بسبب ظلم کے جو انہوں نے کیا تھا۔ حذیفہ صحابی کہتے ہیں کہ میں نے
عرض کی کہ یا رسول اللہ کیا آپ کی امت میں بھی کوئی ایسا ہو گا حضرت نے فرمایا کہ ہاں ایک
بت منافقوں سے انکا سرگروہ ہو گا اور دعوی ریاست کا کرے گا اور تازیانہ ظلم و ستم کا اپنے
ہاتھ میں لے گا اور آدمیوں کو خدا کی راہ سے منع کرے گا اور خدا کی کتاب کو تحریف کرے گا۔
اور میری سنت کو بدل دے گا اور میرے وصی علی پر زیادتی کرے گا اور خدا کے مال کو
ناحق اپنے اوپر حلال کریگا اور غیر طاعت میں خدا کے صرف کریگا اور مجھے اور میرے بھائی
علی کو جھوٹا کہے گا حذیفہ نے کہا کہ یا حضرت اگر وہ ایسا ہے تو کیوں آپ اس کے لئے دعا
نہیں کرتے تاکہ وہ آپ کی زندگی میں ہلاک ہو جاوے حضرت نے جواب دیا کہ میں خدا کی
قضا پر جرأت نہیں کرتا اور جو کچھ اس نے اپنے علم میں قرار دے دیا ہے اس کا بدلنا اس
اس سے نہیں مانگتا لیکن یہ خدا سے سوال کرتا ہوں کہ خدا اس روز کو فضیلت دے اور تمام
دنوں پر اس دن کو عزت بخشے۔ چنانچہ خدا نے حضرت کی دعا قبول کی اور وحی کی کہ اے پیغمبر
میں اس دن کو افضل کرتا ہوں اور علی کو تیرا سا رتبہ اسی کے ظلم کے سبب سے عطا کروں گا۔
وہ شخص مجھ پر جرأت کرے گا میرے کلام کو بدل دے گا میرے ساتھ شرک کریگا لوگوں کو میری
راہ سے منع کریگا میرے ساتھ بکفر پیش آئیگا اس لئے میں نے ملائکہ ہفت آسمان کو حکم دیا
کہ اس دن کو جس میں وہ مارا جائے شیعوں اور محبوں کے لئے عید کریں اس تاریخ کو میری
کرسی کرامت کو بیت المعمور کے برابر نصب کریں اور تمام شیعوں کی مغفرت کی دعا کریں اور
میں نے تمام فرشتوں کو حکم دیا ہے کہ اس تاریخ سے تین دن تک قلم آدمیوں سے اٹھالیں اور کوئی
شخص کچھ گناہ کیوں نہ کرے اس کو نہ لکھیں اے محمد اس دن کو میں نے تیرے لئے اور تیرے
شیعوں کے لئے عید بنا دیا ہے انتہی ترجمہ بلفظہ۔ ایہا المومنین اس روایت کو دیکھو اور شیعوں
کے ایمان اور انصاف اور عقل پر رڈر تعجب ہے کہ زمین شق نہیں ہوتی کہ وہ سما جائیں قہر کی بجلی نہیں
گرتی کہ وہ جل جائیں طوفان غضب نہیں آیا تا کہ وہ ڈوب مریں دیکھو پیغمبر خدا علیہ التحیۃ

marfat.com

والشاپر اس حدیث میں کیسی تہمت کی ہے اور خدا کے محبوب پر کیا افترا باندھا ہے عذا اس قوم سے جس نے اپنی آنکھوں کو اندھا اور کانوں کو بہرا اور دلوں کو غافل کر رکھا ہے اس تہمت اور اور افترا کا بدلا لے درحقیقت انہیں کی شان میں یہ صادق ہے کہ لہم قلوب لایفقہون بہا ولہم اعین لایبصرون بہا ولہم آذان لایسمعون بہا اولئک کالانعام بل ہم اضل اولئک ہم الغافلون کوئی دقیقہ بے ایمانی اور کفر کا نہیں ہے جو اس حدیث کے واضع نے چھوڑا ہو اور کوئی جھوٹ اور افترا نہیں رہا جو پیغمبر صاحب کی طرف منسوب نہ کیا ہو بھلا کون شخص ہے جو اس بات کو مانے گا کہ کہ جس شخص کے ایمان لانے کیلئے خود ہی حضرت نے دعا کی ہو اور جس کے لئے بروایت امام باقر علیہ السلام اللہم اعز الاسلام بعمر بن خطاب کہا ہو اور جس کے حق میں خدا نے حضرت کی دعا قبول کی ہو اور جس نے مسلمان ہوتے ہی جھنڈا اسلام کا کعبے میں گاڑ دیا ہو اور جس نے اسلام لاتے ہی حضرت کو کعبے چلنے پر مستعد کیا ہو اور جس نے تمام عمر اپنی حضرت کی محبت اور اطاعت اور فرمانبرداری میں اور اپنی ساری زندگی اسلام کے پھیلانے میں صرف کر دی ہو اور جس نے دنیا کی کسی قسم کی لذت نہ اٹھائی ہو اور جس نے خدا کی راہ میں جان دے دی ہو اس سے پیغمبر صاحب اس قدر رنجیدہ ہوں کہ اس کے مرنے پر اس قدر خوشی کریں اور اس کے مرنے کے دن کو عید الفطر اور عید الاضحیٰ اور عید غدیر سے بھی بڑھ کر افضل جانیں اور وہ اس کے مرنے سے اسقدر خوش ہووے کہ تین دن تک گناہوں کے لکھنے سے قلم اٹھائے اور شیعوں کو اجازت دیدے کہ اس تین دن کے عرصے میں چاہیں زنا کریں چاہیں شراب اور سود نوش فرمادیں چاہیں مسجدیں ڈھادیں چاہیں قرآن جلادیں جو دل چاہے کریں نہ کوئی پوچھنے والا ہے نہ بتلانے والا کرام کاتبین موقوف لکھنا پڑھنا بند ہیں ایسی حالت میں بھی اپنی خواہشیں پوری نہ کریں تو کب، کریں گے خدا کے لئے انصاف کرو اور اس عقل کے دشمن ایمان کے عدو فرقے کو دیکھو کہ ان کو کس قدر شیطان نے بہکایا ہے اور اسلام کی راہ سے کس قدر دور کر دیا ہے سبحان اللہ کیا دین اور کیا مذہب ہے کہ بیچارے نمازی برسوں نماز پڑھتے پڑھتے مریں روزے رکھنے والے تیس دن تک گرمیوں کے دنوں میں بھوک پیاس کی تکلیف اٹھادیں حاجی ہزاروں منزل سے مصیبت راہ کی طے کر کے کعبے میں پہنچیں اور حج کریں تب صبر کے مستحق ٹھہریں اور شیعہ بھائی گھر بیٹھے زنا کریں شرابیں پئیں اور ربیع الاول کی نویں تاریخ کو اپنے بابا شجاع کے نام پر حلوے کھائیں۔ اور لعنتی کھانا نوش کریں اور سب سے زیادہ ثواب پادیں واہ خدا کا عدل ہے شاید اسی،

سبب سے خدا کو عادل سمجھتے ہیں اور عدل کو اصول خمسہ دین میں جانتے ہیں اگر ایمان اسی کا نام ہے اور محبت اہل بیت اسی کو کہتے ہیں تو افسوس ایسے ایمان اور ایسی محبت پر اور اگر محب اور مومن ایسے ہی لوگ ہوتے ہیں تو وائے ان کے حال پر مصرع[1] گر ولی این ست لعنت بر ولی ۔ اس روایت کی صحت اگر تسلیم کی جائے تو ضرور یہ امر بھی ماننا پڑے گا کہ پیغمبر صاحب بھی تقیہ فرماتے تھے اور وہ بھی کافروں بلکہ اپنے یاروں سے ڈرتے تھے اور خوف کے سبب سے جو کچھ ان کے دل میں ہوتا اس کو ظاہر نہ فرماتے تھے۔ اس لئے کہ اگر خوف نہ ہوتا تو ایسے دشمن خدا اور رسول کو جیسے کہ حضرت عمر تھے اور جن کے مرنے کی خبر سے اس قدر خوش تھے اور جن کی موت کی تاریخ کو عید اور جمعہ سے افضل جانتے تھے اور جنکو فرعون اہل بیت کہتے کیوں اپنی صحبت میں رکھتے اور کس لئے ان کو اپنا مصاحب بناتے اور کس واسطے ان سے ہمیشہ صلاح اور مشورہ لیا کرتے کس آدمی کی عقل میں یہ بات آسکتی ہے کہ پیغمبر صاحب جن کا خلق کی ہدایت تھا اور احکام الٰہی کا پہنچانا جن کا اوپر فرض تھا اور امت کو نیک بد پر آگاہ کر دینا جن کے اوپر لازم تھا وہ بھی تقیہ کرتے ہوں اور خوف جان کے سبب سے عمرؓ کا نام بھی نہ لے سکتے ہوں اور باوجود اس کے کہ ان کو اپنے دین کا دشمن جانتا اور جان بوجھ کر ان کو اپنی صحبت سے نہ نکالا اور علانیہ لوگوں پر ان کے کفر و نفاق کا حال ظاہر کرنا ایک طرف اپنے گھر میں بھی پوچھنے والے سے ان کا نام نہ لیا اور دیوار ہم گوش دارد کا مضمون پیش نظر رکھ کر گول گول ہی بات فرمائی اسیواسطے حذیفہ صحابی سے سب حال تو حضرت نے فرما دیا لیکن نام عمر کا نہ لیا بلکہ ان کے پوچھنے پر بھی جواب صاف نہ دیا اور فقط ان کی صفات بیان کر کے سکوت فرمایا اگر ان کا نام حذیفہ سے کہہ دیا ہو تو اس کے ساتھ ہی سکوت کی بھی نصیحت کر دی ہو۔ تعجب ہے حضرات شیعہ سے کہ وہ مسلمانی کا نام بدنام کرتے ہیں اور پیغمبر خدا پر ایسی تہمت لگاتے ہیں اور خدا اور رسول سے کچھ نہیں شرماتے خانہ خراب ہو تقیے کا جس سے کسی کو محفوظ نہیں جانتے اور پیغمبر صاحب پر بھی اس کا اقرار کرتے ہیں حالانکہ خود ان کے علما کا اقرار ہے کہ پیغمبر صاحب تقیہ نہ کرتے تھے بلکہ وہ تقیے سے ممنوع تھے چنانچہ ہم بحث تقیے میں اس کا ذکر کریں گے اور حقیقت میں اگر پیغمبر صاحب بھی تقیہ کرتے ہوتے اور وہ کافروں سے ڈرتے ہوتے اور جو بات سچ ہے اس کو زبان پر نہ لاتے تو دین کیونکر جاری ہوتا اور مذہب

[1] اگر ولی یہ ہے تو ایسے ولی پر لعنت ۔

marfat.com

اسلام کیونکر پھیلتا اور لوگوں کو حضرت کی صداقت پر کس طرح یقین رہتا پس حبب کہ پیغمبر خدا نے ابتدائے نبوت میں تقیہ نہ کیا اور باوجود تکلیف اٹھانے کے کفار کے ہاتھ سے ان کے کفر کی برائی اور ان کے بتوں کی ہجو کو ترک نہ کیا اور سب طرح کے صدموں کو صرف اس بات پر گوارا فرمایا اور بعد ہجرت کے اور شروع ہونے جہاد کے کفار و منافقین کو قتل کیا اور واجب القتل معلوم ہوا اس کے خون کو ہدر کیا اور ان کے نام لے کر لوگوں کو ان کے قتل پر آمادہ کیا اور حضرت عمر کو باوجود جاننے اس امر کے کہ ان سے بڑھ کر کوئی کافر اور منافق نہیں ہے اور ان سے زیادہ کوئی دشمن خدا اور رسول نہیں ہے کبھی اپنی آغوش سے جدا نہ کیا اور سوائے تعریف کے کبھی ان کی برائی کا کلمہ بھی زبان مبارک پر نہ لائے تو ظاہر ہے کہ اس سے بڑھ کر اور کیا خوف ہوگا اور حضرت سے زیادہ تقیہ کون کرے گا۔ میں اس مقام پر چند اشعار حملہ حیدریہ کے لکھتا ہوں جس سے معلوم ہو کہ پیغمبر خدا کفار کی برائیوں کے ظاہر کرنے اور ان کے معبودوں اور بتوں کی ہجو کرنے میں کچھ کسی کا خیال نہ کرتے تھے اور ہر چند کوئی سمجھاتا اُس سے باز نہ آتے تھے کما قیل اشعار

بفرمود[1] اگر قوم از آسمان — بیارند خورشید را ترجمان
گذارند بر دست من ہدیہ وار — نہ بندم لب از امر پروردگار
بجز طعن اصنام در وصف آلہ — بجز لعن آبائے گم کردہ راہ
ز من قوم حرفے دگر نشنوند — اگر نیک دانند اگر بد برند

اور پھر بھی مؤلف آئندہ پیغمبر صاحب کے اظہار دعوت میں لکھتا ہے[2] اشعار

پد دعوت شد آمادہ تر از نخست — کمر بستہ در کار خود سخت چست
نیاسود یکدم ز ارشاد خلق — نہ تنگ آمد از جور بیداد خلق
بہ صبح و بشام و بروز و بشب — نمودے بحق قوم خود را طلب
نہ از طعن اصنام بستے زبان — نہ از لعن بر زمرہ کافران
نہ کردے از آن ناکسان احتراز — نمودے ادا آشکارا نماز
چو در شان قومی شقاوت نشان — ز احوال آبائے آن گمرہان
ز نزد خدائے جہان آفرین — بسوئے نبی جبرئیل امین
رسانیدے آیات قہر و عقاب — بخواندے بر ایشان نبی بے حجاب

[1] حملہ حیدری جلد اول صفحہ ۱۶ سطر ۱۰ مطبوعہ مطبع سلطانی ۱۲۶۶؁ء [2] ایضاً حملہ حیدری جلد اول صفحہ ۲۰ سطر ۱۶

شدی خون ازیں غم دل مشرکان | فتادی ازان غصہ آتش بجان
تلافی نمودندے آن اشقیا! | بدست و زبان باشد انبیاء
ولیکن بتائید یزدان پاک | نبی را از ایشاں نہ بد ہیچ باک
بدانسان کہ درکار خود بود بود | خدائی جہاں را چنان می ستود

اے حضرات شیعہ پیغمبر صاحب کے وعظ وارشاد پر غور کرو اور تبلیغ دعوت پر خیال کرو اور سوچو کہ ابتدائے زمانہ نبوت میں جب نہ کوئی یار تھا مددگار نہ فوج تھی نہ لشکر چھوٹی چھوٹی بات میں تو پیغمبر صاحب اپنی جان اور عزت کا خیال نہ کریں اور جس قوم اور جس شخص کی برائی اور کفر میں جبرئیل پیام خدا کا لاویں اس کو صاف صاف کہہ دیں اور اخیر زمانے میں جب کہ ہزاروں شخص ...مان اور لاکھوں آدمی متبع موجود ہوں اور سلاطین اور بادشاہاں زمین بھی خائف اور ترساں ہوں اس وقت پیغمبر خدا حضرت عمر رض سے اسقدر ڈریں کہ باوجود ان کے نفاق وکفر کے اسکا ذکر بھی کسی سے نہ فرماویں اور سوائے حذیفہ کے وہ بھی گھر میں بیٹھ کر کسی سے کچھ ارشاد نہ کریں بلکہ لوگوں سے کہنا کیسا خود عمر رض کو کبھی اپنے پاس سے جدا نہ کریں اور ہمیشہ ان سے صلاح مشورہ لیتے رہیں اور جن کے حق میں خدا نے وشاورہم فی الامر[1] فرمایا ہو انمیں حضرت عمر رض کو داخل کریں۔ اگر کوئی شیعہ یہ کہے کہ خدا کا حکم نہ تھا کہ یہ امر ظاہر کیا جائے تو ہم کہتے ہیں کہ سلام ہے اس خدا کو جو عمر رض سے ڈرتا تھا اور جو ایسی بڑی بات کو صرف ایک آدمی کے خوف سے ظاہر نہ کرسکتا تھا اور پیغمبر صاحب کو اس پر خاموش رہنے کے لئے تاکید فرماتا تھا اور اگر کوئی یہ سمجھے کہ پیغمبر خدا نے یہ خیال کر کے کہ لوگ نہ مانیں گے بلکہ ان کے کفر و نفاق ظاہر کرنے سے سب لوگ پھر جاویں گے اس کا علانیہ ذکر نہیں کیا تو اس بات کو ہم نہیں مانتے اس لئے کہ پیغمبر صاحب کا کام تھا ہر ایک امر کا ظاہر کر دینا باقی ماننا یا نہ ماننا امت کے اختیار میں تھا اگر پیغمبر خدا حضرت عمر کے کفر و نفاق کو ظاہر کر دیتے اور سب کو اس پر آگاہ فرما دیتے تو حضرت کی حجت تو ختم ہو جاتی اگر کوئی نہ مانتا تو اس کا قصور ثابت ہوتا بہ قبائل جو روز قتل حضرت عمر رض کے پیغمبر خدا نے حذیفہ سے بیان کئے ایسے تھے کہ حضرت کو لازم تھا کہ تمام مسلمانوں کو جمع کرتے اور خم غدیر کے خطبے کی ... منبر پر چڑھ کر حضرت عمر کا ہاتھ پکڑ کر اس کا خطبہ پڑھتے اور سب لوگوں کو آگاہ کرتے کہ یہ عمر جو میرے پاس ہے کافر اور

[1] امور میں ان سے مشورہ کیجئے۔

marfat.com

منافق ہے اور فرعون میرے اہل بیت کا ہے اس کو خوب پہچان رکھو یہ میرے اہل بیت پر ظلم کرے گا تازیانہ جور و ستم ہاتھ میں لے گا حق میرے بھائی علی کا غصب کرے گا اس کے مرنے کے دن کی یہ فضیلتیں خدا بیان کرتا ہے اگر حضرت ایسا کرتے تو حق رسالت ادا کرتے سبحان اللہ پیغمبر صاحب ذرا ذرا سی بات کو تو علانیہ بیان کر دیں اور ایک ادنیٰ ادنیٰ منافق کے واسطے خدا آیتیں نازل کر کے ان کو مشتہر اور بدنام کرے اور حضرت عمرؓ سے منافق کیلئے ونعوذ باللہ منہ نہ خدا کوئی آیت نازل کرے نہ پیغمبر صاحب کچھ زبان سے فرمائیں افسوس ایسی سمجھ پر اور تف ایسے عقیدے پر کہ جس کے نہ اصول درست ہیں نہ فروع۔ شعر۔

فروعت محکم آمد نے اصول
شرم بادت از خدا و از رسول

امر سوم اصحاب کے تابعین کی فضیلتیں اور انکی نشانیاں

اس دعا میں جس طرح پر امام زین العابدین علیہ السلام نے پیغمبر خدا کے اصحاب پر درود بھیجا ہے اسی طرح پر ان کے تابعین کے حق میں رحمت کی طلب کی ہے چنانچہ یہ الفاظ امام صاحب کی دعا کے ہیں (اللھم واوصل الی التابعین لھم باحسان الذین یقولون ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان خیر جزائک الذین قصدوا سمتھم وتحروا وجہتھم ومضوا علی شاکلتھم لم یثنھم ریب فی بصیرتھم ولم یختلجھم شک فی قفو آثارھم والائتمام بھدایۃ منارھم مکانفین وموازرین لھم یدینون بدینھم ویھتدون بھدیھم یتفقون علیھم ولا یتھمونھم فیما ادوا الیھم) کہ خدا وندا ان کی بیعت کرنیوالوں کو جزائے خیر دے جو کہ دعا کیا کرتے ہیں کہ پروردگار مغفرت کر ہماری اور ہمارے ان بھائیوں کی جو ہم میں سے ایمان میں سبقت لے گئے ہیں کیسے تابعین جو اصحاب کی چال پر چلتے ہیں اور ان کے آثار کی پیروی کرتے ہیں اور ان کی ہدایت کی نشانیوں کی اقتدا کرتے ہیں جنکو کوئی شک ان کی خوبی میں نہیں ہوتا اور کیسے تابعین جو اپنا دین ویسا ہی رکھتے ہیں جیسا کہ اصحاب کا تھا اور ان سے اتفاق رکھتے ہیں اور اصحاب پر کچھ تہمت نہیں کرتے۔ ان الفاظ سے صاف ظاہر ہے کہ بعد اصحاب کرام کے رتبہ تابعین کا ہے اور وہی سب امت سے افضل ہیں اور ان کی نشانیاں وہی ہیں جو کہ امام علیہ السلام نے بیان کردی ہیں اب اسمیں تو کچھ شبہہ باقی نہیں رہا کہ امت محمدی میں وہی گروہ سب سے افضل ہے جو کہ اصحاب کی تبعیت کرے اور فرقہ جو اصحاب کی چال پر چلتا ہے کونسا ہے وہ ہے

جس کا نام اہلسنت ہے یا وہ جس کا نام شیعہ ہے اور یہ امر دونوں کے عقائد پر نظر کرنے سے طے ہو سکتا ہے پس سنیوں کے عقیدے وہی ہیں جو کہ امام نے اپنی دعا میں بیان فرمائے کہ وہ اصحاب کے تابع ہیں اور اصحاب کے حق میں دعائے خیر کرتے ہیں اور ان کو ایمان میں سابق اور مقدم جان کر انکے لئے رحمت طلب کرتے ہیں ان کے آثار کی پیروی کرتے ہیں ان کو اچھا جانتے ہیں اور شیعوں کے عقیدے بالکل خلاف اس کے ہیں وہ اصحاب کو برا جانتے ہیں انکو برا کہتے ہیں ان پر تبرا کرتے ہیں ان کو منافق اور کافر جانتے ہیں انکی پیروی کو کفر سمجھتے ہیں ان کی خوبیوں میں شک و شبہہ رکھتے اور ان پر ہر طرح کی تہمتیں لگاتے ہیں غرض کہ جو شخص عقل اور ایمان رکھتا ہو اس کو لازم ہے کہ وہ اول امام کی دعا کے الفاظ پر غور کرے بعدہٗ سنیوں اور شیعوں کے عقیدوں پر غور کرے تب انصاف کرے کہ امام کے قول کے مطابق سنی حق پر ہیں یا شیعہ۔

تیسری شہادت: شیعوں کی معتبر ترین تفسیر میں جس کو وہ امام حسن عسکری علیہ السلام کی طرف منسوب کرتے ہیں لکھا ہے وان اللہ اوحی الی آدم ان اللہ لیفیض علی کل واحد من محبی محمد وآل محمد واصحاب محمد مالو قسمت علی کل عدد ما خلق اللہ من طول الدہر الی آخرہ وکانوا کفار الاداہم الی عاقبۃ محمودۃ والایمان باللہ حتی یستحقوا بہ الجنۃ وان رجلا من یبغض آل محمد واصحابہ او واحدا منہم لعذبہ اللہ عذابا لو قسم علی مثل خلق اللہ لاہلکہم اجمعین، ترجمہ خدائے عزوجل نے وحی کی آدم پر کہ خدا ان لوگوں پر جو محبت رکھتے ہیں محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اور ان کی آل سے اور ان کے اصحاب سے ایسی رحمت نازل کرے گا کہ اگر وہ تقسیم کی جاوے اوپر تمام مخلوقات کے اول سے آخر تک تو وہ کافی ہے اور اگر سب کفار ہوں تو ان کی عاقبت بھی اچھی ہو جائے اور وہ مومن ہو جاویں اور اگر کوئی آدمی دشمنی رکھے گا ساتھ آل محمد کے اور اصحاب محمدؐ کے یا ایک سے بھی ان میں سے تو خدا اس پر ایسا عذاب نازل کرے گا کہ اگر وہ عذاب نازل ہو تمام مخلوقات پر وہ سب کے سب ہلاک ہو جائیں۔

چوتھی شہادت: اسی تفسیر میں لکھا ہے ولما بعث اللہ موسیٰ بن عمران واصطفاہ نجیا وفلق لہ البحر ونجی بنی اسرائیل واعطاہ التوراۃ والالواح رای مکانہ من ربہ عزوجل فقال یارب لقد اکرمتنی بکرامۃ لم تکرم بہا احدا من قبلی فہل فی انبیاءک عندک من ہو اکرم منی فقال اللہ تعالیٰ یا موسیٰ اما علمت ان محمدا افضل عندی من جمیع خلقی فقال موسیٰ فہل فی آل الانبیاء

اکرم من آلی فقال عز وجل یا موسیٰ اما علمت ان فضل آل محمد علی آل جمیع النبیین کفضل محمد علی جمیع المرسلین فقال یارب ان کان فضل آل محمد عندک کذلک فہل فی صحابۃ الانبیاء عندک اکرم من اصحابی فقال یا موسیٰ اما علمت ان فضل صحابۃ محمد علی جمیع صحابۃ المرسلین کفضل آل محمد علی آل جمیع النبیین فقال موسیٰ ان کان فضل محمد و آل محمد و اصحاب محمد کما وصفت فہل فی امم الانبیاء افضل عندک من امتی ظللت علیہم الغمام و انزلت علیہم المن والسلوی و فلقت لہم البحر فقال اللہ یا موسیٰ ان فضل امۃ محمد علی امم جمیع الانبیاء کفضلی علی خلقی) ترجمہ: جبکہ خداوند تعالیٰ نے حضرت موسیٰ ابن عمران کو مبعوث فرمایا اور انکو برگزیدہ کیا اور ان کے سبب سے دریا کو پل بنا دیا اور بنی اسرائیل کو نجات دی اور توریت اور لوح ان کو عطا کی تب حضرت موسیٰ نے اپنا رتبہ دیکھ کر خدائے عز وجل سے عرض کی کہ کسی نبی کی آل میری سے بزرگتر ہے جواب ہوا اگر تم نہیں جانتے کہ فضیلت آل محمد کی سب انبیاء کی آل پر ایسی ہے جیسے کہ ان کو فضیلت سب پیغمبروں پر ہے تب حضرت موسیٰ نے عرض کی کہ الٰہی میرے اصحاب سے زیادہ تیرے نزدیک اور کسی نبی کے اصحاب کا رتبہ ہے جواب ہوا کہ اے موسیٰ تم نہیں جانتے کہ فضیلت اصحاب محمد کی تمام انبیاء کے اصحاب پر اس طرح ہے جس طرح کہ فضیلت آل محمد کی سب انبیا کی آل پر ہے تب حضرت موسیٰ نے عرض کی کہ اگر فضیلت محمد اور آل محمد اور اصحاب محمد کی ایسی ہے جیسی کہ تو نے ارشاد فرمائی پس کسی نبی کی امت میری امت سے زیادہ افضل ہے جن پر تو نے بادلوں کا سایہ کیا جن پر من و سلویٰ نازل کیا جنکے لئے دریا کو پل کر دیا خداوند تعالیٰ نے فرمایا کہ فضیلت امت محمد کی سب انبیاء کی امت پر اتنی ہے جتنی کہ مجھ کو میری خلقت پر فضیلت ہے۔

ان دونوں روایتوں سے دو باتیں ثابت ہوئیں اوّل یہ کہ جو شخص پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب سے دشمنی رکھے وہ مستوجب عذاب کا ہے اور عذاب بھی ایسا کہ جس سے تمام دنیا ہلاک ہو جائے اور جو دوستی رکھے وہ مستحق ثواب کا ہے اور ثواب بھی کیسا کہ جس سے کفار کی عاقبت بن جاوے۔ دوسری یہ کہ اصحاب نبی کی فضیلت اور نبیوں کے اصحاب پر ایسی ہے جیسی کہ فضیلت پیغمبر صاحب کے آل کی اور پیغمبروں کی آل پر اور ان دونوں کے ثابت ہونے سے مذہب شیعوں کا باطل ہو گیا اس لئے کہ مدار ان کے مذہب کا صحابہ کی دشمنی اور ان کے برا جاننے پر ہے جو شخص اصحاب سے دشمنی رکھے وہی پکا مومن ہے اور

جوان کو سب سے برا جانے وہی سچا شیعہ ہے پس ان دونوں روایتوں سے جس کے راوی امام حسن عسکری علیہ السلام ہیں اور جو شیعوں کے اقرار سے صحیح اور مستند روایت ہے۔ حضرات شیعہ کو سوائے دو امر دن کے تیسرا چارہ باقی نہیں رہا یا کیا صحاب کو بہتر جانیں اور ان کی فضیلت کے قائل ہوں اور ان سے محبت رکھیں تاکہ وہ مستحق ثواب کے ہوں یا کہ ان کو برا جانیں اور ان سے دشمنی رکھیں تاکہ مستوجب عذاب کے ہوں لیکن حضرات شیعہ جب تک کہ اپنا مذہب ترک نہ کریں گے اور سنیوں کے شریک نہ ہو جائیں گے تب تک وہ فضیلت صحابہ کے قائل نہ ہوں گے کوئی شخص باوجود اقرار فضیلت صحابہ کے شیعہ رہ نہیں سکتا تمام علمائے شیعہ عبداللہ بن سبا کے وقت سے لیکر جناب قبلہ وکعبہ کے عصر تک اس فکر میں مر گئے کہ اصحاب کے معائب تلاش کریں اور ان کی برائیاں ثابت کریں اور ان کے فضائل سے انکار کریں اگر کسی کو انکار ہو تو وہ ذرا تکلیف گوارا کرے ا نیوں کی کتابوں کو اٹھا کر دیکھے کوئی ورق نہ ہوگا جس میں اصحاب کی برائیاں نہ ہوں کوئی صفحہ نہ ملے گا جس میں ان پر تبرا نہ ہو جناب مجتہد صاحب قبلہ صوارم میں ارشاد فرماتے ہیں کہ (اما احادیث[1] فضائل صحابہ از طریق امامیہ باوجود کثرت احادیث مختلفہ در ہر امر جزئے از جزئیات اصلیہ و فرعیہ اگر تمام کتب احادیث امامیہ ورقا ورقا بہ نیت تفحص بمطالعہ در آرند مظنون آنست کہ زیادہ از سہ یا چہار حدیث کہ سر و پا درست نداشتہ باشد دست بہم ندہد اما احادیث مثالب و معائب آں ہا پس بلا اغراق اینست کہ متجاوز از ہزار حدیث باشد) اے اہل انصاف ذرا آنکھ کھولو اور نیند سے چونکو اور حضرات شیعہ کے حال کو دیکھو کہ خود ہی اپنے اماموں کی طرف سے روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر صاحب کے اصحاب کا رتبہ سب سے بڑھکر ہے اور کسی اور نبی کے یار انکے درجے کو نہیں پہنچتے اور جو ان سے محبت رکھے وہ ناجی اور جو دشمنی رکھے وہ ناری ہے اور پھر خود ہی یہ فرما دیں کہ کوئی آیت کوئی حدیث کوئی روایت ان کے فضیلت میں نہیں ہے اور جو ہے وہ بے سر و پا ہے بلکہ ہزارہا احادیث انکی برائیوں میں ہیں اگر ہم ہزار برس تک سوچیں

[1] صحابہ کے فضائل کی احادیث بلحاظ جزئیات اور باعتبار اصول و فروع بہت ہیں لیکن اگر ان تمام کتب احادیث شیعہ کا ایک ایک ورق تلاش و تفحص کی نگاہ سے دیکھیں تو زیادہ سے زیادہ تین چار دیث ملیں گی اور وہ بھی اس صورت میں کہ وہ انکا سر پیر درست نہ ہوگا اس کے برخلاف جو احادیث ان صحابہ کی برائیوں کو واضح کرتی ہیں ان کی تعداد ہزار سے زیادہ ہے۔

اور اس مشکل عقدہ کو حل کرنا چاہیں مگر نہ ہماری سمجھ اس مسئلہ تک پہنچ سکتی ہے نہ ہم سے یہ گرہ کھل سکتی ہے اگر حقیقت میں ہمارے پیغمبر کے اصحاب ایسے افضل ہیں کہ کسی پیغمبر کے اصحاب ان کے درجہ تک نہیں پہنچتے اور ان کی دشمنی باعث عذاب اور ان کی دوستی ذریعہ ثواب ہے تو چاہیئے کہ قول سنیوں کا درست ہوا اور ایسے بزرگوں کی تعریف میں اگر ہزاروں احادیث اور لاکھوں روائتیں منقول ہوں تو بھی تھوڑی ہیں اور اگر قول شیعوں کا صحیح ہے تو چاہیئے کہ ایسے شخص کی دشمنی باعث نجات اور دوستی موجب ہلاکت ہووے لیکن درحقیقت یہ قول مجتہد صاحب کا محض غلط اور بالکل باطل ہے اس لئے کہ خود شیعوں کی کتابوں سے ہزارہا احادیث اور اقوال فضائل میں صحابہ کے ہم نکال سکتے ہیں چنانچہ اسی رسالہ میں ہم اپنے قول کو ثابت کریں گے اور صدہا روائتیں فضیلت صحابہ کی کتب شیعہ سے نکال کر مجتہد صاحب کے مقلدین کی خدمت میں پیش کر کے قبلہ وکعبہ کے قول کی تکذیب کریں گے اگر کوئی تعجب کرے کہ کیونکہ علمانے اصحاب کی فضیلت بیان کی ہے اور کس طرح ان کی تعریف کی روائتوں کی تصدیق فرمائی ہے تو اس کے واسطے ہم ایک قاعدہ مسلمہ مجتہد صاحب کو بیان کرتے ہیں کہ وہ صوارم میں فرماتے ہیں اگرچہ کسی اہل مذہب سے جو کہ کسی کے فضائل کا اعتقاد رکھے اس کے معائب کے روایات کی توقع رکھنا یا جس کسی کے وہ معائب کا معتقد ہو اسکے فضائل کے اقرار کی امید رکھنا بیجا ہے لیکن خدا نے اپنی حجت تمام کرنے کے واسطے سنیوں کو مجبور کر دیا کہ انہوں نے اصحاب کی برائیوں کو خود ہی روایت کیا چنانچہ الفاظ اس کے یہ ہیں (اہر چند از اہل مذہبیکہ روایات مطاعن شخصی کند توقع روایت فضائل آں شخص داشتن بیجاست وہمچنیں بالعکس لیکن جناب حق سبحانہ تعالیٰ اتماماً للحجۃ قلوب مخالفین جناب امیر المومنین علیہ السلام چناں مسخر گردانیدہ کہ باوجود ایں کہ بنابر پیش آمد تقرب سلاطین بنی عدی وتیم وبنی امیہ اخبار فضائل آنہار البسیار وضع نمودہ اند چوں دروغگو را حافظہ نمی باشند ہا مخالفین از غایت ناقباحت فہمی باعجاز جناب امیر المومنین بازمثالب اصحاب ثلثہ واتباع ایشاں را ہم مذکور ساختہ اند وعلماء ومحدثین ایشاں چنیں احادیث واخبار را در کتب مصنفات خود مندرج فرمودہ اند) ہم اسی قاعدے کو تسلیم

---

۱ اگرچہ کوئی مذہب والا جو کسی کی برائیوں کا معتقد ہو اسی سے اس شخص کے فضائل بیان کرنے کی توقع رکھنا ناممکن ہے اور اس کے بالعکس بھی لیکن اللہ تعالیٰ نے اتمام حجت کے پیش نظر امیر المومنین کے مخالفوں کے دل ایسے مسخر کر دیئے کہ شاہان بنو عدی تیم اور بنو امیہ کی قربت کے باوجود حضرت علی کی بے انتہا فضیلت بیان کی ہے اور چونکہ جھوٹے کو یاد نہیں رہتا اسلیے ان کے علماء و محدثین نے ... امیر المومنین معلوم کرتے ہوئے بھی اصحاب ثلاثہ ... کے ساتھیوں کے معائب اپنی تصنیفات میں درج کئے ہیں

کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خدا نے اپنی حجت تمام کرنے کے لئے شیعوں کو مجبور کر دیا کہ انھوں نے اصحاب کی بزرگیاں اور فضیلتیں اپنی کتابوں میں ائمہ کرام کی زبان سے روایت کیں [1] ہر چند از اہل مذہب کہ روایات مطاعن شخصی کند توقع روایات فضائل آں شخص داشتن بیجاست وہم چنیں بالعکس لیکن جناب حق سبحانہ تعالیٰ اتماماللحجۃ قلوب مخالفین صحابہ کبار چناں مسخر گردانیدہ کہ باوجود ایں کہ بضرورت ترویج عقائد عبداللہ بن سبا و شیعیان نشر اخبار مثالب صحابہ را بسیار وضع نمودہ اند چوں دروغ گو را حافظ نمی باشد ہماں مخالفین از غایت نافہمی باعجاز جناب امیر المومنین باز فضائل اصحاب ثلثہ واتباع ایشاں راہم مذکور ساختہ اند علمائے محدثین ایشاں چنیں احادیث و اخبار را در کتب و مصنفات خود مندرج فرمودہ اند

پانچویں شہادت: شیخ ابن بابویہ قمی نے کتاب معانی الاخبار میں امام موسی رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے: عن الحسن ابن علی قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان ابابکر منی بمنزلۃ السمع وان عمر منی بمنزلۃ البصر وان عثمان منی بمنزلۃ الفواد۔ ترجمہ امام حسن علیہ السلام روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکر بمنزلہ میرے سمع کے ہے اور عمر بمنزلۃ دل کے اور جب کہ حضرات خلفائے ثلثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا امام حسن کے قول سے بمنزلہ پیغمبر خدا کے سمع و بصر اور دل کے ہونا ثابت ہوا تو پھر ان سے محبت نہ رکھنا در حقیقت پیغمبر خدا سے محبت نہ رکھنا ہے اور ان سے عداوت رکھنا در اصل پیغمبر خدا سے دشمنی رکھنا ہے سننے والوں کو تعجب ہوگا کہ امام حسن کی روایت سے علمائے شیعہ نے کیونکہ ایسی حدیث کو اپنی کتابوں میں ذکر کیا اور انتظار ہوگا کہ اگر اس کو نقل کیا ہے اور اس کی صحت کو تسلیم کرایا ہے تو اس کا کیا جواب دیا ہے اس لئے ہم اس جواب کو بیان کرتے ہیں وہ جواب یہ ہے کہ اس حدیث کے ان الفاظ کے بعد جنکو اوپر ہم نے نقل کیا یہ الفاظ اور بڑھائے ہیں اور انہیں کو جواب اس حدیث کا تصور کیا ہے۔

[1] جس طرح کسی کو برا کہنے والوں سے اس شخص کو اچھا کہنا اور اس کے فضائل بیان کرنا یا اس کے بالعکس بھی کہنا بالکل ناممکن ہے لیکن اتمام حجت کے لئے اللہ نے صحابہ عظام کے مخالفوں کے دل ایسے مسخر کر دیئے کہ یہ لوگ عبداللہ بن سبا وغیرہ کے عقائد کو رواج دینے اور اس کے عقائد کو ماننے کے باوجود صحابہ کی بے حد تعریف کرتے ہیں اور چونکہ جھوٹے کو یاد نہیں رہتا اس لئے ان مخالفین اسلام نے حضرت علی کے اعجاز سے ناواقف رہتے ہوئے اپنی نافہمی کے ثبوت میں اصحاب ثلاثہ اور انکے تبعین کے فضائل بیان کئے ہیں اور اسی قسم کے شیعہ علما محدثین نے اس قسم کی احادیث و حالات و سیرت اپنی تصنیفات میں خود لکھی ہیں

marfat.com

(فلما کان من الغد الخ) ترجمہ امام حسنؑ فرماتے ہیں کہ جب دوسرا دن ہوا تب میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت امیر المومنین علی علیہ السلام اور ابوبکر اور عثمان اور عمر موجود تھے میں نے حضرت سے عرض کی کہ اے پدر بزرگوار میں نے کل آپ کی زبان سے سنا جو کچھ آپ نے ان اصحاب کی نسبت فرمایا وہ کیا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ ہاں میں نے کہا ہے بعد اس کے حضرت نے ان کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ یہی سمع اور بصر اور دل ہیں اور اسی وصی یعنی علی کی محبت سے سوال کیے جائیں گے اور یہ کہہ کر یہ آیت پڑھی کہ خدائے عزو جل فرماتا ہے کہ ان السمع والبصر والفواد کل اولئک کان عنہ مسئولا بعدہ فرمایا کہ قسم ہے مجھ کو اپنے پروردگار کی عزت کی کہ تمام امت میری قیامت کے دن کھڑی کی جاوے گی اور ان سے سوال علی کی محبت سے ہوگا اور یہی مطلب ہے خدا کے اس قول کا کہ وقفوہم انہم مسئولون کہ کھڑا کرو ان کو ابھی سے پوچھنا ہے اس حدیث کے ان الفاظ زائد کو ہم چند دلیلوں سے صحیح نہیں جانتے اور اس کو دوسرے دن کا جمایا ہوا فقرہ سمجھتے ہیں۔

(پہلی دلیل) اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اول روز جب امام حسن نے حضرت سے سنا کہ ابوبکر بمنزلہ سمع کے اور عمر بمنزلہ بصر کے اور عثمان بمنزلہ دل کے ہیں تو اس روز کچھ استفسار نہ کیا دوسرے دن پوچھنے کا کیا سبب ہے اگر امام حسن کو پوچھنا ہوتا تو اسی وقت پوچھتے اگر یہ خیال کیا جائے کہ پہلے دن بسبب موجود ہونے خلفائے موصوفین کے ان کے خوف سے نہ پوچھا تو دوسرے دن بھی اسی حدیث سے ان کا موجود ہونا ثابت ہوتا ہے اگر ان کا خوف تھا تو گھر میں پوچھتے کہ یا حضرت آج آپ نے ان کے سامنے ایسا فرمایا اس کی حقیقت کیا ہے نہ کہ پھر مجلس میں انہیں کے سامنے استفسار کرتے اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ فقرہ دوسرے دن کا جمایا ہوا ہے۔

(دوسری دلیل) اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اول روز پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ

سلہ عن الحسن بن علی قال قال رسول اللہ ان ابا بکر منی بمنزلۃ السمع وان عمر منی بمنزلۃ البصر وان عثمان منی بمنزلۃ الفواد فلما کان من الغد دخلت علیہ وعندہ امیر المومنین وابوبکر وعمر وعثمان فقلت لہ یا ابت سمعتک تقول فی اصحابک ہولاء قولا فما ہو فقال نعم ثم اشار الیہم فقال ہم السمع والبصر والفواد وسیسألون عن ولایۃ وصیی ہذا واشار الی علی بن ابی طالب ثم قال ان اللہ عزوجل یقول ان السمع والبصر والفواد کل اولئک کان عنہ مسئولا ثم قال ان اللہ وعزۃ ربی ان جمیع امتی لموقوفون یوم القیمۃ ومسئولون عن ولایۃ علی وذالک قول اللہ عزوجل وقفوہم انہم مسئولون) ۱۲

وسلم نے صرف تشبیہ اور تمثیل پر قناعت فرمائی اور حضرات خلفا ثلثہ کو بمنزلہ سمع اور بصر اور فواد کے کہہ کر سکوت کیا تو یہ فرمانا یا دل سے تھا یا براہ تقیہ یا بطور استہزاء اگر دل سے تھا جیسا کہ ہم سمجھتے ہیں فنعم الوفاق جھگڑا طے ہوا اگر براہ تقیہ تھا تو اول پیغمبر خدا کی نسبت تقیہ کرنا ثابت ہوا حالانکہ خود حضرات شیعہ اس کے قائل نہیں دوسرے اگر براہ تقیہ تھا تو اول پیغمبر خدا کی نسبت تقیہ کرنا ثابت ہوا حالانکہ خود حضرات شیعہ اس کے قائل نہیں دوسرے اگر پہلے دن حضرت نے براہ تقیہ فرمایا تھا تو دوسرے دن بھی وہی سبب تقیے کا یعنی حاضر ہونا ان خلفا کا جن کے خوف سے یا جن کے خوش کرنے کو حضرت نے ایسا کچھ فرمایا موجود تھا اگر بطور استہزاء تھا تو پیغمبر صاحب کی نسبت مسخرگی اور ٹھٹھے بازی کا اطلاق کرنا ہے اور یہ سوائے شیعوں کے دوسرے سے نہیں ہو سکتا وہ جو چاہیں پیغمبر صاحب پر تہمت کریں۔

(تیسری دلیل) پیغمبر خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام جو کچھ فرماتے تھے اور کچھ کہتے تھے وہ صاف صاف کچھ لگی لپٹی نہ رکھتے تھے اور کسی کو دھوکا نہ دیتے تھے اور کسی کو شبہے میں نہ ڈالتے تھے پس اگر دوسرے دن کے جمائے ہوئے فقرے کو ہم صحیح مانیں تو گویا پیغمبر صاحب پر تہمت کریں اس لئے کہ اگر دوسرے دن امام حسن استفسار نہ کرتے اور پیغمبر صاحب اصل مطلب نہ بتاتے تو لوگ شبہے میں رہتے اور حضرت کے کلام کو صدق اور صفائی پر قیاس کر کے حضرات ابوبکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ اور عثمان ذی النورینؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بمنزلہ سمع اور بصر اور دل کے سمجھتے جیسا کہ ان لفظوں سے جو حضرت نے فرمائیں معلوم ہوتا ہے پس کیا کوئی ایمان رکھنے والا پیغمبر صاحب پر ایسی تہمت کر سکتا ہے اور جس کا کام صاف بیان کر دینے اور لگی لپٹی نہ رکھنے کا ہو اس کی باتوں کی تاویل کر سکتا ہے نعوذ باللہ من ذلک۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرات شیعہ نے دین کو مسخریہ اور ٹھٹھے میں ڈال دیا ہے اور پیغمبر خدا کی احادیث اور کلام اللہ کی آیات کو تحریف اور تغیر کر کے بدل دیا ہے نہ خدا کے کلام کو کلام مبین جانتے ہیں نہ پیغمبر صاحب کی حدیث کو صاف سمجھتے ہیں سب میں شک اور شبہہ کرتے اور سب کو ذو جہتین اور ذو معنیین جانتے ہیں چونکہ بناء مذہب تشیع نفاق اور جھوٹ پر ہے اس لئے سب کو اپنا ہی سا جان کر ایسی تاویلات کرتے ہیں ورنہ کون شخص ہے کہ پیغمبر صاحب کی نسبت ایسا کہے کہ وہ ایک روز کچھ کہتے تھے دوسرے دن اس کی کچھ تاویل کرتے تھے فرض کرو کہ اگر کسی شخص نے پہلے ہی دن کی باتیں سنی ہوں اور اس نے پیغمبر صاحب کو ہادی

marfat.com

اور نبی سمجھ کر ان کے کلام کو حق جانا ہو حالانکہ بقول شیعوں کے در حق نہ تھا اور اس کا مطلب دوسرا ہی تھا جس کو دوسرے دن حضرت نے امام حسن کے پوچھنے پر بتلایا اور دو شخص دوسرے دن حضور میں حضرت کے حاضر نہ ہوا اور اس نے پیغمبر خدا کی زبان سے اس مجمل فقرے کی شرح نہ سنی ہو تو اس کے دل میں جو یقین اس کلام کی صحت پر ہو گیا ہو اور جس کے سبب سے وہ گمراہ ہوا ہو اس کا الزام کس پر ہو گا اسی سننے والے بیچارے پر یا معاذ اللہ حضرت پر۔

چوتھی دلیل معلوم نہیں کہ امام حسن کو دوسرے دن استفسار کی کیا ضرورت تھی شاید حضرات شیعہ یہ فرماویں کہ امام حسن جانتے تھے کہ وہ اصحاب جنکی نسبت حضرت نے ایسی تمثیل وتشبیہ دی ہے منافق اور کافر تھے ولعوذ باللہ منہ اور انہیں کی نسبت حضرت نے ایسا کچھ فرمایا تو اُن کو تعجب ہوا اس لئے اس کے رفع کرنے کے لئے یہ پوچھا مگر یہ بات لائق تسلیم کرنے کے نہیں ہے اس لئے کہ پیغمبر خدا نے اکثر ان اصحاب کی تعریف کی ہے اور ان کی ثنا اور صفت بیان فرمائی ہے کہ جس کو خود ائمہ نے اپنی سند سے روایت کیا ہے اور جس کو جا بجا ہم نے نقل کیا اور نقل کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ تو پھر اُن کی تعریف پر امام حسن کو تعجب ہونے کا کوئی موقع نہ تھا ہاں اگر کبھی حضرت نے اُن کی تعریف نہ کی ہوتی اور کبھی اُن کو امام حسن نے پیغمبر صاحب کی صحبت میں نہ دیکھا ہوتا اور پھر اُن کی نسبت ایسا سنتے تو تعجب کرنے کا محل تھا اگر کوئی صاحب یہ فرماویں کہ امام حسن جانتے تھے کہ وہ اصحاب منافق ہیں اور اُن کے سامنے کبھی پیغمبر خدا نے اُن کی تعریف نہیں کی تو اس کا جواب یہ ہے کہ اسی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ امام حسن کو ایسا شبہ نہ تھا اور وُہ اُن اصحاب کو حضرت کے یاروں میں سے جانتے تھے چنانچہ الفاظ حدیث کے یہ ہیں (یا ابت سمعتک تقول فی اصحابک) کہ اپنے یاروں اور اصحاب کی نسبت آپ سے میں نے ایسا کچھ سنا تو اگر امام حسن اُن کو اصحاب پیغمبر کا نہ جانتے تو اصحابک نہ فرماتے اور جب اُن کو اصحاب میں جانتے تھے تو پھر کوئی تعجب کرنے کا مقام نہ تھا اس لئے کہ قطع نظر حضرات خلفاء ثلثہ کے اور اصحاب کی نسبت بھی بہت کچھ ثنا وصفت حضرت نے کی ہے کہ اس کا خود حضرات شیعہ کو اقرار ہے اور اُن کی کتابیں اس سے بھری ہوئی ہیں اور بالفرض اگر امام حسنؑ کو شبہ تھا تو وُہ گھر میں اس کو رفع کرتے اور تنہائی اور خلوت میں پوچھتے پھر انہیں اصحاب کے سامنے پوچھنا اور پیغمبر صاحب کی مجمل بات کو صاف کرانا اور گول گول نہ رہنے دینا

marfat.com

موافق اصول شیعوں کے شان امامت کے خلاف تھا۔ (پانچویں دلیل) قطع نظر اور صفات اور تعریف کے جو پیغمبر خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُن اصحاب کی اکثر کی ہے اپنے سمع و بصر سے بھی تشبیہ دی ہے یہ تشبیہ فقط اس حدیث پر موقوف نہیں ہے بلکہ اور روایتوں سے بھی اس کا ثبوت ہوتا ہے چنانچہ خود علمائے شیعہ امام حسن عسکری علیہ السلام کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ پیغمبر خدا نے ہجرت کی شب میں ابو بکر صدیق سے کہا (جعلک منی بمنزلۃ السمع والبصر والرأس من الجسد و بمنزلۃ الروح من البدن) کہ خدا تجھ کو بمنزلہ میرے سمع اور بصر کے اور بجائے سر کے جسم میں اور بمنزلہ روح کے بدن میں گردانے گا پس جب کہ ایک مرتبہ فقط ابو بکر صدیق کی نسبت سمع اور بصر اور سر اور روح کے سب الفاظ پیغمبر صاحب نے فرما دیئے ہوں تو پھر کیا تعجب ہے کہ دوسری مرتبہ ان کی نسبت صرف لفظ سمع کا فرمایا اور اُن کے ساتھ میں حضرت عمرؓ اور عثمانؓ کی بھی تشبیہ بصر اور فواد سے کی ہو (چھٹی دلیل) علمائے شیعہ نے ایسی تاویلات سے جیسی کہ اس حدیث میں کی ہیں اکثر احادیث اور اقوال کو مضحکہ اطفال بنا دیا ہے اور تحریف لفظی و معنوی میں محرفین اہل کتاب کو بھی مات کر دیا ہے چنانچہ بطور نظیر کے اس مقام پر میں ایک روایت لکھتا ہوں وہو ہذہ۔ میر نصاحب قبلہ حدیقہ سلطانیہ کے باب سوم میں لکھتے ہیں (کہ امام حسن عسکری علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ ایک مخالف سرکش امام جعفر صادق علیہ السلام کی مجلس میں آیا اور ایک شیعہ سے پوچھنے

لہ از حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام منقولست کہ بعض مخالفین از سرکشان شان بمجلس حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام درآمد و مردے از شیعیان آنحضرت گفت کہ ما تقول فی العشرۃ من الصحابۃ چہ میگوئی در حق عشرہ مبشرہ از صحابہ پیغمبر شیعہ گفت میگویم در حق شان کلمہ خیرے کہ خداوند عالم بسبب آن گناہان مرا فرو میریزد درجات مرا بلند میفرماید پس آن ناصبی گفت حمد و شکر برائے خداست کہ مرا از دشمنی تو نجات داد من گمان داشتم کہ تو رفض و بغض بصحابہ کبار داری آنمرد مومن بار دیگر گفت آگاہ باش کہ ہر کس از صحابہ یکی را دشمن دارد پس بر اوست لعنت خدا ناصبی گفت شاید تاویلی کردہ لاکن بگو کیا عشرہ مبشرہ را دشمن دارد در حق او چہ میگوئی مرد مومن گفت ہر کہ یکے عشرہ صحابہ را دشمن دارد در بر اوست لعنت خدا و ملائکہ و تمام خلق پس آن ناصبی بر جست و سرش را بوسہ داد و گفت بحش مرا کہ من ترا برفض متہم ساختہ بودم مرد مومن گفت بر تو چیزے نیست من ایں افترا از تو مواخذہ ندارم تو برادر منے آن ناصبی از آنجا برفت پس حضرت صادق علیہ السلام فرمود کہ کلام محکمے گفتی بر خداست جزائے تو ہر آئینہ فرشتگان از حسن توریہ تو خوشنود شدند کہ دین خود را از [illegible] داشتے و خود را از دست او برہانیدی زاد اللہ فی مخالفینا عمی الی عمی خداوند عالم در دشمنان ما برنافہمی ایشان

باقی صفحہ ۱۴۷ پر

marfat.com

لگا کہ تو عشرہ مبشرہ کے یعنی دسوں اصحابوں کے حق میں کیا کہتا ہے شیعہ نے جواب دیا
کہ میں اُن کے حق میں وُہ کلمہ خیر کہتا ہوں کہ جس کے سبب سے خداوند عالم میرے گناہ بخشتا
ہے اور میرے درجات بلند کرتا ہے پس اس ناصبی نے کہا کہ خدا کا شکر ہے کہ مجھے تیری دشمنی
سے نجات دی مجھے یہ گمان تھا کہ تو رافضی ہے اور صحابہ کبار سے دشمنی رکھتا ہے تب اس مرد
مومن نے دوسری بار کہا کہ خبردار ہو کہ جو شخص صحابہؓ میں سے ایک کو دشمن رکھے اس پر خدا
کی لعنت ہو ناصبی نے کہا شاید تو نے کچھ تاویل کی اس لئے بتلا کہ جو شخص عشرۂ مبشرہ کو
دشمن رکھے اس کے حق میں تو کیا کہتا ہے تب مرد مومن نے کہا کہ جو شخص عشرۂ مبشرہ یعنی
دسوں کو دشمن رکھے اُس پر خدا کی اور فرشتوں کی اور تمام خلق کی لعنت ہو پس وُہ ناصبی
اُٹھا اور اس نے اس مومن کے سر کو بوسہ دیا اور کہا کہ مجھے معاف کر میں تجھ کو رافضی
جانتا تھا اس مرد مومن نے کہا کہ میں تجھ سے مواخذہ نہیں کرتا تو میرا بھائی ہے یہ سُنکر
وہ ناصبی چلا گیا جب وہ باہر گیا تب امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس مرد مومن سے کہا
کہ تو نے نہایت محکم کلام کیا خدا تجھ کو جزائے خیر دے فرشتے تیرے حسن توریہ سے خوش ہوئے کہ
تو نے اپنے دین کو بھی خلل سے بچایا اور اپنے آپ کو اُس کے ہاتھ سے چھڑایا خدا ہمارے
مخالفوں کی نابینائی کو اور زیادہ بڑھا دے اور ان کی نافہمی پر نافہمی زیادہ کرے کہ وُہ کچھ
نہیں سمجھتے جب یہ امام نے فرمایا تو جو لوگ ایسی باتوں کو نہیں سمجھتے تھے انہوں نے عرض
کی کہ یا حضرت اس مرد مومن نے کیا کہا جیسا وہ ناصبی کہتا تھا ویسا ہی یہ بھی اس کی ہاں
میں ہاں ملاتا جاتا تھا تب امام نے فرمایا کہ تم نہیں سمجھتے میں اس کا مطلب سمجھتا ہوں مراد اس
مرد مومن کے اس کہنے سے کہ جو شخص ایک کو دشمن رکھے اصحاب میں سے اس پر خدا کی

نافہمی ہای دیگر بیفزاید کسانیکہ بمعارض کلام اطلاع نداشتند عرض کردند کہ ایں مرد چہ کرد در ظاہر انچہ ناصبی میگفت
انہم باد موافقت مینمود حضرت فرمودند کہ اگر شما نفہمید ید مراد او پس بدرستیکہ ما فہمیدہ ایم و حق تعالےٰ قول او را
قبول فرمودہ ہرگاہیکہ از دوستان ما در دست دشمنان ما می افتند خداوند عالم او را بجوابی موفق میسازد کہ دین و آبروش
از دست آن بدبختان محفوظ میماند مراد آں مرد مومن از قول او من البغض واحدا من الصحابۃ آن بود کہ ہر کہ دشمن دارد
یکی از عشرہ را کہ آن امیر مومنان علی ابن ابی طالب است بر آں دشمنی کنندہ لعنت خدا باد انچہ بار دیگر گفت
من البغض العشرۃ فعلیہ لعنت اللہ راست گفتہ چرا کہ ہر کس کہ ہر دہ کس را عیب میکند پس علی [illegible] را ہم عیب کردہ است [illegible] ملعنت خدا گرفتار مے شود ۱۲ منہ

marfat.com

لعنت ہو حضرت علی ہیں اور مطلب اس کہنے سے کہ جو شخص دشمن رکھے دسوں کو دشمن رکھے گا وہ لامحالہ حضرت علی کو بھی دشمن رکھے گا اس لئے اُس پر لعنت خدا کی اس روایت کو دیکھ کر گو حضرات شیعہ فخر کرتے ہوں اور اپنے بزرگوں کی حیلہ سازیوں پر ناز فرماتے ہوں لیکن جو کوئی عاقل سُنے گا وہ تعجب ہی کرے گا اور ایسے دین و مذہب پر کہ جس کی بنا سراسر حیلہ سازی اور مکاری اور دغابازی پر ہے ہزار دل سے نفرت کرے گا نہایت تعجب کا مقام ہے کہ جن اماموں کا کام ہدایت خلق اللہ ہو اور جن کی امامت مثل نبوت کے اصول دین میں داخل ہو اور جن کے اقوال اور افعال اور حرکات و سکنات پر مدار نبوت کا ہو جب وہ ہی ایسے ہوں کہ کبھی صاف نہ کہیں اور دھوکا دہی اور حیلہ سازی کو موجب رضا الٰہی کا فرماویں تو پھر اُن کی اُمت کے لوگ کیسے ہوں گے اور وُہ نفاق اور دغابازی کو کیوں اپنا شعار نہ گردانیں گے ؛ ہم اس سے بھی زیادہ دل خوش کن ایک اور روایت بیان کرتے ہیں اور حضرات شیعہ کی دقیقہ فہمی اور نکتہ سنجی کو ظاہر کرتے ہیں اور صاف سیدھی لفظوں سے جو عجیب معنی وُہ مراد لیتے ہیں اس کا نمونہ دکھلاتے ہیں۔

چھٹی شہادت :- امام جعفر صادق علیہ السلام نے حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی نسبت فرمایا ہے (کہ ہما امامان عادلان قاسطان کانا علی الحق و ماتا علیہ فعلیہما رحمۃ اللہ یوم القیمہ) کہ دونوں امام ہیں عادل اور انصاف کرنے والے دونوں حق پر تھے اور مرے حق پر ان دونوں پر ہو رحمت خدا کی قیامت کے دن اس حدیث سے چند فائدے حاصل ہوئے اول حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا امام اور خلیفہ برحق ہونا اس لئے کہ اگر اُن کی خلافت حق نہ ہوتی اور وہ غاصب ہوتے تو امام جعفر صادق کیونکر ان کو امام کہتے۔ دوم اُن کا عادل اور منصف ہونا اور اس سے تمام مطاعن جو شیعوں نے ان کی نسبت بیان کئے ہیں باطل ہوئے اس لئے کہ اگر ان کے عدل اور انصاف میں کچھ بھی فرق ہوتا تو امام ہرگز ان کو عادل اور منصف نہ فرماتے۔ سوم اُن کا حق پر ہونا اور حق پر مرتے دم تک قائم رہنا۔ چہارم قیامت کے دن مستحق رحمت الٰہی ہونا اور کوئی شخص جو ایمان اور پرہیزگاری میں کامل نہ ہو مستحق رحمت الٰہی نہیں ہو سکتا اہل انصاف ذرا انصاف کو دخل دیں اور غور کریں کہ اس سے زیادہ اور فضیلت حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی کیا ہو گی جو زبان سے امام جعفر صادق

علیہ السلام کی ثابت ہوئی اور جس سے امامت اور خلافت اور معدلت اور استحقاق رحمت الٰہی اُن کی نسبت بخوبی ظاہر ہوا حضرت شیعہ جب ہمارے محدثین کی بیان کی ہوئی کسی حدیث کو شان میں صحابۂ کبار کے سنتے ہیں تو اس کو غلط اور موضوع اور جھوٹ کہہ دیتے ہیں اور اس سے انکار کر جاتے ہیں لیکن اب ایسی روایتوں کو کیا کریں گے جس کو انہیں کے علماء نے نقل کیا ہے اور جو انہیں کی کتابوں میں مذکور ہیں بجز اس کے کہ انمیں تحریف کریں اور کسی قصہ کہانی کو ملا کر اس کے معنی بدلیں چنانچہ اس حدیث میں بھی ایسا ہی کیا ہے، اور چند فقرے بڑھا کر اس حدیث کی تحریف کی ہے کہ اس کو بیان کرتے ہیں ؛ رسالۂ ادلۂ تقیہ در ثبوت تقیہ میں جو کہ مزین بدستخط حضرت سلطان العلماء یعنی سید محمد صاحب مجتہد کے ۱۲۸۲ھ میں لودھیانہ میں چھپا ہے اس حدیث کی نسبت یہ لکھا ہوا ہے کہ (علماء اہل سنت نے نقل حدیث میں خیانت کی ہے اور اُن الفاظ کو منتخب کر لیا ہے کہ جو بنظر سرسری موہم مدح شیخین کے ہیں حالانکہ باطنا وہ الفاظ بھی سراسر طعن و تشنیع سے مملو اور مشحون ہیں چنانچہ خود امام جعفر صادق علیہ السلام نے اُسی حدیث میں ان الفاظ کے معنی بہ تفصیل و توضیح ارشاد فرماتے ہیں) اور بعد ایک تقریر پوچ لچر کے اس رسالے میں اصل خیانت کے الفاظ اس طرح پر منقول ہیں (واضح ہو کہ اصل حدیث یہ ہے کہ بعض مخالفین نے حضرت سے در بارۂ شیخین سوال کیا حضرت نے جواب میں از راہ توریہ یہ ارشاد فرمایا کہ ہما امامان الخ فلما انصرف الناس قال لہ رجل من خاصتہ یا ابن رسول اللہ لقد تعجبت مما قلت فی حق ابی بکر و عمر فقال نعم ہما اماما اہل النار کما قال اللہ تعالیٰ وجعلنا منہم ائمۃ یدعون الی النار و اما العادلان فلعدولہم عن الحق کقولہ تعالیٰ والذین کفروا بربہم یعدلون و اما القاسطان فقد قال اللہ تعالیٰ واما القاسطون فکانوا لجہنم حطبا والمراد من الحق الذی کانا مستولیین علیہ ہو امیر المومنین حیث اذیاہ و غصبا حقہ والمراد من موتہما علی الحق انہما ماتا علی عداوتہ من غیر ندامۃ عن ذلک والمراد من رحمۃ اللہ رسول اللہ فانہ کان رحمۃ للعالمین و سیکون خصما لہما ساخطا علیہما منتقما عنہما یوم الدین انتہی خلاصہ ان کلمات کا یہ ہے کہ جب مجلس مخالفین سے خالی ہوئی تو ایک شخص نے خواص اصحاب سے امام معصوم کی خدمت میں عرض کی کہ میں ان کلمات سے جو آپ نے حق شیخین میں ارشاد فرمائے بہت متعجب ہوا حضرت نے ارشاد فرمایا کہ میں نے ان دونوں کو امام اس سبب سے کہا کہ وہ امام

اہل نار تھے چنانچہ حق تعالیٰ قرآن میں کافروں کو امام اہل نار فرماتا ہے وجعلنا منہم الآیۃ یعنی کافروں کو ہم نے امام اہل نار گردانا ہے اور عادل اس وجہ سے کہا کہ ان دونوں نے عدل کیا تھا حق سے جیسا کہ خداوند عالم کافروں کو انہیں معنوں سے عادل فرماتا ہے والذین کفروا بربہم یعدلون مترجم کہتا ہے کہ کتب حدیث اہل سنت میں وارد ہے کہ پیغمبر برحق نے نوشیروان کو عادل فرمایا حتیٰ کہ سعدی شیرازی نے اس کو گلستان میں نظم کیا اور کہا ہے ؎

درآوان عدلش بنازم چناں
کہ سید بدوران نوشیروان

پس جب کہ مدح عدل نوشیروان کافروں کو مفید نہیں تو شیخین کو بھی مفید نہ ہوگی اور یہ وجہ بھی انہیں سترہ وجہوں سے ہے اور قاسطہ اس وجہ سے کہا کہ قاسط کے معنی ظالم کے ہیں چنانچہ قرآن میں وارد ہے واما القاسطون فکانوا لجہنم حطبا یعنی ظالمین جہنم کی لکڑیاں ہیں پھر امام معصوم فرماتے ہیں یہ جو ہم نے کہا کانا علی الحق تو اس سے مراد یہ ہے کہ وہ دونوں غالب تھے حق پر اور حق مغلوب تھا اور مراد اس حق سے کہ جن پر غالب تھے۔ امیر المومنین ہیں کہ اُن کو اذیت دی اور اُن کے حق کو چھین لیا مترجم کہتا ہے کہ اس جملے میں امام معصوم نے جار مجرور کو متعلق گردانا ہے بلفظ مستولیین کہ وہ خبر خاص ہے، اور محذوف ہے بقرینہ دلالت کرے تو حذف اُس کا جائز ہے اور چونکہ امام جعفر صادق علیہ السلام باتفاق جمہور اہل اسلام افصح الفصحا اور از جملہ عرب عربا ہیں پس کلام ان حضرت کا بجائے خود مستند ہوگا خواہ موافق نحاۃ کے ہو خواہ مخالف چہ جائے آنکہ بسبب پائے جانے قرینے کے کلام اُن حضرت کا مطابق جمہور نحاۃ کے بھی ہے پس اب جائے اعتراض بھی باقی نہ رہی اور وہ قرینہ یہ ہے کہ علی کے معنی کلام میں استعلا کے ہیں اور استعلا ان کے محاورے میں بمعنی غلبہ اور استیلا بھی آیا ہے چنانچہ ملاحظہ کتب لغت سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب کہتے ہیں علوت الرجل ای غلبتہ پس معنی کانا علی الحق کے یہ ہوں گے کہ کانا غالبین علی الحق والحق معلوبا عنہما اور یہ جو معصوم نے فرمایا ہے کہ مراد حق سے امام بحق جناب امیر ہیں امر حق ہے اور کچھ بعید نہیں اس واسطے کہ لفظ حق کا اطلاق خدا اور رسول اور امام بلکہ موت اور قیامت اور قرآن اور کلمہ اور کلام پر ہوتا ہے کما لا یخفیٰ پس اگر مراد حق سے مولائے برحق ہوں خلاف حق لازم نہیں آتا اور مخفی نہ رہے کہ اس

مقام میں دو وجہیں اور بھی ہیں کہ حمل کلام معصوم کا اُن پر صحیح ہے وجہ اوّل یہ ہے کہ علی بمعنی استعلا ہووے پس معنی کانا علی الحق کے یہ ہوں گے کہ یہ دونوں کہ عین باطل تھے حق پر فوقیت لے گئے اور اُنہوں نے حق کو پست کر دیا جیسا معصوم دعائے صنمی قریش میں ارشاد فرماتے ہیں پس بنا بر طریقۂ جمع بین الحدیثین کے ارادہ اس معنی کا کلام معصوم سے صحیح ہوگا اور یہ نوع استعلا مستلزم استیلا بھی ہے پس اس وجہ سے بھی مقدر ہونا لفظ مستولیین کا صحیح ہوگا کما فعلہ المعصوم فتامل ⁂ وجہ دوم یہ ہے کہ کلام عرب میں علی کو مقام مخالفت اور مضرت اور عداوت میں بھی اطلاق کرتے ہیں چنانچہ شائع و ذائع ہے کہ بیچ محاورے عرب کے مقام جواب یا اعتراض میں کہتے کہ ہذا لنا لا علینا یعنی یہ امر نافع ہے واسطے ہمارے نہ مخالف اور مضر ہمارے اور مشہور ہے کہ جب اثنائے راہ میں لشکر حر جناب سید الشہدا سے ملاقی ہوا تو حضرت نے حر سے فرمایا علینا ام لنا یعنی تو ہماری کمک کو آیا ہے یا ہماری عداوت پر کمر باندھی ہے و ایضا قال اللہ لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا لہا ما کسبت وعلیہا ما اکتسبت قال صاحب الکشاف ینفعہا ما کسبت من الخیر و یضرہا ما اکتسبت من الشر پس بنا بر اس وجہ کے معنی کانا علی الحق کے یہ ہوں گے کہ وہ دونوں مخالف حق کے اور دشمن حق تھے اور یہی معنی قول آئندہ میں بھی معصوم نے فرمائے ہیں پس ارادہ اس معنی کا کلام امام سے اس مقام میں بھی صحیح ہوگا فافہم پھر معصوم علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ جو میں نے کہا ماتا علی الحق مراد اس سے یہ ہے کہ عداوت حق پر مرے یعنی جناب امیر کی عداوت تا دم مرگ ان کے دلوں میں رہی اور تا دم مرگ نادم نہ ہوئے اس مقام میں علی کو بہ معنی عداوت معصوم نے اطلاق فرمایا ہے جیسا کہ ہم نے وجہ ثانی میں بیان کیا پھر معصوم فرماتے ہیں۔ کہ جو میں نے کہا فعلیہما رحمۃ اللہ یوم القیمۃ پس مراد رحمۃ اللہ سے رسول خدا ہیں یہ ان دونوں کے دشمن ہوں گے روز قیامت اور ان پر غضب ناک ہوں گے اور اُن سے روز قیامت کو انتقام لیویں گے مترجم کہتا ہے کہ اس مقام میں بھی علی کو معصوم نے مقام عداوت میں ارشاد فرمایا ہے اور رحمت خدا ہونا حضرت رسالت مآب کا مقام شک و ارتیاب نہیں حق تعالیٰ خود فرماتا ہے وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین بہر صورت اہل انصاف پہ معانی ان الفاظ کے ظاہر و باہر ہوئے کہ ہرگز یہ الفاظ مقام مدح شیخین میں وارد نہیں ہیں بلکہ سراپا یہ حدیث رد و قدح شیخین پر دلالت کرتی

marfat.com

ہے انتہی بلفظہ) اس تاویل کی غلطی ہم چند دلائل سے ثابت کرتے ہیں۔

(پہلی دلیل) اس رسالے کے مؤلف نے بتقلید اپنے علماء کے جو کچھ واہیات بیان کیا ہے اس کے نقل کرنے سے مجھے شرم آتی ہے اگر احادیث کی ایسی ہی تاویلیں کی جاویں تو کوئی حدیث کسی مدح وثنا میں باقی نہ رہے بلکہ ہر ملحد اور زندیق آیات قرآنی کو ایسی تاویل سے موافق اپنے مطلب کے بنا لے کسی ہندو کی نقل ہے کہ اس نے ایک مسلمان سے کہا کہ ہمارے رام لچھمن کا ذکر تمہارے قرآن میں بھی ہے وہ مسلمان حیران ہو کر پوچھنے لگا کہ، کس جگہ قرآن میں اُن کا ذکر ہے، اس نے کہا کہ سورہ یوسف کے اول میں جو (الر) حروف مقطعات ہیں اُن میں (الف) سے مراد اللہ ہے اور (لام) سے مراد لچھمن اور (رے) سے مراد رام ہیں وہ مسلمان یہ سنکر ہنسنے لگا لیکن ہمارے نزدیک جو تاویل امام جعفر صادق علیہ السلام کے قول کی حضرات شیعہ نے کی ہے وہ اس ہندو کی تاویل سے بھی بدتر ہے اس لئے کہ اس نے تو حروف کے لحاظ سے کچھ جوڑ ملا دیا لیکن شیعوں کے علماء نے جو کچھ فرمایا وہ تو سراسر بے جوڑ ہے اور ہر ایک خارجی اور ناصبی اہل بیت علیہ السلام کی شان میں جو احادیث ہیں ان میں بھی ایسی ہی تاویلات بیجا کر سکتا ہے۔ (فما ہو جوابہم فہو جوابنا) (دوسری دلیل) یہ قول جو شان میں حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے کہا گیا وہ امام جعفر صادق کا ہے اور امام موصوف تقیے سے ممنوع تھے اُن کو حکم تھا کہ وہ کسی سے خوف نہ کریں اور بلا خوف وخطر علوم اہل بیت کو منتشر کریں تو انہوں نے کس لئے تقیہ کیا اور کیوں ایک دو ناصبی کے ڈر سے ایسی بڑی تعریف کی اور پھر جب وہ چلے گئے تو اس کی تاویل کر کے اپنے خواص کو اصل مطلب سمجھایا اور وہ قول جس سے ثابت ہوتا ہے کہ امام موصوف تقیے سے ممنوع تھے یہ ہے بحار الانوار میں ملا باقر مجلسی نے اور کافی میں ملا یعقوب کلینی نے لکھا ہے کہ جو صحیفہ امام جعفر صادق کا تھا اُس میں اُن کے لئے یہ حکم تھا (حدث الناس وافتہم ولا تخافن الا اللہ وانشر علوم اہل بیتک وصدق آباءک الصالحین فانک فی حرز وامان) کہ تمام مخلوق کو فتوی دو اور اُن سے باتیں کرو اور کسی سے سوائے خدا کے نہ ڈرو اور اپنے اہل بیت کے علوم کو منتشر کرو اور اپنے آبا صالحین کی تصدیق کرو اس لئے کہ تم حرز اور امان میں ہو پس باوجود اس کے کہ جب ایسے اطمینان کا حکم الٰہی ان کو ہو چکا تھا اور تقیہ کرنے سے وہ منع کر دیئے گئے تھے تو پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ

marfat.com

کس کا خوف تھا جس کے سبب سے ایسی تعریف صحابہ کی کرتے تھے اور لوگوں کو دھوکا دیتے تھے افسوس ہے کہ شیعیان علی نے اپنے اماموں کی محبت کے پیرایے میں کبھی ہجو کی ہے اور اُن پر کیا کیا تہمتیں لگائی ہیں :: (تلبیسی دلیل) اگر کوئی شیعہ کہے کہ جب یہ عبارت زائد بھی اصل حدیث میں داخل ہے تو کیا وجہ ہے کہ ایک ٹکڑا اس کا تسلیم کیا جاوے اور دوسرا ٹکڑا زاید اور غلط ٹھہرایا جاوے اس لیے ضروری ہے کہ کل عبارت حدیث کی تسلیم کی جاوے اور جو تاویل اس حدیث کی امام نے بیان کی وہ بھی امام ہی کی طرف سے سمجھی جاوے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ مسئلہ متفق علیہ ہے کہ (اقرار العقلاء حجۃ علی انفسہم دون الادعار لہم) کہ اقرار آدمی کا اس پر حجت ہوتا ہے پس اسی قاعدے سے جس قدر اقرار فضیلت شیخین کا ہے وہ اُن پر حجت ہے اور جو تاویل کی گئی ہے وُہ ہم پر حجت نہیں اور قطع نظر اس کے عادت بھی محدثین شیعہ کی یہ ہے کہ وُہ عبارت کو حدیث کی کم و بیش کردیا کرتے ہیں اور اپنے مذہب کے موافق بنا لیتے ہیں جیسا کہ ملا باقر مجلسی نے حدیث مسئلہ قضا و قدر میں شیخ صدوق کی نسبت بیان کیا ہے (انما فعل ذالک لیوافق مذہب اہل عدل) پس جب اُن پر اعتماد اس امر کا نہ رہا کہ وہ حدیث میں تحریف نہیں کرتے اور کچھ تغیر و تبدل کو راہ نہیں دیتے تو پھر کیونکر وُہ تاویل جو سراسر لوچ اور خرافات ہو صحیح مانی جاوے اور ایسی واہیات کی ائمہ کی طرف کیونکر نسبت دی جاوے حالانکہ ائمہ خود اس امر کی شکایت کرتے رہے ہیں اور اپنے شیعوں پر لعنت ملامت کرتے آئے ہیں، کہ وُہ تاویلات غلط ان کی احادیث میں کر دیتے ہیں اور حدیث کے مضمون کو اور کا اور بنا دیتے ہیں چنانچہ ابو عمرو کشی نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی ایک حدیث کو اسی بارہ میں نقل کیا ہے وہو ہذہ (ان الناس اولعوا بالکذب علینا ان اللہ افترض علیہم لا یرید منہم غیرہ وانی احدث احدہم بالحدیث فلا یخرج من عندی حتی یتاولہ علی غیر تاویلہ ذٰلک انہم لا یطلبون بحدیثنا وبحبنا . ند اللہ وانما یطلبون الدنیا) کہ آدمیوں نے بہت زیادتی کی ہم پر جھوٹ لگانے کی ہیں جو حدیث اُن سے کہتا ہوں وُہ میرے پاس سے نکلتے نہیں پلٹتے کہ وہیں اس کی دوسری تاویل خلاف کرنے لگتے ہیں اور اس کا سبب یہ ہے کہ وہ میری احادیث سے اس چیز کے طالب نہیں جو خدا کے پاس ہے بلکہ صرف دنیا کے طلب گار ہیں پس جب کہ خود امام کی تصدیق سے ثابت ہوا کہ ان کے پاس بیٹھنے والوں کی یہ عادت تھی کہ

marfat.com

وہیں بیٹھے بیٹھے ان کی احادیث کی تاویل غلط کر دیا کرتے تھے تو پھر ایسے لوگوں سے کیا بعید ہے کہ انہوں نے ایسی تاویل اس حدیث کی بھی کی ہو ٭ (چوتھی دلیل) اس تاویل پر جو اس حدیث کے الفاظ کی کی ہے اگر غور بحث کریں تو ہم کو معلوم ہو جاوے کہ وہ کس قدر مہمل اور غلط اور خلافِ محاورہ ہے۔ اوّل تاویل لفظ اما مان کی یہ کی ہے کہ اما ما اہل النار تو مضاف الیہ کو محذوف کر دیا ہے لیکن موافق قاعدۂ نحو کے حذف مضاف الیہ کا سوائے حالت تنوین یا بنار مضاف یا اضافت ثانیہ کے جائز نہیں اگر شک ہو تو رضی اُٹھا کر دیکھ لو دوسرے لفظ امام جب مطلق چھوڑا گیا تو اُس سے وہی معنی جو اصلی ہیں یعنی مدح اور صفت کے مراد لئے جاویں گے اس لئے کہ لفظ مطلق سے فرد کامل ہوتا ہے تو کیونکر اس سے امام اہل النار مراد ہو سکتے ہیں بخلاف آیہ ائمہ یدعون الی النار کے کہ وہاں یہ مقید ہے نہ مطلق ٭ دوسری تاویل قاسطون کی بھی غلط ہے اس لئے کہ قرآن شریف میں بمقابلۂ مسلمون کے قاسطون وارد ہے پس تعین معنی کے واسطے قرینے کا ضرور ہے کہ وہ آیہ میں موجود ہے اور حدیث میں مفقود بلکہ اشارہ طرف آیہ کریمہ واقسطوا، ان اللہ یحب المقسطین کے ہے۔ تیسرے حق سے مراد نام علی مرتضیٰ کا لینا خلاف عرف عام اور تبادر اذہان اور معنی ظاہری کے ہے بغیر پہلے ہونے ذکر مرتضوی کے حق سے اُن کا نام مراد لینا حدیث کو پیستان ٹھہرانا ہے علاوہ اس کے حرف علی کو بمعنے استیلاً بلادلیل قرار دینا اور استیلار کو مرادف استعلا ٹھہرانا زبردستی معنی بنانا اور خرافات بکنا ہے اور لغت میں قیاس کو دخل دینا حالانکہ قیاس فی اللغۃ جائز نہیں غور کرنا چاہیئے کہ زید علی الحق جب بولا جاتا ہے تو اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ وہ حق پر ہے یا یہ مراد ہوتی ہے کہ وہ باطل پر ٭ چوتھی تاویل علیہما رحمۃ اللہ یوم القیمۃ کی جو کی گئی ہے اُس کی نسبت کسی نے خوب لطیفہ کہا ہے کہ حضرات امامیہ جب اپنے پیشواؤں کے حق میں رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں تو ہم سمجھتے ہیں کہ علیہ سے وُہی مخالفت مراد ہے اور رحمۃ اللہ سے رسول اللہ مراد ہیں یعنی مخالف ہے رسول کا استغفراللہ کہ حضرات شیعہ احادیث کو ایسی تاویلات بے جا سے مضحکۂ اطفال بناتے ہیں اور ائمہ پر ایسی بے جا تاویلات کی تہمت کر کے اپنی عاقبت خراب کرتے ہیں۔

ساتویں شہادت:۔ نہج البلاغۃ میں حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ کی طرف سے

marfat.com

شان میں حضرت ابوبکر صدیق کے یہ عبارت منقول ہے۔ (للّٰہ بلاد فلان لقد قوم الا ود و داوی العمد و اقام السنۃ و خلف البدعۃ و ذہب نقی الثوب، قلیل العیب اصاب خیرہا و سبق شرہا ادی الی اللّٰہ طاعۃ و اتقاہ بحقہ رحل و ترکہم فی طرق متشبۃ لا یہدی فیہا اتصال ولا یستیقن المہتدی) ترجمہ خدا انعام کرے فلان یعنی ابوبکر پر جس نے کجی کو سیدھا کیا جس نے امراض نفسانیہ کی دوا کی جس نے سنت کو پیغمبر کی قائم کیا اور بدعت کو دور کیا گیا اس دنیا سے پاک دامن کم عیب خلافت کی خوبی پائی اور اس کے فساد سے پہلے رحلت کی خدا کی اطاعت کو اچھی طرح ادا کیا اور موافق حق کے پرہیزگاری کو پورا کیا کوچ کیا اس دنیا سے اور چھوڑ گیا آدمیوں کو شاخ در شاخ راہوں میں کہ نہ گمراہ ہدایت پاتا ہے اور نہ راہ پانے والا یقین حاصل کر سکتا ہے۔ میں حضرت علی کے اس قول کی نسبت تمام اقوال کو اہل سنت اور شیعہ کے نقل کرتا ہوں اور حضرات شیعہ کی خدمت میں نہایت ادب سے عرض کرتا ہوں کہ اس بحث کو ذرا دل سے سنیں اور غور سے دیکھیں اور تعصب اور عناد کو چھوڑ کر انصاف کریں کہ ان کے علماء حق پر ہیں یا کہ اہل سنت کے میں اس قول کی نسبت اول تحفہ اثناعشریہ کے مضمون کو لکھتا ہوں بعدہ جو علامہ کنتوری نے اس کا جواب دیا ہے کہ اس کو لکھ کر جو تردید اس کی جناب خاتم المتکلمین مولانا مولوی حیدر علی صاحب نے کی ہے لکھوں گا۔ خاتم المحدثین تحفہ اثناعشریہ میں بعد نقل کرنے اس عبارت میں جامع نہج البلاغۃ نے کہ شریف رضی ہیں اپنے حفظ مذہب کے واسطے عجیب تصرف کیا ہے یعنی لفظ ابوبکر کو حذف کر کے بجائے اس کے لفظ فلان لکھ دیا تاکہ اہل سنت کو موقع اس پر سند پکڑنے کا نہ ہووے لیکن حضرت امیر کی کرامت ہے کہ اوصاف مذکور صریح اس پر دلالت کرتے ہیں کہ مراد اس سے کون ہیں اسی واسطے نہج البلاغۃ کے شارحین نے فلان کے لفظ کی تعیین میں اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا ہے کہ مراد ابوبکر ہیں اور بعضوں نے کہا کہ عمر ہیں لیکن اکثر شراح نے اول ہی کو ترجیح دی ہے۔ اب ان جوابات کو سننا چاہیے جو علماء شیعہ نے اس قول کی نسبت دیئے ہیں:۔

(جواب اول) حضرت علی گاہ گاہ اوصاف اور لیاقت شیخین کی اس۔ لیے بیان کر دیا کرتے تھے کہ لوگ ان کے معتقد تھے اور ان کی حسن سیرت اور خوبی انتظام کے قائل

marfat.com

تھے بپاس خاطر لوگوں کے اُن کی تعریف کرنا مناسب وقت تھا پس یہ کلمات بھی اسی قبیل سے ہیں لیکن یہ جواب لائق تسلیم کرنے کے نہیں ہے اس لئے کہ کوئی عاقل منصف اس کو نہ ملنے گا ایک معصوم دس جھوٹ صرف واسطے ایک آسان غرض دنیا کے یعنی دلداری چند شخصوں کے کہ وہ بھی یقینی نہ تھی اپنی زبان سے کہے اور ان لوگوں کی تعریف کرے جنہوں نے صریح عصیان خدا اور رسول کا کیا دین اسلام کو چھوڑ کر ارتداد پر کمر باندھے اور خدا کی تحریف اور دین محمدی کی تبدیل کی حالانکہ حدیث صحیح میں وارد ہے۔ (اذا مدح الفاسق غضب الرب) کہ جب فاسق کی تعریف کی جاتی ہے خدا غضب میں آجاتا ہے پس جب ایک فاسق کی تعریف سے خدائے جل شانہٗ غضب میں آوے تو ایسے شخص کی تعریف سے جو محرف کتاب اللہ اور مبدل دین خدا ہو اور جس نے پیغمبر خدا کی وصیتوں کو بھلا دیا ہو اور اس کے وصی کے حقوق کو غصب کیا ہو اور اسکے اولاد کو ستایا ہو اور کوئی دقیقہ ظلم اور جبر کا خاندان رسول پر نہ چھوڑا ہو تو ایسے شخص کی تعریف سے معلوم نہیں کہ خداوند عالم کس قدر غضب میں آیا ہوگا اور باعث اس کا کون ہوا ہوگا شیعوں کے دین اور دیانت اور عقل اور فراست سے نہایت ہی بعید ہے کہ ایسے معصوم کی نسبت جیسے کہ امیر المؤمنین تھے ایسے معصیت کا اطلاق کرتے ہیں اور یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ ایسی تعریف کرنے کی کیا ضرورت تھی کون سا لشکر باغی ہو گیا تھا کہ جس کا راہ راست پر آنا بغیر ایسے جھوٹ بولنے اور قسمیں کھانے کے ممکن نہ تھا اگر صرف دلدہی حضرات شیخین کے معتقدین کی منظور تھی تو صرف تعریف اُن کی جس میں ذکر اُن کے انتظام امور خلافت کا ہوتا کافی تھی تاکہ مطلب بھی حاصل ہو جاتا اور بہت جھوٹ بھی نہ بولنا پڑتا اور اس کو باطل اور غلط سمجھنا اور اس کو جھوٹ اور غلط کہنا در حقیقت ان کی معصومیت میں داغ لگانا ہے اس جواب کو علامہ کنتوری نے بجواب تحفہ اثنا عشریہ اس طرح پر رد کیا ہے کہ یہ دعوٰی صاحب تحفہ کا محض جھوٹ ہے کسی شیعہ نے یہ توجیہ نہیں کی اور ایسی توجیہات کی اُس وقت ضرورت ہوتی جب کہ شیعوں کی کتابوں میں بجائے لفظ فلاں لفظ ابو بکر موجود ہوتا اور جب وہ لفظ ہی کتب شیعہ میں موجود نہیں ہے تو اُن کو ایسی توجیہات کی احتیاج کیا ہے وہذا عبارتہ[1] (قولہ عمدہ آن توجیہات نزد ایشان آنست الخ

[1] توجیہات کی بابت علامہ کنتوری نے تحفہ اثنا عشریہ کی تردید میں لکھا ہے کہ توجیہ کو شیعوں کی جانب منسوب

باقی صفحہ ۱۵۷ پر

marfat.com

(قولنا این ادعا کذب محض ست احتیاج این توجیہات شیعہ را وقتی می افتد کہ در کتب شیعہ بجائے لفظ فلان لفظ ابوبکر موجود می بود و چون لفظ ابوبکر در کتب شیعہ موجود نیست ایشان را احتیاج ہیچ یک از توجیہات نیست پس انچہ ناصبی بعد تقریر ایں توجیہات از ہزیانات خود سر کردہ از جہت ابتنای آن بر فاسد از قبیل بنار الفاسد علی الفاسد باشد) یہ جواب علامہ کنتوری کا غلط ہے اور جو انہوں نے نسبت خاتم المحدثین صاحب تحفہ کے فرمایا کہ ادعا کذب محض است وہی ہم علامہ مجیب کی نسبت کہتے ہیں کہ این جواب کذب محض ست اور ثبوت اس کا یہ ہے کہ خود شیعوں کے علمائے نے لکھا ہے کہ مراد فلان سے ابوبکر صدیقؓ ہیں چنانچہ ابن مثیم بحرانی جو محققین شیعہ سے ہیں شرح نہج البلاغۃ میں فلان کی لفظ کی شرح میں لکھتے ہیں کہ مراد فلان سے یا ابوبکر ہیں یا عمر لیکن میرے نزدیک مراد فلان سے ابوبکر ہے وہذہ عبارتہ (اقول ان ارادتہ لابی بکر اشبہ بن ارادتہ لعمر) غرضکہ معلوم نہیں کہ باوجود اس کے کہ ابن مثیم بحرانی سا متبحر فاضل جس کے علم اور تقدس پر باقر مجلسی کو ناز ہے فلاں کے لفظ سے مراد ابوبکر لیتا ہے اور باوجود اس کے جناب علامہ کنتوری اس سے انکار فرماتے ہیں اور صاحب تحفہ کی جناب میں کذب کی نسبت کرتے ہیں شاید علامہ موصوف کی یہ غرض ہوگی نہ برائے تام جواب تحفہ کا لکھنا شروع کر دیا ہے اور حقیقت میں کچھ جواب ایسی روایتوں کا نہیں ہے اس لئے اس سے انکار ہی کر دینا مناسب ہے تاکہ عوام کی نظروں میں وقعت پیدا ہووے اور وہ شاہ صاحب کو جھوٹا جانیں لیکن یہ نہ سمجھے کہ خدا نے ہر فرعون کے پیچھے ایک موسیٰ کر دیا ہے علمائے اہل سنت کب پیچھا چھوڑیں گے اور کس طرح دار و گیر سے نجات دیں گے اور ابن مثیم بحرانی کے قول کو دکھلا کر الالعنت اللہ علی الکاذبین پڑھنے لگیں گے اور قطع نظر اس کے کہ لفظ فلاں سے مراد ابوبکر ہیں یا نہیں جو توجیہ شیعوں کی جناب صاحب تحفہ نے بیان کی ہے وہ خود شیعوں کے علما کے قول سے ثابت ہے اور لفظ بلفظ اُس کا ان کی عبارت سے مطابق ہے چنانچہ ابن مثیم بحرانی جو نہایت نامی علما شیعہ سے ہے اسی شرح نہج البلاغۃ میں لکھا ہے کہ شیعوں نے اس کے دو جواب دیئے ہیں منجملہ اُن دو

(بقیہ حاشیہ) کرنا سفید جھوٹ ہے کیونکہ اس قسم کی توجیہ کی شیعوں کو اس وقت ضرورت ہوتی جب کہ شیعہ کتب میں لفظ فلان کے بجائے لفظ ابوبکر ہوتا اور جب کہ کتب شیعہ میں لفظ ابوبکر پایا ہی نہیں جاتا اس لئے ان کو کسی قسم کی توجیہ کی کوئی حاجت نہیں۔ یہ۔ خلاصہ یہ کہ سنیوں نے خود ہی اپنے ہزیانات کی توجیہ کی ہے اور بنا فاسد علی الفاسد ہے ۱۲

ئے ایک ہی ہے جسے شاہ صاحب نے بیان کیا چنانچہ عبارت اس کی یہ ہے (جاز ان یکون ذلک المدح منہ علی وجہ استصلاح من یعتقد صحۃ خلافۃ الشیخین واستجلاب قلوبہم بمثل ہذا الکلام) افسوس ہے کہ علامہ کنتوری مرگئے ورنہ میں اس عبارت کو اُن کے پیشوا اور مجتہد کی اُن کے سامنے کرکے عرض کرتا کہ حضرت (آدعای شاہ صاحب کذب محض ست یا انکارِ جناب کذب محض ست) لیکن چونکہ سنتا ہوں کہ اُن کے صاحبزادے زندہ ہیں اور کتاب استقصاء الافحام کی تحریر پر ناز کر رہے ہیں۔ خدا کرے کہ کوئی شخص ان کے سامنے اس عبارت کو رکھ دے اور اُن کے پدر بزرگوار کی قلعی اُن کے سامنے کھول دے۔

(دوسرا جواب) بعضوں نے علمائے شیعہ سے یہ جواب دیا ہے کہ مراد فلان سے اور ہی کوئی آدمی ہے منجملہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جو کہ حضرت کے سامنے ہی وفات کر گیا اور قبل وقوع فتنہ وفساد کے دنیا سے رحلت کر گیا اور علامہ راوندی نے جو علمائے شیعہ سے ہیں اسی قول کو پسند کیا ہے لیکن ذرا سوچنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ قول نہایت ہی پوچ اور بے بنیاد ہے اس لئے کہ اس خطبے میں حضرت علیؓ نے ان لفظوں سے تعریف کی ہے کہ وہ شخص خود رحلت کر گیا اور لوگوں کو شاخ در شاخ راہوں میں چھوڑ گیا کہ کوئی گمراہ ہدایت نہیں پا سکتا پس جو شخص پیغمبر صاحب کے سامنے مرگیا ہو اس کی نسبت یہ تعریف کیوں کر صادق ہو سکتی ہے کسی کے خیال میں یہ بات آ سکتی ہے کہ باوجود موجود ہونے پیغمبر صاحب کے کسی کے مرنے سے اس قدر خرابی ہوئی ہو کہ لوگ شاخ در شاخ راہوں میں پڑ گئے ہوں۔ پس کیونکر حضرت امیر المؤمنین کسی ایسے آدمی کی نسبت جو پیغمبر صاحب کے سامنے مر چکا ہو یہ تعریف فرماتے اور جو بات ایک ادنی آدمی سے نہیں نکل سکتی وہ حضرت علی ارشاد فرماتے غرضکہ صاف ظاہر ہے کہ مراد حضرت علی کی فلان سے ایسا ہی آدمی ہے جو کہ بعد وفات سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ مرا ہو، اور جس کے مرنے سے لوگ شاخ در شاخ راہوں میں پڑ گئے ہوں اور ایسا آدمی کوئی نہیں ہے سوائے حضرت ابوبکرؓ کے یا حضرت عمرؓ کے اور جس کسی کو اُن میں سے حضرات شیعہ لفظ فلان سے مراد لیں ہمارا مطلب حاصل ہے۔ اس جواب کا علامہ کنتوری نے بجواب تحفہ اثنا عشریہ کے عجیب جواب دیا ہے کہ جس سے نہ اقرار نکلتا ہے نہ انکار اور جس کی لفظوں اور

لہ شاہ صاحب کا دعویٰ جھوٹا ہے یا پھر یہ کہ آنجناب کا انکار سفید جھوٹ ہے۔ ۱۲

marfat.com

عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ کنتوری پر راہ آنے جانے کی بالکل بند ہے۔ اور ایسی برذمات میں بے چارہ گرفتار ہے کہ کچھ نہیں کر سکتا اور شاہ صاحب قدس سرہٗ کی تقریر کا کچھ جواب نہیں دے سکتا و ہذہ عبارۃ (قولہ و بعضے امامیہ گفتہ اند کہ مراد آنجناب ازین مرد شخصے دیگر ست از جملۂ صحابۂ رسول الخ) قولنا دانستی کہ بنا بر تصریح ابن ابی الحدید این قول قطب را وندیست و ہیچکس از امامیہ و غیر امامیہ پیش از ابن ابی الحدید سوائے قطب الدین راوندی شرح کتاب نہج البلاغۃ نہ نوشتہ) لیکن اس تقریر سے یہ ظاہر ہے کہ علامہ کنتوری نے اس قول کو تسلیم کر لیا اور مثل پہلے جواب کے اس سے انکار نہیں کیا اور شاہ صاحب کو کاذب نہیں بنایا۔ باقی رہا یہ امر کہ کسی نے شرح نہج البلاغۃ کی قطب الدین راوندی سے پہلے لکھی ہے یا نہیں وہ بحث سے خارج ہے پس حضرات شیعہ کو چاہیئے کہ اپنے علماء کے جواب کو خیال کریں کہ جب چاروں طرف سے راہ بند ہوتی ہے تو کے کیا سکوت کر جاتے ہیں اور اصل مطلب کو چھوڑ خارج از بحث گفتگو کرتے لگتے ہیں لیکن ہم بایں نظر کہ شاید کوئی شیعہ اپنے بزرگ قطب الدین راوندی کے قول سے براہ جہالت یا بوجہ دھوکا دہی انکار کرے اس کی اصل عبارت کو بھی نقل کرتے ہیں (فانہ قال فی الشرح انہ علیہ السلام یمدح بعض اصحابہ بحسن السیرت وانہ مات قبل الفتنۃ التی وقعت بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

(تیسرا جواب) بعض علمائے امامیہ نے اس طرح پر جواب دیا ہے کہ غرض حضرت امیر کی اس قول سے توبیخ عثمان تھی تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ وہ سیرت شیخین پر نہیں چلے اور فتنہ اور فساد ان کے زمانے میں بہت ہوا لیکن یہ جواب دونوں پچھلے جوابوں سے بھی زیادہ پوچ ہے اس لئے کہ توبیخ عثمان کی اور طرح پر بھی ہو سکتی تھی اور فقط یہ کہہ دینا کہ وہ سیرت شیخین پر نہیں چلے حصول مطلب کے لئے کافی تھا اس جھوٹ بولنے سے معصوم کو کیا حاصل تھا علاوہ بریں اس سے یہ بات نکلتی ہے کہ سیرت شیخین حضرت امیر کے نزدیک بھی پسندیدہ تھی اگر حضرات شیعہ اس امر کو مانیں تو خلافت شیخین کی اس سے ثابت ہوتی ہے اگر نہ مانیں اور سیرت شیخین کو پسندیدہ نہ کہیں تو حضرت عثمان کو ان کی سیرت ناپسندیدہ

لے شیعوں کا کہنا ہے کہ آنجناب کی مراد "اس شخص سے" وہ ہے جو منجملہ اصحاب رسول ہے اور ہماری بات آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ ابن ابی الحدید نے لکھا ہے کہ یہ قول دراصل قطب راوندی کا ہے جو انہوں نے شرح نہج البلاغۃ میں لکھا ہے جسے سوائے ان کے کسی شیعہ یا غیر شیعہ نے نہیں لکھا۔ ۱۲

marfat.com

کے چھوڑنے پر توبیخ کرنے کے کیا معنی لیکن علاوہ ان باتوں کے یہ جواب کسی طرح پر لائق تسلیم کے نہیں اس لئے کہ مخالفت حضرت عثمان کی سیرت شیخین سے ہرگز اس عبارت میں مذکور نہیں ہے (لا صراحتاً ولا اشارتاً) اور یہ عبارت خطبہ کوفہ میں حضرت امیر نے ارشاد فرمائی ہے اس وقت عثمان کہاں تھے اور فتنہ وفساد کہاں اور اگر توبیخ عثمان حضرت امیر کو منظور ہوئی صراحتاً کیوں نہ فرماتے کہ عثمان نے ایسا ایسا کیا اور ان کے زمانے میں فتنہ وفساد پیدا ہوا اگر کوئی کہے کہ صاف کہنے میں لوگوں کی مخالفت کا ڈر تھا اس کا جواب یہ ہے کہ جس بات کا ڈر تھا یعنی مخالفت اہل شام وہ موجود ہی تھی اور صرف حضرت عثمان کے قتل کے بہانے سے اہل شام حضرت علی سے پھر گئے تھے اور نوبت مقاتلہ اور مجادلہ کی پہنچ چکی تھی پس اس سے زیادہ صاف کہنے میں کس مضرت کا اندیشہ تھا شاید شیعوں نے یہ مثل نہیں سنی کہ (انا الغریق فما خوفی من البلل) یعنی میں ڈوبا ہوا ہوں پھر مجھ کو بھیگنے کا کیا ڈر ہے علامہ کنتوری نے بجواب تحفہ کے اس جواب کا یہ جواب دیا ہے کہ کسی نے علمائے امامیہ سے یہ توجیہ جو صاحب تحفہ بیان کرتے ہیں نہیں کی گویا علامہ موصوف نے مثل پہلے جواب کے اس جواب سے بھی انکار کیا اور اس کو شاہ صاحب کا جھوٹ تصور کیا کما قیل (قولہ[1] بعضے از امامیہ چنیں گفتہ اند کہ غرض حضرت امیر توبیخ عثمان وتعریض براو بود الخ) (اقول ہیچ یک از امامیہ ایں توجیہ نکردہ مگر ابن ابی الحدید در شرح ایں کلام ایں مقابلہ را بطرف جارودیہ کہ از فرق زیدیہ ست نسبت دادہ الی قولہ بعض مقالہ زیدیہ را بامامیہ نسبت دادن کذب صریح ست) لیکن یہ جواب علامہ کنتوری کا مثل پہلے جواب کے غلط ہے اس لئے کہ خود علمائے امامیہ نے اس جواب کو قبول کیا ہے اور اس سے انکار نہیں کیا معلوم ہوتا ہے کہ علامہ کنتوری نے ان اقوال کو ملاحظہ نہیں فرمایا اس لئے اس سے انکار کیا یا دیدہ ودانستہ عوام کو دھوکا دیا اگر کسی کو علامہ کنتوری کی جہالت یا دھوکہ دہی دریافت کرنا منظور ہو تو وہ ابن میثم بحرانی کی تحریر کو ان کی شرح نہج البلاغۃ میں دیکھے چنانچہ بلفظ ہم اس عبارت کو نقل کرتے ہیں اور علمائے اثنا عشریہ کی خدمت میں اسے تحفہ گذارنتے

[1] بعض شیعوں نے لکھا ہے کہ حضرت علی کا مقصد حضرت عثمان کو ڈانٹ ڈپٹ تھی اور ہم کہتے ہیں کہ شیعوں میں سے کسی نے ایسی کوئی توجیہ نہیں کی البتہ ابن ابی حدید نے اس کلام کی شرح میں اس مقابلہ کو فرقہ زیدیہ کے فرقہ جارودیہ کی جانب منسوب کیا ہے الخ فرقہ زیدیہ کے اقوال کو شیعوں کا قول بتانا صریح جھوٹ ہے ۱۲

ہیں (واعلم ان الشیعۃ قد اوردوا ہہنا سوالا فقالوا ان ہذہ الممادح التی ذکرہا علیہ السلام فے احد ہذین الرجلین تنافی ما اجمعنا علیہ من تخطیہما واخذہما المنصب الخلافۃ فاما ان یکون ہذا الکلام من کلامہ علیہ السلام اوان یکون اجماعنا خطاءً ثم اجابوا من وجہین احدہما لا نسلم التنافی المذکور فانہ جاز ان یکون ذلک المدح منہ علیہ السلام علی وجہ استصلاح من یعتقد صحۃ خلافۃ الشیخین واستجلاب قلوبہم بمثل ہذا الکلام الثانی انہ جاز ان یکون مدحہ ذلک لاحدہما فی معرض توبیخ عثمان لوقوع الفتنۃ فی خلافۃ واضطراب الامر علیہ واسارۃ سب مال المسلمین ہو وبنوا بیہ حتی کان ذلک سببا لثوران المسلمین من الامصار وقتلہم لہٗ ویتنبہ علی ذلک قولہ وخلف الفتنۃ وذہب نقی الثوب قلیل العیب اصاب خیرہا وسبق شرہا وقولہ وترکہم فی طرق متشعبۃ الی آخرہ فان مفہوم ذلک یستلزم ان الوالی بعد ہذا الموصوف قد اتصف باضداد ہذہ الصفات واللہ اعلم) انتہی بلفظہ یعنی شیعوں نے اس قول کی نسبت یہ بحث کی ہے کہ یہ تعریف حضرت امیر کی بنسبت ابوبکرؓ یا عمرؓ کے مخالف ہمارے اجماع کے ہے جو بہ نسبت خاطی ہونے اُن کے ہے کہ انہوں نے منصب خلافت کو غصب کیا اور جور و ظلم کیا پس دو حال سے خالی نہیں یا تو یہ کلام حضرت امیر علیہ السلام کا نہیں ہے یا اجماع ہم شیعوں کا بہ نسبت خطا شیخین کے خطا ہے اور اس کا شیعوں نے دو طرح سے جواب دیا ہے اول یہ کہ ہم مخالفت کو اس طرح سے دفع کرتے ہیں کہ جائز ہے کہ یہ تعریفیں حضرت علی کی بہ نسبت ابوبکرؓ یا عمرؓ کے بنظر استمالہ قلوب اُن آدمیوں کے تھیں جو کہ حسن سیرت اور صحت خلافت شیخین کے معتقد تھے دوسرے یہ کہ یہ تعریفیں بنظر توبیخ عثمان کے تھیں کہ امر خلافت بہ سبب ظہور فتنوں کے اُن کے زمانے میں ابتر ہو گیا اور مسلمانوں نے بلوہ کر کے ان کو قتل کیا اور یہ جواب قرین قیاس ہے اس لئے کہ عبارت سے اس خطبے کی معلوم ہوتا ہے کہ جو خلیفہ بعد اس کے جس کی تعریف حضرت علیؓ کرتے ہیں۔ ایسا تھا کہ جس میں صفت متذکرہ کے اضداد جمع تھے اس تحریر سے علامہ بحرانی کی چند فائدے حاصل ہوئے اوّل یہ کہ جو انکار علامہ کنتوری نے کیا تھا کہ (ہیچکس از امامیہ این توجیہ نکردہ) اس کا بطلان ثابت ہو گیا اور انہیں کے مجتہد اور پیشوا کے اقوال سے ان کا جھوٹے ہونا ظاہر ہوا دوسرے یہ کہ معلوم ہوا کہ اولاً مجائے فلان کے اسمانِ خلیفہ

لہ کسی شیعہ نے یہ توجیہ نہیں کی ہے۔ ۱۲

میں لفظ ابوبکر یا عمر کا تھا اور پیچھے اصل لفظ کو بدل کر لفظ فلان لکھدیا اس لئے کہ کیونکر عقل سلیم قبول کر سکتی ہے کہ حضرت امیر سا فصیح و بلیغ ایسے خطبے میں لفظ مبہم بیان فرماوے اور بجائے نام کے حرف فلان ارشاد کرے۔ تیسرے ثابت ہوتا ہے کہ اس وقت تک جب کہ علامہ بحرانی نے شرح نہج البلاغۃ لکھی تمام شیعہ لفظ فلان سے یا حضرت ابوبکرؓ سمجھتے تھے یا حضرت عمرؓ مراد لیتے تھے اس لئے کہ شارح موصوف شیعوں کے قول کو نقل کرکے کہتا ہے (فقالوا ان ہذا الممادح التی ذکرہا علیہ السلام فی احد ہذین الرجلین) کہ شیعہ کہتے ہیں کہ یہ ممدوح دو میں سے ایک ہے یا ابوبکر یا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جو تھے اس تحریر سے تقریر قطب الاقطاب راوندی کی مہمل ہو گئی یعنی انہوں نے اپنے بچانے کے لئے یہ توجیہ کی کہ مراد فلاں سے وہ شخص ہے جو کہ سامنے پیغمبر خدا کے مر چکا تھا اس لئے کہ اگر اس تقریر کو اور علمائے شیعہ قبول کر لیتے اور اس کو مہمل جان کر مطروح نہ کر دیتے تو ایسی تاویلات کی حاجت نہ ہوتی جو علامہ بحرانی نے شیعوں کی طرف سے بیان کی ہیں اگرچہ اس تحریر سے جو ہم کر چکے ہیں سب مطلب حاصل ہو گیا اور علمائے شیعہ کی توجیہات کا پوچ اور بیہودہ ہونا ثابت ہو گیا لیکن ہم ذرا اس امر کی اور تصریح کرتے ہیں کہ لفظ فلاں سے علمائے شیعہ کے نزدیک وہی شخص مراد ہیں یا حضرت ابوبکر صدیقؓ یا حضرت عمرؓ چنانچہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہ تحفہ میں فرماتے ہیں (ولہذا شارحین نہج البلاغۃ از امامیہ در تعیین فلان اختلاف کردہ اند بعضے گفتہ اند کہ مراد ابوبکرؓ ست و بعضے گفتہ اند عمرؓ ست) لیکن علامہ کنتوری نے موافق اپنی عادت کے اس سے بھی انکار فرمایا اور اس کو بھی شاہ صاحب کا جھوٹ تصور کیا چنانچہ جو جواب تحفہ کا انہوں نے لکھا ہے اسمیں اس تحریر کا شاہ صاحب کی ان لفظوں سے جواب دیا ہے (قولنا ان ہذا الا افک مبین ازیں ناصبی باید پرسید کہ کدام شارح امامیہ گفتہ کہ مراد ابوبکرؓ یا عمرؓ ست) خاتم المتکلمین حضرت مولانا مولوی حیدر علی صاحب قبلہ جن کے نام سے شیعوں کے بدنمیں رعشہ اور لرزہ پیدا ہوتا ہے اس کے جواب

لہ اس لئے نہج البلاغۃ کے شارحین نے شیعوں کی جانب سے "فلاں شخص کے تعیین کرنے میں اختلاف کیا ہے بعض کہتے ہیں کہ لفظ فلاں سے ابوبکرؓ مراد ہیں اور بعض عمرؓ کو مخصوص کرتے ہیں لہ اس ناصبی سُنی سے پوچھنا چاہیئے کہ کس شیعہ نے "فلاں" سے ابوبکرؓ و عمرؓ مراد لئے ہیں۔ ۱۲

میں فرماتے ہیں (سُبحانک ہذا بہتان عظیم زیراکہ مراد ازیں شراح امامیہ مثل بحرانی ہستند ولیکن چوں ایں بے نصیب کتب مذکورہ را ندیدہ میگوید کہ کدام شارح امامیہ گفتہ کہ مراد ابوبکرؓ یا عمرؓ ست اینک عبارت رئیس الحکماء والمتبحرین کمال الدین مذکور بگوش خود بشنو و خاک مذلت بر سر خود بریز و از مسند تکلم و تصنیف برخیز حیث قال وعن قطب الدین الراوندی انہ انما اراد الخ) یعنی ملا کمال الدین جو ایک نامی عالم شیعہ کے ہیں وہ شرح نہج البلاغۃ میں لکھتے ہیں کہ فلاں کے لفظ سے مراد لینے میں اختلاف ہے قطب الدین راوندی جو بڑے عالم شیعوں کے ہیں کہتے ہیں کہ حضرت امیر کی مراد اس فلاں سے کوئی دوسرا آدمی ہے جو کہ پیغمبر صاحب کے سامنے دنیا سے رحلت کر گیا تھا اور ابن ابی الحدید کا قول ہے کہ مراد اس سے عمرؓ ہیں لیکن میرے نزدیک مراد فلاں سے ابوبکرؓ ہیں فقط اس کو دیکھ کر حضرات شیعہ کو چاہیئے کہ اپنے محدثین اور علماء کے جوابات پر خیال کریں کہ باوجود موجود ہونے ایسی روایات کے اُس سے انکار کرتے ہیں اور حضرت مؤلف تحفہ قدس سرہ کو جھٹلاتے ہیں اور عوام کو دھوکا دیتے ہیں۔ اگرچہ عبارت جناب امیر کی اظہار فضائل ابوبکر صدیق میں ایسی صریح اور صاف ہے کہ بعد اس کے سُننے کے کسی کا کوئی طعن اُن پر شیعوں کی زبان سے نکل نہیں سکتا لیکن جو فضیلتیں اُن لفظوں سے ثابت ہوتی ہیں ان کو ذرا تفصیل کے ساتھ ہم بیان کرتے ہیں پس واضح ہو کہ اس خطبے میں جناب امیر نے حضرت ابوبکر صدیق کے دس وصفوں کا بیان کیا اوّل یہ کہ خلق کو جو کجی میں گرفتار تھی نکال کر خدا کی راہ پر لائے اور ان کو راہ راست دکھلائی ؛ دوسرے امراض نفسانیہ کا اپنے وعظ و نصیحت سے معالجہ کیا تیسرے پیغمبر خدا کی سنت

لہ سبحان اللہ یہ بہت بڑا بہتان ہے لفظ فلاں کی تشریح کرتے ہوئے شیعہ شارح کو بحران ہوگیا اور یہ بدبخت اپنی کتب نہ دیکھتے ہوئے کہتے ہیں کہ نہ کسی شیعہ شارح نے اس سے ابوبکر و عمر مراد نہیں لئے اور یہ عبارت خود اپنے سرگروہ عقلاء و مستجرین ملا کمال الدین کی سنو اور خاک مذلت اپنے سر پر ڈالو اور مسند گفتگو و تصنیف سے علیحدہ ہوجاؤ۔ ٢ بعضے اصحابہ فے زمن الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ممن مات قبل وقوع الفتن وانتشارہا وقال ابن ابی الحدید ان ظاہر الاوصاف المذکورۃ فے الکلام بدل علی انہ اراد رجلا ولی امر الخلافۃ قبلہ کقولہ قوم الاود وداوے العمد ولم یرعثمان لوقوعہ فے الفتنۃ وسعہا بسببہ ولا ابابکر لقصر مدۃ خلافۃ ولبعد عہدہ عن الفتن وکان الاظہر انہ اراد عمر واقول ان ارادتہ لابی بکر اشبہ من ارادتہ لعمر۔ ۱۲

کو قائم کیا چوتھے ایسا انتظام کیا کہ کچھ فتنہ وفساد ان کے زمانے میں نہ ہُوا پانچویں خاشاک ملامت سے پاک دامن گئے۔ چھٹے خلافت کی خوبی پائی اور اس کے شر سے محفوظ رہے۔ ساتویں خدا کی اطاعت جیسی کہ چاہیئے بجالائے۔ آٹھویں خوف اور تقوے کا حق بخوبی ادا کیا۔ نویں خلق خدا بعد اُن کے تشویش اور حیرت میں پڑ گئی۔ دسویں بعد اُن کے لوگ مختلف ہو گئے۔ چنانچہ انہیں اوصاف کی تصریح میں مولانا صاحب تحفہ میں فرماتے ہیں۔ (ایں[1] دریں عبارت سراسر بشارت ابوبکر رابدہ وصف عالی موصوف نمودہ) لیکن علامہ کنتوری اس کے جواب میں لکھتے ہیں (ثبت الجدار ثم النقش اول ایں معنی باثبات باید رسانید کہ مراد از لفظ فلاں دریں کلام ابوبکر ست بعد ازاں بایں اوصاف اثبات فضل ابوبکر باید نمود) اس کی تردید میں مولانا حیدر علی صاحب ازالۃ الغین میں فرماتے ہیں (بحمد اللہ[2] کہ ہم بنائے دیوار محکم شد وہم نقش ونگار صورت بست وخود شراح نہج البلاغۃ آن اوصاف را کہ تلک عشرۃ کاملۃ عبارت از انست بہمین عدد یاد کردہ اند عبارت بحرانی بعد از ترجیح صدیق باید شنید وصفہ بامور احدہا تقویمہ للاود وہو کنایۃ عن تقویمہ[3] الخ) اے مسلمانو حضرات شیعہ کو دیکھو

[1] اور یہ عبارت سراسر ابوبکرؓ کی بشارت دیتے ہوئے اُن کے عمدہ اوصاف ظاہر کرتی ہے اور اس کے جواب میں علامہ کنتوری نے لکھا ہے پہلے یہ ثابت کیا جائے کہ لفظ فلاں سے ابوبکر مراد ہیں اس کے بعد ان کی فضیلت ان اوصاف سے ثابت کرنی چاہیئے [2] شکر خدا کہ دیوار مضبوط ہوئی اور اس کے نقش ونگار ہویدا ہوئے اور نہج البلاغۃ کے شارحین نے ان اوصاف کو جو عشرہ کاملہ سے متعلق ہیں انہیں اعداد کے ساتھ مخصوص کیا ہے اور عبارت بحرانی بعد ترجیح ابوبکرؓ صدیق قابل سماعت ہے [3] لاعوجاج الخلق عن سبیل اللہ الاستقامۃ فیہا الثانی مداواتہ للعمد واستعار لفظ العمد للامراض النفسانیہ باعتبار استلزامہا للاذے کالعمد ووصف المداواۃ لمعالجۃ تلک الامراض بالمواعظ البالغۃ والزواجر القولیۃ والفعلیۃ النافعۃ الثالث اقامۃ للسنۃ ولزومہا الرابع تخلیفہ للفتنۃ اے موتہ قبلہا ووجہ کون ذلک مدحا لہ ہو اعتبار عدم وقوعہا بسببہ فے زمانہ لحسن تدبیر الخامس ذہابہ نقی الثوب واستعار لفظ الثوب لعرضہ وقیامہ بہ سلامۃ عن دنس المذام السادس فاعیبوبہ السابع اصابۃ خیرہا وسبق شرہا والضمیر فے المومنین یشبہ ان یرجع الی العہود لہ مما ہو فیہ من الخلافۃ اے اصاب ما فیہا من الخیر المطلوب وہو العمل واقامۃ دین اللہ الذی بہ یکون الثواب الجزیل فی الآخرۃ والشرف الجلیل فی الدنیا وسبق شرہا اے مات قبل وقوع الفتنۃ فیہا وسفک الدماء لاجلہا الثامن اداوہ اے اللہ طاعۃ التاسع القادلہ بحقہ اے ادے حقہ خوفا من عقوبۃ العاشر رحیلہ الی الآخرۃ تارکا للناس بعدہ فی طرق متشعبۃ من الخیالات لا یہتدے فیہا من ضل عن سبیل اللہ ولا یستیقن المہتدے فی سبیل اللہ انہ علی

(باقی صفحہ ۱۶۵ پر)

marfat.com

کہ کسطرح پر صحابہ کی ہر فضیلت سے انکار کر جاتے ہیں اور باوجود اقرار اپنے بزرگوں کے صاف منکر ہو جاتے ہیں اور فضیحت اور رسوائی سے بالکل بے خوف ہو جاتے ہیں اس علامہ کنتوری نے بایں فضیلت جب دیکھا کہ کچھ جواب ایسی روایتوں کا نہیں ہے پس بمجبوری انکار کرنا شروع کیا اور لانسلم اور لیس بصحیح کہہ کر اپنے جواب کو ختم کیا لیکن قطع نظر اس کے کہ خود علمائے شیعہ نے اقرار کیا ہے کہ مراد فلاں سے حضرت ابوبکرؓ ہیں یا حضرت عمرؓ بالفرض اگر وہ اقرار بھی نہ کرتے تو بھی لفظ فلاں سے کوئی شخص مراد ہو گا یا ماسوائے حضرت شیخین کے دوسرا کوئی ہو یا انہیں میں سے کوئی ایک ہو اگر کوئی تیسرا شخص مراد لیا جائے تو وہی شخص ہو گا جو کہ پیغمبر صاحب کے سامنے مر چکا تھا۔ جیسا کہ قطب الدین راوندی نے دعویٰ کیا ہے اور جب کہ یہ صفتیں ایسے شخص کی نسبت جو پیغمبر صاحب کے سامنے مر گیا ہو ثابت نہیں ہو سکتیں تو لا محالہ مراد فلاں سے یا ابوبکر صدیقؓ ہوں گے یا حضرت عمر فاروقؓ تو پھر اس سے انکار کرنا اور بجواب تحفہ کے اپنے نامۂ اعمال کی طرح چند ورق سیاہ کرنا بالکل عبث اور لغو تھا اس سے تو یہی بہتر تھا کہ اس روایت ہی سے انکار کر جاتے اور حضرت علی کی طرف منسوب کرنے سے منکر ہو جاتے یا اس کو تقیے پر محمول کر کے اپنے جواب میں صرف تقیے کا عذر پیش کرتے لیکن ان دو راہوں کو چھوڑ کر علامہ کنتوری کا تیسری راہ پر چلنا سراسر نادانی تھی آخر اس کا لطف اٹھایا کہ جس امر سے انکار اور جس روایت سے منکر ہوئے اسی کو ہم نے ان کی کتابوں اور ان کے علماء کے قول سے ثابت کر کے ان کو بدنام کیا ۱ؔ اے معاشر مسلمین رحمکم اللہ اکنون کجا مانند دعاوے لاطائلہ روافض کہ در مطاعن تقریر کردہ ہزاران رسائل وکتب را مثل نامہای اعمال خود در سیاہی وتباہی گرفتند وانصاف باید داد کہ حالیا از عمدہ طعنہای رفضہ کہ در اسفار کلامیہ ایشان

(بقیہ حاشیہ) سبیلہ لاختلاف طرق الضلال وکثرۃ المخالف لایہا دالوفی قولہ دترکہم للمال انتہی بلفظہ ۱۲۔

لہ اے گروہ مسلمانان اللہ تمہارے حال پر رحم کرے اب رافضیوں کے بیکار دلائل دعوے کہاں باقی رہ سکتے ہیں۔ جو انہوں نے اپنی تقریروں میں طعنے دیئے ہیں اور ہزاروں کتابیں اپنے نامۂ اعمال کی طرح سیاہ کر کے تباہ ہوئے ہیں۔ انصاف کرو کہ شیعوں نے تمام طعنے جو ان کتابوں میں تفصیل سے لکھے ہوئے ہیں بحالت موجودہ ان طعنوں کی حالت کیا اب باقی رہ سکتے ہیں کہ حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد ان کی جانب توجہ کی جائے اس لئے ان رافضیوں کی بدانجامی اور عاقبت قوم پر نالہ وزاری کی جائے اور ذلت کے جنگلوں کا ریت اپنے سر پر ڈالنا چاہیئے۔ ۱۲

مبسوطست پینیرے باقیست کہ بعد شہادت جناب مرتضوی حاجت بر رد آن افتد پس بر سوء عاقبت این قوم بنا لہای جانکاہ باید گریست و ریگ بیابان مذلت بر سرہای ایشان باید ریخت) اگر حضرات شیعہ کو اب بھی سیری نہ ہوئی ہو اور باوجود ایسی روایتوں کے انکی خاطر جمع نہ ہوئی ہو تو ہم اُن کی تسکین کے لئے ابھی بہت سی سندیں اور روایتیں صحابہ کرام کی فضیلت میں موجود رکھتے ہیں اور خود ائمہ کرام کی زبان سے اُس کے ثابت کرنے پر مستعد ہیں جس کو سننا ہو وُہ سنے۔

آٹھویں شہادت :۔

علی بن عیلی اردبیلی امامی اثنا عشری نے اپنی کتاب کشف الغمہ فی معرفۃ الائمۃ میں لکھا ہے دانہ سُئل الامام ابوجعفر علیہ السلام عن حلیۃ السیف ہل یجوز فقال نعم قد حلی ابوبکر الصدیق سیفہ بالفضۃ فقال الراوی تقول ہکذا فوثب الامام عن مکانہ فقال نعم الصدیق نعم الصدیق نعم الصدیق فمن لم یقل لہ الصدیق فلا صدق اللہ قولہ فی الدنیا والاٰخرۃ) ترجمہ کسی نے امام باقر علیہ السلام سے پوچھا کہ تلوار کے قبضے کو حلیہ کرنا درست ہے یا نہیں تب امام نے جواب دیا کہ ہاں اس لئے ابوبکر صدیق کی تلوار کے قبضے پر بھی حلیہ چاندی کا تھا راوی کہتا ہے کہ اُس نے امام سے عرض کی کہ یا حضرت آپ بھی ابوبکر کو صدیق کہتے ہیں یہ سُنتے ہی امام اپنی جگہ سے اُچھل پڑے اور کہنے لگے کہ ہاں وُہ صدیق ہے ہاں وُہ صدیق ہے ہاں وہ صدیق ہے جو کوئی اس کو صدیق نہ کہے خدا اس کی دنیا و آخرت میں تصدیق نہ کرے۔ اس روایت سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ پہلا فائدہ زبان سے امام علیہ السلام کی حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا صدیق ہونا اور صدیق ہونے سے اُن کا تمام اُمت سے افضل ہونا لازم آتا ہے اس لئے کہ قواعد مقررہ منصوصہ قرآن سے یہ امر ظاہر ہے کہ بعد پیغمبروں کے مرتبہ صدیق کا ہے اور تمام امت سے صدیقین کا درجہ افضل ہے جیسا کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّہَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقًا۔ دوسرا فائدہ امام سے جب سائل نے سوال کیا تو اس نے صرف ایک مسئلے کا استفسار کیا اس کے جواب میں ہاں یا نہیں کہنا کافی تھا مگر امام نے اس پہ قناعت نہ کی بلکہ ابوبکر صدیق کے فعل کو سند لیکر جواب دیا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مسائل دینی میں افعال صحابہ پر تمسک کرنا چاہیئے اور یہ حصّہ صرف اہل سنت کو نصیب ہوا ہے حضرات شیعہ اس سے محروم

ہیں وہ بھی کسی مسئلے میں قول یا فعل صحابہ کو سند نہیں جانتے پس درحقیقت اماموں کے تابع اہل سنت ہیں نہ شیعہ ٭ تیسرا فائدہ امام سے جب سائل نے مسئلہ پوچھا اور انہوں نے ابو بکر صدیق کا ذکر بھی کیا تو اُن کو صدیق کہنا ضرور نہ تھا یہی کافی تھا کہ وہ نام ابو بکر صدیق کا لیتے مگر امام کو ایسی محبت اُن سے تھی کہ بغیر صدیق کے ان کا نام لینا ان کے دل کو گوارا نہیں ہوا اس لئے اس لقب سے اُن کو یاد کیا پس یہ بڑی عمدہ دلیل محبت ائمہ کے ساتھ صحابہ کے ہے افسوس حضرات شیعہ کی سمجھ پر کہ وہ ائمہ کو دشمن صحابہؓ کا جانتے ہیں۔ چوتھا فائدہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ امام کو سائل کے تعجب پر نہایت غصہ آیا اور جب اس نے پوچھا کہ آپ بھی ابو بکر کو صدیق کہتے ہیں تو آپ کو اس قدر غیظ ہوا کہ اپنی جگہ سے اُچھل پڑے اور تین مرتبہ فرمایا نعم الصدیق، نعم الصدیق، نعم الصدیق اور اُسی پر قناعت نہ کی بلکہ یہ فرمایا کہ جو کوئی ان کو صدیق نہ کہے خدا اس کی دنیا و آخرت میں تصدیق نہ کرے پس حضرات شیعہ کو چاہیئے کہ وہ ذرا انصاف سے اس روایت کو دیکھیں اور امام کی شہادت سے اپنے آپ کو خدا کے نزدیک دنیا و آخرت بسبب نہ تصدیق کرنے صدیقیت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جھوٹا جانیں ٭ پانچواں فائدہ اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ پوچھنے والا شیعہ تھا اور صحابہ کا دشمن اسواسطے امام کے صدیق کہنے پر اس کو تعجب ہوا اگر کوئی سُنی ہوتا تو وہ تعجب نہ کرتا اور جب کہ سائل کا شیعہ ہونا ثابت ہوا تو پھر موقع تقیے کا بھی نہ رہا ہاں اگر سائل سُنی یا ناصبی یا خارجی ہوتا تو تقیے کی گنجائش تھی ٭ اب ہم حضرات شیعہ کے اقوال کو جو اس روایت کی نسبت ہے۔ بیان کر کے انکار کرتے ہیں ٭ پہلا قول نور اللہ شوستری نے احقاق الحق میں اس روایت سے انکار کیا ہے اور بہت کچھ زبان درازی فرمائی ہے اور صاف لکھ دیا ہے کہ اس روایت کا کچھ پتہ نشان کشف الغمہ میں نہیں ہے بلکہ ایسی روایت کا کشف الغمہ میں موجود ہونا خلافِ قیاس ہے اس لئے اس کتاب میں پیغمبر خدا اور ائمہ اثنا عشر کا حال لکھا ہے نہ ابو بکر کا تو کیا وجہ تھی کہ مؤلف اس کتاب کا ایسی روایات کو لکھتا چنانچہ قاضی صاحب کی عبارت کے الفاظ یہ ہیں (وکذا الحال فیما نقلہ عن راس التعصب و الحیف من حدیث حلیتہ السیف لیس ذلک فی الکتاب عنہ خبر ولا عین ولا اثر و ایضا لا مناسبتہ لذکر ذلک فی ہذا الکتاب المقصود علی ذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم والائمۃ الاثنا عشر و ذکر اسمائہم و

کناہم و اسماء آبائہم و امہاتہم و موالیدہم و وفیاتہم و معجزاتہم کما لا یخفی علی من طالع ہذا الکتاب) پس اس قول کو دیکھ کر کونسا شیعہ ہوگا جس کو اس روایت کے نہ موجود ہونے پر یقین نہ آوے اور سنیوں کے قول کو کیونکر غلط نہ جانے گا لیکن الحمد للہ کہ کتاب کشف الغمہ اس ہندوستان میں صدہا جگہ موجود ہے جس کسی کو شک ہو وہ اس کو لیکر دیکھے، کہ یہ روایت موجود ہے یا نہیں اور قاضی صاحب کی صداقت کی داد دے لیکن اگر کوئی شخص یہ خیال کرے کہ شاید بعد میں کسی سنی نے یہ عبارت ملادی ہے اور کتاب کشف الغمہ میں اس روایت کے موجود ہونے سے اس کو اطمینان نہ ہو تو اس کے اطمینان کے لئے ہم مجتہد صاحب کی کتاب کو پیش کرتے ہیں کہ انہوں نے بفضلہ تعالیٰ اس روایت کے موجود ہونے سے کتاب مذکور میں اقرار کیا اور یہ توجیہ فرمائی کہ یہ روایت مؤلف کتاب نے ابن جوزی سے جو کہ عالم سنیوں کے ہیں نقل کی ہے خیر جو کچھ ہو اس کی بحث ہم پیچھے کریں گے بالفعل ہم کو قاضی نور اللہ شوستری صاحب کی تکذیب منظور ہے کہ انہوں نے اس روایت کے موجود ہونے ہی سے انکار کیا ہے اور اس کے واسطے ہم مجتہد صاحب کی کتاب طعن الرماح کی عبارت نقل کرتے ہیں جسمیں انہوں نے اس روایت کے موجود ہونے کا اقرار کیا ہے وہو ہذہ (قال المجتہد القمقام فی طعن الرماح روایت نعم الصدیق را اسناد بکتب شیعیان نمودہ از کتاب کشف الغمہ نقل کردہ چون اتفاق مراجعت بآن کتاب شد مصنف آنکہ مولانا الوزیر علی بن عیسیٰ اربیلی ست از ابن جوزی کہ از مشاہیر علماء اہل سنت ست روایت مذکورہ را نقل کردہ) اس تحریر سے مثل آفتاب نیمروز کے قاضی نور اللہ شوستری کا جھوٹا ہونا ثابت ہوگیا اور خود مجتہد صاحب کی تحریر سے اُن کے قاضی کا جس کو مولانا اور سیدنا کہہ کر اپنی کتاب میں یاد کیا ہے افترا ظاہر ہوگیا عجب حال ہے علمائے شیعہ کا کہ جب کوئی روایت اُن کی کتاب سے سند لاکر پیش کی جاتی ہے تو اول صاف انکار کر جاتے ہیں اور ناقل کو جھوٹا اور کاذب بتاتے ہیں اور جب اُس کی صحت اور سند پہنچادی جاتی ہے تب توجیہات لاطائل کرنے لگتے ہیں چنانچہ اس روایت کو قاضی نور اللہ شوستری نے

ل مجتہد اعظم نے کتاب طعن الرماح میں "نعم الصدیق" کہ روایت کی اسناد کو شیعہ مکتب کی جانب سے لکھا ہے اور اسے کشف الغمہ سے نقل کیا ہے۔ اس کتاب کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ اس کتاب کے مصنف مولانا وزیر علی بن عیسیٰ اردبیلی ہیں۔ جو انہوں نے سنیوں کے عالم ابن جوزی سے نقل کی ہے۔

marfat.com

خلاف اپنے مذہب کے پایا اُس سے انکار کیا لیکن جب وہ روایت اس کتاب سے ثابت کر دی گئی تب بمجبوری مجتہد صاحب نے اُس کی موجودگی کا اقرار کیا اور ایک دوسری توجیہ لاطائل سے اُس کا باطل کرنا چاہا چنانچہ اب ہم اس توجیہ کو بھی باطل کرتے ہیں۔ مجتہد صاحب کی توجیہ کا سارا خلاصہ یہ ہے کہ یہ روایت نعم الصدیق کی اگرچہ کتاب کشف الغمہ میں مذکور ہے لیکن اس مؤلف موصوف نے علامہ ابن جوزی سے جو کہ مشاہیر علمائے اہل سنت سے ہے نقل کیا ہے اس لئے گویا یہ روایت اہل سنت کی ہے نہ شیعوں کی اس کا جواب یہ ہے کہ شاید مجتہد صاحب نے کتاب کشف الغمہ کو از اول تا آخر ملاحظہ نہیں فرمایا ورنہ ایسا ارشاد فرماتے اس لئے کہ مؤلف کتاب موصوف نے جو کچھ اس کتاب میں لکھا ہے اور نقل کیا ہے وہ متفق علیہ فریقین ہے اور علمائے شیعہ نے یکے بعد دیگرے اس کو قبول کیا ہے اور وہ شیعوں کے نزدیک مسلم ہے چنانچہ علامہ معزالدین صدر کتاب امامت میں لکھتے ہیں۔ (کہ کتاب[1] کشف الغمہ از تصنیفات وزیر سعید اردبیلی ست وآنچہ در کتاب مستطاب مذکور ست مقبول طبائع موافق ومخالف ست انتہی) پس گو کہ صاحب کشف الغمہ نے یہ روایت ابن جوزی ہی سے نقل کی ہو لیکن جب کہ وہ التزام اس امر کا کر چکا ہے کہ جو روایت لکھی جاوے گی وہ مقبول فریقین ہو گی اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ روایت بھی مقبول فریقین ہے اور جب مقبول فریقین ہونا ثابت ہوا تو اس روایت سے الزام شیعوں پر دینا درست ٹھہرا اور اس کا جواب شیعوں سے لینا واجب ہوا صاحب استقصاء الافحام نے جن کی کتاب پر آج کل شیعوں کو بڑا فخر ہے نہایت جودت طبع کو دخل دیا ہے اور اپنی دقیقہ فہمی اور نکتہ سنجی سے اس کا یہ جواب دیا ہے۔ کہ اس کلام سے زردستانی کے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جو کشف الغمہ میں مذکور ہے اس کو اہل حق بھی قبول کرتے ہیں اور اس کا انکار نہیں کرتے اور یہ امر آخر ہے اور ہونا روایات کشف الغمہ کا اجماعیات اہل حق اور اہل خلاف سے دوسرا امر ہے اس لئے کہ قبول کرنا کبھی اس لئے ہوتا ہے کہ اپنے واسطے حجت پکڑیں نہ کہ اس لئے کہ مخالف اس سے ہم پر حجت کرے علاوہ اس کے کلام زردستانی محمول اصول اور مقاصد کتاب کشف الغمہ پر ہے کہ جو مقصود بالذات ہے وہ مقبول اہل حق ہے نہ کہ وہ جو مقصود بالذات نہیں ہے وہ بھی مقبول ہے فقط چنانچہ اصل عبارت استقصائے

[1] کشف الغمہ مصنفہ وزیر سعید اردبیلی ہے اور جو کچھ اس میں تحریر ہے وہ متفقہ طور پر دونوں فرقوں کی مقبول کتاب ہے۔

کی یہ ہے ”اوّل[1] آنکہ ازیں کلام زردستانی نہایت آنچہ مستفاد میشود اینست کہ آنچہ در کشف الغمہ مذکور ست آں را اہل حق ہم قبول میسازند دہر دو انکار او نمی پر دازند واین امر آخر ست وبودن روایات کشف الغمہ از اجماعیات واتفاقیات اہل حق واہل خلاف کہ مخاطب مدعی آنست امر آخر زیرا کہ مفہوم ثانی آں ست کہ اہل حق در روایت ایں روایات شریک اند واز قبول کردن آں روایات ایں معنی مستفاد نمی شود چہ قبول روایت بایں وجہ ہم متصور ست کہ اہل خلاف روایت اں کردہ باشد واہل حق قبول آں نمودہ باشند وقبول گاہی بایں معنی ست کہ ایں روایت را صحیح می دانم وانچہ در آں مذکور ست آں را حجت می گیریم وگاہی بایں معنی کہ چوں باں بر بعض مطالب خود احتجاج می کنیم پس برای ایں امر قبولش کردہ ایم نہ بایں معنی کہ خصم باں برما احتجاج نماید دوم آنکہ کلام زردستانی محمول براصول ومقاصد آں کتاب ست یعنی انچہ دراں کتاب برائے احتجاج و استدلال از اہل خلاف نقل فرمودہ ومقصود بالذات ست مقبول اہل حق ہم ست نہ اینکہ انچہ مقصود بالذات نیست ومحض استطراد اد تبعا نقل شدہ آں ہم مقبول ست ولیاقت حجیت نزد اہل حق دارد حاشا وکلا“ لیکن صاحب استقصاء کی اس تحریر کا مطلب معلوم نہیں ہوتا اور اس سے یہ مشکل مسئلہ حل نہیں ہوتا یعنی ہمارا یہ قول ہے کہ مولف کشف الغمہ نے جو روایت لکھی ہے خواہ وہ اپنے یہاں سے لی ہو خواہ سنیوں سے وہ روایت نعم الصدیق بھی مقبول علما شیعہ ہے خواہ مولف موصوف نے اپنے کسی عالم کی کتاب سے نقل کی ہو

[1] زردستانی کے کلام سے اولاً یہ ثابت ہوتا ہے کہ کشف الغمہ کی تحریر فریقین کی منظورہ و مقبول ہے دوم یہ کہ کوئی فریق اسکا انکاری نہیں ہے اور اس سے سنیوں کا مقصد یہ ہے کہ ان روایات کی صداقت میں شیعہ بھی شریک ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان روایات کے قبول کرنے میں جو سنیوں کی پیش کردہ ہیں شیعوں کا اتفاق ہو حالانکہ قبولیت و اتفاق کے معنی یہ ہیں کہ اس روایت کو صحیح مان کر اسمیں جو کچھ ہو اس کو حجت قرار دیں اور کبھی یہ معنی ہوتے ہیں کہ اس روایت کی صحت سے غیر ہم پر حجت لائیں۔ اور اس دوسرے معنی کے لحاظ سے کشف الغمہ کی روایات پر ہمارا اتفاق نہیں ہے۔ دوسری بات یہ کہ کشف الغمہ کے اصول مقاصد کے پیش نظر زردستانی کے کلام کے معنی یہ ہیں کہ سنیوں کے خلاف استدلال یہ جو کچھ اس میں فخر پر اور مقصود بالذات ہے اسے ہم شیعہ مانتے اور ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ غیر مقصود اور کے لئے جو کچھ بطور لوازمات تحریر ہے وہ بھی شیعوں کے نزدیک مقبول ہو اور شیعہ اہل حق اسکو بھی قبول کریں۔ حاشا وکلا غیر مقصود تحریر کو شیعہ بالکل نہیں مانتے۔

marfat.com

خواہ ابن جوزی کے کسی نسخے سے لی ہو اور اس سے مجتہد صاحب کی وہ توجیہ کہ یہ روایت ابن جوزی سے نقل کی ہے باطل ہوتی ہے اور صاحب استقصا کی تحریر سے کچھ مطلب حاصل نہیں ہوتا حقیقت میں وہ بیچارہ کیا کرے ایسی برومات میں پڑ گیا ہے کہ نہ کچھ کہہ سکتا ہے نہ کچھ جواب دے سکتا ہے اپنے مجتہدین اور علما کے اضطراب پر جبرت کر کے جہاں تک اس سے ہونا ہے ان کی بات بناتا ہے اور چونکہ جھوٹی بات کو کوئی سوائے ایسی ابلہ فریب تقریروں کے سچ کر کے دکھلا نہیں سکتا اسیواسطے وہ بھی ایسی ہی پوچ باتوں سے اپنا دل خوش کرتا ہے ورنہ نہایت تعجب کی بات کہ ایسی توجیہ لا طائل جو صاحب استقصاء نے کی ہے کسی لڑکے کی زبان سے بھی نہ نکلے گی یعنی اس کا تو اقرار ہی کرتے جاتے ہیں کہ جو کچھ کشف الغمہ میں لکھا ہے وہ مقبول فریقین ہے اور جب اس کو بعض روایات میں اپنے مذہب کے حق میں مضر جانتے ہیں تو اس کی توجیہ اس طرح کرتے ہیں کہ مقبولیت سے صرف انہیں روایات کی مقبولیت مراد ہے جن سے ہم حجت کریں نہ کہ وہ روایات جن سے مخالف ہم پر حجت کرے یا قبول سے ان روایات کی مقبولیت مراد ہے جو کہ مقصود بالذات ہیں نہ وہ روایات جو کہ مقصود بالذات نہیں ہیں، اور یہ خیال نہیں فرماتے کہ ایسی توجیہات پوچ ولچر کو مخالف کب سنے گا اور وہ ایسی باتوں کو کب مانے گا چنانچہ ہم بوجوہات قوی اس تحریر کو رد کرتے ہیں۔ اول یہ بات تو خود صاحب استقصاء نے قبول کی ہے (کہ آنچہ در کشف الغمہ مذکور است آں را اہل حق هم قبول میسازند و ہر دو انکار آں نمی پردازند) پس ہم ایسے امر مقبول کردہ صاحب استقصاء کو منظور کر کے کہتے ہیں کہ (روایات نعم الصدق در کشف الغمہ مذکور است آں را اہل حق ہم قبول می سازند و ہر دو انکار آں نمی پردازند و قاضی نور اللہ شوستری آں را قبول نمی سازند و جناب مجتہد صاحب قبلہ ہر دو انکار آں می پردازند پس ہر دو قاضی و مجتہد از اہل حق ہستند و ہر کہ از اہل حق باشد آں را لازم است کہ ایں روایت را قبول سازد و ہر دو انکار آں نہ پردازد) دوسرے صاحب

نہ کشف الغمہ میں جو کچھ تحریر ہے اسے شیعہ قبول کرتے ہیں اور دونوں فرقے اسکا انکار نہیں کرتے نہ نعم الصدیق (ابو بکر صدیق بہتر ین دوست ہیں) کی روایت کشف الغمہ میں لکھی ہوئی موجود ہے جسے شیعہ بھی قبول کرتے ہیں اور کوئی فرقہ اس کا انکار نہیں ہے البتہ قاضی نور اللہ ستری اسے مانتے نہیں اور جناب مجتہد صاحب یہ دونوں اسکے انکاری ہیں۔ اور یہ قاضی و مجتہد دونوں شیعہ ہیں اس لئے انہیں بھی چاہیئے کہ یہ اس روایت کو قبول کریں اور انکار نہ کریں۔

marfat.com

استقصا نے قبول کے دو معنی فرض کئے ہیں کہ (قبول[1] گاہی بایں معنی ست کہ ایں روایت را صحیح می دانیم و آنچہ دراں مذکور ست آں را حجت می گیریم و گاہی بایں معنی کہ چوں باآں بر بعض مطالب خود احتجاج می کنیم پس برای ایں امر قبول کردہ ایم نہ بایں معنی کہ خصم باآں برما احتجاج نماید لیکن انہیں معنی فرضی پر مقولہ مضمون الشعر فی بطن الشاعر صادق ہے اس لئے کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ اس کتاب کی روایتوں کی نسبت معز الدین اثنا عشری نے لکھا ہے کہ (آنچہ[2] در کتاب مستطاب مذکور ست ۔ مقبول طباع موافق و مخالف ست) اور جب مقبول فریقین ہونا اسکا ثابت ہوا تو پھر یہ کہنا کہ ہم نے اس لئے قبول کیا ہے کہ ہم حجت پکڑیں نہ کہ اس لئے کہ مخالف ہم پر حجت پکڑے محض نادانی ہے اس کی مثال بعینہ ایسی ہے کہ ایک شخص کسی قبالہ اور دستاویز کی صحت کا اقرار کرے اور اس امر کو قبول کرے کہ جو کچھ اسمیں لکھا ہے خواہ وہ میرا لکھا ہو یا دوسرے فریق کا وہ سب مجھے مقبول اور منظور ہے اور پھر جب کسی عبارت پر اس دستاویز کی دوسرا فریق گرفت کرے تب وہ قبول کرنے والا دستاویز کا کہے کہ یہ عبارت لکھائی ہوئی دوسرے فریق کی ہے میں نے تو اس لئے اس کو قبول کیا تھا کہ اس پر حجت پکڑوں گا نہ کہ اس لئے کہ وہ مجھ پر حجت پکڑے پس منصف کیا فیصلہ کرے گا یعنی کیا فتویٰ دے گا اور چونکہ صاحب استقصا بھی منصف ہیں اور ان کے والد ماجد مفتی تھے اس لئے وہ خود ہی برائے خدا اس کا انصاف کریں اور اس امر کو فیصل فرمادیں۔ تیسرے اگر یہ امر تسلیم کر لیا جاوے کہ روایت کا قبول کرنا اپنے واسطے حجت لانے کیلئے ہے نہ کہ دوسرے کی حجت کرنے کے واسطے تو سب جھگڑا ہی طے ہو جاوے کوئی فریق کسی دوسرے پر کسی روایت کی سند نہیں لاسکتا اور یہی جواب دے سکتا ہے جیسا کہ صاحب استقصا نے دیا ہے کہ (چوں[3] باآں بر بعض مطالب خود احتجاج می کنیم پس برائے ایں

---

[1] قبول کرنے کے کبھی یہ معنی ہوتے ہیں کہ اس روایت کو ہم صحیح جانتے ہوئے اسمیں جو کچھ ہے اسے حجت سمجھتے ہیں اور کبھی یہ معنی ہوتے ہیں کہ اگر اس کے بعض مطالب سے ہم خود حجت لائیں تو اسے ہم قبول کرتے ہیں اس کا یہ مقصد نہیں ہوتا کہ اس کے ذریعہ دشمن ہم پر دلیل لائیں۔ [2] اور کتاب مستطاب میں جو کچھ تحریر ہے اسے مخالف و موافق سب ہی قبول کرتے ہو۔

[3] چونکہ روایت سے ہم اپنے بعض مقاصد کے لئے دلیل لاتے ہیں اس لئے ہم اسے قبول کرتے ہیں اور اس لئے قبول نہیں کرتے کہ اس کے ذریعہ دشمن ہم پر حجت لائے اور ہم پر احتجاج کرے۔

marfat.com

ایں امر قبولش کردہ ایم نہ بایں معنی کہ خصم باں بر ما احتجاج کند) چوتھے عام قاعدہ ہے کہ جب کسی فریق کی روایت یا خبر کی صحت تسلیم کی جاوے تو اس کی جواب دہی صحت کے تسلیم کرنیوالے پر ایسی ہی ہوتی ہے جیسی کہ اصل روایت کرنے والے پر چنانچہ قطع نظر معاملات دنیاوی کے ہم دینی سند بیان کرتے ہیں کہ اکثر باتیں توریت وانجیل کی ہماری کتابوں میں مذکور ہیں اور ہم ان کو قبول اور منظور کرتے ہیں پس جب ان روایتوں کی صحت ہم نے تسلیم کرلی تو اس کی جواب دہی ہمارے ذمے بھی ویسے ہی ہے جیسے کہ یہود اور عیسائیوں کے ذمے پس اگر کسی روایت یا خبر کی نسبت جنکو ہم نے تسلیم کرلیا ہے کوئی اعتراض کرے تو اس کا ہم یہ جواب دے سکتے ہیں جیسا کہ صاحب استقصائنے دیا ہے کہ (چوں باں بر بعض مطالب خود احتجاج می کنیم پس برائے ایں امر قبولش کردہ ایم نہ بایں معنی کہ خصم باں بر ما احتجاج کند) حقیقت میں ہم ایسا جواب نہیں دے سکتے اور اگر دیں تو کوئی مخالف اس کو تسلیم نہیں کر سکتا۔ پانچویں اگر کسی فریق مخالف کی کوئی روایت ہم نقل کریں اور اس کو قبول کرنے سے کوئی غرض خاص ہووے اور اس میں کوئی امر ایسا ہو جس کو ہم قبول نہ کرتے ہوں ہم کو لازم ہوگا کہ ہم اس کے مطلب کو جو کہ ہمارے مفید ہو لے کر باقی عبارت کو چھوڑ دیں یا اس کی نسبت صاف لکھ دیں کہ اس روایت کا اسی قدر مضمون ہم کو تسلیم ہے اور باقی سے انکار ہے اگر ہم ایسا نہ کریں اور اس روایت کو بلا انکار اس کے کسی جزو کے قبول کرلیں تو پھر ہم اس کی قبولیت سے انکار نہیں کر سکتے اسی طرح پر اگر مؤلف کتاب کشف الغمہ کا اس روایت کو کسی خاص مطلب کے واسطے قبول کرتا تو اس کو اس کا مطلب ہی کہہ دینا کافی تھا یا اصل روایت لکھ کر اس کے جزو نامقبول پر اشارہ کر دینا لازم تھا جب اس نے ایسا نہیں کیا تو اب بعد چندین سال توجیہ صاحب استقصائی کی کچھ لکار آمد نہیں ہوتی۔ چھٹے یہ قول صاحب استقصاء کہ(۲) (کلام زردستانی محمول بر اصول ومقاصد آں کتاب ست نہ اینکہ انچہ مقصود بالذات نیست آں ہم مقبول ست) یہ فقط قول ہی قول ہے نہ اس کی کچھ سند نہ اس پر کچھ حجت ہے ایسا دعویٰ بلا دلیل لائق سماعت

(۱) چونکہ اس کے ذریعہ ہم اپنے بعض مقاصد کے لیے حجت قائم کرتے ہیں اسے قبول کرتے ہیں نہ اسلئے کہ دشمن اس کے ذریعے ہم پر حجت پیش کرے۔ (۲) اس کتاب کے اصول ومقاصد پر کلام زردستانی محمول ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ جو چیز بذاتہ مقصود نہیں وہ بھی قابل قبول ہو۔

marfat.com

سکے نہیں ہے اگر مؤلف موصوف یہ لکھ دیتا کہ جو اصول اور مقاصد اس کتاب کے ہیں وہ مقبول ہیں نہ وہ جو کہ مقصود بالذات نہیں ہیں وہ بھی مقبول ہیں تو بے شک ہم تسلیم کرتے لیکن جب کہ اس نے یہ قید نہیں کی اور اپنے کلام کو بہ نسبت کتاب کے مطلق چھوڑ دیا تو ہم بھی اس سے فرد کامل مراد لیں گے یعنی جو کچھ اس کتاب میں ہے خواہ مقصود بالذات ہو یا نہ ہو وہ سب مقبول ہے۔ اے حضرات شیعہ تم کو خدا کی قسم ہے کہ ذرا غور کرو اور انصاف کو دخل دو کہ اس بحث میں تمہارے علما کس گرداب بلا میں پڑ گئے ہیں اور کیسے بے دست و پا ہو رہے ہیں اور ہر چند ہاتھ پاؤں مارتے ہیں مگر مقصود کے کنارے تک پہنچ نہیں پاتے کوئی تو اس روایت کے موجود ہونے ہی سے انکار کرتا ہے کوئی موجود ہونے کا تو اقرار کرتا ہے لیکن اس کو سنیوں کے علما سے نقل کرنا بیان کرتا ہے کوئی اس کو قبول ہی نہیں کرتا کوئی قبولیت کے معنی گڑھ گڑھ کر بیان کرتا ہے اور حقیقت میں کوئی اپنا مقصد حاصل نہیں کر سکتا اور مثل الغریق یتشبث بکل حشیش پر عمل کر رکھا ہے۔ دوسرا قول بعضوں نے اس روایت سے یہ جواب دیا ہے کہ اگر صحت اس کی تسلیم کی جاوے تو امام کا ابوبکر کی نسبت صدیق کہنا بنظر تخصیص اور تمیز مخاطب کے ہوگا بغیر تصدیق اس کے مضمون کے جیسا کہ احقاق الحق میں قاضی نور اللہ شوستری نے لکھا ہے (اقوال ذکر الصدیق لاجل التخصیص والتمیز للمخاطب من غیر تصدیق بمضمونہ) لیکن یہ قول باطل ہے اس لئے کہ اگر امام حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام کے بعد ان کا لقب صدیق کہہ کر سکوت فرماجاتے تو حضرات شیعہ کو اس تاویل کی گنجائش تھی

لیکن یہ تخصیص مخاطب کی بغیر تصدیق اس کے،

مضمون کے آئندہ کے فقرے سے باطل ہوتی ہے اس لئے کہ جب سائل نے متعجبانہ سوال کیا کہ یا حضرت آپ بھی ان کو صدیق کہتے ہیں تو امام اپنی جگہ سے اچھل پڑے اور کہا کہ نعم الصدیق نعم الصدیق کہ ہاں وہ صدیق ہیں ہاں وہ صدیق ہیں ہاں وہ صدیق ہیں اور پھر اس پر بھی قناعت نہ کی بلکہ یہ بھی فرمایا کہ (من لم یصدقہ فلا صدق اللہ قولہ فی الدنیا والآخرہ - ترجمہ جو ان کو صدیق نہ کہے اس کی خدا دنیا و آخرت میں تصدیق نہ کرے اگر ایسے کلمات پر بھی حضرات شیعہ یہ فرماویں کہ امام نے صرف مخاطب کے،

لہ ڈوبتا ہوا آدمی تنکے کو پکڑتا ہے ۱۲

marfat.com

سمجھنے کیلئے صدیق رضہ کہا تھا اور اس کے مضمون کو تصدیق نکیا تھا تو یہ انہیں کو زیبا ہے
تیسرا قول جب حضرات شیعہ نے یہ خیال کیا کہ یہ تاویل بھی بوجہہ موجود ہونے جملہ من
لم یصدقہ فلا صدق اللہ قولہ فی الدنیا والاخرۃ کے نہیں بنتی تب تیسری تاویل شروع کی
کہ شاید حضرت امام علیہ السلام نے ابوبکر صدیق کی نسبت جو کچھ فرمایا ہے وہ بنظر
استہزا کے فرمایا ہوگا جیسا کہ احقاق الحق میں لکھا ہے دوالاستہزاء کما فی قولہ ذق انک
انت العزیز الکریم) یعنی امام نے ابوبکر کو صدیق بنظر استہزا اور ٹھٹھے کے فرمایا جیسا کہ خدا نے
دوزخیوں کی نسبت بھی عزیز اور کریم فرمایا ہے اور بنظر استہزائے انکی شان میں کہا ہے کہ چکھو تم بڑے عزیز و کریم ہو مگر
یہ قول بھی باطل ہے اسلئے کہ الفاظ کو معنی حقیقی سے پھیرنے کے لئے کوئی قرینہ چاہیئے ورنہ بغیر قرینے کے بلا وجہ ایں
الفاظ سے معنی حقیقی مرادنہ لینا جائز نہیں ہے پس آیہ کریمہ میں وہ قرینہ موجود ہے کہ اوپر
سے ذکر زقوم اور عذاب دوزخ کا ہے اور خطاب بھی دوزخیوں سے ہے اور چونکہ دوزخی
اوّل آپ کو بڑا عزیز اور کریم جانتے تھے اس لئے ان سے خطاب کیا گیا کما قال اللہ
تبارک وتعالیٰ۔ اِنَّ شَجَرَةَ الزَّقُّومِ طَعَامُ الْاَثِيْمِ كَالْمُهْلِ يَغْلِيْ فِي الْبُطُوْنِ كَغَلْيِ الْحَمِيْمِ خُذُوْهُ
فَاعْتِلُوْهُ اِلٰى سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيْمِ ذُقْ اِنَّكَ
اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ ۔ اور اس روایت کے کسی مقام سے کوئی قرینہ پایا
نہیں جاتا جس سے معلوم ہو کہ امام نے بنظر استہزا اور ٹھٹھے کے یہ فرمایا ہو اس لئے کہ
اوّل تو سائل شیعہ تھا اس کے سامنے استہزا کرنے کا کیا موقع تھا دوسرے اس نے اپنی
طرف سے کچھ استفسار بہ نسبت حضرت صدیق کے نہ کیا تھا بلکہ اس نے ایک مسئلہ
فقہی پوچھا تھا کہ آیا حلیہ سیف کا جائزہ ہے یا نہیں امام نے اس کو جائز فرمایا اور اسکی
سند میں حضرت ابوبکر صدیق کا ذکر کیا جب اس سائل کو تعجب ہوا تو اس کے تعجب دور
کرنے کے لئے حضرت نے کلمہ نعم الصدیق مکرر سہ کرر زبان مبارک سے ارشاد فرمایا تو یہ
محل اور موقع کسی طرح پر استہزا کرنے کا نہ تھا اور لو فرضنا کہ کلمۂ نعم الصدیق بھی بنظر
استہزا کے ہو لیکن بعد اس کے جو حضرت نے فرمایا کہ من لم یصدقہ الخ یہ کلمہ استہزا اور
ٹھٹھے پر کس قرینے سے محمول کیا جائے گا اور اگر بغیر قرینہ بلا قیاس کے ایسے کلمات
طیبات استہزا اور سخریہ پر محمول کئے جائیں تو ہر ملحد و زندیق ہر آیت اور حدیث کی
نسبت ایسا ہی کہہ سکتا ہے فما ہو جوابکم فہو جوابنا، چوتھا قول جب حضرات نے

marfat.com

دیکھا کہ یہ تاویل بھی نہیں بنتی اور امام کی نسبت استہزا اور سخریہ کے منسوب کرنے سے کام نہیں نکلتا تب اپنے اس معمولی تاویل سے پناہ لی جو سنیوں کے ہر حملہ کے لئے سپر بنائی گئی ہے اور جو ناصبیوں کے ہر حربے کے واسطے ڈھال مقرر کی گئی ہے یعنی تقیہ جیسا کہ احقاق الحق میں بر سبیل تنزل لکھا ہے (ولو للتقیہ عن السائل) اور مجتہد صاحب نے بھی اخیر یہ طعن الرماح میں فرمایا ہے (ولو تنزلنا عن ذالک پس محمول بر تقیہ خواہد بود) لیکن اس تاویل کی بھی گنجائش نہیں ہے اس لئے کہ الفاظ عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ سائل مومنین اور محبین سے تھا ورنہ جب امام نے حضرت ابوبکر کو صدیق کہا تو اسے کچھ تعجب نہ ہوتا اور وہ یہ استفسار نہ کرتا کہ آپ بھی ایسا کہتے ہیں سائل کا تعجب کرنا اور امام کا غصہ ہو کر جواب دینا صاف اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ سائل سنی نہ تھا جس سے ضرورت تقیہ کرنے کی ہوتی اور اگر سائل سنی بھی ہوتا تب بھی امام کا تقیہ کرنا اور سنی سے ڈر کر خلفاء جور کی تعریف کرنا خلاف شان امامت کے تھا اس لئے کہ امام باقر اور امام جعفر صادق علیہ السلام تقیے سے ممنوع تھے اور ان کو تقیہ کرنا جائز ہی نہ تھا اور جو صحیفہ خدا نے ان پر بھیجا تھا اس میں ان کو علوم منتشر کرنے اور مسائل شرعی کو بلا خوف و خطر ظاہر کرنے کی تاکید تھی ان کو خدا نے مطمئن کر دیا تھا اور ان کے حق میں (فانک فی حرز وامان) فرما دیا تھا پس ایسی حالت میں امام کا ایک سنی سے ڈر جانا اور اس کے خوف سے ایک غاصب بلکہ کافر کو صدیق کہنا اور باوجود اطمینان خدا کے جان و عزت کا اندیشہ کرنا تعجب کا مقام ہے علاوہ بریں امام کے حالات پر بھی نظر کرنا اور ان کے طور اور طریقے کو بھی دیکھنا چاہئیے کہ آیا کہ وہ ہمیشہ سنیوں سے ڈر جاتے تھے اور ناصبیوں کے خوف سے جھوٹی تعریف صحابہ کی کیا کرتے تھے یا کبھی اپنی امامت کے جلال پر بھی آ جاتے تھے اور اپنی شان صدق گوئی کو ظاہر فرماتے تھے اگر یہ ثابت ہو کہ کبھی کسی سنی کے مقابلے میں حضرت نے اپنے عقیدے کو ظاہر نہیں کیا اور ہمیشہ ہر ایک سنی سے ڈر کر تقیے کو کام فرمایا تو خیر اس حدیث کی نسبت بھی ہم عذر تقیہ کو تسلیم کر سکتے ہیں اور اگر یہ امر ثابت ہو کہ امام نے بڑے بڑے سنیوں کے سامنے اظہار حق فرمایا ہے اور بلا خوف ان کے جو کچھ دل میں تھا اس کو ظاہر کر دیا ہے تو پھر کیونکر ہم اس حدیث کی نسبت عذر تقیے کو قبول کریں اب ہم امر دوم کو کتب شیعہ سے ثابت کرتے ہیں ملا باقر مجلسی کتاب حق الیقین میں لکھتے ہیں۔

کہ در زمان حضرت امام محمد باقر و امام جعفر صادق علیہما السلام کہ اواخر زمان بنی امیہ و اوائل دولت بنی عباس بود از آن دو بزرگوار آن قدر از مسائل حلال و حرام و علم تفسیر و کلام و قصص انبیاء و سیر و تواریخ ملوک عرب و عجم و غیر آنہا از غرائب علوم منتشر گردید کہ عالم را فرا گرفت و محدثان شیعہ در اطراف عالم منتشر گردیدہ و پیوستہ در مناظرات و مباحثات علما بر جمیع فرق غالب بودند و چہار ہزار کس از علماء مشہور از حضرت صادق روایت کردہ اند و چہار صد اصل در میان شیعہ بہم رسید کہ اصحاب باقر و صادق و کاظم علیہم السلام روایت کردہ بودند (الی قولہ) و بہ طریق معتبرہ منقولست کہ قتادہ بصری کہ از مفسرین مشہورۂ عامہ است بخدمت حضرت امام محمد باقر علیہ السلام آمد حضرت فرمود توئی فقیہ اہل بصرہ گفت بلی حضرت فرمود وای بر تو ای قتادہ حق تعالیٰ خلق آفریدہ است کہ ایشاں را حجتہا خود گردانیدہ است بر خلق خود پس ایشاں میخہای زمین اند و خازنان علم الہی اند پس قتادہ مدتے ساکت شد کہ یارای سخن گفتن نداشت پس گفت بخدا سوگند کہ در پیش فقہا و خلفا و پادشاہان ابن عباس نشستہ ام و دل من نزد ایشاں مضطرب نشدہ چنانچہ نزد تو مضطرب شدہ است حضرت فرمود میدانے کہ کجائی در پیش خانۂ نشستہ کہ حق تعالیٰ در شان ایشاں فرمودہ است کہ فی بیوت اذان اللہ ان ترفع ویذکر فیہا اسمہ) قتادہ گفت راست گفتی) پس جب کہ بڑے بڑے مفسرین اور مشہور فقہا اور نامی علما کے مقابلے میں امام تقیہ نہ کریں اور ان کو برا بھلا کہیں

سلہ بنو امیہ کے آخری زمانہ اور بنو عباس کے ابتدائی عہد میں امام محمد باقر اور امام جعفر صادق موجود تھے اور ان دونوں بزرگوں نے مسائل حلال و حرام علم تفسیر و کلام قصص انبیاء و سیر تاریخ ملوک عرب و عجم اور دوسرے نادر علوم اس قدر عام و مشہور کئے کہ دنیا کو مالا مال کر دیا۔ اور شیعہ محدثین پوری دنیا میں پھیل گئے۔ اور تمام فرقوں کے علما سے مباحثوں اور مناظروں میں غالب رہے چار ہزار مشہور علما نے جعفر صادق سے روایت کی اور چار سو شیعوں نے امام باقر و صادق و کاظم سے روایت کی اور معتبر طریقہ سے منقول ہے کہ مشہور عام مفسر قتادہ بصری حضرت امام محمد باقر کے پاس آئے۔ آپ نے پوچھا کہ کیا تم ہی اہل بصرہ کے فقیہ ہو؟ جواب دیا جی ہاں تو امام نے کہا افسوس اے قتادہ۔ اللہ نے مخلوق پیدا کر کے انہیں اپنی حجت بنایا اسلیے ہم زمین کی میخیں اور امین علم الٰہی ہیں اس پر قتادہ نے تھوڑے دیر اس طرح خاموش رہے کہ کہا نہیں بات کرنے کی طاقت نہ تھی کہ قسم بخدا میں نے فقہا و علما و شاہان ابن عباس کے سامنے نشست کی لیکن ان کے پاس میرا دل اتنے مضطرب و بے چین نہیں ہوا جتنا آپ کے پاس۔ جس پہ امام نے فرمایا جانتے ہو تم کہاں ہو؟ اس گھر میں بیٹھے ہو جسکی بابت اللہ نے کہا ہے ان گھروں کو بلند کرو اور اس میں اللہ کا نام لو یہ سن کر قتادہ نے کہا آپ سچ فرماتے ہیں۔

marfat.com

اور واۓ بر تو اور مثل اس کے اور کلمات عتاب کے فرمانے میں کچھ تامل نہ فرماویں اور ان کے شاگردوں اور حاضر باش بڑی بڑی مجلسوں میں سنیوں سے مباحثہ کریں اور ان کو ہرادیں اور ہزاروں عالم اور سینکڑوں فقیہ ان سے تعلیم پاویں تو کیونکر ہم اس امر کو مانیں کہ ایسے زبردست امام جن کی مجلس میں آنے سے بڑے بڑے عالموں کے بدن میں لرزہ پڑ جائیں اور صورت دیکھنے سے انکا دل کانپنے لگے ایک سنی کے سامنے آنے سے ڈر جاویں اور خلفاء جور کی ایسی بڑی تعریف کرنے لگیں کیا وہ سائل جس نے حلیہ سیف کا سوال کیا تھا قتادہ بصری سے بھی بڑھ کر تھا یا کوئی لشکر اور فوج لے کر امام سے مسئلہ پوچھنے آیا تھا کہ امام قتادہ سے تو نہ ڈرے اور اس پر تو عتاب کیا اور سائل سے ڈر کر ابوبکر کو صدیق صدیق کہنے لگے ہمارے نزدیک تو اگر کوئی بادشاہ اور امیر بھی آتا تب بھی امام کلمہ حق کہنے سے درگزر نہ فرماتے اور جو کچھ ان کے دل میں ہوتا اس کے خلاف ہرگز کچھ بھی زبان سے نہ نکالتے اور یہ صرف ہمارا خیال ہی خیال نہیں ہے بلکہ اس کا ثبوت شیعوں کی کتابوں سے ہوتا ہے چنانچہ ملا باقر مجلسی حق الیقین میں لکھتے ہیں کہ دَرْ[1] روایت دیگر معتبر وارد شدہ است کہ در سالیکہ ہشام بن عبدالملک بحج رفتہ بود در مسجد الحرام دید کہ مردم نزد حضرت امام محمد باقر ہجوم آوردہ اند واز امور دین خود سوال کنند عکرمہ شاگرد ابن عباس از ہشام پرسید کہ کیست این کہ نور علم از جبینش ساطع ست میروم کہ او را خجل کنم چوں نزدیک حضرت آمد وایستاد لرزہ بر اندام او افتاد و مضطرب شد و گفت یا ابن رسول اللہ من در مجالس بسیار نزد ابن عباس و دیگراں نشستہ ام این حالت مرا عارض نشدہ حضرت ہماں[2] جواب را فرمود پس معلوم شد کہ از معجزات امام و شواہد امامت آنست کہ حق تعالیٰ محبت ایشاں را در دل دوستاں و مہابت ایشاں،

[1] ایک معتبر روایت ہے کہ جس سال ہشام بن عبدالملک حج کے لئے گیا تو اس نے وہاں مسجد حرام میں دیکھا کہ امام محمد باقرؑ کے پاس لوگوں کا ہجوم ہے اور اپنے مذہبی امور کی بابت سوالات کر رہے ہیں۔ ابن عباس کے ایک شاگرد عکرمہ نے ہشام سے پوچھا، یہ کون ہے کہ نور علم اس کی پیشانی سے درخشاں ہے میں جاتا ہوں اور اسکو شرمسار کرتا ہوں لیکن عکرمہ جب امام کے پاس آیا تو کانپنے لگا اور بے چین ہو کر کہا۔ اے ... رسول میں نے اکثر مجالس میں ابن عباس وغیرہ کے پاس نشست کی لیکن میری کبھی یہ حالت نہیں ہوئی۔ اس پر امام نے وہی جواب دیا جو قتادہ کو دیا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ معجزات امام اور شواہد امامت یہ ہیں کہ اللہ اماموں کی محبت دوستوں کے دلوں میں پیدا کرتا اور دشمنوں کے دل میں ان کا رعب ڈالتا ہے۔ [2] یعنی جو جواب قتادہ کو دیا تھا۔

marfat.com

را در دلہای دشمنان می افگند) پس جب کہ ہشام ابن عبدالملک سے ظالم بادشاہ کے موجود ہونے پر امام کا رعب دشمن پر ہو جاوے اور امام کے خوف سے ان کے بدن پر لرزہ آجاوے تو تعجب ہے کہ پھر امام ایک سنی کے رعب میں آجاویں اور ادنیٰ آدمی سے ڈر جائیں میں ہر چند غور کرتا ہوں اور بہت سوچتا ہوں لیکن حضرات شیعہ رحمہم اللہ کی باتیں میری سمجھ میں نہیں آتیں اور امامت کی حقیقت تو فرشتے اور انبیاء بھی نہیں سمجھے تو وہ میں کیا سمجھ سکتا ہوں لیکن اس کے ظاہری شواہد بھی میرے ذہن میں نہیں آتے کہ کبھی تو حضرات شیعہ اماموں کو ایسا شجاع اور ذی رعب بنا دیتے ہیں کہ بادشاہوں اور ظالموں کو بھی مجال گفتگو کی ان کے سامنے نہ تھی اور عالموں اور فقیہوں کو بھی جرأت بات کرنے کی ان سے نہ ہوتی تھی سب کو برا بھلا کہتے تھے اور لوگ چپ سنا کرتے تھے اور سوائے درست اور بجا کے امام کے سامنے کسی کی زبان سے کوئی لفظ نہ نکلتا تھا اور کبھی حضرات شیعہ اماموں کو ایسا خوف زدہ اور جبان ونعوذ باللہ منہ بنا دیتے ہیں کہ وہ ایک ادنیٰ آدمی سے ڈر جاتے تھے اور اگر ان کی مجلس میں ایک سنی بھی آجاتا تھا تو وہ چپ ہو جاتے تھے اور اس کا ایسا رعب ان پر چھا جاتا تھا کہ ایک بات بھی ایسی کہ جو اس سنی کے عقیدے کے خلاف ہوتی تھی نہ فرماتے تھے حقیقت میں یہ سب تہمتیں شیعوں کے اماموں پر ہیں وہ تو نبی زادے اور رسول کے جان وجگر تھے ان کی رگ رگ میں ان کے جد کی عادات اور اخلاق کا اثر تھا ان کی بات بات میں ان کے نانا کے کلام کا جلوہ ظاہر ہوتا تھا جس طرح ان کا ظاہری جمال نمونہ پیغمبر صاحب کے حسن کا تھا اسی طرح ان کے باطنی کمال سے کمالات نبوی کا ظہور ہوتا تھا ان کا دل ان کی زبان حضرت پیغمبر خدا علیہ التحیہ والثنا کے مانند یکساں تھی نفاق اور جھوٹ اور حیلہ اور تقیہ ان کے کمالات کے حق میں ایک سخت عیب تھا کیونکہ خدا ایسے لوگوں کو جو سراسر نور کے پتلے تھے ایسی کثافتوں سے پاک نہ رکھتا۔ اور کس لئے ان پاک اماموں کو جو سراپا طہارت کی صورت تھے ایسی نجاستوں سے دور نہ رکھتا اے حضرات شیعہ جن کی شان میں آیہ تطہیر نازل ہوئی ہو جن کی پاکی پر پاکی نے قسم کھائی ہو جن کی صداقت پر صدق کو ناز ہو جن کی صورت اور سیرت پیغمبر کیسی ہو جن کی گہوارہ جنبانی جبرئیل کے تعلق ہو جن کی زیارت کو ملائکہ عرش بریں آتے ہوں جن کے قول وفعل پر دین و مذہب کا مدار رہا ہو انہیں پر تم ایسی تہمتیں کرو اور خوف اور جھوٹ اور حیلے کو ان پاک،

marfat.com

اماموں کی طرف نسبت کروائے بھائیو کیا محبت کے یہی معنی ہیں جو تم رکھتے ہو اگر امامت کی یہی شان ہے تو مسلمانوں کا کیا ذکر ہے گبر و ترسا بھی نفرت کریں گے اور ایسی باتوں کو سن کر سب الاماں الاماں پکاریں گے اگر تم کو یہ شبہہ ہو کہ ہمارے علما اور محدثین نے ایسی روایتوں کو لکھا ہے اور گروہ نے فقہا کے اس کو نقل کیا ہے تو یہ شبہہ ذرا سے غور سے رفع ہو سکتا ہے یعنی تم ان لوگوں کے حالات پر غور کرو جو راوی تمہارے یہاں کی روایتوں کے ہیں اور مدار تمہارے مذہب کی احادیث کا ہے کہ وہ سب کے سب جھوٹے تھے اور امام ان پر لعنت کیا کرتے تھے کہ اس کو ہم تمہاری ہی کتابوں سے اپنے موقع پر آئندہ ثابت کریں گے تب تم کو معلوم ہو گا کہ امام کا ظاہر باطن ایک تھا جو ان کے دل میں ہوتا تھا وہی زبان سے ارشاد فرماتے تھے اگر تم ہمارے کہنے کو غلط سمجھو تو اپنے ہی علمائے کے اقوال پر نظر کرو کہ انہوں نے ائمہ کرام کی طرف سے ایسا ہی لکھا ہے اور خود ائمہ کی حدیث کو لکھ کر اس بات کو صاف کر دیا ہے چنانچہ محدثین شیعہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی حدیث میں لکھتے ہیں کہ امام علیہ السلام نے فرمایا ہے (لا تذکروا سرنا بخلاف علانیتنا ولا، علانیتنا بخلاف سرنا حسبکم ان تقولوا ما نقول و تصمتوا عما نصمت الخ) کہ ہمارا ظاہر و باطن ایک ہے ہمارے باطن کو برخلاف ہمارے ظاہر کے ہرگز نہ کہو اور نہ ہمارے ظاہر کو خلاف باطن کے کہو یہی تمہارے واسطے کافی ہے کہ جو ہم کہتے ہیں وہی تم بھی کہو اور جس سے ہم چپ رہتے ہیں اس سے تم بھی خاموش رہو پس اے حضرات شیعہ اگر حقیقت میں تم امام کے حکم پر عمل کرتے ہو اور ان کے کہنے پر چلتے ہو تو ان کے قول کو سنو اور اس پر عمل کرو جیسا انہوں نے حضرت ابوبکر کو صدیق کہا ویسا ہی تم بھی چپ چاپ ان کو صدیق صدیق کہو اور سوائے اس کے وہ بات جس سے امام نے سکوت فرمایا تم بھی اس سے خاموش رہو۔ پانچواں قول بعض حضرات شیعہ یہ فرماتے ہیں کہ امام علیہ السلام ابوبکر کو کس طرح صدیق کہتے اس لئے کہ یہ لقب خاص جناب امیر علیہ السلام کا ہے کہ خود حضرت امیر نے فرمایا ہے (انا الصدیق الاکبر لا یقول بعدی الا کذاب) کہ میں صدیق اکبر ہوں جو کوئی بعد میرے اس لقب کو اپنی نسبت کہے گا وہ جھوٹا ہے لیکن یہ فرمانا بھی حضرات کا ان کے لئے چند دلیلوں سے مفید نہیں۔

(پہلی دلیل) حضرت امیر کے اس قول سے خود ان کا جواب ظاہر ہے اس لئے کہ

marfat.com

حضرت نے یہ فرمایا کہ بعد میرے کوئی شخص صدیق نہ ہوگا اور جو کوئی اس کا دعوی کرے وہ جھوٹا ہے اور یہ فرمانا دلالت اس پر کرتا ہے کہ حضرت امیر کے پہلے کوئی صدیق گزرا ہے اور وہ کون ہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(دوسری دلیل) اگر کوئی شیعہ یہ کہے کہ سوائے حضرت علی کے اس سے پہلے بھی کوئی صدیق نہیں ہوا تو اس کا جواب ہم انہیں کی کتابوں سے دے سکتے ہیں وہ یہ ہے کہ عیون اخبار الرضا وغیرہ کتب حدیث میں ان کے موجود ہے کہ (ابوذر صدیق ہذا الامۃ) ترجمہ۔ ابوذر اس امت کے صدیق ہیں پس جب ابوذر کی نسبت لفظ صدیق کا مذکور ہے تو تخصیص مرتضوی باقی نہ رہی۔

(تیسری دلیل) یہ امر قابل دیکھنے کے ہے کہ آیا حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت علی سے پہلے یہ لقب صدیق کے بین الصحابہ مشہور تھے یا نہیں اور لوگ حضرت امیر کے سامنے بلکہ پیغمبر خدا کے روبرو انکو صدیق کہتے تھے یا نہیں چنانچہ بلفظہٖ اس کا ثبوت خود شیعوں کی کتابوں سے ہوتا ہے چنانچہ ایک عالم شیعی منہج المقال میں فضیل سے روایت کرتا ہے کہ (قال سمعت اباداؤد یقول حدثنی بریدۃ الاسلمی قال سمعت رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول ان الجنۃ مشتاق الی ثلثۃ فجاء ابوبکر فقیل لہ یا ابابکر انت الصدیق وانت ثانی اثنین اذہما فی الغار فلو سالت رسول اللہ من ہولاء الثلثۃ) کہ بریدۃ اسلمی روایت کرتے ہیں کہ میں نے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ حضرت نے فرمایا کہ جنت تین آدمیوں کی مشتاق ہے کہ اس میں ابوبکر آئے لوگوں نے ان سے کہا کہ اے ابوبکر تم صدیق ہو اور تم ثانی اثنین اذہما فی الغار ہو تم پوچھو حضرت سے کہ وہ تین کون ہیں فقط پس یہ روایت اس امر کے ثبوت کے لئے کافی ہے کہ پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثنا کے زمانے میں سب اصحاب حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صدیق جانتے تھے اور اسی خطاب سے ان کو یاد کیا کرتے تھے گویا صدیق اور ثانی اثنین اذہما فی الغار ان کا خطاب اور لقب ہوگیا تھا۔ اگر کسی شیعہ کو ان روایت سے بھی سیری نہ ہووے اور وہ اس روایت کی تائید امام کے دوسرے قول سے چاہیں اور یہ پوچھیں کہ سوائے اس روایت نعم الصدیق کے اور بھی کبھی کسی امام نے ابوبکر کو صدیق کہا ہے تو اس کا بھی ہم ثبوت دے سکتے ہیں اور جب تک کہ اچھی طرح پر حضرات شیعہ کو اطمینان نہ ہو جائے ہم ان کی تسکین اور تسلی کے واسطے روایت انہیں کی کتابوں سے لانے سے باز نہیں رہتے چنانچہ ہم اس کا ثبوت دیتے ہیں کہ اسی کتاب کشف الغمہ میں امام

جعفر صادق علیہ السلام کی ایک دوسری حدیث موجود ہے جس میں حضرت ابو بکر صدیق کے نام کے ساتھ امام نے صدیق کا لفظ فرمایا ہے اور وہ یہ ہے کہ امام فرماتے ہیں (ولدنی ابوبکر صدیق مرتین ؟) اور طرفہ یہ ہے کہ قاضی نور اللہ شوستری نے اگرچہ پہلی حدیث کے موجود ہونے سے کشف الغمہ میں انکار کیا تھا لیکن اس حدیث کے موجود ہونے پر سکوت ہی فرمایا اور کچھ زبان مبارک سے نہ نکالا اور حقیقت میں کہاں تک تکذیب کرتے اور آفتاب پر کہاں تک خاک ڈالتے آخر انکار کرتے کرتے تھک گئے اور سکوت اختیار کیا۔ اگر اس روایت کے بعد بھی کچھ تشنگی باقی رہے تو حضرات شیعہ کو لازم ہے کہ خود جناب امیر علیہ السلام کے اقوال پر نظر کریں۔ اور ان کی زبان سے حضرت ابو بکر کی نسبت خطاب صدیق کا سنیں احتجاج طبرسی میں علامہ طبرسی سے جو کہ معتمدین علما شیعہ سے ہیں لکھتے ہیں کہ حضرت امیر فرماتے ہیں کہ (کنا معہ اے مع النبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم علے جبل حراء اذ تحرک الجبل فقال لہ قر فانہ لیس علیک الانبی وصدیق وشہید) کہ ہم پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جبل حراء پر تھے کہ یکایک پہاڑ نے حرکت کی تب پیغمبر خدا نے فرمایا کہ اقرار پکڑ کوئی نہیں ہے تجھ پر سوائے نبی اور صدیق اور شہید کے اور دیکھنے کتب شیعہ سے ظاہر ہے کہ اس وقت پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ابو بکر صدیق اور علی مرتضی تھے پس حضرت نے اپنی ذات کے لئے نبی اور حضرت ابو بکر کی نسبت صدیق اور حضرت علی کے حق میں شہید فرمایا اگر کوئی متعصب شیعہ کہے کہ امام کے اقوال سے اگرچہ حضرت ابو بکر کی نسبت لفظ صدیق کا معلوم ہوتا ہے لیکن اس میں خیالات استہزاء اور تقیہ وغیرہ کے ہیں اس لئے ان سے خاطر خواہ اطمینان نہیں ہوتا اگر خدا کی کتاب سے ان کی نسبت اس خطاب کا ہونا ثابت کر دیا جائے تو پھر کچھ شبہہ نہ رہے چنانچہ ہم ایسے متعصب سخت کی بھی خاطر شکنی گوارا نہیں کرتے اور اس کے (لیطمئن قلبی) تاکہ میرے دل کو اطمینان ہو جائے کے کہنے پر اسکا ثبوت خدا کی کتاب سے بہ تصدیق مفسرین شیعہ کے پیش کرتے ہیں واضح ہو کہ تفسیر مجمع البیان طبرسی میں جو نہایت معتبرین تفسیر شیعہ سے ہے۔ لکھا ہے کہ (قال اللہ تبارک و تعالیٰ والذی جاء بالصدق وصدق بہ اولئک ہم المتقون) جو شخص آیا ساتھ صدق کے اور جس نے تصدیق کی اس کی وہ ہی متقی ہیں اس کی تفسیر میں علامہ موصوف لکھتا ہے کہ (قیل الذی جاء بالصدق رسول اللہ وصدق ابو بکر عن ابے العامیۃ والکلینی) کہ جو شخص

marfat.com

آیا ساتھ صدق کے اس سے مراد رسول خدا ہیں اور جس نے تصدیق کی ان کی اس سے مراد ابوبکر ہیں فقط اور جس نے پیغمبر خدا کی سچے دل سے سب سے زیادہ تصدیق کی ہو اس کا لقب صدیق ہے پس بفضلہ تعالیٰ خدا کی کتاب سے بھی ابوبکر صدیق کا صدیق ہونا ثابت ہونا ثابت ہو گیا (والحمد للہ علی ذالک) اب بھی اگر حضرات شیعہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صدیق نہ جانیں اور باوجود موجود ہونے ثبوت ان کی صدیقیت کے خدا کی کتاب اور رسول کے کلام اور امام کے اقوال سے ان کی صدیقیت کی تصدیق نہ کریں اور خدا کی کتاب اور رسول اور ائمہ کے رو گردانی کریں تو اب سوائے اس کے کہ ہم بھی ان کی نسبت وہی کہیں جو امام نے فرمایا ہے کیا چارہ ہے اس لئے ہم اوّل تو نہایت منت اور عاجزی سے حضرات شیعہ کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ اے بھائیو ابوبکر صدیق کو صدیق سمجھو ان کو پیغمبر صاحب کا دوست اور ثانی اثنین اذ ہما فی الغار جانو جس لقب سے ان کو ائمہ کرام علیہم السلام نے یاد کیا ہے اسی لقب سے تم بھی یاد کرو اگر اس پر بھی وہ کچھ نہ سنیں اور ان کو صدیق نہ کہیں تو ہم پھر امام کی وعید کو انہیں سنائے دیتے ہیں اور ان کو رسوائی دنیا و آخرت سے ڈرائے دیتے ہیں کہ ہزار برس پہلے سے امام فرما چکے ہیں کہ (من لم یصدقہ فلا صدق اللہ قولہ فی الدنیا والآخرۃ)

نویں شہادت بیان حضرت عمرؓ کے نکاح کا ساتھ جناب ام کلثومؓ کے

یہ بات از روئے کتب معتبرہ شیعہ اور اہل سنت کے ثابت ہے کہ حضرت عمرؓ کا نکاح ساتھ ام کلثوم کے ہوا جو کہ خاص بیٹی حضرت فاطمہ علیہا السلام کی تھیں اس امر کے ثبوت سے چند فائدے ظاہر ہوتے ہیں۔

(اوّل) اس نکاح سے یہ امر ظاہر ہوتا ہے کہ باہم حضرت علیؓ اور حضرت عمر فاروق کے کچھ عداوت نہ تھی بلکہ نہایت ہی دوستی تھی اگر دوستی نہ ہوتی تو حضرت علی اپنی بیٹی کا وہ بھی وہ بیٹی جو کہ خاص حضرت فاطمہ کے بطن سے تھیں نکاح حضرت عمرؓ کے ساتھ نہ کرتے اور دشمن کو اپنے خاندان میں نہ لیتے۔

(دوسرے) اس امر سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عمر کافر یا منافق یا مرتد نہ تھے ورنہ حضرت علی مرتضیٰ شیر خدا غالب علی کل غالب مطلوب کل طالب مظہر العجائب

واثر ثبت اپنی ایسی پیاری بیٹی کا نکاح ان کے ساتھ نہ کرتے اور اگر ان کے ایمان اور اگر ان کے ایمان اور عبادت اور زہد اور پرہیزگاری پر اطمینان کامل حضرت امیر کو نہ ہوتا تو وہ کبھی ان کو اپنا داماد نہ بناتے۔

تیسرے) اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے کبھی کسی قسم کا رنج اور صدمہ جناب امیر کو یا حضرت فاطمہ کو دیا ہوتا تو اس نکاح کا ہونا کیسے جائز رکھتے۔ بہرحال یہ امر اخلاص اور اتحاد اور محبت پر باہم جناب امیر اور حضرت عمرؓ کے ایسا شاہد عادل ہے کہ کسی طرح پر بعد ثبوت اس امر کے شیعوں کی زبان پر عداوت کا نام نہیں آسکتا اور باوجود ہزار سعی باطل کے کوئی عذر و حیلہ ان کا اس معاملے میں پیش نہیں جاتا کسی معاملے میں ایسے دق اور زچ نہیں ہوئے جیسے کہ اس معاملے میں ہوئے ہیں حقیقت میں یہ بحث لائق غور سے دیکھنے کے ہے کہ حضرات شیعہ نے عبداللہ بن سبا کے زمانے سے لے کر، جناب قبلہ و کعبہ کے وقت تک اس معاملے میں کیا کیا رنگ بدلے ہیں اور کیسی توجیہات لاطائل کی ہیں کسی نے اس نکاح کے ہونے ہی سے انکار کیا ہے کوئی ام کلثوم کے بنت مرتضوی ہونے ہی کا منکر ہوا ہے کسی نے نکاح پر غصب کا اطلاق فرمایا ہے کوئی بعد نکاح کے ہم بستر ہونے سے ساتھ حضرت عمرؓ کے منکر ہوا ہے کوئی کہتا ہے کہ جنیہ بشکل حضرات ام کلثوم کے حضرت عمرؓ کے پاس آتی تھی اور وہ ہم خواب ہوتی تھی کسی نے اس کو جناب امیر کے اعلیٰ درجے کے صبر کا نتیجہ کہا ہے کسی نے اس کو تقیے پر ٹالا ہے بہرحال ہر شخص کا جدا ترانہ اور ہر متنفس کا نیا فسانہ ہے جس کے سننے سے فقط ایک ہمیں محو حیرت نہیں بلکہ ان کی نغمہ سرائی اور ترانہ سنجی کو سن سنکر ایک عالم اپنے قابو سے نکلا جاتا ہے اور وجد میں آ آ کر مرحبا اور احسنت پڑھتا ہے۔ شعر

اک ہم ہی تیری چال سے پستے نہیں صنم
پامال کبک بھی تو ہوئے کوہسار میں

اب میں علماء شیعہ کے اقوال مختلفہ کو بیان کرتا ہوں

(پہلا قول) بعض متعصب شیعوں نے اس نکاح کے ہونے ہی سے انکار کیا ہے اور اس روایت کو بے اصل محض کہہ کر اپنا دامن چھوڑایا ہے جیسا کے مجتہد صاحب قبلہ و کعبہ اپنے ایک رسالے میں لکھتے ہیں[1] (ا) انتساب تزوج حضرت ام کلثوم با بن

[1] عمر ابن خطاب سے ام کلثوم بنت فاطمۃ الزھرا کے عقد ہونے کا ثبوت ہمدست نہیں ہوا اور ائمہ معصومین، بقیہ اگلے صفحہ

الخطاب بہ ثبوت نرسیدہ و مثل سید المرتضیٰ کہ قریب العہد زمان ائمہ معصومین بود وغیر ایشاں انکار بلیغ ازاں نمودہ اند) لیکن یہ دعویٰ مجتہد صاحب کا چند دلائل سے غلط معلوم ہوتا ہے

پہلی دلیل) جناب قبلہ وکعبہ کا یہ ارشاد فرمانا کہ جناب سید مرتضیٰ نے جو کہ ائمہ کے زمانے سے قریب تھے نکاح کے ہونے سے انکار کیا ہے صحیح نہیں ہے اس لئے کہ سید مرتضیٰ دو ہیں ایک ابوالقاسم ثمانینی برادر رضی دوسرا سید مرتضیٰ رازی صاحب تبصرۃ العوام پہلے سید صاحب تو قدمائے متکلمین اور فقہاء شیعہ سے ہیں اور موافق تحریر شہید ثالث کے جو مجالس المومنین میں کی ہے ۳۵۵ھ ہجری میں پیدا ہوئے اور دوسرے میر صاحب ان سے بہت پیچھے ہوئے ہیں پس وہ سید مرتضیٰ جنکی نسبت مجتہد صاحب فرماتے ہیں کہ (قریب العہد از زماں معصومین بود) منکر روایت نکاح نہیں ہیں اور ان کی تالیفات مثل شافی اور تنزیہ الانبیا والائمہ اس پر شاہد ہیں معلوم نہیں کہ ان کی طرف انکار روایت نکاح کو مجتہد صاحب نے کیونکر منسوب فرمایا اور اگر دوسرے سید مرتضیٰ مراد ہیں اور شاید انہوں نے انکار کیا ہو تو ان کی نسبت مضمون اس فقرے کا کہ قریب العہد از زماں معصومین بود) صحیح نہیں ہوتا۔

اب ہم ان سید مرتضیٰ کی تالیفات کو جو کہ زمانۂ معصومین کے قریب تھے مجتہد کے قول کی تکذیب کے لئے پیش کرتے ہیں واضح ہو کہ سید صاحب موصوف نے دو کتابوں میں اس کا ذکر کیا ہے ایک کتاب شافی میں مفصلاً دوسرے تنزیہ الانبیاء والائمہ میں مجملاً چنانچہ ہم نزہۃ اثنا عشریہ سے جو جواب تحفہ کا ہے ان کے قول کو نقل کرتے ہیں (سید مرتضیٰ علم الہدیٰ در کتاب تنزیہ الانبیاء میفرماید فاما انکاحہ فقد ذکرنا فی کتاب الشافی الجواب عن ہذا الباب مشروحاً وبینا انہ علیہ السلام ما اجاب عمر الی نکاح ابنتہ الا بعد توعد وتہدد ومراجعۃ ومنازعۃ وکلام طویل ماثور اشفق معہ من سوء الحال وظہور مالا یزال یخفیہ الخ یعنی نکاح عمرؓ کا ساتھ ام کلثوم کے جسکو اہل سنت عمرؓ کی فضیلت میں شمار کرتے ہیں، جواب ہم نے اپنی کتاب شافی میں بہ تفصیل دیا ہے اور وہاں ہم نے بیان کیا ہے کہ حضرت امیر نے عقد اپنی بیٹی کا عمر کے ساتھ بہ طیب خاطر قبول نہیں فرمایا بلکہ یہ عقد بعد اس کے ہوا ہے کہ عمر نے بار بار حضرت امیر سے درخواست کی اور نوبت منازعت اور تخویف و تہدید کی پہنچی جب حضرت امیر نے دیکھا کہ کار دین و ملت فاش ہوتا ہے اور دامن تقیہ ہاتھ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۸۴۔ کے زمانہ سے قریب جناب سید مرتضیٰ وغیرہ نے اس نکاح کے وجود سے قطعی انکار کیا ہے

marfat.com

سے نکلا جاتا ہے اور حضرت عباس نے بھی بخیال فتنہ و فساد کے سمجھایا تب بلا رضا اور بغیر اختیار کے جناب امیر نے یہ نکاح کر دیا فقط اس تحریر کو سید مرتضیٰ کی کوئی شخص جناب قبلہ و کعبہ کی تحریر سے ملاوے اور اس فقرے کو کہ مثل جناب سید المرتضیٰ کہ قریب العہد از زمان ائمہ معصومین بود انکار بلیغ از آں نمودہ تنزیہ الانبیاء کی عبارت مذکور سے مقابل کر کے جناب اجتہاد مآب کی صداقت کی داد دے۔ اگر کوئی شخص اس تحریر پر بھی مجتہد صاحب کی صداقت میں شبہ نہ کرے تو خود ان کے والد ماجد کی زبان سے ان کی تکذیب ہم ثابت کرتے ہیں جناب مولوی سید دلدار علی صاحب قبلہ مواعظ حسینیہ میں فرماتے ہیں کہ سید مرتضیٰ نے فرمایا ہے کہ تزویج ام کلثوم حضرت امیر کے اختیار سے نہیں ہوئی اور بہت سی احادیث انہوں نے اس قول کے ثبوت میں بیان کی ہیں اور جب کہ باختیار حضرت امیر کے نکاح کا ہونا ثابت نہیں ہوا تو پھر محل اشکال باقی نہ رہا چنانچہ محصل کلام مواعظ حسینیہ کا کما نقل فے ازالۃ الغین یہ ہے (سید مرتضیٰ گفتہ است کہ تزویج ام کلثوم باختیار حضرت امیر واقع نشدہ و احادیث بسیار موید قول خود ذکر کردہ و ہر گاہ باختیار حضرت امیر واقع نشدہ محل اشکال نیست) پس ان تحریرات سے صاف ظاہر ہے کہ بیچارہ سید مرتضیٰ حضرت عمر کے نکاح کا منکر نہیں ہے بلکہ اس کا ہونا قطعی اور یقینی جانتا ہے ہاں اس کا ہونا بخوشی خاطر جناب امیر کے اور برضامندی ان کے بیان نہیں کرتا اور یہ امر آخر ہے اور انکار وقوع اصل واقعہ سے دوسرا امر ہے مگر قربان صداقت پر جناب قبلہ و کعبہ کی کہ ایسے دعوی کے کرنے میں جس کا غلط ہونا محتاج بہ بیان نہیں ہے بایں تقدس و اجتہاد کچھ لحاظ وہ خیال نہ فرمایا۔ غرضکہ یہ قول مجتہد صاحب کا کہ سید مرتضیٰ نے وقوع نکاح سے انکار کیا ہے خود سید مرتضیٰ کی تحریر سے اور خود ان کے والد ماجد کی تقریر سے غلط ٹھہرا لیکن یہ قول ان کا کہ سوائے ان کے اوروں نے بھی انکار کیا ہے کسی قدر صحیح ہے چنانچہ منجملہ منکرین اس قصے کے اگلے علماء شیعہ میں سے ایک قطب الاقطاب راوندی مؤلف خرایج و جرایح ہیں کہ انہوں نے دعوی کیا ہے کہ اس نکاح کا ہونا پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچا چنانچہ ان کے

سے ائمہ معصومین کے زمانہ کے قریب تھا۔ سے سید مرتضیٰ علم الہدیٰ کا بیان ہے کہ حضرت ام کلثوم کا نکاح حضرت علی کی رضامندی سے نہیں ہوا بعض اپنے بیان کی تائید میں اکثر احادیث لکھی ہے اور جبکہ حضرت علی کی رضامندی سے نکاح نہیں ہوا تو اب کوئی دقت ہی باقی نہیں رہتی

قول کو جناب مجتہد صاحب قبلہ نے کتاب مواعظ حسنیہ میں نقل کیا ہے اور ترجمہ اس کا یہ ہے جسکو ہم ازالۃ الغین سے نقل کرتے ہیں ۔ دگفت[1] عرض نمودم بخدمت حضرت صادق علیہ السلام کو مخالفین بر ما حجت می ارند و می گویند کہ چرا علی دختر خود را بخلیفہؓ ثانی داد پس حضرت صلوات اللہ علیہ کہ تکیہ کردہ نشستہ بودند درست نشستہ فرمودند کہ آیا چنیں حرفہا مے گویند بدرستیکہ قومے چنیں زعم می کنند لایہتدون سواء السبیل) لیکن یہ دعویٰ قطب الاقطاب صاحب کا سراسر باطل ہے اور بروایات ائمہ کرام نکاح کا ہونا ثابت ہے چنانچہ ہم اس کو ان کے کتب احادیث اور فقہ اور کلام سے ثابت کرتے ہیں۔

ثبوت نکاح حضرت ام کلثوم کا ساتھ حضرت عمر فاروق کے

(پہلا ثبوت) قاضی نوراللہ شوستری نے مجالس المومنین میں اس نکاح کا اقرار کیا ہے اور ان لفظوں سے اس کی صحت کو ظاہر فرمایا ہے (اگر نبیؐ دختر بہ عثمان داد ولی دختر بہ عمر فرستاد)

(دوسرا ثبوت) شرائع جو مشہور کتب فقہیہ شیعہ سے ہے اس کا شارح ابوالقاسم قمی شرح شرائع میں جس کا نام مسالک ہے صاحب شرائع کے اس قول کے نیچے کہ (یجوز نکاح العربیۃ بالعجمی والہاشمیۃ غیر الہاشمی وبالعکس) فرماتا ہے (زوج علی بنتہ ام کلثوم من عمر) کہ نکاح کیا علی نے اپنی بیٹی ام کلثوم کا ساتھ عمر کے ۔

(تیسرا ثبوت) ابوالحسن علی بن اسماعیل شیعی اثنا عشری جس کی نسبت امام اعظم امامیہ کے خلاصۃ الاقوال میں فرماتے ہیں کہ وہی پہلا شخص ہے جس نے موافق قاعدۂ علما کلام کے مذہب اہل بیت کے اثبات میں گفتگو کی ہے وہ بھی اس نکاح کے ہونے کا مقر ہے چنانچہ اس کے اس قول کو قاضی نوراللہ شوستری نے مجالس المومنین میں نقل کیا ہے اور ہم ازالۃ الغین سے اس کو نقل کرتے ہیں (ادرا از چند امر بہ رسید ند کہ از ان جملہ مقدمہ

[1] میں حضرت جعفر صادقؓ سے عرض کیا کہ سنی ہم پر حجت لاتے اور کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے اپنی بیٹی خلیفہ ثانی کو کیوں دی؟ تو علیؓ جو کہ تکیہ لگائے ہوئے تھے سیدھے بیٹھے اور فرمایا کیا لوگ یہ باتیں کرتے ہیں باوجود اس صحت کے کہ قوم کو یہ گمان ہوگیا ہے کہ وہ راہ راست پر فلاح یافتہ نہ ہوں گے ۔ اگر رسول اللہ نے اپنی بیٹی کا حضرت عثمان سے نکاح کیا تو حضرت علی نے بھی اپنی بیٹی (ام کلثوم) کا عقد عمر فاروق سے کیا ۔

marfat.com

نکاح خلیفہ ثانی است جواب داد کہ دادن دختر بہ عمر کہ جناب امیر المومنین را اتفاق افتاد بایں جہت بود کہ اظہار شہادتین مینمود و زبان اقرار بہ فضیلت رسول می کشود و دراں باب غلظت و فظاظت او نیز مسطور بود) (چوتھا ثبوت) مجالس المومنین میں لکھا ہے کہ بعد وفات حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ام کلثوم کا دوسرا نکاح ساتھ محمد بن جعفر طیار کے ہوا وہذہ عبارتہ (محمد[1] بن جعفر الطیار بعد از فوت عمر بن خطاب بشرف مصاہرت حضرت امیر المومنین مشرف گشتہ ام کلثوم را کہ از روی اکراہ در حبالہ عمر بود تزویج نمود)

پانچواں ثبوت) تہذیب میں جو نہایت معتبر کتاب حدیث کی مذہب امامیہ میں لکھا ہے کہ حضرت عمر کی اولاد ام کلثوم کے بطن سے ہوئی اور ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام زید بن عمر تھا اور یہ روایت بہ سند ائمہ کرام کے اس محدث نے بیان کی ہے کما قال (عن محمد بن احمد بن یحییٰ عن جعفر بن محمد القمی عن القداح جعفر عن ابیہ علیہم السلام قال ماتت ام کلثوم بنت علی علیہ السلام وابنہا زید بن عمر الخطاب فی ساعتہ واحدۃ ولا یدری ایہما ہلک قبل فلم تورث احدہما من الآخر وصلے علیہا جمیعا) چھٹا ثبوت) قول سید مرتضیٰ کا جو شافی اور تنزیہ الانبیائین لکھا ہے اور جس کو کشمیری نے اپنی کتاب نزہہ میں بجواب تحفہ کے اور مجتہد صاحب نے مواعظ حسنیہ میں نقل کیا ہے اور جس کو ہم اوپر بیان کر چکے (انہ علیہ السلام ما اجاب عمر الی نکاح ابنتہ الابعد توعد وتہدد الخ) ساتواں ثبوت) کتاب کافی میں ملا یعقوب کلینی لکھتے ہیں کہ کسی نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس نکاح کا حال پوچھا تو آپ نے جواب دیا کہ (ہو اول فرج غصبت منا) کہ یہ پہلی شرمگاہ ہے جو ہم اہل بیت میں سے غصب کی گئی ہے۔ آٹھواں ثبوت) مصائب النواصب میں لکھا ہے کہ محدثین کا اقرار ہے کہ یہ نکاح جبر اور اکراہ سے ہوا۔ غرضیکہ روایت نکاح حضرت ام کلثوم شیعہ کی کتاب احادیث اور اخبار اور فقہ اور کلام میں اس کثرت سے مذکور ہیں کہ کسی طرح پر اس سے انکار نہیں ہو سکتا اور ایسی متواتر خبر کو کوئی جھٹلا نہیں سکتا اہل انصاف اس فرقے کے تعصب و عناد کو دیکھیں اور ان کی کج مج بیانی کو ملاحظہ فرمائیں کہ باوجودیکہ خود ہی ائمہ کرام علیہ السلام سے اس روایت کی صحت کا اقرار کریں

[1] عمر بن خطاب رض کی شہادت کے بعد محمد بن جعفر طیار کو امیر المومنین کی داماد کی عزت حاصل ہوئی اور جناب ام کلثوم و بنت فاطمہ الزہراء رض سے جن کا بجر و اکراہ عمرؓ سے عقد ہوا تھا شادی کی۔

marfat.com

اور اپنی احادیث کی کتابوں میں سنداً اس کو روایت کریں اور اپنے فقہی مسائل کا اس سے استخراج فرماویں اور نہ ایک شخص بلکہ خلفاً عن سلف وابا عن جد بطور میراث کے اس روایت کی صحت بہ سند صحیح نقل کرتے آویں اور اس کی توجیہات سے سینکڑوں ورق سیاہ کریں اور پھر بھی بعض حضرات غیرت اور انصاف کو چھوڑ کر بیساختہ اس روایت کے غلط ہونیکا دعویٰ کریں اور اصل واقعہ کے منکر ہو جاویں اور یہ خیال کریں کہ اگر ایک دن یا ایک ہفتہ یا ایک مہینہ حضرت ام کلثوم نکاح میں حضرت عمر کے رہتیں اور کسی کو خبر نہ ہوتی اور اس کی شہرت بدرجہ تواتر نہ پہنچتی تو شاید کوئی موقع انکار یا تکذیب کا ہوتا لیکن جب سالہا سال حضرت ام کلثوم زینت افزائے خانہ فاروق ہوئی ہوں اور تا حیات ان کی ان کے نکاح میں رہی ہوں اور ان سے اولاد بھی ہوئی ہو اور ان کے بیٹے کا نام بھی زید بن عمر خطاب رکھا گیا ہو اور بعد حضرت عمر کے مرنے کے ان کا نکاح جعفر طیار سے ہوا ہو تو ایسے متواتر اخبار کو کون چھپا سکتا ہے اور آفتاب روشن کو کف دست سے کون پوشیدہ کر سکتا ہے ہم نے یہ جو کچھ بیان کیا اس میں نہ اپنے عالموں کے اقوال کو نقل کیا ہے نہ اپنی کتابوں کی سند لائے ہیں جو کچھ حضرات شیعہ نے فرمایا اور جو کچھ ان کے محدثین اور علماً نے تحریر کیا وہی ہم نے نقل کیا اور اسی سے ثبوت نکاح کا دیا پس اگر باوجود اس ثبوت کے بھی کوئی اس نکاح سے انکار کرے تو وہ تواتر کا منکر ہے۔ (دوسرا قول) جب کہ علماء اعلام شیعہ نے دیکھا کہ انکار کرنا اس روایت سے آفتاب پر خاک ڈالنا ہے اور اس کو غلط اور جھوٹ کہنا مقولہ دروغ گویم برروی تو پر عمل کرنا ہے اس لئے اس کی توجیہ پر توجہ فرمائی اور دوسرے طور سے اس فضیلت کے ابطال پر کمر ہمت باندھی اگرچہ ان بزرگوں نے نہایت ہی سعی وکوشش کی اور ہر طرح کی توجیہ اور تاویل فرمائی لیکن اس سے بجائے فائدے کے نقصان ہی ہوتا گیا اور بعوض قائم رہنے اصول مذہب تشیع کے اسمیں خلل ہی بڑھتا گیا کاش وہ انکار ہی کرتے جاتے اور گو ان کے محدثین و علما جھوٹے ہوتے بلا سے مگر کبھی اس کی صحت کا اقرار نہ فرماتے تو بہتر ہوتا اس لئے کہ جو توجیہات اس نکاح کے معاملے میں کی گئی ہیں ان کے دیکھنے سے ہر شخص مذہب تشیع سے نفرت کرتا ہے اور ان کے سننے سے ہر مسلمان کے دل میں ایک جوش غیرت کا پیدا ہوتا ہے اور طرفہ یہ ہے کہ جتنی زیادہ، توجیہات کرتے ہیں اور جس قدر زیادہ تاویلات بیان فرماتے ہیں ان سے انھیں کے

marfat.com

اصول و عقائد کی برائی کا اور ثبوت ہوتا جاتا ہے شعر

مریض عشق پر رحمت خدا کی مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

اور زیادہ تر تعجب اس پر ہے کہ باوجود اس کے کہ خود ان کے دلوں میں یقین اس کا ہے کہ یہ توجیہات باطل اور تاویلات لاطائل ان کے دین کی برائی ثابت کرنیوالی اور لوگوں کو ان کے مذہب سے نفرت دلانیوالی ہیں مگر باایں ہمہ علم و فضل اس سے باز نہیں رہتے اور باایں تقدس و اجتہاد ہل من مزید ہل من مزید کہہ کر اور بڑھاتے جاتے ہیں اور اپنے معائب کو ظاہر کرتے جاتے ہیں ہم کو ان علما اور فضلاء کی تقریروں اور تحریروں کو دیکھ کر نہایت ہی حیرت ہوتی ہے کہ بار خدایا ان کی عقل پر کیسا پردہ پڑ گیا ان کے حیا و غیرت کو کون لے گیا کہ ایسے بے غیرتی کے کلمات زبان پر لانے سے شرم نہیں کرتے اور ایسی عار و ننگ کی باتوں کو ائمہ کی طرف منسوب کرنے سے لحاظ نہیں فرماتے دین محمدی کو تو خراب ہی کر چکے ایک اہل بیت رہ گئے تھے جن کی مزید محبت کا دعویٰ کرتے تھے جن کے فضائل کا اقرار فرماتے تھے اس کو بھی در پردہ کھو دیا ان کے فضائل کو بھی ایسی بے غیرتی کے کلمات کو ان کی طرف منسوب کر کے معائب سے بدل دیا اور سب کچھ تو کر چکے اور ہنوز ایمان کے دعوی میں ثابت قدم ہیں معلوم نہیں کہ انکا ایمان اور محبت کیا کیا نتیجے دکھلائے گی شعر

دل بردی و دین و جان غارتیں دین طرفہ کہ باز در کمینے

اب ہم اس قول کو بیان کرتے ہیں جو حضرات شیعہ نے بعد قبول کرتے صحت نکاح کے ارشاد فرمایا ہے اور اس کو ائمہ کرام کی طرف (وحاشا جنابہم عن ذلک) منسوب کیا ہے وہ قول یہ ہے کہ حضرات فرماتے ہیں کہ نکاح ام کلثوم کا ساتھ حضرت عمر کے جناب امیر کی رضا اور خوشی سے نہیں ہوا بلکہ عمر فاروق نے جناب امیر کو تنگ کیا اور ان کو ڈرایا اور ہر قسم کا خوف دیا اور ان پر نہایت درجہ تشدد کیا یہاں تک کہ قریب تھا کہ نوبت خون ریزی کی پہنچے تب حضرت عباس پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثنا کے چچا نے حضرت امیر علیہ السلام کو دبا کر بخیال نہ ہونے فتنہ و فساد کے یہ نکاح کر دیا پس اس نکاح سے برائی عمر کی ثابت ہوتی ہے چنانچہ اس قول کے ثبوت میں ہم چند سندیں علما شیعہ کی بیان کرتے ہیں۔ (پہلی سند) سید مرتضیٰ علم الہدیٰ کتاب تنزیہ الانبیاء میں فرماتے ہیں دفاما انکاحہ فقد ذکرنا فی کتاب الشافی الجواب عن ہذا الباب الخ) یعنی حضرت امیر علیہ السلام نے

اپنی بیٹی کا نکاح ساتھ عمر کے منظور نہیں کیا مگر بعد اس کے کہ عمر نے ان کو دق کیا اور ڈرایا اور جھگڑا مچایا جب حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ فتنہ و فساد ہوا چاہتا ہے تب حضرت امیر سے اس کام کو اپنے اختیار میں لے لیا اور ام کلثوم کا نکاح ساتھ عمر کے کر دیا اور ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ شرع میں ہرگز ممنوع نہیں ہے کہ بجبر و اکراہ لڑکی کا نکاح اس شخص کے ساتھ کر دیا جاوے جس کے ساتھ حالت اختیار میں جائز نہ ہوتا خصوصاً عمر جیسے آدمی کے ساتھ کہ وہ اسلام بھی ظاہر کرتا تھا اور تمام شریعت کا پابند تھا۔

(دوسری سند) مواعظ حسینیہ میں مجتہد صاحب فرماتے ہیں کما نقل فی ازالۃ الغین ا کہ، تزویج ام کلثوم باختیار حضرت امیر واقع نشد ابی قولہ بالفرض اگر باختیار ہم باشد عقل ایں را قبیح نمی داند کہ نکاح با مخالفین جائز باشد بلکہ عقل تجویز می کند کہ حضرت حق تعالیٰ مباح سازد برای ما نکاح کردن را با کفار چہ قباحت نکاح با کفار عقلے نیست مثل، قباحت ظلم و قتل و امثال آں وچہ گونہ عقلے باشد و حالانکہ معلوم است کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم دختر خود را با کفار تزویج کردہ و ہرگاہ حقیقت حال چنیں باشد پس چہ قباحت است درینکہ جناب امیر علیہ السلام تزویج نمایند دختر خود را با کسیکہ بہ ظاہر مسلمان باشد (تیسری سند قاضی نور اللہ شوستری مصائب النواصب میں لکھتے ہیں کہ صاحب استغاثہ فرماتے ہیں کہ ایک مخالف نے پوچھا کہ کیا سبب ہے کہ امیر المومنین علی علیہ السلام نے اپنی بیٹی کا نکاح عمر بن خطاب سے کر دیا ہم کہتے ہیں کہ ہم کو خبر دی ہے ایک جماعت نے ہمارے مشایخ ثقات سے جن میں سے جعفر بن محمد بن ملک کوفی ہیں، انہوں نے احمد بن نضل سے انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے عبد اللہ بن سنان سے کہ میں نے سوال کیا امام جعفر سے بابت نکاح ام کلثوم انہوں

ا حضرت ام کلثوم کی شادی جناب امیر کے اختیار سے نہیں ہوئی۔ اور بالفرض اگر اختیار بھی مان لیا جائے تب بھی عقل اسے قبیح و نازیبا نہیں جانتی کہ مخالفین سے نکاح جائز ہو۔ بلکہ عقلاً جائز ہے کہ اللہ نے ہمارے لئے کافروں سے نکاح کو مباح و درست قرار دیا ہے کیونکہ کفار کے ساتھ نکاح کرنے میں ظلم و قتل کی مانند کوئی قباحت عقلی نہیں ہے۔ اور قباحت عقلی کیونکر ہو سکتی ہے جبکہ رسول اللہ نے اپنی بیٹی کا خود کافر سے عقد کیا اور جب کہ یہ امر واقع ہے تو پھر اسمیں کونسی قباحت ہے کہ جناب امیر نے اپنی شہزادی (ام کلثوم) کی ان سے شادی کی جو بظاہر مسلمان تھے۔

marfat.com

نے جواب دیا کہ (ہو اول فرج غصبت منا) کہ یہ پہلی فرج ہے جو ہم سے غصب کی گئی ہے اور یہ خبر مطابق اس خبر کے ہے جسکو ہمارے مشایخ نے بابت نکاح ام کلثوم کے ساتھ عمر کے روایت کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ عمر نے عباس کو حضرت علی علیہ السلام کے پاس بھیجا اور درخواست کی کہ نکاح ام کلثوم کا ان کے ساتھ کر دیا جائے حضرت امیر نے انکار کیا جب حضرت عباس یہ خبر عمر کے پاس لائے تب عمر نے کہا کہ اگر علی میرے ساتھ نکاح اپنی بیٹی کا نہ کریں گے تو ان کو قتل کر دوں گا تب پھر حضرت عباس علی کے پاس آئے انہوں نے تب بھی انکار کیا یہاں تک کہ آخر حضرت عباس نے حضرت علی سے کہا کہ اگر تم نکاح نہیں کرتے ہو میں کٹے دیتا ہوں اور تم کو قسم دیتا ہوں کہ میرے قول و فعل کے خلاف نہ کرنا اور یہ کہہ کر حضرت عباس عمر کے پاس گئے اور کہا کہ نکاح تمہارا ام کلثوم کے ساتھ ہوا جاتا ہے پس عمر نے آدمیوں کو جمع کیا اور کہا کہ یہ عباس چچا علی کے ہیں اور علی نے اپنی بیٹی ام کلثوم پر ان کو اختیار دیا ہے اور ان کے نکاح کر دینے کو ساتھ میرے اجازت دی ہے پس حضرت عباس نے نکاح ام کلثوم کا ساتھ عمر کے کر دیا اور بعد تھوڑی مدت کے ان کو عمر کے گھر بھیج دیا فقط اس روایت کو لکھ کر قاضی صاحب اسی کتاب میں فرماتے ہیں کہ اصحاب حدیث اس روایت کو قبول نہیں کرتے لیکن اس میں خلاف نہیں ہے درمیان ان کے کہ عباس نے ام کلثوم کا نکاح ساتھ عمر کے کر دیا بعد بہت سے جھگڑے قصے کے پس میں کہتا ہوں کہ جس کسی نے اس حکایت سے انکار کیا مگر بسبب اس کے کہ جس کو ہمارے مشایخ نے روایت کیا ہے اور مطابق اس روایت کے ہے جو کہ امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ، حضرت امام نے فرمایا۔ (ہو اول فرج غصبت منا) کہ یہ پہلی شرمگاہ ہے جو ہم سے غصب کی گئی[1] الحاصل ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی نے اپنی خوشی سے نکاح

[1] یہ ترجمہ اردو ہے قاضی نور اللہ شوستری کے کلام کا اور ترجمہ فارسی اس کا علی ما ہو مذکور فی ازالۃ الغین یہ ہے وہ صاحب استغاثہ گفتہ کہ قائلے از اہل خلاف گفتہ کہ علت چیست در تزویج امیر المومنین علیہ السلام دختر خود را بعمر بن الخطاب و ما میگوئیم کہ خبر دادہ اند ما را جماعتی از مشایخ ثقات از ایشاں جعفر بن محمد بن مالک کوفی ست از احمد بن فضل از محمد بن ابی عمیر از عبد اللہ بن سنان گفت سوال کردم جعفر بن محمد صادق را علیہ السلام از تزویج عمر از ام کلثوم پس گفت ایں اول فرجی است کہ غصب کردہ شد از ما و ایں خبر شاکل آں خبر یست کہ روایت کردہ آں را مشایخ ما در تزویج عمر از ام کلثوم و آں

marfat.com

نہیں کیا بلکہ حضرت عباس نے زبردستی نکاح کر دیا لیکن یہ قول باطل ہے چند دلیلوں سے (پہلی دلیل) اگر ہم تسلیم کریں کہ حضرت علی نے خود نکاح نہیں کیا بلکہ حضرت عباس کو اختیار دے دیا اور انہوں نے نکاح کر دیا لیکن اس سے اصل نکاح کے ہونے میں کچھ شبہہ نہ رہا اگر حضرت امیر ام کلثوم کے باپ تھے تو حضرت عباس بھی ام کلثوم کے دادا ہوتے تھے اگر باپ نے نکاح نہ کیا نہ سہی ان کی اجازت سے دادا نے نکاح کر دیا اصل مطلب جو ہم ثابت کرتے ہیں وہ ثابت ہو گیا۔ (دوسری دلیل) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لائق زوجیت ام کلثوم کے تھے یا نہ تھے اگر لایق زوجیت کے نہ تھے تو حضرت عباس پر جو کہ حضرت علی مرتضیٰ اور جناب سید الانبیاء کے چچا تھے ان پر معاذ اللہ سخت الزام عائد ہوتا ہے کہ انہوں نے فاطمہ کی بیٹی پیغمبر خدا کی نواسی کا نکاح ساتھ ایسے شخص

(بقیہ حاشیہ) انیست کہ در خبر ست کہ عمر عباس را نزد علی فرستاد و سوال کرد کہ تزویج کند ام کلثوم با وپس آنحضرت امتناع کرد چوں عباس باز گشت و خبر امتناع علی علیہ السلام بعمر رسانید پس عمر گفت ای عباس آیا انف می کند علی از تزویج من واللہ اگر تزویج نکند او را خواہم کشت پس عباس باز آمد بسوئے علی و آں حضرت در مقام امتناع استاد پس خبر داد عباس عمر را او گفت اے عباس حاضر شو روز جمعہ مسجد و قریب بہ منبر باش و بشنو آنچہ مذکور خواہد شد پس خواہی دانست کہ من قادرم بر قتل او اگر ارادہ کنم پس حاضر شد عباس در مسجد چوں عمر فارغ از خطبہ شد گفت ای مردم دریں جا مردی از اصحاب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہست کہ زنا کردہ و او محصن ست و مطلع شدہ براں امیر المومنین تنہا شما دریں باب چہ می گوئید پس مردم از ہر جانب گفتند کہ ہرگاہ امیر المومنین اطلاع یافتہ باشد چہ حاجت ست کہ مطلع شود براں غیر او باید کہ امضا کند حکم خدا را دروچوں از مسجد باز آمد بعباس گفت برو نزد علی و معلوم او کن آنچہ شنیدی پس واللہ اگر نکند من می کنم پس عباس نزد علی رفت و آنچہ شنیدہ بود بسمع آنحضرت رسانید علی فرمود من می دانم کہ ایں نزد او آسان ست و من نیستم کہ بکنم آنچہ او التماس می کند پس عباس گفت اگر نمی کنی من می کنم و قسم میدہم کہ ترا مخالفت قول و فعل ما نشاید پس عباس نزد عمر رفت و گفت کہ می کند آنچہ ارادہ کردہ پس جمع کرد عمر مردم را و گفت ایں عباس عم علی ابن ابی طالب ست و او امر ابنہ خود ام کلثوم را باو راجع کردہ و امر کردہ او را کہ تزویج کند از برائے من پس تزویج نمود عباس و بعد از اندک مدتے نزد عمر فرستاد و اصحاب حدیث ایں روایت را قبول نہ کردہ لیکن خلافی نیست میاں ایشاں در اینکہ عباس تزویج نمود ام کلثوم را بعمر بعد از طول مطالعہ و مدافعہ پس می گویم کسے را کہ انکار کردہ ایں حکایت را از فعل عمر آں کہ تزویج عباس ام کلثوم را نبود مگر از جہت چیزیکہ روایت کردہ اند از مشائخ ما چنانچہ حکایت کردیم و ایں مشاکل روایتی ست کہ از صادق علیہ السلام کردہ اند کہ گفت کہ ایں اول فرجی است کہ از ما غصب کردہ اند ۱۲۔

کے کر دیا جو کہ صلاحیت زوجیت کی نہیں رکھتا تھا اور جو ایمان اور زہد و تقویٰ سے بھی بری تھا پس جو الزام حضرت علی کی ذات پر (حاشا جنابہ عن ذالک) ہوا فق اصول شیعہ کے ہوتا ہے وہی حضرت عباس ان کے چچا پر ہوگا۔

(تیسری دلیل) وکیل اور مختار ہونا حضرت عباس کا حضرت کی طرف سے معاملہ تزویج میں ان روایات سے بھی ثابت ہوتا ہے پس شرعاً و عرفاً فعل وکیل عین فعل موکل ہے اس لئے جو فعل حضرت عباس کا ہے وہی فعل حضرت علی کا سمجھنا چاہیئے پس گو یہ نکاح حضرت عباس نے کر دیا ہو مگر جب کہ وہ وکیل اور مختار جناب امیر کے ہوئے تو یہ نکاح باجازت امیر کی سمجھنا چاہیئے اور اگر حضرت علی نے حضرت عباس کو اجازت نہیں دی اور وکیل نہیں بنایا تو بلا اجازت ان کے حضرت عباس کا وکیل اور مختار ہونا جائز نہ ٹھہرا اور اس سے سخت الزام حضرت عباس پر آتا اور غصب کرنے میں معین اور مددگار ہونا ان کا ثابت ہوتا ہے اور پھر نکاح کا ہونا بلا اجازت ولی کے لازم آتا ہے - اور اس کا عدم جواز شرعاً و عرفاً ظاہر ہے اور اس سے جو کچھ نتیجہ حاصل ہوتا ہے وہ عقلا کو معلوم ہے خدایا، حضرات شیعہ کو ذرا عقل و انصاف عطا فرماوے اور تھوڑی سی غیرت و شرم عنایت کرے کہ وہ ان اقوال کے نتائج پر غور کریں اور جو جو خرابیاں ان میں ہیں ان پر نظر فرماویں بارخدایا یہ کیسے دوست اہل بیت کے ہیں اور ان کی فضیلت اور بندگی کے کیسے قائل ہیں کہ ایسی باتیں ان کی طرف منسوب کرتے ہیں اور محبت کے پردے میں ان کی برائیاں بیان کرتے ہیں خدا کے لئے کوئی انصاف کی آنکھ کھول کر دیکھے کہ وہ کیا کیا تہمتیں ائمہ کے اوپر کرتے ہیں اور ذرا گوش ہوش سے پنبۂ غفلت نکال کر سنے کہ یہ حضرات کیسی برائیاں اہل بیت اطہار کی بیان کرتے ہیں (نعوذ باللہ من ہفواتہم و من سوء عقیدتہم اللھم احفظنا من شرور انفسہم و من سیئات اعمالہم) (چوتھی دلیل) اگر ہم تسلیم کریں کہ حضرت علی دل سے راضی نہ تھے کہ نکاح ہووے لیکن حضرت عباس کے سمجھانے سے راضی ہووے اور وہ رضامندی بھی کچھ خوشی سے نہ تھی بلکہ مجبوری سے تو اس سے بھی وہی الزام حضرت علی پر عائد ہوتا ہے جس کے بچانے کے لئے یہ بناوٹ کی گئی ہے یعنی خوف سے جان کے حضرت عباس کے کہنے سے یہ مجبوری قبول کر لیا اور جان بچانے کیلئے عزت دینا گوارا فرمایا (نعوذ باللہ من ذالک) اور اگر خوف جان نہ تھا تو ایسے معاملے

یں جس میں عزت وآبرو کی ہتک ہووے اور جس سے خاندان اہل بیت کو بٹہ لگے کہنا حضرت عباس کا ماننا ضرور نہ تھا بلکہ لازم تھا کہ اپنے انکار پر اصرار فرماتے اور ہزار عباس سمجھاتے ایک بات بھی ان کی نہ سنتے بلکہ صاف کہتے کہ چچا تم کو بایں بزرگی کیا ہوا ہے جو ایسی سفارش کرتے ہو اور ہمیشہ کے لئے اہل بیت اطہار میں داغ لگاتے ہو عمر ایک کافر یا منافق یا مرتد یا غاصب یا خائن ہے کیونکر مجھ سے ہو سکتا ہے کہ اپنی بیٹی وہ بھی فاطمہ کے بطن سے جس کی اولاد کو پیغمبر خدا نے اپنی اولاد فرمایا ہے اور جس کے بیٹوں بیٹیوں کو سرور انبیا نے اپنا بیٹا بیٹی کہا ہے ایک کافر یا منافق کو دے دوں اور پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور فاطمہ زہرا کی روح کو ایذا دوں اور اگر عمر فاروق رض نہ مانتے اور جبر کرنے ہی پر امادہ ہوتے تو لازم تھا کہ اسد اللہی دکھلاتے ذوالفقار کو میان سے باہر نکالتے عرش سے اتری ہوئی تلوار کے جوہر دکھلاتے مرحب وعنتر کی طرح غضب کرنیوالوں کے ایک، ایک وار میں دو دو ٹکڑے کرتے آخر وہ تلوار جن سے جبریل امین کے پر کاٹے اور وہ ذوالفقار جس نے جعفر جنی کے دو ٹکڑے کیئے کس دن کے لئے تھی اور وہ شجاعت ومردانگی جو بدر وحنین میں کفار کو دکھلائی اور وہ قوت جو جنگ خیبر میں ظاہر فرمائی کس روز کے واسطے رکھ چھوڑی تھی برائے خدا کوئی اس عقل کے دشمن فرقے سے پوچھے کہ اس سے زیادہ شیر خدا کے حق میں دوسری ہتک اور بے حرمتی کی کیا بات ہوگی کہ ان کی بنات طیبات کو بجبر واکراہ کافر فاسق لینے پر مستعد ہوں اور شیر خدا سردار اولیا سند الاصفیا سید اوصیا اسد اللہ الغالب امام المشارق والمغارب امیر المومنین علی بن ابی طالب کافروں کے قتل کرنے والے خیبر کے فتح کرنے والے ہزار جنوں کو ایک دو دستی میں زیر وزبر کرنے والے جن کی ذات خدا کی قدرت کی نشانی جن کا وجود اللہ کے جلال وعظمت کا نمونہ جن کے نام سے کفار عجم لرزاں جن کی صورت سے شجاعان عرب ترساں کیسے علی خدا کے شیر رسول کے بھائی بتول کے شوہر نامدار حسنین کے پدر بزرگوار - اشعار -

وصی نبی جفت پاک بتول — فروزندۂ شمع دین رسول
فشانندۂ جاں براہ خدا ، — نمایندۂ کفر از دین جدا
برآرندۂ عمر و مرحب زپائی — برآرندۂ باب خیبر زجائی
رہانندۂ موسیٰ از رود نیل ، — دمانندۂ گل ز نار خلیل ،

حاشیہ اگلے صفحہ پر

marfat.com

بساحل رسانندۂ فلک نوح　کشایندۂ با بہائے فتوح
ہواخواہ او جبرئیل امین،　بفرمان او آسمان و زمین،
نہ کس جز بنی ہم ترازوے او　قوی دست قدرت زبازوی او

باایں ہمہ شجاعت و ہیبت اور باایں جلال و عظمت ایک عمرؓ کے ڈرانے سے ڈر جاویں اور کچھ چون و چرا نہ کریں اور عار و ننگ کو اپنے اوپر گوارا کر لیں اور بلا رضامندی اپنے اس کے گھر اپنی لخت جگر نور نظر کو جانے دیں تف ایسے عقیدے پر اور نفرین ایسی تہمت پر۔ شعر۔

گر مسلمانی ہمیں ست کہ حافظ دارد　وای اگر از پس امروز بود فردائی،

(پانچویں دلیل) دیکھنے سے کتب معتبرۂ شیعہ کے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ صلاحیت وکالت جناب امیر کی نہ رکھتے تھے کیونکہ وہ حضرت علی کے نزدیک خوار و ذلیل تھے اگرچہ ہمارا یہ لکھنا حضرات شیعہ کو ناگوار گزرے اور ناواقفوں کو باعث حیرت و تعجب ہوگا لیکن ہمارا قصور نہیں ہے ہم یا ہمارے علماء معاذ اللہ ان کی نسبت ایسا نہیں کہتے بلکہ حضرات شیعہ کے محدثین اور مجتہدین ان کا حضرت علی کے نزدیک خوار و ذلیل ہونا بیان کرتے ہیں چنانچہ علامہ طبرسی علمائے شیعہ سے اپنی کتاب احتجاج میں حضرت علی مرتضیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ ذہب من کنت اعتضد بہم علی دین اللہ اہل بیتی وبقیت بین حضرین قریبی العہد بجاہلیۃ عقیل وعباس (کہ وہ لوگ میرے اہلبیت کے جاتے رہے جن کی قوت کا خدا کے دین میں مجھے بھروسہ تھا اور اب صرف دو خوار و ذلیل قریب زمانہ جاہلیت کے رہ گئے ہیں یعنی عقیل اور عباس پس حضرت علی ان کو خوار و ذلیل کہتے اور ان کو جاہل سمجھتے تو کیونکر اپنا وکیل ایسے اہم معاملے میں کرتے اور کس لئے ان کی بات ایسے بڑے معاملے میں سنتے اور کیوں ان کے کہنے پر چلتے شاید حضرات شیعہ نے اسی واسطے حضرت عباس کے اوپر بار نکاح کرا دینے کا رکھ دیا ہے کہ وہ بقول مرتضوی خوار و ذلیل تھے اسی واسطے ایسی ذلت کی باتیں کیا کرتے مگر تعجب ہے کہ حضرت امیر علیہ السلام سے کہ انہوں نے ایسے ذلیلوں کی بات کیوں سنی اور کیوں ان کے کہنے پر عمل فرمایا یہ کوئی شیعہ خیال نہ کرے کہ فقط خوار و ذلیل کہہ دینے پر جناب امیر نے قناعت کی ہے بلکہ اگر ان کی کتب معتبرہ سے ڈھونڈھا جاوے تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امیر نے اپنے

حاشیہ صـ ۲۱۵ حملۂ حیدری جلد اول مطبع سلطانی صفحہ ۵ سطر ۳ مطبوعہ ۱۲۶۶ہجری۔

اور پیغمبرؐ کے چچا عباس کو صاف گالیاں سنائی ہیں اور معاذ اللہ توبہ توبہ نقل کفر کفر نباشد جناب امیرؑ نے حضرت عباس کو ولد الزنا بتایا ہے اگر کسی کو شک ہو وے وہ روضہ کلینی اور حیوٰۃ القلوب کو ملاحظہ کرے۔ مولانا و بالفضل اولانا مولوی علی بخش خاں صاحب اپنے ایک رسالے میں اس کی نقل کرتے ہیں اس سے ہم منتخب کر کے مشتاقین کو سناتے ہیں وہو ہذا ملا باقر مجلسی نے حیوٰۃ القلوب میں لکھا ہے (کہ ابو جعفرؒ طوسی بہ سند معتبر روایت کردہ از امام صادق کہ فضیلہ مادر عباس کنیز مادر زبیر و ابو، طالب و عبداللہ ابنائے عبدالمطلب بود و عبدالمطلب با او مقاربت کردہ کہ عباس از آں بہم رسید زبیر با عبدالمطلب دعوٰی کرد و بہ پرخاش برآمد کہ ایں کنیز از مادر ما بما بمیراث رسیدہ است تو بے رخصت او با مقاربت کردی و ایں فرزندی کہ بہم رسید یعنی عباس بندہ ماست پس عبدالمطلب اکابر قریش را بہ شفاعت نزد وی فرستاد کہ تا آنکہ زبیر راضی شد کہ دست از عباس بردارد بشرطیکہ نامہ نوشتہ شود کہ عباس و فرزندانش در مجلسی کہ ما و فرزندان ما نشستہ باشند نہ نشینند و در ہیچ امری با ما شریک نشود و حصۂ نبرد پس بایں مضمون نامہ نوشتہ شد و اکابر قریش مہر کردند و ایں نامہ نزد ائمہ علیہم السلام بود) پس اس روایت سے صاف ثابت ہوا کہ حضرت عباس معاذ اللہ کنیزک زادے اور اور توبہ توبہ ولد الزنا تھے اور ان کی کنیزک زادگی وغیرہ کی سند مہری دست خطی ائمہ کے پاس موجود تھی شاید اسی سبب سے حضرت عباس نے حضرت علیؑ کو ایسا ذلیل کیا کہ ان کی بیٹی ام کلثوم کا بہ جبر و اکراہ نکاح عمر کے ساتھ کر دیا۔ اور جب کہ بروایت اہل تشیع حضرت

[1] جعفر طوسی نے معتبر اسناد کے ساتھ بحوالہ امام جعفر صادقؒ تحریر کیا ہے کہ عباس کی والدہ فضیلہ در اصل زبیر ابو طالب اور عبداللہ فرزندان عبدالمطلب کی والدہ کی کنیز (لونڈی) تھیں، جن سے عبدالمطلب نے ہم بستری کی اور ان سے عباس پیدا ہوئے زبیر نے اپنے والد عبدالمطلب سے بطور پرخاش کہا اور اس لونڈی کو ہماری والدہ کے برابر میراث مل گئی اور آپ نے میری والدہ کی اجازت کے بغیر اس لونڈی سے مقاربت کی اور اس کا جو بیٹا عباس ہے وہ ہمارا غلام ہے اس پر عبدالمطلب نے معززین قریش کو بیچ میں ڈالا تھا تا آنکہ زبیر اس امر پہ راضی ہو گئے کہ وہ عباس سے دست بردار ہو جائیں گے بشرطیکہ ایک اقرار نامہ لکھ دیا جائے کہ جس مجلس میں ہم زبیر اور ہمارے فرزند بیٹھے ہوں وہاں عباس اور ان کے فرزند نہ بیٹھیں گے اور ہمارے (زبیر کے) کسی کام میں شریک و دخیل نہ ہوں گے اور کسی قسم کے حصہ کا مطالبہ نہیں کریں گے غرضیکہ اس مضمون کا ایک اقرار نامہ عباس نے تحریر کیا جس پہ معززین قریش نے مہر کی اور یہ اقرار نامہ آئمہ کے پاس تھا۔

marfat.com

عباس کی نسبت ولدالزنا ہونا (حاشا جنابہ عن ذلک) ثابت ہوا تو لامحالہ ان کا دشمن اہل بیت ہونا بھی لازم ہوا اس لئے کہ ہزارہا احادیث اور اقوال سے ثابت ہے کہ نہ ولدالزنا کا کوئی عمل مقبول ہے نہ وہ کبھی دوستی ساتھ اہل بیت کے رکھے گا کما اس کو ہم بحارالانور اور علل الشرائع اور احتجاج طبرسی اور تالیفات قاضی نوراللہ شوستری سے آئندہ ثابت کریں گے انشاءاللہ تعالیٰ لیکن یہ بات ایسی مشہور ہے کہ عوام و خواص مومنین اس سے واقف ہیں ان کے بچوں کی زبان پر یہی کلمہ جاری ہے کما قال قائلہم۔ شعر۔

محبت شہ مردان مجو ز بے پدرے　　　کہ دست غیر گرفتہ است پای مادر او

کوئی صاحب مومنین سے یہ شبہ نہ کریں کہ یہی ایک روایت حضرت عباس کی نسبت ہوگی بلکہ علاوہ اس کے بہت سی احادیث و اخبار اُن کی شان میں موجود ہیں چنانچہ ملا باقر مجلسی حیٰوۃ القلوب میں بہ سند معتبر فرماتے ہیں۔ (کہ حضرت امام زین العابدین فرمود کہ در حق عبداللہ بن عباس و پدرش ایں آیہ نازل شد من کان فی ہذہ اعمےٰ فھو فی آلاٰخرۃ اعمیٰ) پس اب تو صاف باپ بیٹے دونوں کا دنیا و عاقبت میں اندھا ہونا ان کی کتابوں سے نکل آیا بلکہ خدا کی شہادت سے ان دونوں یعنی عباس اور ان کے بیٹے عبداللہ کا اعمیٰ اور بے بصیرت ہونا ثابت ہوگیا استغفراللہ استغفراللہ تشیع بھی عجیب مذہب ہے جس کے تیر ملامت سے کوئی نہیں بچا اصحاب کو تو کافر اور منافق پہلے ہی بنا چکے اہل بیت رہ گئے تھے وہ بھی لعن وطعن سے نہ بچے خدایا تشیع دین و مذہب ہے یا الحاد و زندقہ ہے جس کے بانی نہ رسول کا خیال کرتے ہیں نہ اہل بیت کا لحاظ رکھتے ہیں نہ اصحاب کو برا بھلا کہنے سے چھوڑتے ہیں نہ حضرت کے قریبوں کو لعن و ملامت سے محفوظ رکھتے ہیں پس جو سامنے آیا اسی کو برا بھلا کہنا شروع کیا، جس کا ذکر آیا اسی پر تبرا کرنے لگے کسی کو صراحتاً کافر بنایا کسی کو اشارتاً منافق کہا، کسی کو یقیناً فاسق ٹھہرایا کسی کو ولدالزنا کسی کو اندھا فرمایا واہ کیا دین ہے اور کیا مذہب جس کے طعن و تشنیع سے کوئی نہ بچا تو ایسے باحیا فرقے کی شکایت ہم صرف اصحاب کے برا کہنے پر کیا کریں۔ شعر

لہ امام زین العابدین کا بیان ہے کہ یہ آیت من کان فی ہذہ اعمیٰ فھو فی الآخرۃ اعمیٰ (جو دنیا میں اندھا آخرت میں بھی اندھا ہوگا۔) عبداللہ ابن عباس اور ان کے والد کے حق میں نازل ہوئی ہے

marfat.com

گھائل ترے نظر کا نبوع دگر ہر ایک زخمی کچھ ایک بندۂ درگاہ ہی نہیں

اگر کوئی مومن حضرت عباس کے اور فضائل اور کمالات کو اس روایت کے معارضہ میں پیش کرے اور اس زخم پر مرہم رکھے تو اس کو چاہیئے کہ اس خیال محال سے درگزرے اور ملا باقر مجلسی کے فیصلے کو جو حیٰوۃ القلوب میں انہوں نے کر دیا ہے دیکھ لے کہ وہ فرماتے ہیں (کہ بدانکہ درباب احوال عباس ومدح وذم او احادیث، متعارض ست و اکثر علما بخوبی او میل نمودہ اند وانچہ از احادیث ظاہر میشود آں ست کہ او در مرتبہ کمال ایمان نہ بودہ است) پس ملا صاحب نے سب جھگڑا قصہ ہی طے کر دیا اور حضرت عباس کے ناقص الایمان ہونے پر فتویٰ دے دیا شاید ان کے نقص ایمان کا سبب سب سے زیادہ یہی تصور کیا گیا ہو کہ انہوں نے ام کلثوم کا نکاح حضرت عمرؓ کے ساتھ کرا دیا۔

(چھٹی دلیل) اگرچہ حضرات شیعہ نے واسطے جواز نکاح کے اسلام ظاہری سے حضرت عمرؓ کا اقرار کیا اور ان کو متمسک بکمال شریعت قرار دیا لیکن (ولا یصلح العطار ما افسدہ الدہر) جو رخنہ حضرت عمرؓ کے ایمان میں ان کے بزرگوں نے ڈالا ہے وہ اب ان کے بند کرنے سے بند نہیں ہوتا اور بغیر ترک مذہب تشیع کے اور اقرار فضیلت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس نکاح کا جواز موافق اصول مذہب شیعہ کے ثابت نہیں ہو سکتا اس لئے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ موافق عقائد شیعوں کے ایمان اور اسلام سے بے بہرہ تھے اور معاذ اللہ منافق اور مرتد تھے اور وہ دشمن اہل بیت کے اور ناصبیوں کے پیشوا تھے اور ناصبیوں کے ساتھ نکاح مومنہ کا جائز ہی نہیں ہے پس نکاح حضرت عمر کا کہ جو کفر اور نفاق اور عداوت اہل بیت میں سب سے بڑھ کر تھے ساتھ ام کلثوم کے جو عزت اور بزرگی اور سیادت میں تمام جہان سے بہتر تھیں کیونکر جائز ہوتا چنانچہ ان دونوں امروں کو ہم کتب شیعہ سے ثابت کرتے ہیں۔ امر اول حضرت عمرؓ کا مومن نہ ہونا امر دوم ناصبی کے ساتھ نکاح مومنہ کا جائز نہ ہونا۔ (امر اول) کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مطابق اصول شیعہ کے مومن نہ تھے، کافر اور منافق اور دشمن اہل بیت کے تھے ایسا صاف کھلا ہوا ہے کہ حاجت سند اور دلیل شاہد کی نہیں ہے لیکن عبرتاً للناظرین دو ایک روایتیں ان کے یہاں کی بیان کرتے ہیں

ملہ عباس کے حالات کے متعلق تعریف و مذمت دونوں طرح کی احادیث ہیں اکثر علماء نے بخوبی اس جانب توجہ نہیں کی۔ اور احادیث سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ عباس مکمل طور پر صاحب ایمان نہ تھے۔

marfat.com

(روایت اول) زاد المعاد میں ملا باقر مجلسی حذیفہ بن الیمان سے نقل کرتے ہیں کہ جب میں نے، فضائل روز قتل عمر کے حضرت پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثنا کی زبان سے سنے تب سے میں ان کے کفر پر یقین رکھتا تھا چنانچہ عبارت اس کتاب کی بلفظہ یہ ہے "حذیفہؓ گفت پس برخاستم وبرخاست حضرت رسولؐ خدا وبخانۂ ام سلمہ رفت ومن برگشتم وصاحب یقین بودم در کفر عمر تا آنکہ بعد از وفات حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم دیدم کہ او چہ فتنہا برانگیخت وکفر اصلی خود را اظہار کرد واز دین برگشت ودامان بے حیائی ووقاحت برائے غصب امامت وخلافت بر زد وقرآن را تحریف کرد وآتش در خانۂ وحی ورسالت زد وبدعتہا در دین خدا پیدا کرد وملت پیغمبر را تغیر داد وسنت آنحضرت را بدل کرد ونصاریٰ ومجوس را از خود راضی کرد ونور دیدۂ مصطفیٰ را بخشم آورد وتدبیر کشتن امیر المومنین کرد وجور وستم در میانۂ مردم علانیہ کرد وہر چہ خدا حلال کردہ بود حرام کرد وہر چہ حرام کردہ بود حلال کرد۔

غرضیکہ اس روایت سے صاف کفر حضرت عمرؓ کا (نعوذ باللہ من ذالک) ثابت ہوا اور ان کا کفر اصلی کا ظاہر کرنا اور مرتد ہو جانا اور قرآن کا تحریف کرنا اور انصاریٰ اور مجوس کو راضی کرنا ثابت ہوا تو اب وہ دعویٰ جو بعض مجتہدین نے کیا تھا کہ وہ اسلام کے دائرے سے خارج نہیں ہوئے باطل ہوا۔

(روایت دوم) ملا باقر مجلسی رسالہ رجعیۃ میں لکھتے ہیں کہ امام مہدی علیہ السلام نے ایک سائل کے جواب میں فرمایا کہ ابوبکر وعمر بظاہر کلمہ گو تھے اور بطمع دنیا اسلام کے مظہر ہوئے تھے جب انہوں نے دیکھا کہ پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثنا نے ان کو کوئی حکومت نہ دی تب پیغمبر صاحب کے قتل وہلاک پر امادہ ہوئے وہو ہذہ عبارتہ بلفظہ ازکیشاں،

۱؎ حذیفہ کا بیان ہے کہ میں اور رسول اللہ اٹھے رسول اللہ تو ام سلمہ کے گھر میں چلے گئے اور میں واپس ہو گیا۔ مجھے عمر کے کافر ہونے کا یقین تھا۔ یہاں تک کہ رسول اللہؐ کی وفات کے بعد میں نے دیکھا کہ عمر نے کیسے کیسے فتنے اٹھائے۔ اپنے اصلی کفر کو ظاہر کیا اسلام سے برگشتہ ہوا۔ امامت وخلافت کے غصب کرنے کے لئے بے حیائی کا دامن پھیلا کر قرآن میں تحریف کی فاطمہ کے گھر کو آگ لگائی۔ اللہ کے دین میں بدعتیں پیدا کیں۔ رسول اللہ کے طرز حکومت کو متغیر کیا ان کی سنتوں کو بدلا عیسائیوں اور آتش پرستوں کو اپنا ہم نوا بنایا حضرت فاطمہ کو غضبناک کیا امیر المومنین علی کو مار ڈالنے کی تدبیر کی عوام پر علانیہ جور وستم کئے۔ اللہ کے حرام کو حلال اور حلال کو حرام قرار دیا۔

۲؎ ابوبکر وعمر دونوں نے یہودیوں کے کہنے سے بظاہر کلمہ پڑھا تاکہ رسول اللہ ان کی حکومت وولایت دے دیں اور یہ دونوں باطنی طور پر کافر تھے۔

marfat.com

(یعنی ابوبکرؓ و عمرؓ) از روی گفتہ یہود بہ ظاہر کلمتین گفتند از برای ایں کہ شاید ولایتی و حکومت حضرت بایشاں بدہد در باطن کافر بودند چوں در آخر مایوس شدند با منافقان بر بالای عقبہ رفتند و دہنہای خود را بستند کہ کسی ایشاں را نشاسد و بہا انداختند کہ شتران حضرت را مہ دہنند حضرت را ہلاک کنند پس خدا جبرائیل فرستاد پیغمبر خود را از شر ایشاں حفظ کرد) پس اس نزل سے شیعوں کے امام مہدی کے ثابت ہوا کہ شیخین پیغمبر کے سامنے ہی بسبب مایوسی کے درپے قتل رسول ہو گئے تھے اور حضرت کے ہلاک کرنے کی تدبیر کر چکے تھے تو جو شخص پیغمبر خدا کے قتل پر مستعد ہو ئے اس سے زیادہ کفر اور کس کا ہو گا اور جب یہ جرم حضرات شیخین پر امام مہدی فرضی کی زبان سے ثابت ہو گیا تو امام کے قول کو کون رد کر سکے گا۔ (روایت سوم) ملا باقر مجلسی نے بحار الانوار میں ایک حدیث کافی کی نقل کی ہے جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جو نص جلی امامت مرتضوی کا منکر ہے وہ کافر ہے اور واجب القتل ہے چنانچہ ہم اس حدیث کو استقصا الافحام سے نقل کرتے ہیں (بیان قولہ علیہ السلام من ان یرتدوا عن الاسلام اے عن ظاہرہ والتکلم بالشہادتین فالبقاء ہم علی ظاہر الاسلام کان صلاحاً للامتہ لیکون لہم لاولادہم طریق الی قبول الحق والدخول فی الایمان فی کرد الازمان وہذا لانیا فی ما مر د سیأتی ان الناس ارتدوا الاثلثہ لان المراد فیہا ارتدادہم عن الدین واقعاد ہذا محمول علی لقاءہم علے صورۃ الاسلام وظاہرہ وان کانوا فی اکثر الاحکام الواقعیۃ فی حکم الکفار وخص ہذا بمن لم یسمع النص علے امیر المومنین علیہ السلام ولم یبغضہ ولم یعاوہ فان من فعل شیئاً من ذلک فقد انکر قول النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وکفر ظاہراً ایضاً ولم یبق لہ شیٔ من احکام الاسلام دوجب قتلہ) انتہی بلفظہ یعنی یہ فرمایا ہے حضرت امام ابوجعفر علیہ السلام نے کہ جناب امیر علیہ السلام نے دعوی امامت کا اس خوف سے نہ کیا کہ ایسا نہ ہو کہ اصحاب اس کو نہ قبول کریں اور اسلام چھوڑ دیں اور مرتد ہو جاویں اور مرتد ہو جانے سے غرض یہ ہے کہ ظاہر اسلام چھوڑ دیں اور کلمہ شہادت سے منکر ہو جائیں اس لئے ان کا اسلام ظاہری پر

(بقیہ حاشیہ صفحہ) جب مایوس ہو گئے تو منافقوں کے ساتھ عقبہ کے بالائی حصہ میں اس طرح پہنچے کہ ڈھاٹا باندھ رکھا تھا تاکہ کوئی انہیں شناخت نہ کر سکے اور یہاں پہنچ کر رسیاں وغیرہ راستہ میں ڈالدیں تاکہ آپ کے اونٹوں کو قابو میں کریں اور اس طرح رسول اللہ کو ہلاک کر دیں اس نوبت پر اللہ نے جبرئیل کے ذریعہ آپ کو اطلاع دی اور آپ کو ان کی ایذا رسانی سے بچا لیا

باقی رکھنا امت کے حق میں بہتر تھا تاکہ شاید وہ یا ان کی اولاد میں سے کوئی حق کو قبول کرکے اور کسی آیندہ زمانے میں مومن ہو جاوے اور یہ مخالف اس روایت کے نہیں ہے کہ سب اصحاب مرتد ہو گئے تھے مگر تین اس لئے کہ مراد اس ارتداد سے ارتداد واقعی ہے اور ارتداد جس کا ذکر امام نے کیا نہ پھرنا ان کا ظاہری اسلام کی نظر سے ہے اگرچہ وہ اکثر احکام واقعی میں حکم کفار میں داخل تھے لیکن یہ اسلام ظاہری بھی صرف انہیں لوگوں کی کی نسبت ہے جنہوں نے نص امامت امیر المومنین علیہ السلام کو نہیں سنا اور ان سے دشمنی اور عداوت نہیں رکھی اور جس نے نص امامت سن کر اس سے انکار کیا یا عداوت رکھی تو اس نے پیغمبر خدا صلوات اللہ علیہ کے قول سے انکار کیا اور ظاہر میں بھی کافر ہو گیا اور کوئی حکم اسلام کا اس کے لئے باقی نہیں رہا اور اس کا قتل کرنا واجب ہو گیا فقط اور صاحب استقصاء الافحام اس حدیث کے لکھنے کے بعد خود یہ فرماتے ہیں کہ لاغرض نہ از نقل این عبارت محض اثبات این معنی ست کہ صاحب بحار ثلثہ و اتباع ایشان را کافر و مرتد می داند پس البتہ این معنی بسر و چشم مقبول ست اصلا جاری استنکاف و انکار نیست پس باقرار صاحب بحار الانوار اور صاحب استقصاء کے کافر ہونا خلفاء ثلثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ثابت ہوا اور ان کا اسلام ظاہری بھی ان کے قول سے جاتا رہا تو اب درمیان ایمان و کفر کے کوئی واسطہ تیسرا جس کو اسلام کے نام سے تعبیر کرتے ہیں باقی نہ رہا اور جب کافر ہونا ان کا نعوذ باللہ ثابت ہوا تو نکاح ام کلثوم کا کافر کے ساتھ لازم آیا تو اب کہاں رہا قول سید مرتضیٰ علم الہدیٰ کا جو انہوں نے شافی اور تنزیہ الانبیاء میں فرمایا ہے حضرت عمر مظہر اسلام اور متمسک بتمام شریعت تھے اس واسطے ان کے ساتھ نکاح کر دینے میں کچھ خلل دینی نہ تھا اور باطل ہو گیا قول صاحب نزہۃ اثنا عشریہ کا جو انہوں نے جواب میں تحفہ کے فرمایا ہے کہ کسی امامیہ کا قول نہیں ہے کہ حضرات علیہم السلام نے اپنی بیٹی کافر کو دی ہو بلکہ بدعتی اور مظہر اسلام اور منافق کو دی ہے اور ممنوع اور حرام نکاح کرنا ساتھ مشرک کے ہے نہ کہ بدعتی اور منافق کے اس لئے کہ ان کے امام فرضی کی زبان سے موافق روایت بحار الانوار کے صاف کفر خلفاء ثلثہ کا اور واجب القتل ہونا ان کا ثابت ہوتا ہے عجب حال

لہ یہاں اس عبارت کی نقل صرف اس امر کے ثبوت کے لئے ہے کہ مؤلف بحار الانوار نے اصحاب ثلاثہ اور ان کے متبعین کو کافر و مرتد قرار دیا ہے اور یہ معنی ہمارے سر آنکھوں پر اس کے قبول کرنے میں کسی قسم کا ننگ و عار اور انکار نہیں ہے۔

ہے علمائے شیعہ کا کہ جب جیسا موقع ہوتا ہے ویسا ہی کہنے لگتے ہیں جیسی ضرورت ہوتی ہے ویسی ہی حدیثیں بنا لیتے ہیں کبھی تو حضرت عمر کو کافر اور منکر اسلام اور واجب القتل کہتے ہیں کبھی ان کو مظہر الاسلام اور متمسک سائر الشریعت فرماتے ہیں جو کہ امر اول یعنی کفر حضرت عمر کا ونعوذ باللہ منہ موافق روایات صحاح اہل تشیع کے ثابت ہو گیا اب ہم کو اس امر کی ضرورت باقی نہیں رہی کہ ہم اس مسئلے کو ثابت کریں کہ نکاح مومنہ کا ساتھ ناصبی کے گو وہ مظہر اسلام ہو جائز نہیں ہے لیکن تاکہ وہ لوگ جو ان روایات کو غلط سمجھیں اور کفر ظاہری کے قائل نہ ہوں اور اسلام کا حکم حضرت عمر پر جاری رکھیں موافق اپنے اصول کے اس نکاح کو جائز نہ سمجھیں ہم اس مسئلہ کو بھی بیان کرتے ہیں۔ امر دوم یعنی نہ جائز ہونا نکاح مومنہ کا ساتھ ناصبی کے روی الکلینی عن الفضیل بن یسار قال سألت ابا عبداللہ عن نکاح الناصب فقال لا واللہ ما یحل قال فضیل ثم سألته مرة اخریٰ فقلت جعلت فداک ما تقول فی نکاحهم قال والمرأة العارفة قال العارفة لا توضع الا عند عارف) کلینی میں روایت ہے کہ فضیل کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ ناصبی کا نکاح جائز ہے تو حضرت نے فرمایا کہ خدا کی قسم ہرگز حلال نہیں ہے پھر دوسری مرتبہ میں نے پوچھا تو امام نے فرمایا کہ عورت عارفہ ہے یعنی مومنہ ہے میں نے کہا ہاں تب امام نے فرمایا کہ عارفہ نہیں رہیگی مگر پاس عارف کے یعنی مومنہ کا مومن کے نکاح میں ہونا چاہیئے پس اس روایت سے صاف ثابت ہو گیا کہ حضرت امام کے ارشاد کے مطابق نکاح عارفہ کا نہیں جائز ہے مگر ساتھ عارف کے پس یا حضرت عمر کو مومن اور عارف کہیں یا حضرت ام کلثوم کو ایمان اور معرفت کے دائرے سے خارج کریں ونعوذ باللہ منہ غرض کہ اب موافق قول امام کے سوائے ان دو حالتوں کے تیسری حالت متصور باقی نہیں رہی حقیقت یہ ہے کہ اس قول سے امام کے حضرت عمر کا عارف اور کامل الایمان ہونا ثابت ہوتا ہے اس، لئے کہ اگر وہ ایسے نہ ہوتے تو ام کلثوم کا نکاح حضرت امیر ان کے ساتھ کسی حالت میں گو کہ اس کو حضرات شیعہ جبر واکراہ سے تعبیر کریں نہ ہونے دیتے کیا جناب امیر اس آیت کے مضمون سے واقف نہ تھے اَلْخَبِيْثَاتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثَاتِ وَالطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبَاتِ :- اور کیا حضرت علی اس حدیث سے جو امام جعفر صادق نے فرمائی منکر تھے کہ (العارفة لا توضع الا عند عارف) پس باوجود ہونے ایسی

marfat.com

آیت اور قول امام کے کیونکر حضرت علی اس کے خلاف کرتے جب کہ ہم اس امر کو ثابت کر چکے کہ یہ نکاح بجبر واکراہ نہیں ہوا تو ہم کو ضرورت اس قول ناپاک سے بحث کرنے کی نہیں رہی جس کو علماء شیعہ نے امام کی طرف منسوب کیا ہے کہ امام نے فرمایا کہ (ہو اوّل فرج غصبت منا) یہ پہلی شرمگاہ ہے جو غصب کی گئی لیکن عبرتاً للسامعین اس کو بھی بغیر بحث کے چھوڑنا مناسب نہیں سمجھتے پوشیدہ نہ رہے کہ محدثین شیعہ روایت کرتے ہیں کہ امام صادق علیہ السلام سے کسی نے اس نے اس نکاح کی نسبت سوال کیا تو امام نے فرمایا کہ (ہو اول فرج غصبت منا) صاحب تحفہ قدس سرہ اس بحث میں لکھتے ہیں (سبحان اللہ[1] چہ کلمہ الیست کہ از زبان ایشاں بر مے آید نزدیک ست کہ آسمان فرو افتد و زمین بشگافد اول در حق آں سیدہ پاک بضعۃ الرسول فلذہ کبد البتول چہ فحش و سوء ادب ست و کدام خصلت خبیثہ را بدامن پاک آں طاہرہ مطہرہ می بندند دیگر در حق حضرت امیر و حضرت حسنین چہ قدر بے حفاظتے و بے ناموسی ثابت می کنند و در حق حضرت صادق کہ ایں کلمہ بر آنجناب تہمت می نمایند چہ قدر بے حمیتی و بے غیرتے اعتقاد دارند ایں لفظ را اول بزرگاں بر زبان نمی آرند علی الخصوص ذکر ایں عضو مستور الاسم والمسمی انا قارب بلکہ بزرگان خود امر الیست کہ ارا ذل و او باش نیز احتراز واجب می دانند) اس کا جواب علامہ کشمیری نے تنزیہہ میں چند طرح پر دیا ہے۔ کما قال (مردود ست بچند وجہ اول آں کہ بر تقدیر تسلیم صحت روایت و محفوظ بودن آں انچہ افادہ فرمودہ تسویل و تحویل بیش نیست) اس عبارت سے علامہ کشمیری کی معلوم ہوتا ہے کہ اس روایت کی صحت ان کے نزدیک مسلم نہیں ہے حالانکہ بر تقدیر تسلیم صحت کہنا عوام کو دھوکا دینا ہے اس لئے کہ یہ

---

[1] واہ! کیسی بات زبان سے نکالتے ہیں۔ قریب ہے کہ آسمان گر پڑے اور زمین پھٹ جائے۔ اس میں پہلی بات تو یہ کہ حضرت فاطمہ کی جگر گوشہ (ام کلثوم) کے بارے میں فحش و بے ادبی ہے اور دشمنی اس پاکیزہ سے کتنی بری خصلت منسوب کرتے ہیں اور دوسری بات یہ کہ جناب امیر و حسنین رض کی بے غیرتی و عدم حفاظت ثابت کرتے ہیں اور حضرت صادق کے حق میں تہمت لگاتے ہیں اور بے حمیتی و بے غیرتی کے معتقد ہیں۔ اس قسم کی گفتگو گزشتہ کے بزرگ اپنی زبان پہ نہ لاتے خاص کر شرمگاہ کا لفظ تو انہوں نے کہا ہی نہیں۔ اور پھر بزرگوں کا معمول رہا کہ اوباش اور کمینوں سے خود علیحدہ رہنا واجب و ضروری سمجھتے تھے کہ یہ چند وجوہ سے مردود و ناقابل قبول ہے اول یہ کہ بنا بر تسلیم و قبول صحت روایت اور پھر اس کا اس طرح محفوظ رہنا کہ احادیث ہر صرف شیطانی فریب اور مکاری ہے۔

حدیث چند طرح سے موافق اصول شیعہ کے ثابت ہے اول یہ حدیث کافی کلینی میں جس کو حضرات شیعہ اصح الکتب کہتے ہیں انہیں الفاظ سے امام صادق سے مروی ہے۔ دوسرے، قاضی نور اللہ شوستری نے مصائب النواصب میں اس حدیث کو چند جگہ نقل کیا ہے چنانچہ جہاں بحث فاروق وام کلثوم کی لکھی ہے اس کی بحث نجم میں چند جگہ اس کا ذکر کیا ہے۔ اور کسی جگہ اس سے انکار نہیں کیا۔ چنانچہ ترجمہ فارسی اس کا کما ہو منقول فی ازالۃ العین یہ ہے (واما خامساً بواسطہ آں کہ قول امام صادق علیہ السلام کہ ایں اول فرجی ست کہ غصب کردہ شد، ازما مستلزم وقوع زنا نیست) اور پھر اسی بحث میں قول صاحب الاستغاثہ کو نقل کرکے اس طرح فرماتے ہیں وترجمۃ فی الفارسیہ ہکذا (خبر دادہ اند مارا جماعتے[1] از مشائخ ثقات ما از ایشاں جعفر بن محمد بن مالک کوفی ست از احمد بن فضل از محمد بن ابی عمیر از عبداللہ بن سنان گفت سوال کردم جعفر بن محمد صادق را علیہ السلام از تزویج عمر از ام کلثوم پس گفت ایں اول فرجی است کہ غصب کردہ شدہ ازما) اور بعد اس کے پھر قاضی صاحب لکھتے ہیں کہ (مشاکل[2] روایتی ست کہ از صادق علیہ السلام کردہ اند کہ گفتہ کہ ایں اول فرجی ست کہ ازما غصب کردہ اند) اور پھر جہاں جناب امیر علیہ السلام کے صبر اور تحمل پر وصیت رسول کا ذکر کیا ہے وہاں قاضی صاحب موصوف فرماتے ہیں وترجمتہ فی الفارسیہ ہکذا (چوں عمر[3] خواستگاری ام کلثوم نمود علی متفکر شد وگفت اگر مانع شوم او قصد قتل من خواہد کرد و اگر قصد قتل من کند ومما نعت کنم اولا از نفس خود بیروں روم از اطاعت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پس تسلیم ابنتہ دریں حال اصلح بود از قتل او و بیروں رفتن از وصیت رسول خدا پس تفویض نمود، امر او را

---

[1] پانچویں یہ کہ امام صادقؓ کا یہ کہنا کہ یہ پہلی شرمگاہ ہے جو ہم سے زبردستی لی گئی ہے یہ واقعہ ہماری ناخوشی کو ظاہر کرتا ہے۔ [2] معتبر بزرگوں کی ایک جماعت نے ہمیں بتایا ہے کہ جعفر بن مالک کوفی نے احمد بن فضل کے ذریعہ محمد بن ابی عمیر کے واسطہ سے عبداللہ بن سنان کی زبانی بیان کیا کہ ام کلثوم کی عمر سے شادی کرنے کے بارے میں جعفر بن محمد صادقؒ سے میں نے دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ یہ پہلی شرمگاہ ہے جو ہم سے زبردستی چھینی گئی۔ [3] یہ مشاکل روایت صادقؒ سے ہے کہ آپ نے فرمایا کہ یہ پہلی شرمگاہ ہے جو ہم سے زبردستی چھینی گئی۔ [4] جب عمر نے ام کلثوم کو مانگا تو علی متفکر ہوئے اور کہا کہ اگر منع کردوں تو یہ مجھے قتل کردیگا اور اگر میں اسے قتل کردوں تو اپنے نفس کی خاطر رسول اللہ کی اطاعت سے خارج ہوتا ہوں اس حالت میں سر تسلیم خم کرکے اس کام کو اللہ کے حوالے کردیا اور معلوم ہے کہ عمر مسلمانوں کا مال غصب کیا حق کے جاننے سے انکار کیا رسول اللہ کی جگہ بیٹھا۔ احکام الہی میں تغیر کیا اور یہ تمام امور اللہ کے نزدیک ایک شرمگاہ غصب کرنے کی بہ نسبت زیادہ قبیح ہیں اس لئے علی نے صبر کیا۔

نجداد دانستہ بود کہ آنچہ عمر غصب کرد از اموال مسلمانان و ارتکاب کرد از انکار حق او و تعود بجای رسول خدا و تغیر احکام الہی و تبدیل فرائض خدا چنانچہ گزشت اعظم ست نزد حق تعالیٰ واقطع واشنع ست از اغتصاب این فرج پس تسلیم کرد و صبر نمود) اور علاوہ اس کے اور طرق متکثرہ سے ثبوت ان الفاظ کا ہوتا ہے پس علامہ کشمیری کا بر تقدیر تسلیم صحت کہنا صرف دھوکہ دینا ہے جو کہ شعار قدیم علمائے متقدمین شیعہ کا ہے اگر یہ الفاظ امام نے نہیں فرمائے اور ان کی کتابوں میں مذکور نہ تھے تو چاہیئے تھا کہ صاف انکار کرتے اور اگر مذکور تھے تو اس کا اقرار کرتے بر تقدیر تسلیم صحت کہنا کیا معنی۔ غرض اس حدیث کی صحت میں کچھ شک و شبہ نہ رہا اب ہم توجیہ اور تاویل علماء شیعہ کی جو اس لفظ کی نسبت ہے بیان کرتے ہیں علامہ کشمیری نزہہ میں لکھتے ہیں کہ (مراد ازیں کلام آنست کہ این نکاح اول نکاحیست کہ از خاندان[1] عالیہ بغیر طیب خاطر اولیا بطریق اجبار واکراہ بنابر مصلحت وقت واقع شدہ و بسبب وقوع آں باجبار واکراہ تعبیر ازاں بغصب فرمودہ اند و دریں معنی ہیچ گونہ شناعتی نیست دمع وضوح المرام لاعبرۃ بالالفاظ عقد نکاحیکہ بغیر طیب خاطر باشد اصلا مستلزم زنا نیست خلاصہ اس توجیہ کا یہ ہے کہ غصب بمعنی عدم رضا کے ہے اور مطلب (اول فرج غصب منا) جو امام نے فرمایا ہے یہ ہے کہ یہ پہلا نکاح ہے کہ خاندان اہلبیت اطہار سے بلا رضامندی ولی کے بجبر واکراہ ہوا اور لفظ غصب مستلزم زنا نہیں ہے لیکن یہ توجیہ بجائے خود نہیں ہے اس لئے کہ اگر یہ معنی حضرت امام کے دل میں تھے تو چاہیئے تھا کہ انہیں لفظوں میں ادا فرماتے نہ کہ ایسا لفظ کہ یہ (وحاشاجنابہ عن ذالک) زبان پر لاتے پس لفظ غصبت کا فرمانا اور عدم رضا مراد لینا بلا وجہ الفاظ کو ان کے حقیقی معنی، سے پھیرنا ہے۔ علاوہ بریں جو نکاح صحیح نہ ہو وہ مستلزم زنا ہے اور از روئے کتب معتبرہ امامیہ کے مثل غنیہ اور تبصرہ اور کنز العرفان اور غایۃ المرام وغیرہ کے ثابت ہے کہ نکاح مومنہ کا ساتھ ناصبی کے درست نہیں ہے پس جب ایک مومنہ کا نکاح ایک عام ناصبی کے ساتھ درست نہ ہو تو کیونکر نکاح قدوۂ مومنات بنت بضعۂ سرور موجودات کا ایک

---

[1] اس کلام کا مطلب یہ ہے کہ خاندان عالیہ میں یہ وہ پہلا نکاح ہے جو اولیا کی خوشی کے بغیر جبر کے سبب بوجہ وقتی مصلحت کے پیش نظر واقع ہوا۔ اور اس جبر وستم کو غصب کے الفاظ دیئے گئے ہیں اور یہ معنی مراد لینے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ اس توضیح کے بعد الفاظ کا چکر بیکار ہے اور مقصد کلام واضح ہے کہ رضامندی وخوشی کے بغیر جو نکاح ہوا سے زنا نہیں کہا جا سکتا۔

marfat.com

کا فرمانا منافق کے ساتھ درست نہ ہوگا۔ یہ فرمانا علامہ کشمیری کا کہ (دریں معنی ہیچ گونہ شناعتی نیست) انہیں کو زیبا ہے بلا شک نزدیک عبداللہ بن سبا یہودی کے مقلدین کے جو کہ لباس محبت اہل بیت میں چاہتے ہیں کہ اصول و فروع شریعت مصطفوی کو برہم کریں اور بیخ اسلام و دین محمدی کو اکھیڑ دیں اور خوارج اور نواصب سے بھی گوئے سبقت لیجاویں اور زخارف دنیوی پیرایۂ مداہنۃ اور قربت میں تحصیل کریں بے شک یہ امر کب بعید معلوم ہوگا کہ رسول کی نواسی فاطمہ زہرہ کی بیٹی حسن مجتبیٰ کی بہن ایک رئیس مرتدین اور سرگروہ منافقین کے گھر میں غصب سے جاوے اور وہ غاصب جو چاہے سو کرے اور پھر بھی نہ شیر خدا نہ حسن مجتبیٰ نہ شہید کربلا کچھ چوں و چرا کریں اور ایسے واقعہ ہوش ربا کا تماشا دیکھتے رہیں ورنہ ہم سے ناقص ایمان والوں کے تو ایسے سانحے کے سننے سے ہوش پراں ہوتے ہیں اور ہمارے ضعیف دل زبان حال سے الاماں الاماں پکارتے ہیں ہم، حضرات شیعہ کیسی محبت کہاں سے لاویں کہ خود ہی امام کی زبان سے (اوّل فرج غصبت منا) کی روایت کریں اور پھر خود ہی اسکی نسبت ہیچ گونہ شناعتے نیست کا کلمہ زبان پر لادیں اور ایسے الفاظ ناملایم اور نامناسب کو سن کر شادیانے خوشی اور فرحت کے بجادیں اور اپنے دین و ایمان کے دعوی میں ثابت قدم رہیں اور ہرگز اس کو خلاف شان ائمہ کے نہ سمجھیں اور اس سے ان کی فضیلت و عزت میں کچھ خلل کا خیال بھی نہ کریں فقط بعد اس کے علامہ کشمیری فرماتے ہیں کہ (۱) ہرگاہ جابرے شخصے را در طلاق دادن زوجہ اش اجبار نماید در عرف می گویند غصبت زوجتہ باوصف آں اگر جابر عقد نکاح بآں زن بکند نزد امام اعظم ابو حنیفہ کوفی زنا متحقق نمی شود و آں جابر زانی نیست) معلوم نہیں کہ علامہ کشمیری نے بایں علم و عقل اس جملے کے لکھنے سے جواب عبارت تحفہ کا کیا تصور فرمایا ہے اس لئے کہ الزام شاہ صاحب قدس سرہ کا مطابق اصول شیعہ کے ہے نہ موافق اصول حنفیہ کے پس ان کو اپنے اصول پر جواب دینا چاہیئے امام ابو حنیفہ کے اصول پر نظر کرنے سے کیا حاصل اگر وہ فقہی مسائل میں ابو حنیفہ کے قول پر چلنا چاہتے ہیں اور سوائے اس کے دوسرا چارہ اس بلائے جانکاہ سے نکلنے کا نہیں دیکھتے تو دل ماشاد چشم ما ماروشن و فروع حنفیہ کو اختیار کریں اور اس پر عمل فرمادیں لیکن صرف فروغ کو لینا اور اصول

---

(۱) جب کوئی ستمگر کسی شخص کو مجبور کرے کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے تو اس سے موقع پر کہتے ہیں کہ اس کی بیوی غصب کرلی گئی۔۔۔ وہ ستمگر اسی عورت سے نکاح کرے تو امام اعظم ابو حنیفہ کوفی کے نزدیک یہ زنا نہیں ہے اور یہ ستمگر زانی نہیں کہلائیگا

marfat.com

دعقائد کو چھوڑنا کار آمد نہیں ہے پس ایک کلمہ کہہ کر حنفیہ کے شریک ہو جاویں اور فضیلت فاروقی کا اقرار کرنے لگیں پس نہ کچھ جھگڑا رہے نہ قصہ نکاح کے ہونے کو بھی تسلیم کرلیں اس کے نسبت، الطیبات للطیبین پڑھنے لگیں ورنہ جب کہ موافق مذہب امامیہ کے نکاح مومنہ کا ساتھ نواصب کے جائز ہی نہیں ہے تو بیچارے ابو حنیفہ کے قول سے ان کو کیا فائدہ ہوگا بلکہ اگر کوئی روایات حضرات شیعہ کو دیکھے تو اس کو شناعت اس فعل قبیح کی جس کو (ھذا اول فرج غصبت منا) سے تعبیر کیا ہے معلوم ہووے کہ شیخ صدوق نے معانی الاخبار وغیرہ میں معاذ اللہ معاذ اللہ توبہ توبہ نقل کفر کفر نباشد حضرت عمر کو ولد الزنا قرار دیا ہے اور اس کی سند امام تک پہنچائی ہے کما قال فی معانی الاخبار (حدثنا علی بن احمد بن موسیٰ رضی اللہ عنہ قال حدثنا محمد بن ابی عبد اللہ، الکوفی عن موسیٰ بن عمران النخعی عن عمہ الحسین بن یزید النوفلی عن علی بن ابی حمزہ عن ابی بصیر قال سالتہ عمار وی عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال ان ولد الزنا شر الثلثہ قال علیہ السلام عنی بہ الاوسط انہ شر من تقدمہ وممن تلاہ) یعنی ابی بصیر روایت کرتا ہے کہ میں نے امام علیہ السلام سے پوچھا کہ یا حضرت اس حدیث پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کیا معنی ہیں کہ (ولد الزنا شر الثلثہ) کہ ولد الزنا تینوں میں سے بدتر ہے امام نے فرمایا کہ مراد اس سے عمر ہے کہ وہ اپنے پہلے یعنی ابو بکر سے اور اپنے پچھلے یعنی عثمان سے بھی بدتر ہے اور تینوں سے زیادہ برا ہے پس جب ایسے ناپاک مذہب کے معتقدین ائمہ کی طرف ایسی تہمت کریں اور ان کی زبان سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اولاد زنا سے ہونا بیان کریں ونعوذ باللہ منہ تو اگر بنت فاطمہ کا ایسے شخص کے ساتھ نکاح ہونے کو امام کی زبان سے بالفاظ (اول فرج غصبت منا) کے لفظوں سے ادا کرے مصداق سواد الوجہ فی الدارین نہ ہوں تو کیا کریں۔ لیکن ہم اس امر کو بھی تسلیم کریں کہ موافق اصول شیعہ کے لفظ کفر کا اطلاق حضرت عمر پر نہیں ہوتا اور ان کا مظہر اسلام اور متمسک بہ تمام شریعت ہونا ثابت ہوتا ہے اور اس بات کو بھی فرض کرلیں کہ ان کے مذہب میں نکاح کر دینا ساتھ ناصبی کے مومنہ اور عارفہ کا بھی جائز ہے لیکن حضرات شیعہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نفاق و بدعت سے کیونکر انکار کریں گے اور ان کے مومن اور مخلص اور تابع سنت ہونے کو کیونکر قبول کریں گے اگر وہ یہ قبول کرلیں کہ حضرت عمر نہ منافق تھے نہ بدعتی بلکہ سچے مومن اور پکے تابع سنت تھے فنعم الوفاق اگر اس کو نہ مانیں تو سب توجیہات جو معاملہ نکاح ام کلثوم میں کی ہیں عبث اور فضول اور بیکار ہوئی جاتی

marfat.com

ہیں اس لئے کہ جو شناعت نکاح میں ساتھ کافر کے ہے اس سے بڑھ کر قباحت نکاح میں ساتھ منافق کے ہے چنانچہ خود صاحب تزہہ اثنا عشریہ نے اس کا اقرار کیا ہے اس مضمون کو ان لفظوں سے ادا فرمایا ہے (قال الفاضل الناصب[1] چہارم آنکہ گویند کہ حضرات بنات واخوات خود بہ کفرۂ فجرہ بزنی میدادند مثل حضرت سکینہ کہ در نکاح مصعب بن زبیر بود علی ہذالقیاس دیگر قریبان خود را در عقد کفرہ ونواصب درآوردند چنانچہ در درکتاب الٰہیات بہ تفصیل شروح است اقول وبہ نستعین اگر مراد از کافر در قول را گویند حضرات بنات واخوات خود را بہ کفرۂ فجرہ می دادند مشرک ست ایں قول کذب محض ست چہ ہیچیک از امامیہ قائل باین قول نیست واگر مراد از ان مبتدع ست بہ بدعتے کہ منجر بہ کفر صاحبش نشود کہ او را کافر تناول گویند یا منافق کہ مظہر اسلام ومتمسک بہ سائر شریعت باشد مسلم ومحذوری ندارد بہ فحوای ولا تنکحوا المشرکین حتی یومنوا الآیۃ ممنوع ومحروم انکاح با مشرک ست وبرحرمت مطلق انکاح بمبتدع کذائے وتزویج با منافق دلیلی قایم نیست قیاس یکی بر دیگری مع الفارق چہ منافق اگرچہ حرمتش در حقیقت عظیم تر ست وفسادش در شریعت شدید تر وبہ فحوای ان المنافقین فی الدرک الاسفل در عقبیٰ بعقوبت الیم گرفتار ست لیکن، حکمت الٰہیہ داعی ومقتضے آں شد کہ احکام مشرکین ومنافقین در دار دنیا از ہم ممتاز باشد واز اینجاست کہ مشرکین را بہ فحوای فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموہم معاقب وماخوذ گردانیدہ

[1] فاضل ناصب نے کہا ہے کہ ائمہ نے اپنی بیٹیاں اور بہنیں کافروں اور فاسقوں کو دیں جیسے حضرت سکینہ کی شادی مصعب بن زبیر سے کی وغیرہ وغیرہ اور اپنے دوسرے رشتہ داروں کا کافروں اور سنیوں سے عقد کیا جس کی تفصیل کتاب الٰہیات میں ہے اس کا جواب میں یہ دیتا ہوں کہ اگر کافر سے مراد دو قولہ آدمی تو ائمہ نے اپنی بیٹیاں اور بہنیں کافروں وفاجروں کو دیں، اور ایسے اور ایسے لوگوں کا مشرک ہونا بالکل غلط ہے کیونکہ کوئی شیعہ امام اس کا قائل نہیں اور اگر کافر سے ایسا بدعتی مراد لیا جو بدعتوں کی وجہ کافر نہ ہوا ہو تو ایسے شخص کو کافر تناول یا منافق کہتے ہیں جو بظاہر مسلمان اور احکام شریعت بجالاتا ہو صرف مشرکین سے نکاح کرنا حرام ہے اور بدعتی یا منافق کیساتھ نکاح حرام ہونے کی کوئی دلیل نہیں ان میں سے ایک کو دوسرے پر قیاس کرنا قیاس فارق ہے اگرچہ منافق بہت بڑا اور شریعت میں اس کی فساد انگیزی سخت برا کام ہے اور منافق آخرت میں دردناک عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ لیکن حکمت خداوندی نے مشرکین ومنافقین کے احکام دنیا میں علیحدہ مقرر کئے ہیں اور مشرکین کی بابت حکم الٰہی ہے کہ انہیں جہاں پاؤ قتل کر دو اور اس کے برخلاف منافقوں کو اس بھنور سے نجات دی ہے۔

منافقین را از یں ورطہ نجات بخشیدہ) اس تحریر پر علامۂ کشمیری کی ہم ان کا دل و جان سے شکر ادا کرتے ہیں اور اپنی ممنونی ظاہر کرتے ہیں کہ جو بات ہم کو لکھنی چاہیئے تھی وہ خود علامہ ممدوح نے لکھ دی اور جو تکلیف ہم کو کرنی پڑتی وہ خود گوارا فرمائی اور ان فقروں کو لکھ کر کہ (منافق[1] اگرچہ حرمتش در حقیقت عظیم تر است و فسادش در شریعت شدید تر) ہماری طرف سے خود ہی جواب دے دیا لیکن ہم محو حیرت ہیں کہ علامہ ممدوح نے صاحب تحفہ قدس سرہ کے اعتراض کے جواب میں اس تحریر سے کیا فائدہ خیال کیا اس لئے کہ ان کا اعتراض اس پر ہے کہ شیعوں کے نزدیک حضرات علیہم السلام نے اپنی بیٹیاں کافر کو دی ہیں علامہ اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ نہیں کافروں کو نہیں دیں بلکہ منافقوں کو اس پر ہمارا یہ جواب ہوتا ہے کہ نکاح مومنہ کا ساتھ کافر کے حرام ہونے پر کوئی دلیل عقلی نہیں ہے بلکہ صرف قباحت شرعی ہے اور وہ قباحت منافق کے ساتھ نکاح کرنے میں بھی موجود بلکہ کچھ زیادہ ہے وہ خود حضرت نے فرما دیا پس اب اہل انصاف غور کریں کہ اعتراض صاحب تحفہ کا اس سے اور مدلل ہو گیا یا ان کا اعتراض اس جواب سے اٹھ گیا۔ باقی رہا یہ امر کہ احکام منافقین کے بہ نسبت کافروں کے ظاہر شریعت میں سخت نہیں ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ منافق ظاہر میں اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور احکام شریعت ظاہر پر جاری ہیں اس لئے وہ قتل وغیرہ سے محفوظ ہیں اور اس کا سبب یہ ہے کہ کوئی شخص سوائے خدا کے علم غیب نہیں رکھتا جو دل کا حال جانے پس شریعت نے نظر بر ظاہر اسلام ان کے قتل کا حکم نہیں دیا لیکن موافق اصول شیعہ کے ائمہ کرام کو علم ما کان و ما یکون حاصل ہوتا ہے اور امور پوشیدہ ان پر روشن ہوتے ہیں اور حالات قلوب بنی آدم ان پر ظاہر ہوتے ہیں پس ان کو منافقوں سے احتراز کرنا اور ان کو ذلت دینا اور ان سے عداوت رکھنا اور ان سے قرابت نہ کرنا بلکہ اگر وہ کسی دینی کام میں مدد کرنا چاہیں تو ان سے اعانت نہ لینا اور ان کو کسی دینی کام میں شریک نہ کرنا واجب و لازم ہے چنانچہ جن منافقوں کا نفاق پیغمبر صاحب کے سامنے کھل گیا تھا یا جن کے نفاق کی خبر خدائے جلشانہ نے حضرت کو دے دی تھی ان کے ساتھ اسی طرح پر برتاؤ کرنے کے لئے آیات قرآنی نازل ہوئیں اور ان کے لئے سخت احکام صادر ہوئے بلکہ جس طرح پر جہاد کرنے کا حکم اوپر کفار کے ہوا اسی طرح پر اوپر منافقوں کے ہوا جیسا کہ اللہ جل شانہ فرماتا

[1] منافقین کے کرتوت اگرچہ در حقیقت بہت برے اور شریعت میں اس کی فساد انگیزی شدید ترین جرم ہے۔

marfat.com

ہے یا ایہا النبی جاہد الکفار والمنافقین واغلظ علیہم وماواہم جہنم وبئس المصیر کہ اے پیغمبر جہاد کر اور پر کافروں کے اور منافقوں کے اور نہایت سختی کر او پر ان کے اور جگہ ان کی جہنم ہے۔ غرض کہ جب ان منافقوں کا جن کا نفاق کا حال معلوم ہو گیا حال مثل کفار کے ہوا اور جہاد بھی ان پر غلظت اور شدت بھی مثل کفار کے کرنے کا حکم ہو تو پھر نکاح میں درمیان کفار کے اور ان منافقوں کے کیا فرق رہا اب سوائے اس کے کہ یا حضرات شیعہ حضرت عمر کو منافق نہ کہیں اور پھر اس کلمہ مکفر کے کہنے سے باز آویں یا اس نکاح کو حرام جانیں دوسرا کوئی علاج نہیں ہے۔

اگرچہ علمائے شیعہ نے اس معاملے میں عوام کے فریب دینے کو اور جاہلوں کے سمجھانے کو بہت ابلہ فریبی کی تقریر کی ہے اور حضرت عمر کو مظہر اسلام کہہ کر اس نکاح کا جواز ثابت کیا ہے لیکن یہ فریب ذرا سی بات میں کھلا جاتا ہے اور یہ سب توطیہ ان کا ایک ادنی بات میں ہباءً منثورا ہو جاتا ہے یعنی ہم ایک استفتا کرتے ہیں اس کا فتویٰ لکھ دیں اور جو بات ہم پوچھتے ہیں اس کے جواب میں صرف لا یا نعم فرمادیں وہو ہذہ (کیا فرماتے ہیں جناب قبلہ و کعبہ ان دو مسئلوں میں جن میں سے پہلا یہ ہے کہ ایک منافق جس نے خدا کی کتاب میں تحریف کی جس نے پیغمبر کی سنت کو بدلا جس نے حضرت فاطمہ علیہا السلام کا حق غصب کیا جس نے معصومہ کے جسم اطہر پر ایسا صدمہ جسمانی پہنچایا کہ اس سے معصوم بچہ شہید ہوا اور جس نے سیدۃ النساء کا حق نہ دیا اور ان کو جھوٹا جانا اور ان کا دعویٰ ارث پدری کا نہ سنا اور جس نے امیر المومنین علی علیہ السلام کا حق غصب کیا اور جس نے ان پر جبر و ظلم کیا وہ ایک مومنہ عارفہ کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے جائز ہے یا نہیں۔

(دوسرا مسئلہ) ایک مومن نے جس کو خدا نے ذاتی شجاعت و شرافت میں یکتائے روزگار پیدا کیا اور جس کے بازو کو قوت اور طاقت قلعہ شکنی کی دی اور جس کو جرأت دس ہزار جنگی سوار کے ساتھ لڑنے کی دی ہے اپنی بیٹی مومنہ عارفہ کا نکاح ایک منافق مرتد غاصب خائن کے ساتھ صرف اس کی تہدید زبانی پر کر دیا اس کی نسبت کیا حکم شرعی ہے آیا وہ گنہگار رہا یا نہیں ہا اور اگر ایسے استفتاء پر فتویٰ دینے میں بھی چوں و چرا کو جناب قبلہ و کعبہ دخل دیں اور صاف جواب نہ دیں تو ان سے ہم ایک صاف مسئلہ پوچھتے ہیں اسی کو لکھ دیں (کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین کہ نکاح مومنہ کا ساتھ سنی ناصبی کے جائز ہے یا نہیں) پس جو کچھ جواب اس کا لکھ دیں وہی تمام اس بحث کے طے کرنے کے لئے کافی ہے پھر نہ

کیسی توجیہ کی حاجت ہے نہ کسی تاویل کی ضرورت ہے ایک دو حرفی فتوے پر مدار اس تمام قصے جھگڑے کے فیصلے کا ہے پس اے حضرات شیعہ بنظر عنایت اس سوال کا جواب لکھ دو اور اس جھگڑے قصے کو میٹو۔ شعر۔

ادا سے دیکھ لو جاتا رہے گلہ دل کا   بس ایک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا

بعد اس کے علامہ کشمیری بجواب تحفہ کے فرماتے ہیں[1] استبعاد ذکر فرج مستور الاسم والمسمی برزبان اکابر در کمال استعجاب ست و در واقع ز ازخا ئیست کہ ہیچ خرنہ نماید چہ در کلام الٰہی کہ چند جا ذکر ایں عضو مستور الاسم والمسمی جاری شدہ و حضرت عائشہ صدیقہ در مجالس و محافل نام عضو مخصوص حضرت سرور عالم علیہ السلام کہ مستور الاسم ست بزبان می بردند الخ) اس تقریر سے مطلب علامہ کشمیری کا یہ ہے کہ شاہ صاحب کا یہ فرمانا کہ لفظ فرج کا زبان پر امام کے آنا خلاف شان بزرگی ہے موجب تعجب ہے اس لئے کہ خدا کے کلام میں یہ لفظ مذکور ہوا ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عضو مستور الاسم کا نام لیا ہے تو پھر امام نے اگر لیا تو کیا گناہ کیا فقط جواب اس کا یہ ہے کہ یہ نافہمی اور نادانی حضرت علامہ کی ہے اس لئے کہ آیات اور حدیث میں اگر نام اس عضو کا ہے تو مسائل شرعیہ کے بیان میں یا ستایش مومنین کے مقام پر ہے نہ کہ ایسے موقع محل پر جو محل نزاع ہے اور مسائل شرعیہ کے بیان میں ایسے الفاظ کی ضرورت ہوتی ہے تو اس کے بیان کا ایک سبب خاص ہے ہاں اگر شاہ صاحب ان احادیث واخبار امامیہ پر طعن کرتے جن میں واسطے بتانے مسئلہ شرعی کے اس عضو کا نام لیا گیا ہے تو یہ معارضہ یا تمثیل صحیح ہوتا حالانکہ صدہا احادیث امامیہ میں ائمہ کرام کی زبان سے اس عضو کا نام مذکور ہے اور شاہ صاحب نے کسی پر کچھ اعتراض نہ کیا اور اس محل خاص پر جو اعتراض کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ اراذل عوام کو بھی اس قدر غیرت اور حیا ہوتی ہے کہ اگر کوئی ان کی جورو یا بیٹی کو لے جاوے تو وہ ایسا لفظ زبان پر نہ لاتے اور اپنی جورو یا بیٹی کی نسبت شرمگاہ کے غصب کر لینے کا لفظ زبان پر نہیں لاتے تو کیونکر ممکن ہے کہ جناب امام نے ایسا لفظ زبان سے نکالا ہو بلکہ اگر فی الواقع یہ نکاح بجبر و اکراہ ہوا تھا اور بوجہ مظہر اسلام اور متمسک بر شریعت

---

[1] شاہ صاحب کا یہ قول کہ امام کی زبان پر لفظ فرج آنا بعید از قیاس ہے اور ہمیں شاہ صاحب کے اس قول پر تعجب ہے اور یہ بیہودہ بکواس ہے جیسے کوئی گدھا نک نہیں کہتا واقعہ یہ ہے کہ قرآن میں کئی جگہ لفظ فرج ذکر آیا ہے اور حضرت عائشہ نے اپنی زبان سے رسول اللہ کے عضو مخصوص کا کئی مجلسوں اور محفلوں میں ذکر کیا ہے۔

ہونے عمرؓ کے شرعاً ایسا نکاح کر دینا جائز تھا نہ کہ اس عبارت و الفاظ کو چھوڑ کر ایسا کریہ لفظ جس کے ہزار معنی بنائے جاویں مگر سمجھنے والے اور ہی کچھ سمجھتے ہیں زبان پر لاتے اور اس تقریر کا جواب خدا کے کلام میں اس لفظ کے ہونے یا حضرت عائشہؓ کے بنظر ضرورت مسئلہ شرعی کے اس لفظ کو زبان پر لانے سے نہیں ہوتا این ہذا من ذالک (تدبیر اول) بعض علماء شیعہ نے یہ خیال کر کے کہ نکاح کے ہونے سے انکار کرنا اپنی احادیث و اخبار کی کتابوں پر خط نسخ کھینچنا ہے اور روایت "اول فرج غصب منا" کہ جو خاص کلینی نے کافی میں امام صادق علیہ السلام کی حدیث کر کے لکھی ہے غیر صحیح کہنا امام کو جھٹلانا ہے اور اس کو بغیر توجیہ و تاویل کے تسلیم کرنا عقل اور ایمان اور عزت سے ہاتھ اٹھانا ہے اس لئے اس کے معنی بنانے اور الفاظ کو حقیقت سے مجاز کی طرف پھیرنے پر آمادہ ہوئے جب اس کو بھی بے سود دیکھا اور اس سے بھی کچھ مطلب حاصل نہ ہوا تب دوسری طرح کی تاویلات دور از کار کے جانب توجہ فرمائی اور صبر، اور وصیت اور تقیے سے پناہ لی چنانچہ ہم ہر ایک، تاویل کو بہ تفصیل بیان کرتے ہیں۔ (پہلی تاویل صبر) بعض علما شیعہ نے فرمایا ہے کہ جو معاملہ جناب امیر کو پیش آیا اکثر انبیا اور اولیا کو ایسے معاملے پیش آئے ہیں اور انہوں نے صبر فرمایا ہے اور اس سے ان کے درجات خدا نے بڑھائے ہیں جیسا کہ حضرت لوط پر بھی ایسا ہی واقعہ گزرا ہے چنانچہ حضرت لوط کے پاس جب فرشتے آدمی کی صورت ہو کر آئے اور ان کو کچھ شبہہ ہوا تو انہوں نے اپنی بیٹیاں ان کے سامنے کر دیں اور کہا کہ یا قوم ہولاء بناتی ہن اطہر لکم کہ یہ میری بیٹیاں حاضر ہیں تمہارے واسطے اور یہ اچھی ہیں تمہارے لئے اور الگ صاف فرمایا کہ ہولاء بناتی ان کنتم فاعلین کہ یہ میری بیٹیاں موجود ہیں اگر تم کو کچھ کرنا ہے کرو پس تعجب ہے کہ جب حضرت لوط پیغمبر خدا نے اپنی بیٹیاں سامنے کر دیں اور ایسا کلمہ فحش زبان سے کہا کہ اگر کرنا ہے تو یہ بیٹیاں حاضر ہیں اور اس کا ثبوت آیات قرآنی سے ہوتا ہے تو پھر ناصبیوں کا یہ اعتراض کہ حضرت امیر نے کیوں اپنی بیٹی عمر کو دے دی تھی سراسر بیجا ہے جو جواب ناصبی حضرت لوط کے معاملے کا دیں گے وہی ہم مومنین کی طرف سے خیال کریں فقط چنانچہ قاضی نور اللہ شوستری نے مصائب النواصب میں اور علماء شیعہ نے اپنی کتابوں میں اس کو لکھا ہے اور علاوہ اس کے حضرت ابراہیم اور حضرت آسیہ زن فرعون کی بھی مثالیں دی ہیں چنانچہ ہم ان سب کو لکھ کر اس کا جواب دیں گے۔

marfat.com

بالفعل بہ نسبت صبر جناب امیر کے جو کچھ حضرات نے فرمایا ہے اس کو ہم ایک کتاب سیف صارم سے جو بعد ملاحظہ جناب مجتہد صاحب کے ۱۲۶۰ھ ہجری میں مطبع جعفریہ یعنی مطبع اثناعشریہ میں چھپی ہے نقل کرتے ہیں گویا مؤلف نے اپنے تمام مجتہدین و علما کے اقوال کا خلاصہ اس میں لکھا ہے مسلمانوں کو چاہیئے کہ اس کو غور سے دیکھیں اور اس بیچارے مؤلف کی اور ان کے مجتہدین و علماء کی حیا و شرم کی داد دیں اور ان کے حق میں احسنت و آفرین کہیں وہو ہذہ بلفظہ تو اب کالشمس فی وسط النہار ظاہر و ہویدا ہے کہ ایسی صغیر سن معصومہ کا نکاح ایسے شخص مظہر الاسلام اور مظہر اور مقرر کلام مرقومہ سے قربت و وصلت کا بھی مفید نہیں صرف ظہور اجبار شیخ فانی تھا اور اذیت رسانی اور مضطر کرنا اور بظاہر تہتک پہنچانا نفس رسول کو اور مظہر اتمام حجت اور ثبوت غلبہ غالب کل غالب تھا نفس پر کہ اگرچہ در حقیقت قربت معصومہ طاہرہ یعنی وقوع اتصال و مواصلت جو کہ ظاہر میں غایت مناکحت ہے بموجب اقرار شیخ فانی اور ہم بسبب صغیرہ ہونے معصومہ کے ممتنع الوجود یقینی تھا اور باعتبار ظاہر کے بھی اور باعتبار باطن کے از روئے علم باطنی کے بھی حضرت مولیٰ پر ہویدا تھا اور مظہر السلام بظاہر مقر رسالت و شرائع رسول انام سے قطع نظر اس کے بھی مناکحت ممنوع شرعی نہیں تھی لیکن باعتبار ظاہر حال بنظر خواص و عوام البتہ کمال نہایت حرمت و ولی خدا ظاہر کہ ایک منگیتر بیٹی ایسی صغیرہ کا باوصف دامادی اور ابن عمی رسول اور ملقب ہونے ساتھ نفس رسول کے اور خیبر گیر اور غالب کل غالب ہونے کے اور مخاطب بہ لافتا الا علی لاسیف الاذوالفقار ہونے کے ایک شیخ فانی سے نکاح کرنا اور باوجود دو ریشی اسقدر اعتدال و تکرار کے ایسے سید عرب و عجم امیر المومنین کہ اس لقب کے خود صدیق و فاروق و صدیقہ، نواصب تک گواہ ہیں لوگوں کی نظر میں ایک شیخ نو مسلم ظاہری سے مغلوب دکھائی دیں اور مجبور کہلاویں حتیٰ کہ بیٹی حوالہ کر دیں کہ نفس سرکش کسی بشر کا ہرگز باوصف ظہور علت اباحت شرعی کے بھی اس ہتک کو نہیں گوارا کر سکتا سوائے انبیا و اوصیا کے کہ صبر و رضا حضرات علیہم التحیۃ والبرکات بہ عطائے حضرت کبریا انھیں پر ختم ہے کہ باوصف عطائے قوت و معجزہ صبر و تحمل بھی ایسا ہی ان کو عطا ہے یہ استعداد اور حوصلہ کسی اور بشر کو نہیں حاصل کہ نفس پر اتنا غلبہ ہو سکے کہ انتہائے مرتبہ اور غایت کمال ہے غالب کل غالب ہونے کا ہا اے مسلمانوں کہاں ہو کس نیند میں سو رہے ہو ذرا چونکو ہوش میں آؤ اٹھ کر

marfat.com

بیٹھو اس بچہ نادان مؤلف سیف صارم اور اس کے پیران نابالغ یعنی مجتہدین و علما کی عقل وحیا پر نوحہ کرو ان کے ایمان اور انصاف کے جانے پر مرثیہ پڑھو ان کے حال زار پر رحم کرو دیکھو کہ کیسی عقل وحیا ان کی جاتی رہی ہے کہ عیب کو ہنر کرکے دکھلاتے ہیں اور پردے میں محبت اہلبیت کے ان کی شان میں کیا کچھ بکتے ہیں جس کے سننے سے بدن پر رعشہ جس پر خیال کرنے سے دل کو لرزہ ہوتا ہے خیال کرو کہ بے عزتی کو شجاعت کہتے ہیں بے حیائی کو صبر سے تعبیر کرتے ہیں اے یارو یہ کیسے دوست اہل بیت کے ہیں کہ ان حضرات عالی درجات پر جن کی شان میں آیہ تطہیر نازل ہوئی جن کی عصمت وعفت پر باری نے قسم کھائی ان کی نسبت کیا کیا کہتے ہیں اے بھائیو صبر اسی کا نام ہے ایک منافق بیٹی کو غصب کرے اور بجبر واکراہ نکاح ناجائز کرالے اور حضرات علیہم السلام بیٹھے بیٹھے دیکھا کریں اور سوائے سکوت کے زبان سے بھی کچھ نہ فرمادیں اور باوصف عطائے قوت معجزہ وکرامات کے صبر وتحمل کو کام، فرمادیں خدا کی قسم ہے کہ میں تعصب کو دخل نہیں دیتا اپنے مذہب پر خیال نہیں کرتا بلکہ صرف عقل وحیا سے پوچھتا ہوں کہ جس کا نام حضرات شیعہ نے صبر رکھا ہے اور جس حالت کو صبر وتحمل سے تعبیر فرمایا ہے حقیقت میں وہ صبر وتحمل ہی ہے یا اس کی اور کچھ حقیقت ہے میری سمجھ میں تو یہی آتا ہے کہ انہوں نے وقاحت اور بے عزتی کا نام صبر وتحمل رکھا ہے اور محبت کے حیلے سے اہل بیت اطہار کو ذلیل کیا ہے نعوذ باللہ یہ کیا خرافات ہے جو شیعہ لکھتے ہیں ابھی کسی ادنیٰ عامی کے گھر جاکر کوئی شخص گردہ شجاعت میں بے نظیر اور قوت میں لاثانی اور مال ودولت میں لاجواب ہے اس کی بیٹی سے بجبر واکراہ نکاح کرنے کا قصد کرے پھر تماشہ دیکھے کہ وہ عامی چپ چاپ رہتا ہے یا اپنی جان وعزت پر قربان کرتا ہے معلوم نہیں کہ حضرات شیعہ نے امیر المومنین یعسوب الدین صاحب ذوالفقار جد ائمہ اطہار کی عزت اور ہمت اور شجاعت کو ادنیٰ آدمی کے برابر بھی خیال نہیں کیا اور وقاحت کو بنام صبر وتحمل کے قرار دیا ہے اور طرفہ ماجرا یہ ہے کہ ایسی وقاحت کی باتیں ان کی طرف منسوب کرتے جاتے ہیں اور ایسے الزام ان کو دیتے جاتے ہیں اور پھر بھی ان کو غالب کل غالب مطلوب کل طالب امیر البررۃ قاتل الکفرہ والفجرہ سید الابرار مخاطب بہ لافتی الا علی لاسیف الاذوالفقار کہتے ہیں جاتے ہیں نہ خدا سے شرماتے ہیں نہ رسول کا لحاظ کرتے ہیں حقیقت میں دین وایمان کو حضرات شیعہ نے بگاڑا اور شریعت محمدی کو انہوں نے درہم وبرہم کیا اور شیطان کا نام

marfat.com

بدنام ہوا یہ باتیں شیطان کے دادا کو بھی نہ سوجھی ہوں گی جو ان حضرت کو سوجھی ہیں۔ شعر۔
کار زلف تست مشک افشانی اما عاشقاں مصلحت را تہمتے بر آہو چیں بستہ اند

اب میں قصہ لوط کا بھی مختصر جواب لکھتا ہوں اور آیہ کریمہ کی تفسیر بیان کرتا ہوں، پوشیدہ نہ رہے کہ آیہ مذکور کے یہ معنی نہیں ہیں جو حضرات شیعہ نے تصور کئے ہیں کہ حضرت لوط نے ویسے ہی بلا نکاح اپنی بیٹیاں زنا کرنے کے لئے کسی کے سامنے کر دی ہوں، بلکہ مراد حضرت لوط کی پیش کرنے سے یہ تھی کہ تم ان سے نکاح کر لو اور چونکہ اس وقت نکاح کافر کے ساتھ جائز تھا اس لئے اس میں کوئی قباحت شرعی نہ تھی اسی واسطے حضرت لوط کی طرف سے خدا نے یہ الفاظ فرمائے ہیں ہن اطہر لکم کہ حضرت لوط نے یہ فرمایا کہ میری بیٹیاں تمہارے واسطے پاک و پاکیزہ ہیں اور طہارت نے نکاح کے نہیں ہوتی۔ اگر کوئی شیعہ کہے کہ ہم اس امر کو نہیں مانتے لفظ نکاح کا آیہ میں نہیں ہے یہ جواب اس کے ہم کہیں گے وہ تفسیروں کو ملاحظہ کریں اور سنیوں کی تفسیروں کو نہ دیکھیں اپنی ہی تفاسیر سے اس کی سند لیں چنانچہ امین الدین طبرسی مجمع البیان میں جو کہ نہایت معتبر تفاسیر شیعہ سے ہے اور طہران دار السلطنت ایران میں چھپی ہے اسی آیہ کے ذیل میں فرماتے ہیں (قال یا قوم ہولاء بناتی ہن اطہر لکم وکان یجوز فی شرعہ تزویج المومنہ من الکافر) کہ حضرت لوط کی شریعت میں نکاح مومنہ کا ساتھ کافر کے جائز تھا۔

اگر کوئی دانشمند شیعہ یہ کہے کہ گو اس آیہ کے ان الفاظ سے مطلب نکاح کا ہو لیکن دوسری آیہ میں تو صاف فعل کرنا مذکور ہے کہ (ہولاء بناتی ان کنتم فاعلین) کہ حضرت لوط نے کہا کہ یہ میری بیٹیاں ہیں اگر تم کرنے والے ہو تو کرو اس کے جواب میں بھی ہم انہیں کی تفسیروں پر رجوع کرتے ہیں اور جو ان آیات کا مطلب انہوں نے بیان کیا اس کو نقل کرتے ہیں چنانچہ تفسیر مجمع البیان مذکور میں علامہ موصوف فرماتا ہے (قولہ ان کنتم فاعلین کنایہ عن النکاح ای ان کنتم متزوجین) کہ فعل سے مراد نکاح ہے یعنی اگر تم نکاح کیا چاہو تو یہ میری بیٹیاں حاضر ہیں۔ اگر حضرات شیعہ کو ایک تفسیر پر اطمینان نہ ہو تو دوسری تفسیر کی عبارت بھی سنیں کہ فاضل کاشانی علماء شیعہ سے خلاصہ المنہج میں اسی آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ (گفت لوط ای گروہ من ایں ہا دختران من اند ایشاں

لہ لوطؑ نے ان فرشتوں سے جو آدمیوں کی شکل میں آئے تھے کہا اے لوگو! یہ میری بیٹیاں لو اور یہ تمہارے واسطے اگلا صفحہ پر

رانخواہید کہ ایشاں پاکیزہ اند شمار اد تزویج دختران بشرط ایمان بودہ یا در شریعت اد تزویج مومنات بکفار جائز بود) الحاصل قصہ لوط سے اور واقعہ نکاح ام کلثوم سے کیا مناسبت ہے دونوں میں بڑا فرق ہے حضرت لوط کی شریعت میں نکاح مومنہ کا ساتھ کافر کے جائز تھا اور ان کا کہنا زنا کے لئے نہ تھا بلکہ نکاح کے واسطے تھا اور پیغمبر خدا کی شریعت میں اخیر کو نکاح ساتھ کافر کے حرام ہو گیا تھا اور مطابق اصول شیعہ کے دشمن اہل بیت اور ناصبی کے ساتھ بھی نکاح حرام تھا علاوہ بریں حضرت لوط کی بیٹیوں کو کوئی غصب کر کے لے نہیں گیا نہ ان کی عفت و عصمت میں خلل آیا اور یہاں تو معاملہ برعکس ہے کہ حضرت عمر نے نکاح بھی بجبر کرالیا جو کہ شرعاً جائز نہ تھا اور پھر ام کلثوم کو اپنے گھر لے گئے اور چند سال تک رکھا اور ان سے اولاد پیدا ہوئی پس دونوں شخصوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اے حضرات شیعہ کہاں تک باتیں بناؤ گے کیا کیا تاویلیں کرو گے جو کچھ کہو گے اس میں جھوٹے ٹھہرو گے جو کچھ تاویل کرو گے اسی سے اہل بیت پر الزام دو گے اس بحث کو اول سے آخر تک دیکھ لو کہ جو کچھ ہم کہتے ہیں وہ سچ ہے یا جھوٹ اب لاف محبت نہ مارو اور صاف صاف ان کی دشمنی کا اقرار کرو اور اپنے ہر عقیدہ اور ہر مسئلے پر غور کر کے انصاف کرو کہ اس سے محبت اہل بیت کی ظاہر ہوتی یا عداوت اگر محبت اہل بیت ہوتی تو کیا ان کے جناب پاک کی نسبت ایسی ایسی وقاحت کی باتیں منسوب کرتے انکی شان میں ایسی ایسی بے غیرتیاں کرتے استغفر اللہ استغفر اللہ۔ شعر

جامی چہ لاف میزنی از پاک دامنی — بر خرقۂ تو ایں ہمہ داغ شراب چیست

جو کہ حضرت لوط کے قصے کا بھی جواب بخوبی ہو چکا اب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصے کا کچھ بیان کرتا ہوں بعض حضرات شیعہ نے فرمایا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بی بی سارہ کو بھی ایک بادشاہ نے زبردستی چھین لیا تھا اور اس وقت حضرت ابراہیم سے سوائے صبر و دعا کے کچھ نہ ہوا چنانچہ مؤلف سیف صارم اس مضمون کو اس عبارت سے بیان کرتا ہے وہو ہذہ بلفظہ (علاوہ اس کے تفسیر عزیزی سے ایک اور مختصر مضمون مقام حاجت ہم لکھتے ہیں زیادہ تفصیل تفسیر مذکور میں وہ دیکھ سکتے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۱۶) لئے اچھی ہیں مطلب یہ کہ لڑکیوں کی شادی ان لوگوں سے بشرط ایمان لازم کی گئی۔ یہ کہ اس زمانہ میں کافر ول سے مومن خواتین کی شادی جائز تھی۔

marfat.com

ہیں کہ ان کے پیر عزیز کی ہے المختصر کہ سارا بی بی حضرت ابراہیمؑ کی کہ بہت خوبصورت تھیں بسبب ظلم وجور اشقیا کے اپنے خاوند ابراہیم کے ساتھ ہجرت کر نکلیں جب مصر میں پہنچیں تو وہاں کا بادشاہ بہت جبار تھا اس کی عادت تھی کہ جو عورت خوش رو ہوتی تھی اس کے خاوند کو مار ڈالتا تھا اور بھائی بند ہوتا تو اس سے چھین لیتا تھا غرض ان پر بھی وہی نوبت پہنچی کہ پیادے ظالم کے حضرت کے پاس آئے اور پوچھا کہ یہ عورت تمہاری کون ہے حضرت نے کہا کہ بہن ہے یعنی مراد حضرت کے دل میں یہی تھی کہ دینی بہن ہے اور اولاد آدم منصف فہم اس جگہ سے طریقۂ تقیہ اور شعار انبیاءؑ ایسے مقام مجبوری واضطرار میں خیال کر سکتا ہے کہ اوصیا کو اسوۂ واقتدا با انبیاء ہوتی ہے اور مومنین کو اسوۂ ان سے تو ناصح صاحب کو اگر کچھ بھی قوت منفعلہ ہو تو سوچیں اور شرم کریں کہ ان کے پیر عزیز خود کیا لکھتے ہیں عرض پیادگان — شاہ مذکور نے ابراہیم کو تو چھوڑ دیا اور حضرت سارہ، خاتون کو زبردستی لے گئے حضرت ابراہیم نے یہ حال دیکھا تو نماز و دعا میں مشغول ہوئے اور حضرت سارا جب اس شقی کے پاس پہنچیں وہ شقی عاشق ہو گیا اور چاہا کہ بے ادبی کرے بالجملہ حضرت سارہ نے دعا کی کہ اس کا حال یہ ہوا کہ دونوں ہاتھ خشک ہو گئے بدحال ہوا انجام کو حضرت سارہ نے دعا کی اچھا ہو گیا پھر بدذاتی کی پھر وہی حال ہوا غرض، تیسری دفعہ حضرت سارہ کو رخصت کیا اور ہاجرہ حوالہ کیں، ہم اس تحریر پر بھی آفرین ومرحبا کہتے ہیں اور اس قصے کے اس موقع پر ذکر کہنے پر شاباش شاباش کہہ کر مؤلف کا دل بڑھاتے ہیں کہ اس نے ایسے قصے کو چھیڑا جس سے ہمارا مطلب حاصل ہوتا ہے اور ہم کو ایک حجت ان پہ ہوتی ہے لیکن سخت حیرت ان کی عقل اور سمجھ پر ہے کہ اس میں انہوں نے اپنا کیا فائدہ تصور کیا ہے یعنی خلاصہ اس قصے کا یہی ہے کہ حضرت ابراہیم کی بی بی سارہ کو اس بادشاہ جابر کے آدمی پکڑ لے گئے اور جب اس شقی نے بے حرمتی کرنا چاہی حضرت ابراہیم نے خدا سے دعا کی خدا نے اس کا ہاتھ خشک کر دیا اور ان کی بی بی کی عصمت کو بچا دیا بلکہ ایسا معجزہ دکھایا کہ جس کے سبب سے اس نے ایک لونڈی ہاجرہ نذر کی اب کوئی اس قصے کو حضرت ام کلثوم کے حال سے ملا دے کہ مطابق ہے یا مخالف اگر حضرات ام کلثوم کے ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ ہوتا کہ جب حضرت عمر ان کو اپنے گھر لے گئے تھے تب حضرت علی خدا سے دعا کرتے اور اللہ جلشانہ حضرت ابراہیم

کی طرح ان کی عصمت بچانے کے لئے عمر کا ہاتھ خشک کر دیتا اور ان کو ڈرا دیتا اور وہ معجزہ دیکھ کر صحیح سالم ام کلثوم کو حضرت علی کے گھر بھیج دیتے بلکہ اپنی طرف سے ایک لونڈی اور پیشکش کرتے اور تقصیر اپنی معاف کراتے تو بیشک قصہ ابراہیم وسارہ کا مطابق ان کے حال کے ہوتا حالانکہ برخلاف اس کے حضرت عمر نے زبردستی ام کلثوم کا نکاح کر لیا اور اپنے گھر آٹھ دس برس تک ان کو رکھا اور ایک بیٹا اور ایک بیٹی بھی ان سے پیدا ہوئی اور ان کے جیتے جی حضرت ام کلثوم ان کے گھر رہیں اور بعد ان کی وفات کے حضرت جعفر طیار کے بیٹے کے ساتھ ان کا نکاح ہوا پس تعجب ہے کہ خدا نے حضرت سارہ کی عصمت بچانے کے لئے تو معجزات دکھلائے بادشاہ جابر کا ہاتھ خشک کر دیا اور حضرت ام کلثوم بنت فاطمہ بنت رسول کے غصب کا جب ایک منافق مرتد نے ارادہ کیا تو نہ خدا کے دریائے غیرت کو جوش ہوا نہ اس کا قہر وجلال ظاہر ہوا نہ اس نے کوئی معجزہ دکھلایا نہ اس غاصب کا ہاتھ خشک کیا نہ کسی اور طرح پر اپنے رسول کی نواسی کو بچایا پس سوائے اس کے کیا کہا جاوے کہ شیعوں کا خدا بھی عمر سے ڈر گیا اور اس نے بھی خوف کے مارے کچھ دم نہ مارا یا یہ کہ اپنے رسول کے وصی کی طرح اس نے بھی صبر کیا اور تحمل فرمایا چونکہ ادنیٰ آدمیوں کو ایسے معاملات میں بے صبری ہو جاتی ہے اور وہ جان دینے پر آمادہ ہو جاتے ہیں مگر چونکہ امام اور وصی کا رتبہ اور درجہ سب سے بڑا ہوتا ہے اس لئے انہوں نے ایسے معاملے میں بھی صبر کیا نعوذ باللہ من ہفواتہم ومن سوء عقیدتہم، اس قصے میں ایک شبہ جاہلانہ اور رہا جاتا ہے جس کا رفع کرنا بھی مناسب ہے وہ یہ ہے کہ تواریخ وسیر سے ثابت ہے کہ جب حضرت ابراہیم کی بی بی کو اس جابر شقی نے بکڑوا بلایا حضرت ابراہیم نے خدا سے دعا کی اس دعا پر خدا نے معجزہ دکھلایا اور اس کا ہاتھ خشک کیا اور حضرت علی نے بعد جانے ام کلثوم کے دعا نہیں کی کہ خدا اس کو قبول کرتا اور معجزہ دکھلاتا فقط بے شک یہ سچ ہے کہ حضرت علی نے دعا نہیں کی اور یہ بھی درست ہے کہ جب خود حضرت امیر حسن کی بیٹی غصب کی گئی خاموش ہو گئے تو خدا کیا کرتا وہ بغیر دعا وسوال کے کیوں اپنا قہر نازل کرتا لیکن حضرت امیر کو دعا کا مانع کون تھا انہوں نے کیوں سکوت فرمایا اور دعا کے لئے انہوں نے اپنے گھر میں رات کے وقت کیوں دروازہ بند کر کے ہاتھ نہ بڑھایا اگر مقابلہ کرنے میں خوف جان کا اور لڑنے میں اندیشہ قتل کا تھا تو خیر ایک مجبوری تھی جس کے باعث سے خاموش ہو گئے لیکن گھر

marfat.com

میں رات کے وقت کس کا ڈر تھا جس کے سبب سے دعا تک نہ مانگی شاید خیال حضرت عمر کا ہو گا کہ وہ اکثر رات کو بھی گشت کے لئے نکلا کرتے اور لوگوں کی خبر لیا کرتے تھے اگر کہیں حضرت امیر کو دعا کرتے سن لیتے تو شاید ان کو تکلیف دیتے اور پھر وہی امر پیش آجاتا جس کے لحاظ سے حضرت امیر ساکت ہو گئے تھے یعنی خوف قتل مگر خیال اس وقت کرنا ضرور تھا جب کہ دعا کے لئے چلانا ضرور ہوتا حالانکہ جہر دعا کے لئے فرض نہیں ہے خدا، دل کی دعا کو بھی ویسا ہی سن لیتا ہے جیسا کہ زبان سے چلانے کو سنتا ہے پس دل ہی سے دعا کرتے اور زبان سے کچھ نہ فرماتے غرض تو مطلب حاصل ہونے سے تھی پس حضرت امیر کے مقابلہ نہ کرنے کا سبب تو ہم نے مانا کہ خوف جان کا تھا اور آواز سے دعا نہ کرنے کے لئے بھی ہم نے معذور تصور کیا کہ اندیشہ عمر کے سن لینے کا تھا لیکن دل سے دعا نہ کرنے کا کوئی سمجھ میں نہیں آتا کاش کوئی شیعہ ہم کو بتادے اور ہمارا شبہہ دور کر دے۔ اگر کوئی دانشمند یہ فرمادے کہ جب نکاح کر دیا تو پھر دعا مانگنے کی کیا ضرورت تھی معاذ اللہ عمر زانی اور فاسق نہ تھے جن کے ساتھ اپنی بیٹی کا نکاح کرنے سے حضرت علی کچھ لحاظ فرماتے تو بس یہی قول ہمارا ہے پھر روایت اول فرج غصبت منا کو کیا کریں گے اور ان صدہا اوراق کو جو اس نکاح کی توجیہ کے لئے ہیں کس آنکھ کے پانی سے دھو دیں گے اگر نفس الامر یہی ہے کہ حضرت علی حضرت عمر سے راضی اور حضرت عمر حضرت علی سے خوش تھے اور دونوں ایمان اور اخلاص میں ایک دوسرے پر بھروسہ رکھتے تھے اس لئے اپنی خوشی سے نکاح کر دیا تو بس جھگڑا طے ہوا لیکن مذہب تشیع کا بطلان کالشمس فی نصف النہار ثابت ہوا اگر حقیقت میں یہ بات جو ہم نے بیان کی، حضرات شیعہ تسلیم کر لیں تو ان کو سوائے اپنے مذہب کے چھوڑنے کے دوسرا چارہ نہیں اور اسی واسطے ان کے علما نے ہزاروں قسم کی تاویلات فرمادیں جن کی ضرورت نہ تھی لیکن اصل حقیقت کے بیان کرنے سے چشم پوشی کی کسی نے عذر خوف جان کا بیان کیا کسی نے اس کو صبر و تحمل پر محمول کیا کسی نے اس کے معارضے میں حضرت لوط کے قصے کو پیش کیا کسی نے حضرت ابراہیم کی بی بی سارہ کے پکڑے جانے پر بطور نظیر کے بیان کیا کسی نے حضرت ام کلثوم کی شکل پر جنیہ کی شکل ہونے کا دعویٰ کیا بہر حال سب نظریں اور مثالیں اور حکایتیں بیان کرنا اور اس کے عذرات اور وجوہات پیش کرنا بلکہ اس

marfat.com

نکاح کو مثل مردار کے کھانے کے جو ضرورتاً شرعاً حلال ہو جاتا ہے سمجھنا کس لئے ہے اس لئے تاکہ یہ ثابت نہ ہو کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، لائق زوجیت حضرت ام کلثوم کے تھے اور حضرت علی نے خوشی سے ان کے ساتھ نکاح کیا پس ایک حضرت عمرؓ کی فضیلت سے انکار کے واسطے کیا کیا توجیہات کی ہیں اور کیسے کیسے الزام حضرات اہل بیت پر دھرے ہیں کہ کچھ ہو خواہ اہل بیت بدنام ہوں خواہ ان کی بنات طیبات مغصوبہ ٹھہریں خواہ ان کے اولیا پر وقاحت کا الزام آدے سب کچھ منظور اور قبول ہے لیکن حضرت عمر کی، فضیلت کا اقرار نہ کیا کرتے ہیں نہ کریں گے۔

(دوسری تاویل وصیت) جو کہ اوپر صبر و تحمل کی تاویل سے جواب دے چکے اب دوسری تاویل کو بیان کر کے اس کا رد کرتے ہیں۔ جب کہ حضرات شیعہ نے خیال کیا کہ صبر کی تاویل درست نہیں ہے اور بغیر کسی وجہ خاص کے ایسے نازک معاملے میں تحمل کا عذر صحیح نہیں اس لئے اس کی تائید دوسری طرح سے کی اور اس کے لئے ایک وجہ خاص پیدا کی یعنی وصیت کرنا پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا کہ حضرت سرور کائنات اپنے وصی اور امام اول کو وصیت فرما گئے تھے کہ وہ سوائے صبر کے کچھ نہ کریں اور جو جو ظلم و ستم خلفاء جور کریں ان سب کی برداشت کریں اور جو جو واقعہ پیش آنے والے تھے سب حضرت صلے اللہ علیہ والہ وسلم جناب امیر سے کہہ چکے تھے اور ہر ایک واقعہ پر صبر و تحمل کی وصیت کر گئے تھے تو پھر کیونکر ممکن تھا کہ وصی نبی کے حکم کے خلاف کرتے اور صبر کو چھوڑ دیتے چنانچہ اس مضمون کو قاضی نور اللہ شوستری نے اپنے مصائب میں بیان کیا ہے جس کا ترجمہ فارسی ازالۃ الغین میں مذکور ہے کہ اس کو ہم نقل کرتے ہیں وہو ہذہ و بعضے از جہال ایشاں گفتہ اند کہ چہ گنجائش دارد کہ علی تسلیم نکاح کند ابنہ خود را برین کہ شما وصف کردید و میگوئیم کہ این سخن جہل ست بہ وجود تدبیر و بیان این آنست کہ چوں رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ

۱؎ جیسا کہ صاحب نزہہ نے لکھا ہے کہ تجویز تزویج درمقام ضرورت و اضطرار از باب رخصت ست چنانچہ تجویز تناول میتہ در حالت مخمصہ و اضطرار ۱۲۔ ۲؎ بعض جاہل کہتے ہیں کہ جبکہ اس شخص کے اوصاف تم نے گنائے ہیں تو ایسے کے ساتھ اپنی بیٹی کی شادی کر دینے کو مان لینا علی کو نا ممکن تھا اس کا جواب ہمارے پاس یہ ہے کہ اس قسم کی گفتگو جہالت ہے۔ اور واقعہ یہ ہے کہ رسول اللہ نے علی کو امور ضروری کی وصیت کی اور اپنی وفات کے وقت حضرت علی کو لفظاً بلفظ وہ سب کچھ بتا دیا۔ جو ان کے بعد ہو گا اس پر علی نے کہا آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟

وسلم وصیت کرد علی را بانچہ محتاج بود در وقت وفات و معلوم او گردانید جمیع آنچہ جاری خواہد شد از امر مستولین واحد بعد واحد پس علی گفت مرا بچہ امر می کنی آنحضرت فرمود صبر کن تا مردم رجوع کنند بسوی تو از روی طوع پس آں ہنگام قتال کن با ناکثین و قاسطین و مارقین و با احدی از ثلثہ منازعت مکن تا خود را بدست خود در تہلکہ نیندازی و مردم از نفاق و شقاق بر کردند پس علی علیہ السلام حافظ وصیت رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم بود بواسطۂ حفظ دین تا مردم بہ جاہلیت بر نہ گردند و چوں عمر خواستگاری ام کلثوم نمود علی متفکر شد و گفت اگر مانع شوم او قصد قتل من خواہد کرد و اگر قصد قتل من کند و ممانعت کنم او را از نفس خود بیرون روم از اطاعت رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم و مخالف وصیت او می کنم و داخل میشود در دین آنچہ مذکور می کرداز آں رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم پس تسلیم انبہ دریں حال اصلح بود از قتل او و بیرون رفتن از وصیت رسول خدا پس تفویض نمود امر او را بخدا و دانستہ بود کہ آنچہ عمر غصب کرد از اموال مسلماناں و ارتکاب کردہ از انکار حق او و قعود بجای رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم و تغیر احکام آلہی و تبدیل فرائض خدا چنانچہ گزشت اعظم ست نزد حق تعالیٰ و اقطع و اشنع است از اغتصاب ایں فرج پس تسلیم کرد و صبر نمود چنانچہ رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم امر نمودہ بود) خلاصہ اس کا یہ ہے کہ حضرت امیر کو پیغمبر خدا نے وصیت کی تھی کہ تم خلفاء ثلثہ کے عہد میں کچھ نہ

(بقیہ حاشیہ صہ ۲۲۱) ارشاد ہوا اس وقت تک صبر کرو جب کہ لوگ تمہاری جانب بحیثیت اطاعت و فرمانبرداری رجوع ہوں اور پھر اس وقت معاہدہ شکن ظالموں اور دین سے خارج ہونیوالی جماعت سے جنگ کرنا اور خلفائے ثلثہ میں سے کسی سے تنازعہ نہ کرنا تاکہ خود ہلاک نہ ہو اور لوگوں کے نفاق و بدبختی سے محفوظ رہو حضرت علی دراصل رسول اللہ کی وصیت کے بلحاظ حفاظت اسلام ایک نگہبان تھے تاکہ لوگ جاہلیت و کفر کو دوبارہ اختیار نہ کریں اور جب عمر نے ام کلثوم کے لئے پیام بھیجا تو علی متفکر ہوئے اور کہا اگر میں اس میں مانع و مزاحم ہوں تو یہ مجھے قتل کردے گا اور اگر خود کو قتل کرانے سے باز رکھوں تو رسول اللہ کی اطاعت سے خارج ہوا جاتا ہوں اور ان کی وصیت کے خلاف عمل کرتا ہوں اور یہ سوچ کر قتل اور وصیت رسول کے خلاف ورزی نہ کرے اپنی بیٹی دینا مناسب خیال کیا۔ اور یہ کام اللہ کے حوالے کر دیا دراں حالیکہ واقف تھے کہ عمر نے مسلمانوں کا مال غصب کیا حق علی سے انکار کرتے ہوئے رسول اللہ کی جگہ بیٹھے احکام الہی میں تبدیل و تحریف کی اور ان تمام امور قبیحہ کی موجودگی میں جیسا کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا تھا صبر سے کام لیا اور اپنی بیٹی کلثوم کی شادی کرنے پر بھی صبر کیا۔

marfat.com

کہنا اور نہ کچھ کرنا جو ظلم و ستم وہ چاہیں کریں سر نہ ہلانا جو کچھ چاہیں وہ غصب کرلیں کچھ نہ بولنا اس واسطے حضرت علی نے اصل معاملہ امامت و خلافت میں کچھ دم نہ مارا اور سکوت کامل اختیار فرمایا حالانکہ عمر کے خلیفہ ہونے سے جو کچھ خرابیاں ہوئیں وہ ظاہر ہیں پس خلافت کا غصب کرنا اور مسلمانوں کے مال پر متصرف ہونا اور جناب امیر کو الگ کر کے خود پیغمبر خدا کی جگہ پر بیٹھنا خدا کے نزدیک بہت قبیح اور شنیع تھا بہ نسبت غصب کرنے فرج ام کلثوم کے پس جب ایسے بڑے قبیح اور شنیع معاملہ میں یعنی غصب خلافت میں حضرت پیغمبر خدا کی وصیت کے سبب سے حضرت علی نے صبر کیا تو پھر ایک بیٹی کی شرمگاہ غصب کرنے پر صبر فرمایا تو کیا تعجب ہے اور اس تقریر پر پلید لکھنے لکھتے قاضی نور اللہ شوستری مصائب النواصب میں اپنے حیا و شرم کے جوہر دکھلاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ دعویٰ کرنا خلافت کا جو عمر نے کیا اور بیٹھنا مسند رسول پر خدا کے نزدیک ہزار فرج کے غصب کرنے سے بھی زیادہ بُرا تھا چہ جائے فرج واحد کما ذکر ترجمتہ فی ازالتہ الغین (وآنچہ دعویٰ کرد از برای خود اماامت از روی ظلم و جور و تعدی و خلاف بر خدا و رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم و بدفع امامے کہ نصب کردہ او را خدا و رسول خدا و استیلای او بر امور مسلمانان پس حکم بر خلاف خدا و رسول اعظم است نزد حق تعالیٰ از اغتصاب ہزار فرج از زنان مومنہ چہ، جائے فرج واحد) اے مومنین باحیا اور اے شیعیان باصفا تم کو اپنی حیا اور صفا کی قسم ہے کہ قاضی نور اللہ شوستری کی اس تقریر لطیف کی لطافت دیکھو اور اس کے الفاظ اور مضامین کو سوچو کہ ائمہ اطہار اور بنات طیبات کی نسبت کیا کچھ فرمایا ہے اور نکاح ام کلثوم کو کن لفظوں سے تعبیر کیا ہے سبحان اللہ جناب سیدۃ النسا فاطمہ زہرا کی محبت کا دعویٰ بھی کرنا اور ان کی بنات طاہرات پر ایسی تہمت بھی کرنا اور ایسی بے ادبی کے الفاظ ان کی شان میں زبان سے نکالنا قریب ہے کہ زمین شق ہو وے آسمان سے بجلی قہر کی گرے کس منہ سے کس کی شان میں کیا کہتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ ام کلثوم اس معصومہ کی بیٹی ہیں جس کی صورت کسی نے نہیں دیکھی جس کی عفت کی عصمت نے قسم کھائی جب قیامت کے دن میدان محشر میں ان کا گزر ہوگا تب منادی ندا کرے گا کہ (غضوا ابصارکم) یعنی سب اپنی

ل عمر نے ظلم و ستم کے ذریعہ اپنی خلافت و امامت کا دعویٰ کیا۔ اللہ و رسول کے حکم کی خلاف ورزی کی اور اس امام کو جس نے اللہ اور رسول نے مقرر کیا تھا غصب کر کے مسلمانوں پر قبضہ جمایا یہ تمام امور اللہ کے نزدیک ہزار شرمگاہوں کے غصب کرنے کی بہ نسبت ایک (ام کلثوم کی) شرمگاہ حاصل کرنے کے تعلق سے زیادہ بُرے تھے۔

آنکھیں بند کر لو کہ رسول کی بیٹی عفیفہ معصومہ گزرتی ہے کسی کی اس پر نظر نہ پڑے غرض کہ جس کی ماں کی عصمت کی خدا کے نزدیک یہ قدر و منزلت ہووے اس کے جگر گوشہ کی حضرات امامیہ ایسی فضیحت و رسوائی بیان کریں اور جو باتیں ایک عامی کی نسبت کسی کی زبان سے نہ نکلیں۔ ان کو ایسی جناب کی شان میں بیان کریں رہا وصیت رسول خدا، علیہ التحیۃ والثنا کا یہ ایسا عذر ہے کہ نہ عقلاً لائق تسلیم ہے نہ نقلاً عقلاً اس لئے کہ پیغمبر خدا خدا واسطے ہدایت خلق کے مبعوث ہونے تھے ان کا کام تھا خود وہ کام کرنا جس میں لوگ گمراہی سے بچیں اور اوروں سے خصوصاً اپنے جانشینوں اور وصیوں سے وہ کام کرنا جس میں خلق خدا ضلالت سے محفوظ رہے پس کیونکر عقل قبول کرے کہ پیغمبر خدا نے یہ وصیت حضرت امیر کو کی ہو کہ گو خلفاء ثلثہ خلافت غصب کریں اور تمہارا حق چھین لیں اور لوگوں کے مال پر متصرف ہوویں اور خدا کی کتاب میں تحریف کریں اور میری سنت کو بدلیں اور تمہاری بیٹیوں کو چھین لے جاویں مگر دم نہ مارنا اور چپ رہنا اور یہ سب جور و ستم اپنے نفس پر گوارا کرنا بھلا کسی کی سمجھ میں یہ بات آوے گی کہ پیغمبر خدا نے ایسا فرمایا ہو نعوذ باللہ منہ اس سے بڑھ کر اور کیا تہمت پیغمبر خدا پر ہوگی رہا یہ عذر کہ اس واسطے پیغمبر خدا نے فرمایا تھا کہ لوگ ظاہر اسلام نہ چھوڑ دیں اور علانیہ کفر و شرک نہ کرنے لگیں تو یہ امر بھی عقل کے خلاف ہے اس لئے کہ اگر وہ لاکھ آدمی جنہوں نے برسوں پیغمبر خدا کی صحبت پائی ہو اور جنہوں نے ابتدائے اسلام سے اس کی ترقی کے وقت تک وقتاً فوقتاً ایمان قبول کیا ہو اور جنہوں نے جہاد اور لڑائیوں میں اپنی جان دینے میں دریغ نہ کیا ہو اور جنہوں نے اپنی آنکھ سے ہزارہا معجزات، دیکھے ہوں اور جن کی شان میں خدا نے آیات فضیلت نازل کی ہوں وہ سب کے سب الا قلیلا منہم ایسے منافق اور ناقص الایمان ہوں کہ وہ صرف حضرت علی کے مقابلہ کرنے سے ساتھ خلفاء ثلثہ کے ظاہری اسلام کو بھی چھوڑ دیں اور اپنے کفر اصلی کو ظاہر کر دیں اور علانیہ مشرک ہو جاویں اور باوجودیکہ حضرت امیر حق پر ہوں اور صرف مسلمانوں کی جانوں اور مالوں کو ان کے دست تعدی سے محفوظ رکھنے اور خدا کے دین کو تغیر و تبدل سے بچانے اور لوگوں کے گمراہ نہ ہونے کے واسطے وہ ان کا مقابلہ اور ان سے مقاتلہ کریں اور پھر بھی کوئی مسلمان ان کا ساتھ نہ دے بلکہ ساتھ دینا کیسا اسی قصور میں حضرت علی کو چھوڑ دیں اور ظاہری اسلام سے ہاتھ اٹھا کر بت پرستی اختیار کر لیں تو ایسی جماعت کے ایمان اور

marfat.com

ان کا اسلام سے کیا فائدہ تھا اور بلکہ ان کا مسلمان رہنا اور کافر ہو جانا برابر تھا تو پھر پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثنا کا وصیت فرمانا اور حضرت علی کو بخیال کافر نہ ہونے ان لوگوں کے صبر پہ تاکید کرنا کیا ضرور تھا اس لئے کہ جس امر کا اندیشہ تھا کہ لوگ ایمان و اسلام سے نہ پھر جاویں وہ موجود ہی تھا اور وہ سب کے سب ایمان و اسلام سے ہاتھ اُٹھائے ہوئے تھے ورنہ خیال کرنا چاہیئے کہ اگر حضرت علی اس بات پر کہ ان کی خلافت خلفاء جور نے غصب کی اور لوگوں کے مالوں پر تصرف کیا اور سنت نبوی کو تغیر کر دیا اور رسول کی نواسی کو غصب کر لے گئے ان خلفاء سے مقابلہ کرتے اور اصحاب رسول سے مدد چاہتے تو وہ بجائے مدد دینے کے کلمہ شہادت سے بھی منکر ہو جاتے اور خدا کی توحید اور رسول کی رسالت کا بھی انکار کرنے لگتے تو پھر ان کے اسلام کا لحاظ کیا ضروری تھا اگر ایسے دلی کافر ظاہری مسلمان ظاہر میں کلمہ گو رہتے تو کیا اور بت پرست ہو جاتے تو کیا صرف ان کے ظاہری اسلام کے لحاظ سے اس قدر ظلم و ستم اٹھانا اور خدا کے دین کو غارت ہونے دینا اور بیٹیوں کو چھین لے جانے دینا کیا معنی اور ایسے لوگوں کی خاطر وصیت کرنا پیغمبر خدا کا اور صبر و تحمل پر ثابت قدم رہنے کی اپنے وصی کو تاکید کرنے سے کیا حاصل تھا۔ اے حضرات یہ معاملہ نکاح ام کلثوم کا ایسا نہیں کہ اول فرج غصبت منا کہہ کر اس کو ٹال دو اور اس کو ایسی پوچ لچر باتوں میں بہلا دو ذرا انصاف کرو کہ اگر کسی شخص کا غلام یا خدمتگار یا ملازم جس نے چند ہی روز اپنے آقا کا نمک کھایا ہو وہ دیکھے کہ بعد مرنے اس آقا کے کوئی شخص اس کے مال کو غصب کرتا ہے یا اس کے خاندان کی کسی لڑکی کی عزت لیتا ہے بلکہ غصب کرنا کس کا عزت لینا کیسا وہ یہ سمجھے کہ ایسا ارادہ بھی رکھتا ہے تو اگر وہ نمک حلال ہو گا تو ضرور اپنی جان دینے پر مستعد ہو گا اور اپنے جیتے جی اپنے آقا کی حرمت و عزت میں داغ نہ آنے دے گا پس کیا چار لاکھ اصحاب رسول میں ایک بھی ایسا نہ تھا کہ وہ حضرت علی کا شریک ہوتا اور پیغمبر خدا کے خاندان کی عصمت و عفت بچاتا اصحاب رسول کو جانے دو ان سب کو مرتد اور منافق سمجھو کیا بنی ہاشم میں بھی کوئی شخص نہ تھا جو اپنی بیٹیوں کی عزت بچاتا اور دست تعدی سے ایک منافق کے ان کو محفوظ رکھتا شاید اس کا جواب حضرات شیعہ یہ دیں کہ پیغمبر خدا نے وصیت صبر کی کی تھی اور فرما دیا تھا کہ گو کوئی شخص کتنا ہی ظلم کرے اور گو تمہاری لڑکیوں کو غصب کر لیا وے اور جو چاہے سو کرے مگر کوئی دم نہ مارنا تب ہم کہیں گے کہ وہ وصیت جنگ شام اور صفین میں کیوں بھلا

دی گئی اور کس لئے ہزاروں آدمی کا خون کرایا تب شاید فرمادیں کہ اس وصیت میں یہ بھی تھا کہ خلفاء ثلاثہ کے زمانے میں کچھ نہ کرنا مگر معاویہ سے لڑنا تب ہم کہیں گے کہ وصیت، پیغمبر خدا کی کیا ٹھہری مرزا دبیر اور میر انیس کا مرثیہ ٹھہرا کہ جو مضمون ان کے ذہن میں آیا اسی وقت ایک روایت اپنی طرف سے جھوٹی سچی بنالی اور اپنی شاعری دکھلادی آخر اس وصیت کا کچھ سبب کوئی وجہ بھی ہے یا نہیں اگر یہ وجہ ہو کہ نوبت خون ریزی کی نہ پہنچے تو جنگ معاویہ میں وہ وجہ موجود تھی کہ ہزارہا آدمی کے قتل کی نوبت آئی اور اگر یہ سبب ہو کہ کوئی اصحاب میں سے شریک نہ ہوگا ناحق علی کی جان جاوے گی تو اس کا حال جنگ معاویہ میں کھل گیا کہ تمام مہاجرین اور انصار اور اہل حل وعقد اور بزرگان دین حضرت علی کے ساتھ تھے اور ہزاروں ان کی اعانت میں شہید ہوئے تو کیا وہ لوگ جنہوں نے حضرت کو پیچھے مدد دی پہلے مدد نہ دیتے اور جس طرح معاویہ کے ساتھ لڑے اس طرح خلفاء کے ساتھ نہ لڑتے پس صاف ظاہر ہے کہ یہ وصیت کا مضمون صرف بنایا ہوا اور ناحق تہمت رسول خدا علیہ التحیۃ والثنا پر ہے اگر شک ہو تو ہم اس کو نقلاً بھی ثابت کرتے ہیں پوشیدہ نہ رہے کہ قطع نظر دلائل عقلی کے جس سے بطلان اس وصیت کا ثابت ہوتا ہے اگر ہم احادیث واخبار پر کتب شیعہ کے غور کرتے ہیں تو اس سے بھی غلط ہونا اس کا معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ ماحصل وصیت کا یہ ہے کہ حضرت علی خلفاء ثلاثہ کے زمانے میں صبر وتحمل کریں اور ان کے کسی ظلم وستم پر کچھ نہ بولیں پس اگر حضرت علی ان کے زمانے میں صابر اور شاکر رہے ہوں اور ان کے ساتھ سختی اور درشتی کے ساتھ پیش نہ آئے ہوں اور ان کا مقابلہ نہ کیا ہو۔ تو بیشک ہم بھی تسلیم کر سکتے ہیں کہ شاید ایسی وصیت ہوئی ہو لیکن اگر یہ امر ثابت ہو جاوے کہ حضرت علی نے اپنے جلال وقہر کو کام فرمایا اور خلفاء ثلاثہ سے بہ سختی پیش آئے اور ان سے مقابلہ کیا اور ان کو ہر طرح پر ڈرایا اور ان کے قتل پر آمادہ ہوئے تو کیونکر ہم قبول کریں کہ پیغمبر خدا نے وصیت کی تھی اس لئے کہ اگر وصیت کرتے تو ضرور حضرت علی اس پر عمل کرتے اور کسی امر میں چون وچرا نہ فرماتے لیکن چھوٹی چھوٹی باتوں میں تو حضرت امیر ان کا مقابلہ کریں اور مرنے مارنے پر مستعد ہو جاویں اور وصیت نبوی کو بھلادیں اور ایسے بڑے معاملے میں مثل غصب ام کلثوم کے صبر وتحمل کریں اور وصیت پر عمل فرمادیں یہ امر ہماری ناقص فہم کی سمجھ سے باہر ہے اس دقیق مضمون کو حضرات شیعہ ہی سمجھتے ہوں گے۔ اب ہم چند احادیث د

اخبار کتب معتبرہ شیعہ کے نقل کرتے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علی ذرا ذرا سی بات پر مقابلہ خلفا کا کرتے اور ان کے قتل پر مستعد ہونے تھے۔ (پہلی روایت) کشف الغمہ میں محمد بن خالد سے ایک روایت لکھی ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ ایک روز حضرت عمر نے اثناء خطبے میں لوگوں سے کہا کہ اگر میں چاہوں کہ تم کو معلومات دینیہ اور معتقدات یقینیہ اور احکام شرعیہ محمدیہ سے پھیر دوں اور یہ کہوں کہ اس کو چھوڑ کر اُن قاعدوں پر چلو جو جاہلیت کے زمانے میں تھے تو تم میری اطاعت کرو گے یا نہیں کسی نے کچھ جواب نہ دیا جب تین مرتبہ اسی طرح پر حضرت عمر نے پوچھا تو حضرت علی نے فرمایا کہ اگر یہ حالت تمہاری ہم دیکھیں اور تم کو خدا کے دین سے پھرا ہوا پاویں تو دوسرا نائب ہم مطلب کریں اور اگر تم توبہ کرو تو تمہاری توبہ قبول کریں اگر توبہ نہ کرو تو ہم تمہاری گردن ماریں حضرت عمر نے یہ سن کر کہا کہ الحمد للہ کہ ہمارے دین میں ابھی ایسے آدمی ہیں کہ اگر میں منحرف ہوجاؤں تو وہ مجھے راہ راست پر لا سکتے ہیں فقط پس جب حضرت علی حضرت عمر کے پوچھنے پر ایسا جواب دیں اور ان کے قتل کرنے اور گردن مارنے پر اپنی مستعدی ظاہر کریں تو اگر حقیقت میں حضرت عمر دین سے پھر جانے اور احکام شرعیہ محمدیہ کو بدل لیتے تو حضرت علی اپنے قول کو پورا کرتے اور ضرور ان کو مار ہی ڈالتے پس حضرت علی سے مستعد کیونکر حضرت عمر کو اپنی بیٹی لیجانے دیتے اور کچھ چون و چرا نہ کرتے اصل ترجمہ بلفظہ اس حدیث کا یہ ہے (لہ روایت ست از محمد بن خالد الضبی کہ روزے عمر بن خطاب در اثنا خطبہ از حاضران سوال کرد کہ اگر من خواہم کہ شما را از معلومات دینیہ و معتقدات یقینیہ و احکام شرعیہ محمدیہ صرف نمایم و گویم کہ از معتقدات برگردید

لہ محمد بن خالد ضبی کا بیان ہے کہ ایک دن عمر بن خطاب نے اثناء خطبہ میں لوگوں سے پوچھا اگر میں تم کو امور مذہبی، اعتقادات یقینی اور احکام شریعت محمدیہ سے روگرداں کر کے کہوں کہ اپنے اعتقادات اسلامی چھوڑ کر زمانہ جاہلیت کے قواعد و رسوم کرو تو بتاؤ تم اس وقت کیا کرو گے؟ میرے کہنے پر چلو گے یا نہیں؟ یہ سن کر سب لوگ خاموش رہے اور کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ عمر نے پھر دوبارہ اور سہ بارہ یہی پوچھا اس پر شاہ ولایت علیؓ نے کہا اگر تمہاری یہ حالت دیکھی جائے اور دین اسلام و محمدی سے روگرداں پایا جائے تو دوسرا نائب طلب کریں گے اور اگر تم توبہ کرو گے تو تمہاری توبہ قبول کریں گے اور اگر توبہ نہ کرو گے تو ہم تمہاری گردن اڑا دیں گے شاہ اولیا کا یہ کلام سن کر عمر نے کہا الحمد للہ ہمارے دین میں جوانمرد موجود ہیں اگر میں دین سے روگرداں ہو جاؤں تو لوگ مجھے راہ راست پر قائم و ثابت کریں گے۔

marfat.com

درجوع نمائید بقواعدکہ درزبان جاہلیت بود شما بامن چہ خواہید کرد آیا تابع من درآں خواہید شد یا مخالف من مردمان ہمہ خاموش شدند وہیچکس جواب نگفت عمر دیگر بار ہمیں سخن را اعادہ کرد از ہیچکس جوابے نشنبد پس دیگر بار ہمیں مقالہ اعادہ کرد شاہ ولایت فرمود کہ ہرگاہ از تو ایں حالت مشاہدہ کردہ و ترا از دین مصطفیٰ منحرف یابیم نائب دیگر طلب کنیم واگر توبہ کنی توبہ ترا قبول کنیم واگر نکنی ترا گردن زنیم عمر چوں ایں سخن از شاہ اولیا شنید گفت کہ در دین ما مردان ہستند کہ اگر منحرف شویم ما را بطریق مستقیم مقیم و ثابت دارند) انتہے بلفظ۔

دوسری روایت) ملا باقر مجلسی نے حیواۃ القلوب میں ایک حدیث طویل نقل کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ عمر فاروق کے دل میں اسقدر خوف اور ہیبت شاہ مردان کی تھی کہ مجرد دیکھنے کے لرزہ آجاتا تھا چنانچہ بعد لکھنے ایک قصہ طول طویل کے اس مضمون کو ان لفظوں سے ادا کیا ہے (علیؑ بن ابراہیم از ابوذر ثلثہ روایت کردہ است کہ گفت روزی با عمر بن خطاب براہی می رفتم ناگاہ اضطرابے درراہ یافتم و صدای از سینہء او شنیدہ شد مانند کسی کہ از ترس مدہوش شود گفتم چہ می شود ترا ای عمر گفت مگر نہ بینی شیر بیشہء شجاعت را و معدن کرم و فتوت را کشندہء طاغیاں و باغیان و زیندہء شمشیر را و علمدار صاحب تدبیر را چوں نظر کردم علی بن ابی طالب را دیدم (الیٰ قولہ) تا ایں ساعت ترس او از دل من بدر نہ رفتہ است و ہرگاہ کہ او را بنیم چنین ہراساں می شوم) فقط پس اب اس حدیث سے زیادہ اور کیا سند چاہیئے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر حضرت علی کی صورت دیکھنے سے ڈرتے جاتے تھے اور ان کے بدن پر ہیبت سے لرزہ ہونے لگتا تھا اور بہت دیر تک ہوش و حواس ان کے درست نہ ہوتے تھے پس جب کہ حضرت علی کے دیکھنے سے یہ حال حضرت عمر کا ہوتا ہو اور ان کے ہوش و حواس ان کی صورت دیکھنے سے جاتے رہتے ہوں تو کیوں کر قیاس میں آدے کہ پھر ان کی بیٹی سے بجبر نکاح کرایا ہو شاید حضرات شیعہ یہ فرمادیں کہ اس وقت حضرت علی کا جلال جاتا رہا تھا بلکہ معاملہ برعکس ہو گیا تھا۔

لہ علی بن ابراہیم نے ابوذر کے ذریعہ بیان کیا کہ ایک دن میں عمر بن خطاب کے ساتھ جا رہا تھا اثنا راہ میں انکو بیقرار دیکھا اور انکے سینے سے وہی آواز سنی جو خوف سے مدہوش ہو جاتا ہے کہ میں نے کہا اے عمر تمہیں کیا ہوا ؟ کیا تم شیر بیشہء شجاعت کرم و جوانمردی کی کان سرکشوں اور باغیوں کو کھینچنے والے زیب شمشیر صاحب تدبیر کو نہیں دیکھتے اتنے میں حضرت علی بن ابی طالب مجھے دکھائی دیئے (تا ختم عبارت) اسوقت سے اب تک ان کا خوف میرے دل سے دور نہیں ہوا اور جب کبھی میں انہیں دیکھتا ہوں حیران و پریشان ہو جاتا ہوں۔

تیسری روایت) جناب مولوی سید دلدار علی صاحب قبلہ عماد الاسلام میں لکھتے ہیں کہ کتب امامیہ میں لکھا ہوا ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو حکم کیا کہ سب کے دروازے مسجد سے بند کریں سوائے اپنے اور علی کے دروازے کے بعد چند روز کے حضرت عباس نے عرض کی کہ میرے لئے بھی خدا سے عرض کیجئے کہ میرا دروازہ کھول دیا جاوے آپ نے کہا ممکن نہیں تب حضرت عباس نے کہا کہ ایک میزاب ہی کے لئے دعا کیجئے حضرت خاموش ہوئے اور خدا نے حضرت عباس کی درخواست ثانی کو منظور کیا پس حضرت خود اٹھے اور حسب خواہش حضرت عباس کے سقف خانہ پر پرنالہ نصب کیا چنانچہ وہ پرنالہ تین برس تک زمانہ خلافت عمر میں قائم تھا ایک روز اس پرنالے کا پانی بہتا تھا کہ عمر کے کپڑوں پر گرا انہوں نے حکم دیا کہ یہ پرنالہ اکھاڑ دیا جائے چنانچہ وہ اکھاڑ دیا گیا اور عمر نے غیظ و غضب میں آکر کہا اگر کوئی اس کو پھر لگائے گا تو میں اس کی گردن ماروں گا حضرت عباس اپنے لڑکوں پر تکیہ کر کے اسی شدت مرض میں حضرت امیر کے پاس فریاد کو آئے اور کہا کہ میں دو آنکھیں رکھتا تھا ایک تو جاتی رہی یعنی پیغمبر خدا دوسری باقی ہے یعنی علی بن ابی طالب میں نہ جانتا تھا کہ تمہارے جیتے جی مجھ پر یہ مصیبت ہو گی حضرت امیر نے فرمایا تم اپنے گھر میں آرام سے بیٹھو دیکھو میں کیا کرتا ہوں ثم ناوے یا قنبر علی بذی الفقار فتقلدہ ثم خرج الی المسجد والناس حولہ وقال یا قنبر اصعد ورد المیزاب الی مکانہ فصعد قنبر فردہ الی موضعہ وقال علی وحق صاحب ہذا القبر والمنبر لئن قلعہ قالع لاضربن عنقہ وعنق الآمر لہ بذلک ولاصلبنہا فی الشمس حتی یتقددا فبلغ ذلک عمر بن الخطاب فنہض ودخل المسجد ونظر الی المیزاب وہو فی موضعہ فقال لایغضب احد ابا الحسن فیما فعلہ ونکفر عنہ عن الیمین فلما کان من الغداۃ مضے علی بن ابی طالب اے عمہ العباس فقال لہ کیف اصبحت یا عم قال بافضل النعم مادمت لی یا بن اخی فقال لہ یا عم طب نفسک وقر عینا فواللہ لو خاصمنی اہل الارض فی المیزاب لخصمتہم ثم لقتلتہم بحول اللہ وقوتہ ولا ینالک ضیم ولا غم فقام العباس فقبل بین عینیہ وقال یا بن اخی ما خاب من انت ناصرہ فکان ہذا فعل عمر بالعباس عم رسول اللہ وقد قال فی غیر موطن وصیۃ منہ فی عمہ ان عمی العباس بقیۃ الآباء والاجداد فاحفظونے فیہ کل فی کنفی وانا فی کنف عمی العباس فمن اذاہ فقد اذانی ومن عاداہ فقد عادانے فسلمہ سلمے وحربہ حربے وقد اذاہ عمر فی ثلث مواطن ظاہرۃ غیر خفیۃ منہا قصۃ المیزاب ولولا خوفہ من علی علیہ السلام لم یترکہ علی حالہ، انتہی بلفظہ پس حضرت امیر نے قنبر کو آواز دی اور کہا کہ ذوالفقار لا نا چنانچہ وہ ذوالفقار لایا اور

marfat.com

حضرت علی نے اس کو حمائل کیا اور ہمراہ آدمیوں کے مسجد میں آئے اور قنبر سے کہا کہ پرنالے کو جہاں تھا وہاں لگا دے۔ چنانچہ قنبر نے لگایا بعد اس کے حضرت امیر نے فرمایا کہ قسم ہے مجھ کو صاحب قبر و منبر کی کہ اگر کسی نے اس پرنالے کو اکھیڑا تو میں اس کی گردن ماروں گا یہ خبر عمر کو پہنچی تب وہ مسجد میں آئے اور پرنالے کو اپنی جگہ دیکھا اور کہا کہ کوئی ابوالحسن یعنی امیر کو غضب میں نہ لادے وقت صبح کے حضرت امیر نے حضرت عباس سے پوچھا کہ کہیئے کیا ہوا حضرت عباس نے کہا کہ جب تک تم زندہ ہو چین و آرام سے گزرتی ہے حضرت امیر نے فرمایا کہ قسم ہے خدا کی کہ اگر تمام اہل زمین مجھ سے بخصومت پیش آویں سب کو قتل کر دوں فقط اس روایت کو مطاعن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں لکھ کر مجتہد صاحب فرماتے ہیں کہ اگر عمر کو علی کا خوف نہ ہوتا تو کبھی پرنالے کو اپنی جگہ پر لگانے نہ دیتے۔ غرضیکہ ایک خفیف بات یعنی پرنالے کے لگانے پر جناب امیر اسقدر غیظ و غضب میں آ جاویں اور قنبر سے ذوالفقار منگا کر مسجد میں آویں اور اپنے سامنے کھڑے کھڑے پرنالہ نصب کرا دیں اور باوجودیکہ حضرت عمر کو تین برس گزر چکے تھے اور ان کی خلافت کا زمانہ شباب پر تھا اور پھر بھی ان سے نہ ڈریں اور ان کے قتل کرنے پر مستعد ہو جاویں بلکہ تمام دنیا کے قتل کا بحالت مخالفت دعویٰ کریں تو کیوں کر قیاس قبول کرے کہ پیغمبر خدا نے ان کو وصیت صبر کی کی ہو گی اگر واقعی حضرت نے وصیت کی ہوتی تو اس واقعہ میزاب میں جناب امیر کیوں اس کو بھول جاتے اور کس لئے ذوالفقار لے کر باہر آتے اور اگر حضرت علی سے حضرت عمر ڈرتے نہ ہوتے تو کیوں وہ چپ ہو جاتے اور کس لئے ان کے لگائے ہوئے میزاب کو اکھڑا نہ دیتے عجب حال ہے حضرات شیعہ کا کہ کبھی تو حضرت علی کو شیر دلیر بنا دیتے ہیں کہ ذرا ذرا سی بات پر ان کے قہر و جلال کے قصے بیان کرتے ہیں اور خفیف خفیف معاملات میں ان کا قتل و قتال پر مستعد ہو جانا ثابت کرتے ہیں اور کبھی ان کو ایسا خائف اور کمزور کر دیتے ہیں کہ بڑے بڑے معاملات میں ان کو صابر شاکر کہتے ہیں کیا حضرات شیعہ کے نزدیک حضرت ام کلثوم کا غصب ہونا حضرت عباس کے سقف خانہ کے میزاب کے برابر بھی نہ تھا کہ اس پر اسقدر غیظ و غضب ہوئے اور اس پر صبر و سکوت کیا کیا جاوے۔ کاش جناب امیر میزاب کے معاملے میں سکوت فرماتے اور حضرت ام کلثوم کے معاملے میں اپنے جلال و قہر کو ظاہر کرتے اور قنبر سے ذوالفقار لے کر باہر آتے اور عمر کے قتل کرنے اور گردن مارنے پر مستعد ہوتے تو یہ قہر و غضب بجائے خود ہوتا۔ معلوم نہیں کہ حضرات

marfat.com

شیعہ اس نکاح کو قبل از واقعہ میزاب کے روایت کرتے ہیں یا بعد اس کے اگر نکاح قبل از واقعہ میزاب تھا تو حضرت عباس کا جناب امیر کے پاس معاملہ میزاب میں فریاد کو آنا بعید از قیاس ہے اس لئے کہ حضرت عباس خوب جانتے تھے کہ حضرت عمر کے ڈر سے انہوں نے بیٹی کو دیدیا اور کچھ بھی نہ بولے تو کیونکر حضرت عباس پھر اپنے میزاب کے معاملے میں ان کے پاس فریاد کو جاتے کیونکہ جب جناب امیر لڑکی کے معاملے میں نہ بولے اور صبر کیا تو پھر ایسے خفیف معاملے میں کیا بولتے اور اگر یہ نکاح بعد از واقعہ میزاب ہوا تو جب حضرت عباس حضرت علی کو سمجھاتے گئے تھے کہ عمر آمادۂ فساد ہے تم نکاح ہونے دو ورنہ وہ تم کو تکلیف دے گا تب اگر حضرت عباس اس قصے کو بھول گئے تھے تو جناب امیر یاد دلاتے کہ چچا تم کو یاد نہیں ہے۔ کہ تمہارے میزاب کے معاملے میں میں نے کیا کیا اور عمر کو کیسا ڈرا دیا پس کیونکر ایسے بڑے معاملے میں اس سے ڈر جاؤں اور اسیوقت قبر سے تلوار منگا کر عمر کے پاس آتے اور ان کو میزاب کے معاملے کی طرح ڈرا دیتے اگر ایسا کرتے تو پھر کیا مجال عمر کی کہ وہ کچھ بولتے غرضکہ اب تو حضرات شیعہ ان روایات کو دیکھیں اور صبر یا وصیت کا نام زبان پر نہ لادیں اس لئے کہ ان روایات سے انکا ابطال ایسا نہیں ہوا ہے کہ کسی کو کچھ کہنے کی گنجائش رہی ہو (تیسری تاویل تقیہ) اگرچہ جو کچھ ہم نے صبر اور وصیت کی تاویل میں بیان کیا اس کا بھی بطلان بخوبی ہوگیا لیکن خاص اس لفظ سے ہم کچھ بحث کرتے ہیں بعض علماء شیعہ نے فرمایا ہے کہ حضرت امیر کو حکم تقیہ کرنے کا تھا اس لئے وہ معذور و مجبور تھے اور نکاح کر دینے میں وہ بجا آوری فرمان الٰہی کی کرتے تھے اور امتثال امر الٰہی مقتضی اجر ہے چنانچہ اسی مضمون کو بایں الفاظ صاحب نزہۃ اثنا عشریہ نے بجواب تحفہ کے ادا کیا ہے (وقائلین بہ تقیہ میگویند کہ شارع فعلے را کہ بطریق تقیہ واقع شود مقام مامور بہ قرار دادہ پس در بجا آوردن آں امتثال امر الٰہی است و ایں معنی مقتضی اجر است) اور اسی طرح بر سید مرتضیٰ ملقب بہ علم الہدیٰ اور ابن مطہر حلی نے بھی فرمایا ہے کہ یہ تقیہ اس سے، زیادہ نہیں ہے جو کہ درباب امامت کے جناب امیر نے کیا اور صاحب نزہہ کی یہ عبارت بعینہ ترجمہ مصائب النواصب کے اعتراض چہارم کا ہے غرضکہ ان روایات سے یہ امر ثابت ہے کہ جناب امیر نے تقیے کے سبب سے نکاح کرا دیا اور چونکہ حضرت امیر مامور بہ تقیہ تھے اس لئے اس،

ؔ بعض لوگ حضرت علی کی بابت کہتے ہیں کہ انہوں نے تقیہ کیا اور شارع نے جس کام کو بطور تقیہ واقع ہو مقام مامور بہ قرار دیا ہے اور ام کلثوم کی شادی کرنے کے بارے میں اللہ کے احکام بجالائے اور حکم الٰہی کی تعمیل موجب ثواب ہے۔

marfat.com

نکاح میں مستحق اجر ہوئے لیکن تاویل تقیے کی باطل ہے چند وجوہ سے۔

درجہ اوّل) تقیہ خود تہمت حضرات شیعہ کی ہے اہل بیت کرام پر اور کبھی کسی امام نے نہ تقیہ کیا نہ وہ مامور بتقیہ تھے کہ اس کو ہم بحث تقیہ میں ثابت کریں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ (درجہ دوم) تقیہ کرنے کے دو سبب خیال میں آتے ہیں یا خوف جان یا خوف عزت عزت تو اس نکاح کے کر دینے سے جاتی ہی رہی پس اسکا خوف تو باقی ہی نہ رہا جس کے لئے حاجت تقیہ کی ہوتی رہی، خوف جان اس کے سبب سے جناب امیر مامور بتقیہ نہ تھے اس کو علماء شیعہ نے خود تسلیم کیا ہے جیسا کہ تقلیب المکائد میں علامہ کنتوری لکھتے ہیں کہ۔ (شیعیان[1] ہرگز نمی گویند کہ حضرت امیر المومنین بسبب خوف ہلاکت جان خود ترک قتل و قتال ابوبکر کردہ بود بلکہ می گویند کہ حضرت امیر المومنین ہیچ یک از فرائض و واجبات را ترک نکردہ و تقیہ بجہت خوف ہلاکت جان خود نبود بلکہ بجہت خوف ہتک عرض و ناموس بود) سوم درجہ سوم اگر ہم تسلیم کریں کہ حضرت علی کو خوف جان کا تھا تو خود معتقدات شیعہ اس کو قبول نہ کریں گے اس لئے کہ ان کے مذہبی روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ کئی دفعہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضرت امیر کے قتل کا ارادہ کیا تھا لیکن وہ بسبب شجاعت حضرت امیر کے پورا نہ ہوا جیسا کہ ملا باقر مجلسی حق الیقین میں لکھتے ہیں[2] کہ جب حضرت علی رض نے معاملہ فدک میں ابوبکر رض و عمر کو بہت سخت و سست کہا اور ان سے معارضہ کیا تب حضرت ابوبکر رض نے عمر رض کو بلایا اور کہا کہ تم نے دیکھا کہ آج علی نے کیا کیا اگر ایک دفعہ اور ایسا ہی وہ کریں گے تو ہمارے سب کام درہم برہم ہو جاویں گے یہ سن کر عمر رض نے کہا کہ میری صلاح یہ ہے کہ علی قتل کر دیئے جاویں اور اس خدمت پر خالد بن الولید کو متعین کیا اور صبح کی نماز کا وقت ان کے قتل کا مقرر ہوا چنانچہ جب صبح کی نماز کو حضرت علی مسجد میں آئے اور براہ تقیہ ابوبکر کے پیچھے نماز کو کھڑے ہوئے اور خالد تلوار باندھ کر حضرت علی کے برابر کھڑے ہوئے مگر جبکہ ابوبکر تشہد کے لئے بیٹھے تب ان کو ندامت ہوئی اور فتنہ و فساد سے ڈرے اور شدت اور سطوت اور شجاعت حضرت امیر کی انکو معلوم تھی تب ایسا خوف ابوبکر پر غالب ہوا نماز ختم نہ کر سکے بار بار تشہد پڑھیں اور خوف کے مارے سلام نہ پھیریں آخر خالد سے کہا کہ جو کچھ

[1] شیعہ کبھی بھی یہ نہیں کہتے کہ جناب امیر نے اپنی جان جانے کے خوف کے پیش نظر ابوبکر سے جنگ و جدال ترک کی بلکہ شیعہ یہ کہتے ہیں کہ جناب امیر نے کوئی فرض و واجب ترک نہیں کیا اور آپ کا تقیہ کرنا اپنی جان جانے کے خوف کی وجہ نہ تھا بلکہ اس کا سبب ہتک عزت و ناموس تھا۔

[2] اصل عبارت بحث تقیہ میں نقل ہوگی ۱۲ منہ۔

marfat.com

ہیں نے تم سے کہا ہے وہ نہ کرنا چنانچہ بعد نماز کے حضرت علی نے خالد سے پوچھا کہ تم سے ابو بکر نے کیا کہا تھا انہوں نے کہا کہ تمہارے قتل کو کہا تھا اور اگر وہ مجھے منع نہ کرتے تو ضرور میں تم کو مار ڈالتا کہ حضرت علی نے غصے میں آکر خالد کو پکڑا اور زمین پر دے مارا جب عمر چلانے لگے اور لوگ جمع ہو گئے تب حضرت امیر نے خالد کو تو چھوڑ دیا اور گریبان عمر کا پکڑا اور کہا کہ اگر وصیت رسول خدا کی اور تقدیر الٰہی نہ ہوتی تو تم اس وقت دیکھتے کہ کون ضعیف ہے ہم یا تم اور ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت امیر نے خالد کو ایک انگلی پر اٹھا لیا اور ایسا دبایا کہ اس کی جان نکلنے کے قریب ہو گئی اور خالد نے پاخانہ پھیر دیا اور پاؤں میں رعشہ پڑ گیا اور بات زبان سے نہ نکل سکی اور جو کوئی نزدیک جاتا کہ خالد کو چھڑا دے اس کی طرف شیر خدا ایسی غضب کی نگاہ سے دیکھتے کہ وہ ڈر کے مارے لوٹ جاتا تاکہ آخر حضرت عباس آئے اور انہوں نے قسم دے کر خالد کو چھڑایا فقط اے حضرات شیعہ اس روایت کو دیکھو اور شیر خدا وصی رسول کی شجاعت اور مردانگی پر خیال کرو اور معاملہ نکاح ام کلثوم پر نظر کرو اور سوچو کہ اگر نکاح بجبر و اکراہ ہوتا اور حضرت امیر کو منظور نہ ہوتا تو عمر کی یا کسی شخص کی مجال تھی کہ وہ جناب امیر کو ڈرا کر انکی بیٹی لے لیتا اور حضرت علی قتل کے خوف سے کچھ نہ کہتے اگر حضرت امیر کو حضرت عمر نے خوف دلایا تھا اور ان کے مارنے کی دھمکی دی تھی تو کیوں حضرت علی خاموش ہو گئے اور کس لئے عمر کو ایک انگلی پر اٹھا کر زمین پر نہ دے مارا اور اگر کوئی انکا حامی ہوا تھا تو کیوں اس کی طرف غضب کی نگاہ سے نہ دیکھا ہم اگر اس روایت کو ملا باقر مجلسی کی قبول کریں تو پھر کبھی ہمارے ذہن میں یہ بات نہیں آسکتی کہ حضرت علی ام کلثوم کے نکاح میں ایسے خوف زدہ اور مضطر ہو جاویں کہ کچھ نہ فرما دیں اور اپنی بیٹی کا غصب ہونا پسند کریں اگر اس روایت پر بھی خاطر جمع نہ ہو تو ہم دوسری سند شجاعت علی مرتضیٰ کی بیان کرتے ہیں کہ ملا باقر مجلسی حق الیقین میں لکھتے ہیں کہ بعد از غصب فدک حضرت امیر المومنین بہ ابو بکر نامہ نوشت در نہایت شدت و حدت و تہدید و وعید بسیار دران درج نمود چوں ابو بکر نامہ را خواند بسیار ترسید و خواست کہ فدک را و خلافت را ہر دو رد کند پس اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علی کی ایک خفگی کے خط سے حضرت ابو بکر صدیق ایسا ڈر گئے کہ فدک اور خلافت چھوڑنے پر مستعد ہوئے تو حضرت علی کو کون مانع تھا کہ حضرت ام کلثوم کے معاملے میں بھی حضرت عمر کو ایک نامہ لکھتے اور اپنی شجاعت اور مردانگی کی یاد دلاتے اور جو تہور اور سطوت پہلے حضرت نے ظاہر کی تھی اس کا ذکر کر کے

ڈراتے حالانکہ یہ بھی کسی روایت سے شیعوں کے ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت علی نے کوئی خط لکھا ہو یا حضرت عمر کو ڈرایا ہو اگر اور کچھ نہ ہوتا تو حجت تو تمام ہو جاتی لیکن جناب امیر کے سکوت او خاموشی کا سبب ایسے نازک معاملے میں ہماری سمجھ میں نہیں آتا اور تقیہ کرنے کی کوئی وجہ ایسے بڑے عظیم امر میں ہم کو معلوم نہیں ہوتی شاید اس معاملے میں کوئی سر اسرار امامت سے ایسا ہوگا جو ہماری سمجھ میں نہیں آسکتا اسلئے کہ اسرار امامت کو سوائے ملک مقرب اور پیغمبر مرسل کے اور مومن کامل کے دوسرا سمجھ ہی نہیں سکتا ہے جیساکہ ملا باقر مجلسی حق الیقین میں لکھتے ہیں کہ در غالب[1] احوال و خفایای اسرار ایشاں را خلق نمیداند و تاب شنیدن آں ہا ندارد مگر ملک مقرب یا پیغمبر مرسلے یا مومن کاملی کہ حق تعالیٰ دل اورا امتحان کردہ باشد بنور ایمان منور گردانیدہ باشد مجھے اس مقام پر ایک حدیث امام محمد باقر علیہ السلام کی یاد آتی ہے جو کہ کلینی نے بسند معتبر لکھی ہے کہ امام کی دس نشانیاں ہیں منجملہ ان نشانیوں کے نشانی نہم میں وہ لکھتے ہیں کہ جو فضلہ امام سے جدا ہوتا ہے اس سے مشک کی بو آتی ہے اور زمین کو خدا نے موکل کر دیا ہے کہ وہ اس فضلے کو نگل جاتی ہے فقط پس نہایت تعجب ہے حضرات شیعہ سے کہ باوجودیکہ امام کے فضلے کی نسبت تو یہ اعتقاد کریں کہ اس کو زمین نگل جاتی ہے اور اس میں بدبو نہیں ہوتی بلکہ مشک کی بو اس سے آتی ہے اور پھر اسی امام کے جگر کے پارے اور بدن کے ٹکڑے کی نسبت یہ کہیں کہ اس کو ایک غاصب نے غصب کر لیا اے حضرات شیعہ ذرا تو سوچو کہ فضلہ امام کا کس لئے زمین کو سپرد ہوا اور خدا نے کیوں اس میں مشک کی خوشبو رکھی اس واسطے کہ فضلہ ایک نجس اور ناپاک چیز ہے اگر وہ زمین پر رہے گا کیڑے پڑیں گے بدبو پھیلے گی لوگ دیکھ کر نفرت کریں گے اور چونکہ اس کو ایک تعلق امام سے ہے گو وہ تعلق نہایت تعلقات بعید سے ہے اس لئے خدا نے امام کی فضیلت ظاہر کرنے کے لئے فضلے کو زمین کے سپرد کیا کہ وہ نگل جاوے تو کیا حضرت ام کلثوم جو حضرت سیدۃ النساء کی ایک جزو تھیں اور حضرت علی کے جسم کی ایک ٹکڑا تھیں خدا کے نزدیک ایسی بے قدر تھیں کہ خدا نے ان کی کچھ بھی حفاظت نہ کی اور ان کو ایک غاصب کے پنجے سے نہ بچایا کیا ان کو کچھ بھی نسبت حضرت علی سے نہ تھی اور کیا ان کو کچھ تعلق سیدۂ پاک سے نہ تھا اور کیا ان کی ایسی بے عزتی سے کچھ لوث،

[1] حضرت علی کے نمادہ۔ حالات اور مخفی اسرار کو مخلوق جانتی ہی نہیں اور آپ کے پوشیدہ حالات و اسرار سننے کی سکت لوگوں کو نہیں البتہ اسے صرف مقرب فرشتے پیغمبر و رسول اور کامل مومن ہی جانتے ہیں کیونکہ ان دلوں کا اللہ نے امتحان لیکر انہیں نور ایمانی سے درخشاں و تابندہ کر دیا ہے۔

دامن پاک پر جناب امیر کے نہ آتا تھا اور کیا ان کے غضب سے کوئی داغ ائمہ اطہار کی شان میں نہ لگتا تھا اے بھائی بوذرا سوچو اور شرماؤ اور انصاف کو دخل دو کہ سوائے اس کے کہ تم اقرار کرو کہ حضرت عمر صلاحیت زوجیت کی رکھتے تھے اور کسی طرح پر یہ الزام رفع ہو سکتا ہے یا نہیں (جو تھا قول) جب کہ حضرات شیعہ نے دیکھا کہ نہ تاویل صبر کی درست ہوتی ہے نہ وصیت اور تقیہ کی توجیہ سے کچھ مطلب حاصل ہوتا ہے اس لئے بعضوں نے ان سب کو چھوڑ کر اور ہی دعویٰ کیا اور صحبت اور ہم بستری سے انکار کیا چنانچہ صاحب سیف صارم فرماتے ہیں کہ اگرچہ درحقیقت قربت معصومہ طاہرہ یعنی وقوع اتصال و مواصلت جو کہ ظاہر میں غایت مناکحت ہے بموجب اقرار شیخ فانی اور ہم بسبب صغیرہ ہونے معصومہ کے ممتنع الوجود یقینی تھا اور باعتبار ظاہر کے ہیں اور باعتبار باطن کے از روئے علم باطنی کے بھی حضرت مولیٰ پر ہویدا تھا) اور پھر بعد چند اوراق کے مؤلف مذکور لکھتے ہیں کہ (مواعظ حسینیہ جناب غفران مآب وغیرہ ہا کتب حقہ میں جو اہل ایمان تبصریح دیکھا چاہیں تو وہاں رجوع کر سکتے ہیں صاف واضح ہوگا کہ وصیت و قربت زن و شوی ہرگز نہیں وقوع میں آئی بلکہ بطریقہ اہل بیت طاہرہ روایات صحیحہ مخبر ہیں اس بات کے کہ ظاہر میں یہ رنج و صعوبت بے شک مولائے مومنین نے اپنے سر لیا لیکن حقیقت میں قربت و مواصلت با معصومہ ہرگز وقوع میں نہیں آئی بلکہ از ارہ اعجاز بہ عنایت کریم کارساز ایک جنیہ منشکلہ بشکل جناب معصومہ حوالہ کی گئیں اور جناب معصومہ تا حیات شیخ فانی نظر سے لوگوں کے غائب کی گئیں وزید التصریح فی المبسوطات) انتہی بلفظہ جو کہ مؤلف سیف صارم نے بعد اس عبارت کے بڑی بڑی کتابوں پر حوالہ دیا ہے اس سے مشتاقین کو اشتیاق ان کے دیکھنے کا بھی پیدا ہوگا تاکہ معلوم ہو دے کہ ان کے بڑوں نے کیا نکات اسرار لکھے ہیں اسلئے میں انکے علماء اعلام کے قول کو بھی نقل کرتا ہوں اور سامعین کے لئے حالت منتظرہ باقی نہیں رکھتا ہوں واضح ہو کہ قطب الاقطاب راوندی مؤلف خرائج جرائح نے یہ دعویٰ کیا ہے اور جناب مولوی دلدار علی صاحب قبلہ نے مواعظ حسینیہ میں اس کو ان لفظوں سے بیان فرمایا ہے دگفتہ عرض نمودم

نہ دیوار دی سے میں نے امام جعفر صادق سے عرض کیا لوگ ہم سے حجت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ علی نے اپنی بیٹی کی خلیفہ ثانی سے کیوں شادی کی؟ امام جو تکیہ کے سہارے بیٹھے ہوئے تھے سیدھے کھڑے ہو کر بیٹھے اور کہا کیا لوگ اس قسم کی بکواس کرتے ہیں اور اس شادی کا یقین کرتے ہیں یہ اگر ہرگز راہ راست پر نہ آ سکیں گے کیا جناب امیر کو یہ قدرت نہ تھی کہ وہ خلیفہ ثانی اور اپنی بیٹی کے درمیان حائل ہو جاتے۔ کہتے والے سب

marfat.com

بخدمت حضرت صادق علیہ السلام کہ مخالفین بر ما حجت می آرند و می گویند کہ چرا علی دختر خود را بخلیفہ ثانی داد پس حضرت صلوات اللہ علیہ کہ تکیہ کردہ نشستہ بودند درست نشستہ فرمودند کہ آیا چنیں حرفہا می گویند بدرستیکہ قومی کہ چنیں زعم می کنند لا یہتدون سواء السبیل سبحان اللہ حضرت امیر را ایں قدر قدرت نبود کہ حائل شود میان خلیفہ دختر خود دروغ می گویند کہ ہرگز چنیں نبود بدرستیکہ چوں خلیفہ ثانی پیغام عقد را بحضرت امیر داد حضرت انکار نمودند پس خلیفہ ثانی بعباس گفت کہ اگر دختر علی را بمن عقد نمیکنی سقایت زمزم از دست تو می گیرم پس عباس بخدمت حضرت امیر آمدہ حقیقت حال را گفت حضرت انکار نمودند چوں عباس باز الحاح نمود حضرت امیر باعجاز خود جنیہ را از اہل نجران طلبیدند و او یہودیہ بود پس او بموجب امر بصورت ام کلثوم ممثل گردید و حضرت امیر ام کلثوم را باعجاز خود از نظرہا مستور گردانیدہ اند پس تا مدت دراز جنیہ پیش او ماند تا ایں کہ یک روز بعضے از قرائن دریافت نمود کہ زن او ام کلثوم نیست بلکہ بنی آدم ہم نیست گفت ندیدہ ام ساحر تر از بنی ہاشم کسی را و چوں خواست کہ ایں امر را اظہار نماید خود کشتہ شد پس جنیہ بخانہ خود رفت و ام کلثوم ظاہر گردید انتہی) اے حضرات شیعہ اپنے قطب الاقطاب اور اپنے قبلہ وکعبہ کے علم و عقل و فہم کی داد دو اور شکران کے احسان کا ادا کرو کہ ایک نکتے میں سب مشکلیں حل کر دیں اور سنیوں ناصبیوں کے اعتراض کو ایک لطیفے میں دور کر دیا اور معصومہ کی عصمت و عفت بچانے کے لئے ان کی مقارنت

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۳۵) جھوٹے اور پاجی میں واقعہ یہ ہے کہ خلیفہ ثانی نے جناب امیر کو جب شادی کا پیام بھیجا تو آپ نے انکار کر دیا۔ اس خلیفہ ثانی نے جناب عباس سے کہا اگر علی کی لڑکی سے میری شادی نہ کراؤ گے تو پانی پلانے اور آب زمزم کا حق تمہارے قبضہ سے لے لوں گا اس پر عباس جناب امیر کے پاس آئے اور حقیقت حال ظاہر کی۔ جناب امیر نے انکار کر دیا اور پھر جناب عباس کی عاجزی والتماس پر جناب امیر نے بطور معجزہ ایک دیوی زادی اہل نجران سے طلب فرمائی جو یہودن تھی اور اس دیوزادی یہودن نے جناب امیر کے حکم کی تعمیل میں ام کلثوم کی صورت اختیار کر لی اور جناب امیر نے اپنے معجزے کے ذریعہ ام کلثوم کو لوگوں کی نظر سے چھپا دیا اس طرح وہ دیوزادی یہودن ایک عرصہ تک خلیفہ ثانی کے پاس رہی۔ ایک دن کسی قرینہ سے خلیفہ ثانی نے معلوم کر کے کہ یہ ان کی بیوی ام کلثوم نہیں اور لطف یہ کہ انسان بھی نہیں ہے کہا میں نے بنی ہاشم سے زیادہ کسی اور کو جادوگر نہیں دیکھا۔ اور خلیفہ ثانی نے جب اس امر کا اظہار کرنا چاہا تو خود مارے گئے اور وہ دیوزادی یہودن اپنے گھر چلی گئی اور ام کلثوم ظاہر ہو گئیں اے اللہ تو شاہد ہے کہ ان تمام تراجم میں ہمارے اعتقادات حقہ کا کوئی دخل نہیں فقط استغفر اللہ ربی من کل ذنب و اتوب الیہ۔ (مترجم)۔

سے ساتھ حضرت عمر کے انکار کیا اور حضرت امیر کی قدرت اور معجزہ دکھلانے کے واسطے، ایک جنیہ کا بشکل ام کلثوم کے مشکل کر دینے کا دعویٰ کیا حقیقت میں اس تقریر سے تمام اعتراض ناصبیوں کے باطل ہو گئے اب نہ کوئی معصومہ کی عصمت پر حرف رکھ سکتا ہے نہ کوئی حضرت امیر کو عاجز کہہ سکتا ہے نہ کوئی خلیفہ دوم کی فضیلت بیان کر سکتا ہے نہ اہل بیت کے ننگ و ناموس پر کوئی انگشت اٹھا سکتا ہے لیکن اس جواب میں یہ امر لائق عرض کرنے کے ہے کہ اگر جنیہ بشکل ام کلثوم کے بنا کر خلیفہ دوم کے پاس بھیج دی گئی تھی تو اولاد بھی اس سے پیدا ہوئی تھی یا کہ وہ ام کلثوم سے اور زید بن عمر جو بالغ ہو کر مرا ماں اس کی وہی جنیہ تھی یا ام کلثوم *

تمت

یہ کتاب دوسری بار مطبع مصطفائی لکھنؤ میں ۱۳۰۱ھ چھپی تھی جس کا قطعہ تاریخ مولوی مجیب اللہ مرحوم نے یہ لکھا تھا

از فیض طبع مہدی دین المعی عصر — مطبوع شد رسالۂ بے مثل لاجواب
نام کتاب و نیز سن طبع اے مجیب — آیات بینات رقم ساز باکتاب

۸۷۵ ۱۳۰۱ھ ۴۲۶

پھر پاکستان میں تیسری مرتبہ یہ کتاب بجنسہ دار الاشاعت کراچی کے زیر اہتمام شائع ہوئی تھی

اب چوتھی مرتبہ اس کا ایڈیشن بعد تصحیح شائع ہوا

جون ۱۱۷۳ء

آیاتِ بیّنات
حصہ دوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

جو کہ ہم بحث نکاح کو حضرت ام کلثوم کی نہایت تفصیل کے ساتھ لکھ چکے اس لئے اب ہم پھر فضائل صحابہ لکھنا شروع کرتے ہیں لیکن جس قدر فضائل از روئے کتب معتبرۂ شیعہ کے اب تک ہم نے لکھے ان سے قدرت خدا کی نظر آتی ہے کہ باوجودیکہ حضرات شیعہ حد سے زیادہ دشمنی صحابہ سے رکھتے ہیں اور پھر بھی انہیں کی کتابوں میں اس کثرت سے فضائل صحابہ کی روایتیں موجود ہیں اور جب تک کہ لفظ بہ لفظ اس کی نقل نہ کی جاوے اور کتاب کھول کر نہ دکھلائی جاوے تب تک حضرات امامیہ اُسکا اقرار ہی نہیں کرتے اور جہاں تک ہوسکتا ہے انکار ہی کرتے رہتے ہیں چنانچہ جناب سلطان العلما مولوی سید دلدار علی صاحب اپنی صوارم میں فرماتے ہیں کہ[1] "امام احادیث فضائل صحابہ از طریق امامیہ باوجود کثرت احادیث مختلفہ در ہر امر جزئی از جزئیات اصلیہ و فرعیہ اگر تمام کتب احادیث امامیہ ورقاً ورقاً بہ نیت تفحص مطالعہ در آرند مظنون آن ست کہ زیادہ از سہ چہار حدیث کہ سر دپا درست نداشتہ باشد دست بہم ندہد اما احادیث مثالب اں ہا پس بلا اغراق ایں ست کہ متجاوز از ہزار حدیث باشد" لیکن اس قول کی تصدیق ہماری اس چھوٹی سی کتاب سے ہوتی ہے کہ بلا مبالغہ سو روایت سے زیادہ فضائل صحابہ میں بروایت کتب معتبرہ شیعہ کے پہلے ہی حصہ میں موجود ہیں چنانچہ کچھ تو اب ہم لکھ چکے اور کچھ اب لکھتے ہیں۔ حضرات شیعہ کو اگر سو تک گنتی آتی ہو تو وہ شمار کر لیں کہ سو سے زیادہ روائتیں فضیلت میں صحابہ کی موجود ہیں یا نہیں اور

---

[1] عبارت صوارم مطبوعہ کلکتہ ۱۲۱۸ھ پشت ورق ۴۵ سطر ۱۱ فضائل صحابہ کی احادیث بطریقہ فرقہ امامیہ جو اصلی و فروعی جزئیات میں مختلف ہیں اگر ایسی تمام کتب احادیث امامیہ بنظر تحقیق ورق ورق کر کے دیکھی جائیں تو یقین ہے کہ صرف تین احادیث مل سکیں گی جن کا سر و پا بھی درست نہ ہو گی اور انکی تنقیص کی احادیث بلاشک و شبہ ہزار سے زیادہ نہیں

marfat.com

پھر اگر حضرات شیعہ انصاف کریں اپنے علماء کے جولانات پر بھی خیال فرمادیں اور خدا کو حاضر و ناظر جان کر عقل کی ترازو میں ہماری تقریر کو اور انکے جواب کو تولیں اور اپنے تئیں اہل عدل سمجھ کر حق حق فرمادیں کہ کس کا پلہ بھاری ہے اور کس کا ہلکا اور بغض و عناد کا تو کچھ علاج ہی نہیں ہے جو کہ حضرات شیعہ دلی علاوت صحابہ سے رکھتے ہیں اسلئے انکی فضیلت کا کسی طرح پر اقرار نہیں کرتے اور کیا خدا کے کلام کو کیا رسول کی حدیث کو کیا آئمہ کے اقوال کو جہاں تک ہو سکتا ہے تحریف لفظی و معنوی کرکے چاہتے ہیں کہ انکی نیکی ثابت نہ ہو مگر بموجب آیت ویابی اللہ الا ان یتم نورہ ولو کرہ الکافرون[1] خدا اپنے دوستوں کی بندگیوں کو دشمنوں کی زبان سے ظاہر کر دیتا ہے اور بمقتضائ الفضل ما شہدت بہ الاعداء اس سے انکی فضیلت کو ثابت کرتا ہے چنانچہ ہم نے اپنی اس کتاب میں اس کا التزام کیا ہے کہ اپنی کتاب کے اس حصے کو صحابہ کے فضائل سے بروایات امامیہ بھر دیں گے اور شیعوں ہی کی کتابوں سے اتنی سندیں لادیں گے کہ آخر کار وہ سنتے سنتے اور دیکھتے دیکھتے تھک جاویں اور کلمہ شہادت میں ہمارے شریک ہو جاویں اور پھر اپنے فضلاء اور مجتہدین کے انصاف کی داد دیں کہ باوجود موجود ہونے ایسی روایتوں اور حدیثوں کے انہوں نے فضائل صحابہ سے کیسا انکار کیا ہے اور جس مجتہد نے سنیوں کی، کتابوں کے جواب لکھے ہیں اس میں بغض کو کتنا دخل دیا ہے خصوصاً پچھلے مجتہدین نے سوائے گالیوں کے حقیقت میں کسی بات کا کچھ بھی جواب نہیں دیا اور جاہلوں کی سی باتوں سے اپنی کتابوں کو بھر دیا ہے اگر کسی کو شک ہو وہ مولوی دلدار علی صاحب کی تالیفات کو دیکھے کہ وقت تحریر جواب کیسے عامی بن گئے ہیں اور خلاف شان علماء کے بات بات پر گالیاں دی ہیں مگر حقیقت میں یہ قصور ان کے متبحر ہونے اور تقدس کا نہیں ہے بلکہ یہ قصور اس تہذیب کا ہے جو عمر بھر پاک لوگوں کی شان میں کہا کئے اور رات دن لعنت لعنت کہتے رہے جس نے موافق حدیث کے انہیں پر رجعت کی میں نے بہت سی کتابیں اس فن میں شیعوں اور سنیوں کی دیکھیں اور میری نظر سے بہت سے رسالے علم کلام کے گزرے اور اکثر لوگوں کے کلام میں شوخی بھی پائی لیکن وہ خوبی جو تالیفات میں جناب قبلہ و کعبہ مولوی سید دلدار علی صاحب کے ہے وہ کسی میں نہ دیکھی حضرت کی داب تالیف کیا ہے کہ اول تو دل بھر کے مؤلف کو جسکا جواب لکھتے ہیں گالیاں دینا اور پھر اس پر تبرا کرنا بعدہ کچھ تعریف اپنے تبحر اور فضیلت اور تقدس کی فرمانا اور خود ہی اپنی زبان سے اپنی تالیف کی نسبت یہ کہنا

---

[1] پارہ ۱۰ سورہ توبہ رکوع ۵ ترجمہ اور اللہ نہ رہے بن پوری کئے اپنی روشنی اور پڑے برا مانیں منکر ۱۲ - (موضح القرآن شاہ عبد القادر دہلوی -)

کہ گمان فقیر چنیں ست کہ دریں جز زماں چشم روزگار نظیر ایں کتاب نہ دیدہ باشد و گوش چرخ بریں نشنیدہ) جب اس سے فارغ ہوں گے تب خارج از بحث گفتگو کریں گے اور ورق کے ورق ان باتوں کے لکھنے سے رنگین کر دیں گے جن کو اس بحث سے کسی طرح کا کچھ بھی تعلق نہیں ہے صوفیوں کی برائیاں بیان کرنے لگیں گے اولیاء اللہ کی شان میں جو دل چاہے گا فرماویں گے اور مؤلف کتاب کے کلام کے نقض کی طرف متوجہ ہوں گے تب کسی معتزلی یا کسی شیعی یا کسی گمنام کو فاضل سنی قرار دے کر اس کے اقوال کو معارضہ میں پیش کریں گے جس کسی کو شک ہو وہ ذرا ذوالفقار اور صوارم وغیرہ کو اٹھا کر دیکھے اور غور کرے کہ فقیر کے کلام کی تصدیق ہوتی ہے یا نہیں ذوالفقار میں صوفیوں کو گالی دینے کا کیا موقع تھا اور ان لوگوں کی شعروں اور مثنوی کی بیتوں کی نقل کرنے سے جن کو علمائے کلام اپنے مناظرے میں آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے اور اپنے کسی اصولی فروعی مسئلے پر ان کو سند نہیں لاتے کیا حاصل تھا بجز اس کے کہ کتاب کو بڑھائیں اور اپنے رسالے کو ایسی پوچ باتوں کے لکھنے سے موٹا کریں اور کیا نتیجہ نکلتا ہے صوارم کو دیکھے کہ اس کا کیا حال ہے کوئی ورق اور کوئی صفحہ اس کا ایسا نہیں ہے کہ جس میں مغلطات نہ ہوں سطریں کی سطریں گالیوں اور لعنت سے سیاہ ہیں اور صفحے کے صفحے پوچ اور بیہودہ باتوں سے بھرے ہوئے ہیں اور جہاں حضرت سند اور دلیل لائے ہیں وہاں اکثر اپنے استاد اور پیر ابن ابی الحدید معتزلی شیعی کے اقوال مردودہ کو نقل کیا ہے کہ اگر کوئی بیچارہ جاہل سنی اتنا بڑا نام جس میں دس حرف سے بھی زیادہ ہیں سنے اور عربی زبان میں بڑی لمبی چوڑی عبارت اس کی دیکھے اور سراسر مخالف اپنے مذہب کے اور مطابق حضرات شیعہ کے پاوے تو اس کو حیرت ہو دے اور یہ خیال کرے کہ شائد یہ کوئی بڑا عالم اور فاضل سنیوں کا ہے اور اس کا کلام بھی مستند بین العلما ہے دھوکے میں آکر ان مسائل میں شک کرنے لگے حالانکہ جناب قبلہ وکعبہ نے یہ خیال نہ فرمایا کہ جو ادنیٰ درجے کے طالب علم ہیں اور مکتب میں شرح عقائد اور شرح مواقف پڑھتے ہیں وہ بھی اس امر سے بخوبی واقف ہیں کہ ابن ابی الحدید معتزلی ہے اور اپنے اعتزال کے ساتھ تشیع کو ملائے ہوئے ہے اس کے کلام کو اہل سنت کے معارضے میں پیش کرنا بعینہ ایسا ہے جیسا کہ حضرات زرارہ اور ہشام ابن حکم کے قولوں کا حوالہ دینا اس لئے کہ سنیوں کے نزدیک دونوں برابر ہیں اور بمقتضائے

لہ فقیر کا خیال ہے کہ اس عہد میں زمانہ کی آنکھوں نے اس جیسی کتاب دیکھی نہ ہوگی اور چرخ بریں کے کانوں نے اس قسم کے مضمون سماعت نہ کئے ہوں گے ۔ لہ عبارت صوارم مطبوعہ بندر کلکتہ ۱۲۱۸ھ صفحہ ۳ سطر ۱۲ ۔ ۲۵

marfat.com

الکفر ملتہ واحدہ کے بوجہ ترک سنت کے ابن ابی الحدید اور زرارہ ایک دوسرے کے بھائی ہیں اور باوجودیکہ حضرت کی کتاب صوارم اسی کے اقوال مردودہ سے بھری ہوئی ہے پھر اس کتاب پر آپ کو اس قدر ناز ہے کہ اس کی خوبیوں کے بیان کرنے کے لئے الفاظ ہی میں اس کی تعریف لکھتے لکھتے کاغذ میں جگہ نہیں رہی اور صرف اپنی کتاب ہی پر ناز نہیں کرتے بلکہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کے طرف مقابل بننے پر بھی اپنا عار سمجھتے ہیں اور اس پر بھی افسوس ظاہر کرتے جاتے ہیں چنانچہ خطبے میں صوارم کے فرماتے ہیں کہ جب میں نے امام رازی کی کتاب نہایۃ العقول کا جواب لکھ لیا تو پھر مجھے دوسرے جواب لکھنے کی خواہش نہیں رہی۔ (ع) "چہ معلوم ست وپیدا وظاہر ست وہویدا کہ چون شاہ باز طبیعت بتقید سمرغ مضامین عالیہ خوگرفتہ باشد دیگر مخالیب ہمت خود را بہ خون کرگس کندیدہ نیالاید دکسیکہ ابکار افکار را بحبالۂ خود در آوردہ باشد نگاہ التفات بہ طرف عجوزہ شوہا نفرماید لیکن از آنجا کہ روزگار ناہموار نمی گزارد کہ ارباب ہمم عالیہ از دست سفلۂ ناس وبیخبردان حق ناشناس نجات یافتہ دمے باستراحت بگذرانند وابار شیاطین نمیشود کہ از اضلال بنی آدم دمے تغافل نمایند قبل ازیں تقریبا پنچ شش سال یاب دوزدہم از کتاب بعضی ذوی الالقاب در نقض مذہب عترت جناب رسالت مآب دریں بلدہ کہ بالفعل محل اقامت فقیرست بہ دریافت وشبہات موسہ وہذیانات ملعہ او دلہائے عوام مومنین را منقبض ساخت جہال سنیاں را سر بادج مباہات رسید وآں صحیفہ

لہ یہ امر ظاہر وعیاں ہے کہ جب شہباز طبیعت نے سیمرغ مضامین عالیہ کی عادت بنائی ہے تو پھر اپنی ہمت کے پنجوں سے کرگس کا خون بہانا نہیں چاہتا اور جو نادرہ پاکرہ افکار کو اپنے عقد میں لئے آئے وہ بوڑھی عورت کی جانب التفات نہیں کرتا۔ اس کے باوجود زمانہ ناہموار ارباب ہم عالی کو اپنے دست سفلہ پرور حق ناشناس بے عقلوں کو نجات دے کر ایک لمحہ کے لئے بھی استراحت لینے نہیں دیتا۔ اور انسانوں کو بہکانے سے شیطان ایک لمحہ تغافل نہیں کرتا اب سے تقریباً پانچ چھ سال قبل بعض کم مرتبہ لوگوں نے بارھواں باب عترت رسالت مآب کے بارے میں اسی بلدہ حیدرآباد دکن میں جہاں یہ فقیر مقیم ہے ظاہر کیا ان موہومہ شبہات وہذیانات نے قلب مومنین کو منقبض کیا لہ جس کی وجوہ جاہل سنیوں کے مدارج مباہات تک پہنچے اور یہ ملعن کتاب ان عقل کے اندھوں کے ان کے لئے عصائے نابینا ثابت ہوئی نظر بر آن سنیوں کے امام کو ایک معقول دستاویز کے ساتھ جواب دینے کا خیال دامن گیر ہوا تاکہ ان کی کتاب کو سراسر باطل ثابت کروں لیکن اس کتاب میں بے ہودہ کلام اوّل سے آخر تک اہل بیت کی عداوت کے سوا کچھ اور نہ تھا اس لئے میرا دل اس طرف متوجہ نہ ہوا اور میں نے ایسے جاہلوں سے گفتگو پسند نہیں کی اور اس حالت کے اندر میں نے خود سے مخاطب ہو کر کہا ایسے جاہل وغبی سے تم کو جو مجادلہ دو پیش ہے وہ جائز نہیں

marfat.com

ملعونہ بلا شبہہ عصای کوری این کور باطنان گمردید داحقر درینباب چون بدل خود رجوع می نمود نظر باینکہ مثل کتاب نہایۃ العقول امام سنیان را جواب گفتہ واز سرتا پا منتقض و باطل ساختہ ہر گز بہ نقض کلام نافرجام ناصب عداوت اہل بیت کہ از اول تا آخر آثار غباوت وغوایت ازان پیدا و امارات بغض و عداوت عترت رسول ظاہر وہویدا ازمی نمیگیر دید وطرف گفتگو شدن باچنین جاہل مدبر عار دانستہ ہر گز بر خود نمی پسندید چوں حال بریں منوال مشاہدہ نمودم دل خود را مخاطب ساختہ گفتم کہ ایں مجادلہ و معارضہ کہ ترا باچنیں جاہل غبی پیش آمدہ لیس اول قارورۃ کسرت فی الاسلام وطرف گفتگو شدن تو بامثال چنین نادرستان لیس ماعجب من مجادلہ الانبیاء الکرام والاوصیاء انفخام مع معاصرہیم من الکفرۃ الفجرۃ اللیام ہر انظر نمی نمائی ونگاہ التفات نمی فرمائی بحال جناب حضرت ابراہیم وحضرت موسیٰ وجناب ہارون علیہ السلام کہ باں علوم وکمالات بتلاگمردیدند بہ مجادلہ نمودن بانمرود مردود فرعون ملعون کہ از کمال جہل وغباوت باوجود ظہور آثار مخلوقیت وبلوج امارات افتقار دعوے خدائی می کردند وہم چنین نگاہ کن بہ طرف جناب سید المرسلین صلعم کہ بالاتفاق افضل واکمل خلائق ست چگونہ مبتلا گمردید بہ مجادلہ جہال مشرکین قوم خود کہ بسبب فرط جہالت جمادات چندرا کہ خود می تراشیدند عبادت و پرستش می نمودند وہم چنین اند کے از خواب غفلت بیدار شو وچشم بکشا دبہ بین جناب باب مدینہ علم رسول راکہ بالاتفاق اعلم ناس بود بعد رسول خدا صلعم چہ قسم مبتلا گردید بہ معارضہ ومجادلہ چند ناکس منافقین قریش وہر گاہ حقیقت حال نمنوال باشد ناچار عنان التفات حالی خود را بہ نقض کردن کلام مورد ملام او منعطف باید ساخت وبہ استیصال ہذیانات

(بقیہ حاشیہ ص) بلکہ اس قسم کی شیشیاں اسلام میں توڑی جاچکی ہیں۔ اور ایسے ناکارہ لوگوں سے مجادلہ و معارضہ بالکل ویسا ہی ہے جیسا کہ انبیاء کرام اور معززاوصیا نے اپنے ہم عصر کافروں فاجروں اور ملعونوں سے کیا ہے اسلئے تم بالکل بھی ان کی طرف نظر نہ کرو اور متوجہ نہ ہو خاص حالات میں جناب ابراہیمؑ وموسیٰؑ وہارونؑ نے اپنے علوم وکمالات کی موجودگی میں مردو نمرود اور ملعون فرعون سے جو دعوائے الوہیت کرتا تھا مجادلہ کیا۔ اسی طرح افضل واکمل خلائق سید المرسلینؐ نے اپنی جاہل مشرک قوم سے مجادلہ کیا جو اپنی جہالت سے پتھروں کو خود تراش کر ان کی پوجا کرتے تھے اور خواب غفلت سے بیدار ہو کر آنکھ کھول کر باب مدینۃ العلم کو دیکھو جو تمام لوگوں سے زیادہ عالم تھے وہ بھی منافق و ناکارہ قریش سے مجادلہ کے لیے مبتلا کئے گئے اور اگر یہی حالات درپیش ہوئے تو مجبوراً ہم اپنی بلند و بالا توجہ ان سنی علماء کے کلام کی تردید وتنقیص میں منعطف کریں گے اور ان کے بیہودہ بکواس کا استیصال کریں گے یہ ہیں صوارم کے خطبہ کے الفاظ جو خلاصہ کے طور پر لکھے گئے ہیں۔

بے ہودہ او ہمت والا نہمت خود را باید گماشت انتہی لفظہ ملخصاً) غرضکہ یہ چند سطریں قبلہ وکعبہ کے تقدس اور تہذیب اور اجتہاد اور وقار کی نمونہ ہیں باقی کو اسی پر قیاس کرنا چاہیئے لیکن ہم اس سے بحث نہیں کرتے اور اس کے جواب میں ہم جاہل اور عامی بن کر گالی کا جواب گالی سے نہیں دیتے ہاں حضرت کی لن ترانیوں اور خودستائی پر کبھی کبھی یہ خیال کرتے ہیں کہ اگر کاش قبلہ و کعبہ جواب بھی ایسے ہی دیتے جیسی گالیاں دی ہیں اور شاہ صاحب کے اعتراضات کو بھی اس خوبی سے رد فرماتے جس خوبی سے اپنی تعریف فرماتے ہیں تو یہ تعریف بجا خود ہوتی اور اس تہذیب اور شائستگی پر بھی، خاک پڑ جاتی یعنی یہ عیب بھی کچھ چھپ جاتا لیکن افسوس ہے کہ کسی مسئلے کے جواب میں حضرت نے اپنے وقار طبیعت کے جوہر نہ دکھلائے اور کسی عقیدے کے اثبات میں اپنے اجتہاد اور تبحر کو ظاہر نہ فرمایا وہی پرانی باتیں جو ان کے پیشوا لکھتے آئے ہیں لکھ کر سکوت اختیار کیا اور انہیں قصے، کہانیوں کو جو پشت در پشت سے سنتے آتے تھے نقل کر کے کتاب کو ختم کیا پس ہم کو افسوس اسی بات پر آتا ہے کہ حضرت نے اپنے آپ کو انبیأ اولوالعزم کے ساتھ مشابہ بھی بنایا اور حضرت موسیٰؑ اور حضرت سید الانبیاء علیہ التحیہ والثنا کا عہدہ بھی اپنے ذمے لیا اور سید الاوصیا باب مدینۃ العلم کی کی نیابت کا بھی دعویٰ کیا اور ہدایت خلق کی اور ایک منافق جاہل کا مثل مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب کے جن کی کم علمی اور بے بضاعتی اور جہالت سے نہ ہندوستان بلکہ عرب اور عجم کے لوگ بھی واقف ہیں طرف مقابل بننا نہایت مجبوری سے گوارا کیا اور ایسے بڑے عار وننگ کو صرف شیعیان پاک کے دین وایمان کی خاطر سے اختیار کیا مگر افسوس ہے کچھ کر کے نہ دکھلایا اور جتنا دعویٰ کیا تھا اسے پورا نہ کیا اور اپنے آپ کو ان علمأ کے زمرے میں داخل کیا جن کی صفت جناب امیر علیہ السلام اپنے ایک خطبے میں کرتے ہیں ۔ وان ابغض الخلق الی اللہ تعالیٰ رجل قمش علماً اغارنی اغباش الفتنۃ سماہ اشباہ الناس وارازلهم عالما ولم یعش فی العلم یوماً سالما بکر فاستکثر مما قل منه خیر مما کثر حتی اذا ارتوی من ماء آجن واکتنز من غیر طائل جلس للناس مفتیا لتخلیص ما التبس علی غیرہ فان نزلت به احدی المبهمات هیأ لها من رائه حشو الرای فهو من قطع الشبهات فی مثل نسج العنکبوت لایدری اخطأ ام اصاب رکاب جهالات خباط عشوات یعتذر رمما لایعلم فیسلم ولا یعض علی العلم بضرس قاطع فیغنم تبکی منه الدماء وتستحل بقضائه الفروج الحرام لاملی والله باصدار ما ورد علیه واهو اهل لما فوض الیه اولئك الذین حلت علیهم المثلات وحقت علیهم النیاحة والبکاء ایام الحیوة الدنیا۔

marfat.com

کہ سب خلق سے زیادہ تر دشمن خدا کے نزدیک وہ آدمی ہے جو ادھر ادھر سے علم کو جمع کرکے فتنہ وفساد کی تاریکی میں جلد جلد دوڑتا ہے اور جس کو ایسے لوگ جو آدمیوں کی صورت رکھتے ہیں اور حقیقت میں انسانیت سے بے بہرہ ہوتے ہیں عالم فاضل کہنے لگتے ہیں حالانکہ وہ ایک دن بھی علم سے سروکار نہیں رکھتا صبح ہوئی اور اس چیز کے جمع کرنے پر متوجہ ہوا جس کی قلت بہتر ہے اس کی کثرت سے یعنی مال یہاں تک کہ جب سڑے نجس پانی سے پیٹ بھر لیا وہ مفتی بن کر بیٹھا اور اپنی پوچ لچر رائے سے مشکلات اور شبہات کے حل کرنے پر آمادہ ہوا جس کی رائے ان کے حل کرنے میں وہی قوت رکھتی ہے جو کہ مکڑی کے جالے کو ہوتی ہے یہ بھی نہیں جانتا کہ خود اس نے خطا کی یا صحت وہ اندھوں کے موافق چلتا ہے اور ہر بات میں بے بصیرت ہوتا ہے اپنی لاعلمی کا عذر نہیں کرتا تاکہ آفت سے بچ جاوے اور علم کو مضبوطی سے نہیں پکڑتا کہ فائدہ پاوے اس کے فتوے سے ناحق خون بہائے جاتے ہیں جو کہ اسی کو روتے ہیں اور اس کے علم سے بہت سی حرام فرجیں حلال ہو جاتی ہیں نہ وہ اس لائق ہوتا ہے جو اس سے پوچھا جاتا ہے نہ وہ اس کام کی اہلیت رکھتا ہے جو اس کے سپرد کیا جاتا ہے پس وہ اس میں ہے جس پر عذاب حلال ہو جاتا ہے اور اور جس پر نوحہ و بکا کرنا زندگی بھر واجب ہوتا ہے۔

میں نے جو کچھ کہا اس کا ثبوت خود جناب والا کی تالیفات اور جوابات سے ہوتا ہے چنانچہ میں نے اپنی اس کتاب میں انشاء اللہ تعالیٰ ان کی ساری تالیفات سے جو یہ جواب تحفہ کے ہے بحث کروں گا اور کیا ذوالفقار اور کیا صوارم اور کیا حسام سب ان کی تلواروں کے وار انہیں کے ہاتھ سے انہیں کے منہ پر ماروں گا اور جو کچھ انہوں نے ان کتابوں میں لکھا ہے اس کو جس بحث کے متعلق ہے بالاستیعاب نقل کرکے اس کی خوبیاں ان کی پیروی کرنے والوں پر ظاہر کر دوں گا تاکہ مخالف بھی شہادت دینے لگیں اور زبان سے نہیں مگر دل میں تو ضرور سنیوں کا کلمہ پڑھنے لگیں اور وقل جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا[1] کا شور آسمان تک پہنچاویں۔

وھا ان اشرع فی بیان ما کتب فی صددہ

جو کچھ میں نے اب تک لکھا یہ بیان میں فضائل صحابہ کے تھا کہ جس کو میں نے نہایت، تفصیل کے ساتھ بیان کیا اور خود شیعوں ہی کی کتابوں سے اس کو ثابت کیا اور جو کچھ جواب

[1] پارہ ۱۵ سورہ بنی اسرائیل رکوع ۹۔ ترجمہ اور کہہ آیا سچ اور نکل بھاگا جھوٹ اور بے شک جھوٹ ہے نکل بھاگنے والا ہے۔

marfat.com

ان کے عالموں نے دیئے ہیں ان کو موقع موقع پر نقل کیا اب میں ان اقوال کو شیعوں کے بیان کرتا ہوں جو تمام آیات اور احادیث وفضائل صحابہ سے دیتے ہیں اور اسی کے ضمن میں بہت کچھ روائتیں ان کے فضائل کی بھی موقع بہ موقع لکھتا جاؤں گا۔

جواب شیعوں کا بہ نسبت آیات فضیلت صحابہ کے

جو آیات قرآن مجید کی شان میں صحابہ کے ہیں اور جن میں سے چند آیتوں کو اوپر میں نے بیان کیا ہے ان کی نسبت شیعوں کی طرف سے عام جواب یہ ہے۔

جو آیتیں مہاجرین کی شان میں اور ان کی بزرگیوں میں خدا نے نازل کی ہیں اور اپنی رضامندی کا اظہار ان کی نسبت فرمایا ہے اس سے حضرات شیعہ یہ جواب دیتے ہیں کہ ہجرت کی صحت میں اور اس پر مستحق ثواب ہونے میں ایمان اور صحت نیت شرط ہے چنانچہ تقلید اپنے بزرگوں کی جناب مولوی دلدار علی صاحب قبلہ بھی ذوالفقار میں اس مقام پر جہاں کہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب نے والسابقون الاولون من المهاجرين والانصار الخ کا ذکر کیا ہے فرماتے ہیں ایشیٔ بباید دانست کہ باتفاق اہل اسلام در صحت ہجرت وترتب ثواب بران ایمان شرط است واز ینجاست کہ دلیل پیغمبر خدا کہ درین ہجرت شریک ابوبکر بودہ مشرک بود چنانچہ در کتاب طبقات واقدی تصریح بآں واقع مقبول الہجرت نخواہد بود زیرا کہ باتفاق ایمان بشرط صحت عبادت است وہم چنیں باتفاق فریقین شرط ترتب ثواب بر ہجرت صحت نیت ست چنانچہ دلالت میکند بران حدیث متواتر۔ انما الاعمال بالنیات ولکل امرء ما نوی ومن

لہ پارہ ۱۱ سورہ توبہ رکوع ۱۳ ترجمہ اور جو لوگ قدیم ہیں پہلے وطن چھوڑنے والے اور مدد کرنے والے ۱۲ موضح کہ جاننا چاہیئے کہ ہجرت وثواب کے پیش نظر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ اس کے لئے ایمان شرط ہے اور پیغمبر خدا کی دلیل یہاں یہ ہے کہ ابوبکر جو ان کے ساتھ شریک ہجرت تھے مشرک تھے جیسا کہ طبقات میں واقدی نے صراحت کی کہ انکی ہجرت مقبول نہیں کیونکہ یہ مسئلہ متفق علیہ ہے کہ ہجرت کیلئے ایمان اور صحت عبادت شرط ہے نیز فریقین کے نزدیک یہ امر مسلمہ ہے کہ ہجرت کیلئے صحیح نیت اور حصول ثواب شرط ہے سے عبارت ذوالفقار مطبوعہ مطبع مجمع البحرین لدھیانہ ۱۲۸۱ھ صفحہ ۱۶۵ سطر ۲۳-۲۴ سے جیسا کہ اس پر حدیث متواتر شاہد ہے کہ اعمال کا مدار نیت پر ہے الخ۔ اور یہ سب بخاری وغیرہ میں لکھا ہوا ہے سو جب تک ہم کو ابوبکر کی صحت نیت کا ثبوت نہ ملے اس وقت تک ان پر آیت سابقون الاولون کا اطلاق نہیں ہوتا اور جب تک یقین نہ ہوا اس وقت تک انکو بلند رتبہ پر اس آیت کے تحت نہیں لاسکتے۔

marfat.com

کانت هجرته الی الله ورسوله [1] وہمہ اینہا در اوائل صحیح بخاری وغیرہ مسطور ست پس مادامیکہ مارا علم بہ صحت نیت ابی بکر بہ ثبوت نرسد و دخول او در مدلول ایں آیہ متیقن نمی شود و تا متیقن نشود احتجاج بایں آیہ بر علو مرتبہ او نمی تواند شد اور نیز اسی کتاب میں ایک دوسرے مقام پر جہاں کہ مولانا صاحب نے آیۂ [2] لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِمْ کا ذکر کیا تھا مجتہد صاحب فرماتے ہیں (کہ [3] بر فرض تسلیم فضیلت ہجرت و امثال آن از اعمال مشروط ست بر ایمان بہ اجماع و اتفاق اہل اسلام و درستی نیت چنانچہ بخاری در صحیح خود از لیست روایت نمودہ است کہ گفت شنیدم عمر خطاب را کہ بر منبر می گفت کہ شنیدم رسول خدا را کہ می فرمود انما الاعمال بالنیات وانما لکل امرء مانوی فمن کانت ہجرتہ الی اللہ فہجرتہ الی اللہ ورسولہ ومن کانت ہجرتہ الی دنیا یصیبہا اوالی امرأۃ ینکحہا فہجرتہ الی ما ہاجر الیہ وایں ہر دو فیما نحن فیہ در معرض عدم تسلیم ست) اور پھر ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ ایضاً احتجاج بایں آیت موقوف ست کہ بہ ثبوت رسد کہ ہجرت ابوبکر باجازت حضرت نبوی واقع شدہ و شیعہ ایں را قبول ندارند اور پھر ایک جگہ اسی کتاب میں لکھتے ہیں (کہ [4] ہجرت و نصرت ممدوح امری ست کہ تعلق بہ صحت نیت دارد و آن امری ست باطنی) اب میں اس قول کو چند طرح سے رد کرتا ہوں۔

اول جو سند احادیث بخاری کی قبلہ و کعبہ لائے ہیں اس سے سوائے اظہار فضیلت کے اور کچھ فائدہ نہیں ہے اس لئے کہ ہر عمل میں نیت شرط ہے اور تمام فرقے اسلام کے بلکہ سارے اہل مذہب اس پر متفق ہیں کسی کا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ کوئی عمل بغیر نیت کے مقبول ہے تو اس حدیث کی نقل کرنے سے بجز بڑھانے حجم کتاب کے کیا فائدہ ہاں شاید مجتہد صاحب کی یہ غرض ہو کہ اس حدیث کو سن کر بعض جہلا شبہہ میں پڑ جاویں اور یہ وسوسہ کرنے لگیں کہ یہ حدیث انہیں ہجرت کرنیوالوں کی نسبت ہے جو کہ پیغمبر صاحب کے ساتھ یا آگے پیچھے چند روز کے ہجرت کر کے مکہ سے مدینہ کو آئے اور جن کی شان میں خدا نے آیتیں نازل کی ہیں تو اگر وہ سب کے سب مستحق ثواب ہوتے تو پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثنا ایسی حدیث نہ فرماتے اور صحت نیت کی شرط ترتب ثواب پر نہ کرتے پس ظاہر ہوتا ہے کہ شاید بعض اصحاب ایسے بھی تھے کہ جن کی نیت ہجرت میں بخیر نہ تھی تو یہ شبہہ ان کی اس تدلیس سے

[1] پارہ ۲۸ سورہ حشر رکوع ۱ ترجمہ واسطے ان مفلسوں کے وطن چھوڑنے والوں کے جو نکالے گئے ہیں اپنے گھروں سے [2] موضع عبارت ذوالفقار مطبوعہ مطبع مجمع البحرین لدھیانہ ۱۲۸۲ھ صفحہ ۳ سطر ۱۵ ۱۲ منہ [3] ایضاً صفحہ ۵ سطر ۹ ۱۲ منہ [4] ایضاً صفحہ ۸۶ سطر ۲ ۱۲ منہ

کسی کو نہیں ہو سکتا اس لئے کہ سب جانتے ہیں کہ ہجرت ختم نہیں ہو گی اور پیغمبر صاحب کی قید حیات تک جاری رہے گی اور سب لوگ مثل مہاجرین اولین کے خاص خدا و رسول ہی کے لئے ہجرت نہ کریں گے بلکہ بعض بعض دنیا اور عورتوں کے پیچھے اپنے گھر چھوڑ جاویں گے جیسا کہ آج کے زمانے میں ہم لوگ اپنی آنکھ سے دیکھتے ہیں کہ کوئی عورت کے پیچھے اپنا وطن چھوڑ دیتا ہے کوئی رنڈی کی خاطر سے مسلمان ہو جاتا ہے یعنی مسلمانوں کے ساتھ کھانے پینے لگتا ہے تو اس حدیث کا مضمون انہیں لوگوں کے حق میں صادق ہو گا علاوہ اسکے جناب قبلہ وکعبہ کو چاہیئے تھا کہ شان نزول اس حدیث کا احادیث کی شرحوں میں دیکھتے اور اس بات کو دریافت فرماتے کہ یہ حدیث کس کے حق میں اور کس کے لئے حضرت نے فرمائی ہے اور مہربانی کر کے اسی میں لکھ دیتے تاکہ ہم بھی ان کی دیانت کی داد دیتے اور ان کو اہل عدل کہتے مگر وہ اسے کیوں لکھتے اس لئے کہ اس سے تو ان کا مطلب ہی ہاتھ سے جاتا ہے چونکہ حضرت نے اس کو نہیں لکھا اس لئے میں شرح مشکوٰۃ شیخ عبد الحق محدث دہلوی سے اسے، لکھتا ہوں واضح ہو کہ ایک شخص مدینے میں آیا تھا ایک عورت کی طلب کے لئے جس کا نام ام قیس تھا اس کے حق میں یہ حدیث پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمائی چنانچہ اس کو مہاجر ام قیس کہتے تھے کہ اس نے ہجرت عورت کے پیچھے کی تھی) اب اے حضرات شیعہ اپنے قبلہ وکعبہ کی تقدس اور دیانت کی داد دو اور جو کچھ انہوں نے لن ترانیاں فرمائی ہیں اس پہ غور کرو چنانچہ خود حضرت نے صوارم میں نسبت شاہ صاحب قدس سرہ کے فرماتے ہیں ذکر می بایدہر گاہ شعور داشتہ باشد ارادہ تصنیف وتالیف نماید مادامیکہ قابلیت آں بہم نرساند بالجملہ بامتحان رسید وکہ ناصب عداوت اہل بیت ہر گاہ مسئلہ علیہ کہ اندک وقتی دانستہ باشد در اثنائی تحریر آں دست وپا گم می کند ازانجملہ است ایں مقام کہ دراں کمال انتشار و پراگندگی بکار بردہ لیکن نہ فہمید کہ ہر گاہ آتش قہر الٰہی مورد دمستوقد گردید ہمہ تر دخشک او خواہد رسید و بباد فنا خواہد داد ہیچ حیلہ ومکر دراں وقت مفید نخواہد

ؔ جب شعور آیا ہو گا اور قابلیت پیدا ہوئی ہو گی اسوقت لکھا ہو گا اور امتحان و تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ اہل بیت کے دشمنوں کے معمولی مسائل کی تحریر سے بھی ہاتھ پاؤں بھول جاتے ہیں ان مسائل میں سے ایک مسئلہ یہ ہے کہ جس پر ان کی سٹی گم ہو گئی اور وہ یہ نہیں سمجھے کہ جس وقت آتش قہر الٰہی بھڑکے گی تو ان کے خشک وتر کو جلا کر بادفنا میں اڑا دے گی اور اسوقت کوئی حیلہ وفریب کام نہ آئیگا ۱۲ منہ۔ عبارت صوارم مطبوعہ بند کلکتہ ۱۲۱۸ھ پشت ورق ۱۴۷ سطر ۱۳ ۱۲ منہ

افتاد انتہی بلفظہ ملخصاً) اب کوئی مومن منصف انصاف کرے کہ یہ مضمون خود جناب قبلہ وکعبہ پر اس روایت میں کتنا صادق ہے کہ انہوں نے کلام کو کتنا منتشر کیا ہے اور دھوکہ دینے کے لئے بیچ میں کی حدیث کا ذکر فرمایا ہے مہاجرین کو اس سے کچھ بھی تعلق نہیں ہے حقیقت میں قبلہ وکعبہ نے سچ فرمایا کہ (می[1] باید انسان ہر گاہ شعور دانستہ باشد ارادہ تصنیف وتالیف نہ نماید مادامیکہ قابلیت آں بہم نرساند) دوسرے یہ فرمانا حضرت کا کہ (باتفاق[2] اہل اسلام در صحت ہجرت وترتب ثواب بران ایمان شرط ست) یہ بیان بھی سچ اور بالکل اور بالکل ٹھیک ہے نہ اس کے لئے کسی آیت کی سند لانے کی حاجت ہے نہ کسی حدیث کے نقل کرنے کی ضرورت ہے لیکن یہ فرمانا کہ (پس[3] مادامیکہ مارا علم بہ صحت نیت ابی بکر بہ ثبوت نرسد دخول او در مدلول ایں آیت متیقن نمی شود) میں ہم کو جرح ہے چند طرح سے اول جناب صاحب تحفہ قدس سرہ نے اس آیت کو صرف شان حضرت صدیق اکبر ہی کے نہیں فرمایا بلکہ سب مہاجرین کے فضائل میں اس کو نقل کیا ہے پس حضرت نے سب کا ذکر تو چھوڑ دیا صرف نام حضرت صدیق اکبر ہی کا لکھا یہ خلاف داب مناظرہ کے ہے اگر شاہ صاحب اس آیت کو خاص نسبت صدیق اکبر کے بیان کرتے تو ان کو بھی جواب میں انہیں کے نام کی قید کرنی مناسب تھی واذلیس فلیس دوسرے اگر بہ خیال اس کے کہ حضرت صدیق اکبر مہاجرین میں بھی اول درجہ رکھتے ہیں اور ان کی نسبت اس قضیہ کی ابطال سے اور ان کے قضیہ کا بطلان خود اسی دلیل سے ہوگا حضرت قبلہ وکعبہ نے ان کا نام لکھا ہے تو خیر ہم اس سے بحث نہیں کرتے اسی کا جواب دیتے ہیں کہ آپ کو صحت نیت کا علم کیونکر ہووے اور کس طرح آپ اس علم کو، حاصل کرنا چاہتے ہیں اگر یہ خیال کر کے (کہ آں[4] امر نیست) باطنی) سوائے خدا کے دوسرا نہیں جانتا تو ہم تسلیم کرتے ہیں اور آپ کو خدا کے سپرد کرتے ہیں یقین ہے کہ خدا نے اب آپ کو اس کا حال قبر میں بتلایا ہوگا اور ابوبکر صدیق کی صحت نیت کا اب حال آپ پر کھل گیا ہوگا

[1] جب تک انسان میں قابلیت پیدا نہ ہو اس وقت تک تالیف وتصنیف نہ کرے بلکہ شعور حاصل کرنے کے بعد سلسلہ تالیف وتصنیف آغاز کرے [2] تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ ہجرت کی صحت اور حصول ثواب کے لئے ایمان لانا شرط ہے [3] اور جب تک ابوبکر کی صحت نیت کا ثبوت ہمیں نہ مل جائے اس وقت تک یہ آیت ان پر حسبان نہیں ہوتی [4] کہ وہ ایک باطنی امر ہے ۱۲ [5] عبارت ذوالفقار مطبوعہ مطبع مجمع البحرین لدھیانہ ۱۲۷۵ھ صفحہ ۵۶ سطر ۲۳ [6] ایضاً صفحہ ۵۷ سطر ۵ ۔ ۱۲ منہ ۔

marfat.com

اور اگر آپ نیت کا حال ان کے اعمال سے جو ہجرت کے انہوں نے کئے دریافت کرنا چاہتے ہیں تو اپنے ہی علما کے اقوال سے دریافت کر لیجیے اور پیغمبر خدا کا ان کے گھر جانا اور اپنے ساتھ لے کر غار کو چلنا اور راہ میں ابوبکر صدیق کا حضرت کو دوش پر چڑھانا اور اپنے گھر سے کھانا پہنچانا ان سب باتوں کا اپنی ہی کتابوں سے ثبوت دیکھ لیجیے کہ اس کو ہم نہایت تفصیل کے ساتھ آیۂ غار کی تفسیر میں بیان کر چکے ہیں جس کو دیکھنا ہو اس کتاب کے چند ورق الٹ کر اس ساری بحث کو جس پر حقیقت میں یہ مضمون صادق ہے (کہ دریں[1] جز و زمان چشم روزگار نظیر ایں بحث یعنی فضیلت صدیق اکبر از آیۂ غار ندیدہ باشد و گوش چرخ بریں نشنید) تو اس کے لئے اس مقام پر بھی ہم ایک روایت لکھتے ہیں جسے صاحب تحفہ نے ملا عبداللہ کی کتاب اظہار الحق سے نقل کیا ہے کہ وہ خود اپنے ہم مذہبوں کے اس انکار کو پوچ اور بیہودہ کہتا ہے کما قال کہ (جواب[2] گفتن ایں سخن بہ بارتکاب آنکہ در سبق ہجرت و نصرت ایمان شرط ست و آں شخص یعنی ابوبکر معاذاللہ ہیچ وقت ایمان نہ داشتہ چنیں فعل از سنوح ناخوشی با امیرالمومنین از انصاف دور ست) مجتہد صاحب قبلہ اپنی ذوالفقار میں اس روایت کی نسبت فرماتے ہیں کہ (پس[3] معلوم است کہ یا ملا عبداللہ از امامیہ نبودہ یا ایں کہ جامع کلمات ایں مزخرفات را از پیش خود داخل نمودہ و یا مراد او از ایمان، دریں مقام اسلام ست و معلوم ست کہ خلیفہ اول از اول امر از ایمان بہرہ نداشت باتفاق من علماء الامامیہ) اس جواب میں تین امر مجتہد صاحب نے لکھے ہیں اول انکار کرنا ملا عبداللہ مشہدی کے امامیہ ہونے سے جس پر ہم ابھی زیادہ بحث نہیں کرتے اگر مجتہد صاحب اپنے سارے علما کے امامیہ ہونے سے منکر ہو جائیں ہمارا کچھ حرج نہیں ہے اگرچہ سارے علما

---

[1] اس زمانہ تک کبھی کسی آنکھ نے اس بحث میں ایسی مثال یعنی صدیق اکبرؓ کی فضیلت کو آیۂ غار نہ دیکھی ہوگی اور آپ کی افضلیت آسمان کے کانوں نے کبھی نہ سنی ہوگی [2] اس امر کے جواب دینے میں کہنا لازم ہے کہ ہجرت و نصرت اسلام میں ایمان لانا شرط ہے اور ابوبکر کسی وقت بھی ایمان نہیں لائے یہ کیا گناہ اور امیرالمومنین کی ناخوشی کا باعث ہے نیز انصاف سے بھی دور ہے [3] معلوم ہے کہ ملا عبداللہ یا تو شیعہ نہ تھے یا پھر ان تمام لغویات کو انہوں نے اپنی طرف سے بڑھا دیا ہے یا پھر ایمان سے یہاں اسلام مراد ہوا اور یہ بات معلوم ہے کہ خلیفہ اول باتفاق علمائے شیعہ ابتدا میں اسلام نہیں لائے تھا۔ [4] عبارت ذوالفقار مطبوعہ مطبع مجمع البحرین لدھیانہ ۱۲۸۱ھ صفحہ ۶۶ سطر ۱۹۔ ۱۲ منہ۔

marfat.com

نے ملا عبداللہ کے امامیہ ہونے پر بہت کچھ ثبوت دیا ہے مگر ہم مجتہد صاحب ہی کی بات کو مانتے ہیں اور اس کے امامیہ ہونے کا ثبوت دینا لغو سمجھتے ہیں لیکن افسوس ہے کہ صرف اس لئے مجتہد صاحب نے اس کے امامیہ ہونے سے انکار کیا ہے کہ وہ صحابہ کے ایمان کا قائل ہے تو اس کا ثبوت ان علمای امامیہ کے اقوال سے بھی ہوتا ہے جو کہ مجتہد صاحب کے پیشوا ہیں اور جن کے قول کو کالوحی المنزل من السمآء جانتے ہیں چنانچہ قاضی نوراللہ شوستری مجالس المومنین میں فرماتے ہیں (کہ[1] اما آنکہ تکفیر ابوبکر و عمر بہ شیعہ نسبت نمودہ است سخنی ست بے اصل کہ در کتب اصول ایشاں ازاں اثرے نیست و مذہب ایشان ہمیں ست کہ مخالفان علی فاسق اند و محاربان او کافر اند) اس کا جواب جب مجتہد صاحب نے کچھ نہ دیکھا اور قاضی نوراللہ شوستری کے امامیہ ہونے سے انکار کرنا خلاف ایمان جانا تو دوسری طرح سے اس قول کو باطل کرنا چاہا چنانچہ اس کے جواب میں ذوالفقار میں فرماتے ہیں (کہ[2] پوشیدہ[5] نماند کہ ایں کلام بر تقدیر صحت و صدور آں را فاضل قادح مقصود ما و مفید مطلوب او نمی شود زیرا کہ سابق گزشتہ کہ فاسق در مقابلہ مومن اطلاق شدہ) اب کوئی اس دھوکہ دینے کو خیال کرے کہ قاضی نوراللہ سا مؤلف اور مجالس المومنین کی سی مشہور کتاب پر بھی جناب علامی فہامی فرماتے ہیں (کہ[3] بر تقدیر صحت و صدور آن از فاضل) گویا ان لفظوں میں اس کا بھی انکار کرتے ہیں مگر صاف انکار کرنے سے کچھ تقدس کا لحاظ فرماتے ہیں اگر حضرت کو دیانت کا دعویٰ تھا تو چاہیے تھا کہ ایسا دھوکہ نہ دیتے اور مجالس المومنین کی اصل عبارت کو جس میں کچھ تحریف نہ ہوئی ہوتی نقل کر دیتے چنانچہ بجز اس کے کہ شاہ صاحب لکھتے ہیں (کہ نسبت[6] تکفیر بجناب شیخین کہ اہل سنت و جماعت

---

[1] شیعوں کی طرف یہ نسبت کرنا کہ یہ ابوبکر و عمر کو کافر کہتے ہیں، یہ وہ قول ہے جس کا کوئی ثبوت شیعوں کی کتب میں موجود نہیں البتہ شیعوں کا مذہب یہ ہے کہ علی کے مخالف فاسق اور ان سے جنگ کرنے والے کافر ہیں۔ [2] واضح رہے کہ فاضل شستری کا یہ بیان ہمارے مقصود مقصد پر ضرب اور ان کے مطلب کے لئے مفید نہیں کیونکہ پہلے کہا جا چکا ہے کہ مومن کا لفظ فاسق کے مقابلہ میں آیا ہے [3] بر بنا صحت و بیان فاضل شستری [4] شیخین کو کافر کہنے کی نسبت شیعوں کی جانب اہل سنت جو بتاتے ہیں یہ ایک بے اصل اور لغو بات ہے کیونکہ اسکا ثبوت شیعوں کی کتب اصول میں نہیں ہے۔ [5] عبارت ذوالفقار مطبوعہ مطبع مجمع البحرین لدھیانہ ۱۲۸۱ھ صفحہ ۷۲ سطر ۱۵ - ۱۲ منہ [6] ایضاً صفحہ ۲۸ سطر ۲۲ - ۱۲ منہ

marfat.com

بہ شیعہ نمودہ اند سخنی ست بی اصل کہ در کتب اصول ایشاں اثاں اثری نیست) اور بلفظہ عبارت مجالس المومنین کی وہ ہے جو اوپر ہم نے نقل کی اگر کسی کو شک ہو وہ مجالس المومنین کو دیکھ لے اور مجتہد صاحب کے (بر تقدیر[1] صحت وصدور آن از فاضل) لکھنے پر داد دے اور سب سے زیادہ مجھے یہ حیرت ہے کہ ایسے مجتہد فاضل نے (بر تقدیر[2] صحت) اس عبارت کی نسبت کیونکر فرمایا اس لئے کہ مجالس المومنین میں نہایت شد و مد سے ملا نوراللہ شوستری نے تکفیر حضرات شیخین سے انکار کیا ہے اور صرف انہیں چند لفظوں سے اپنے انکار کو ثابت نہیں کیا بلکہ بہت لمبی چوڑی تقریر کی ہے چنانچہ مجلس سوم میں فرماتے ہیں[3]

(کہ از ایراد ایں مقدمہ دفع توہمی ست کہ در اوہام عامہ استقرار یافتہ کہ شیعۂ امامیہ تکفیر جمیع یا اکثر صحابہ می نمایند و ایں معنی را مستبعد یافتہ عوام مذہب خود را بہ تقریر آں از مذہب حق متنفر نمودہ از راہ بردہ اند و چگونہ چنیں باشد و حالانکہ افضل المحققین خواجہ نصیر الدین طوسی در کتاب تجرید فرمودہ کہ محاربوا علی کفرۃ و مخالفوہ فسقہ و ظاہر ست کہ اکثر صحابہ با آنحضرت محاربہ نکردہ اند بلکہ بہ قوت کثرت خیل و حشم بے نیت استعمال سیف و علم در مقام مخالفت در آمدہ بہ استقلال غصب منصب عزت رسول متعال نمودہ اند انتہی بلفظہ) غرضکہ اس عبارت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ قاضی نوراللہ شوستری نے بہ دلیل قطعی تکفیر سے ان صحابہ کے جنہوں نے حضرت علی سے لڑائی نہیں کی بلکہ صرف مخالفت کی ہے انکار کیا ہے اس لئے کہ وہ خود لکھتے ہیں کہ اس مقدمے کے لکھنے سے ہماری غرض

---

[1] بر بنا صحت لنبان فاضل شستری [2] بر بنا صحت ۔

[3] اس مقدمہ کا مطلب ان باطل اوہام کا دفیعہ ہے جو عام لوگوں کے ذہن نشین ہے کہ شیعہ لوگ تمام صحابہ یا اکثر صحابہ کو کافر کہتے ہیں اور اس وہم کی وجہ عام لوگ مذہب حق سے نفرت کرنے لگے ہیں اور راہ سے دور ہو گئے ہیں حالانکہ صحابہ کافر نہیں ہو سکتے خواجہ طوسی نے اپنی کتاب تجرید میں لکھا ہے کہ علی سے لڑنے والے کافر اور مخالفت علی کرنے والے فاسق ہیں اور یہ امر واضح ہے کہ صحابہ نے حضرت سے جنگ نہیں کی بلکہ قوت شان و شوکت اور سواریوں کے ذریعہ آپ کی امداد کی اور مخالفین اسلام کے مقابلہ میں شمشیر و پرچم اپنے ہاتھ میں لئے اور عزت رسول اللہ قائم رکھنے میں استقلال دکھایا ہے اور حضرت علی سے جنگ نہیں کی بلکہ بغیر لڑائی و جنگ و جدال کے رسول اللہ کے پر عزت منصب خلافت کو غصب کر لیا (بہ تمہ پورے الفاظ)

یہ ہے کہ جو دہم سنیوں کو ہے کہ شیعہ امامیہ سب صحابہ کو کافر کہتے ہیں اور اس سے عوام کو فریب دیکر وہ شیعوں کے مذہب کی برائی ان کے دل میں پیدا کر کے امامیہ مذہب سے ان کو نفرت دلاتے ہیں حالانکہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ ہم امامیہ مذہب کے لوگ سب اصحاب کو کافر کہیں، حالانکہ افضل المحققین خواجہ نصیر الدین نے تجرید میں صاف لکھا ہے کہ علی کے مخالف فاسق ہیں اور لڑنے والے کافر اور پھر قاضی نور اللہ شوستری اسی پر قناعت نہیں کرتے بلکہ اس قول کو لکھ کر آپ اپنے دعوے عدم تکفیر اصحاب کے ثبوت میں یہ لکھتے ہیں کہ یہ ظاہر ہے کہ اکثر اصحاب نے حضرت علی کے ساتھ لڑائی نہیں کی بلکہ بغیر لڑائی کے خلافت کو غصب کر لیا پس باوجود ایسی مدلل تحریر کے جو قاضی نور اللہ شوستری نے کی ہے جناب مجتہد صاحب اول تو (بر تقدیر صحت) فرماتے ہیں تاکہ عوام کو شبہ ہو کہ یہ روایت ہی مجالس المومنین میں نہ ہوگی اور بر تقدیر صحت فرما کر اس کے یہ معنی لکھتے ہیں کہ (قادح مقصود[1] و مفید مطلوب ما نمی شود زیرا کہ سابق گزشتہ کہ فاسق در مقابلہ مومن اطلاق شدہ) یعنی اس سے کچھ ہمارے مطلب میں، قدح اور شاہ صاحب کے دعوے کو فائدہ نہیں ہوتا اس لئے کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ فاسق بہ مقابلہ مومن کے آیا ہے جس کے معنی کافر کے ہوتے ہیں سبحان اللہ[2] بدیں عقل و دانش بباید گریست کیا فہم و ذکا خدا نے حضرت کو دیا تھا کہ اپنے دعوے تکفیر صحابہ کو قاضی نور اللہ شوستری کے دعوے عدم تکفیر سے ملاتے ہیں اور پھر کیا شوخی اور بے باکی ہے کہ فرماتے ہیں کہ ہمارا ان کا مطلب ایک ہے در حقیقت وجود و عدم اور اسلام و کفر کو ایک سمجھنا حضرت کی فہم و فراست سے کچھ بعید نہیں ہے آپ کی سمجھ پر خیال کر کے ہم بھی کہتے ہیں کہ بیشک جو آپ فرماتے ہیں وہی درست و بجا ہے شاہ صاحب جاہل اور نادان تھے جنہوں نے قاضی نور اللہ شوستری کی عبارت کو عدم تکفیر صحابہ پر محمول کیا اے حضرات امامیہ یہ حال ہے تمہارے مجتہدین و علما کے علم و فضل کا غرض کہ ثابت ہوا کہ قاضی نور اللہ شوستری اور محقق، نصیر الدین طوسی عدم تکفیر صحابہ کے معتقد ہیں اور سوائے محاربین کے کسی کو کافر نہ جانتے تھے اب سنیے کہ مجتہد صاحب کیا فرماتے ہیں جناب قبلہ و کعبہ اپنی ذوالفقار میں فرماتے ہیں کہ (استماع[3]

---

[1] یعنی ہمارے مقصد کی شکست اور خود انکے مطلب کیلئے مفید نہیں کیونکہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ یہاں فاسق کا لفظ مومن کے مقابلہ میں ہے۔ [2] عبارت ذوالفقار مطبوعہ مطبع مجمع البحرین لدھیانہ ۱۲۸۱ھ صفحہ ۵ سطر ۹۔ [3] یہ نتیجہ نکالنا اس امر پر موقوف ہے کہ جب کہ کتب اصول شیعہ کے لحاظ سے صحابہ اول سے مومن ہیں اور یہ جملہ و کلام ممنوع (باقی اگلے صفحہ پر)

تتمیہ مسطورہ موقوف ست بریں کہ بنا بر اصول شیعہ باثبات رسانی کہ اصحاب ثلاثہ از اول امر مومن اند و ایں از جملہ ممتنعات و محالات ست چہ علمای ایشا بدلائل بسیار و اخبار بے شمار کفر و نفاق پیشوایان شمارا در کتب خود باثبات رسانیدہ اند و ہرگاہ حقیقت حال چنین باشد پس کلام تو از محل اعتبار ساقط باشد) اب اے حضرات شیعہ تم کو اپنے دین وایمان کی قسم ہے اور تم کو اپنے دین وایمان کی قسم ہے اور تم کو اپنے غفران مآب کے تقدس واجتہاد کی قسم ہے کہ قاضی نور اللہ شوستری کی اس عبارت کو کہ[1] (اما آں کہ تکفیر ابوبکر وعمر بہ شیعہ نسبت نمودہ است سخنے ست بے اصل کہ در کتب اصول ایشاں ازاں اثرے نیست) جناب قبلہ وکعبہ کی اس عبارت سے کہ (علمای[2] ایشاں بدلائل بسیار واخبار بے شمار کفر ونفاق پیشوا یان شمارا در کتب خود باثبات رسانیدہ اند) ملاؤ اور ذرا کلمہ حق زبان پر لاؤ اور اتنا فرما دو کہ ان میں سے کون صاحب سچے ہیں اور کون صاحب جھوٹے اور ہم بیچارے جاہل سنی قاضی نور اللہ شوستری کے قول کو مانیں جو کہ نہایت زور شور سے فرماتے ہیں کہ یہ بات، ایسی بے اصل ہے کہ ہماری کتابوں میں اصول کی اس کا اثر و نشان بھی نہیں ہے یا کہ جناب قبلہ وکعبہ کی بات کو سنیں جو کہ نہایت مضبوطی سے فرماتے ہیں کہ ہمارے علما نے ان کے کفر کو بدلائل بسیار اور اخبار بے شمار سے ثابت کیا ہے اے حضرات یہ حال ہے تمہارے علما کا کہ خود ہی اپنی ایک بات پر قائم نہیں رہتے اور ایک دوسرے کے کلام کو نقض کرتا ہے اور سبب اس کا یہ ہے کہ جہاں جیسا موقع ہوتا ہے وہاں ویسی ہی بات کہنے لگتے ہیں اور ہر نکتہ مقامی دار دپر عمل کرتے ہیں جہاں دیکھا کہ صحابی کی تکفیر کہنے کا موقع ہے وہاں ایسی دھوم دھام سے ان پر کفر کا اطلاق کریں گے کہ امام اول سے لے کر امام آخر تک کی زبان سے ان کا کفر ثابت کریں گے اور جہاں دیکھا کہ اس سے اصول دین کے برہم ہوئے جاتے ہیں اور اسلام ہی ہاتھ سے جاتا ہے وہاں اس زور و شور سے انکار کرینگے کہ کانوں پر ہاتھ دھریں گے اس کو سنیوں کی تہمت اور افترا کہیں گے اور تمام اپنے علما کو نسبت سے

(بقیہ حاشیہ) ومحال ہے اس لئے کہ ہمارے علمانے بہ دلائل بسیار وثبوت بے شمار صحابہ و پیشوایان مذہب کو فاسق وکافر کہا ہے۔ اگر حقیقت حال یہ ہے تو تمہاری بات ساقط الاعتبار ہے عہ عبارت ذوالفقار صفحہ سطر ۱۳ منہ

[1] ابوبکر وعمر کو شیعوں کی زبانی کافر کہنا یہ ایسی بے اصل بات ہے جسکا شیعوں کی اصولی کتاب میں کوئی تذکرہ نہیں ہے۔

[2] ہمارے علمانے بہ دلائل کثیرہ وثبوت بسیار سنیوں کے پیشواؤں (وہ ابن ہ) کو کافر ہونیکا اپنی کتابوں سے ثبوت دیا ہے ۱۲ منہ

تکفیر کی بری کریں گے عجب حال ہے ان حضرات کا کہ ان کے اقوال اور روایات اور جوابات کو دیکھ کر عقل حیران ہے اور مجتہد صاحب صرف تکفیر شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر قناعت نہیں فرماتے اور اسی پر کفر کا دامن نہیں چھوڑتے بلکہ یہاں تک کفر کے پیچھے پڑے ہیں کہ ایک مقام پر صاف فرماتے ہیں کہ (قال الصادق علیہ السلام من شک فی کفر اعدائنا فہو کافر یعنی[1] ہر کہ در کفر اعدای ما شک کند کافرست) اے حضرات شیعہ اس عبارت پر غور کرو اور اپنے مجتہد صاحب کے اس ارشاد کو سنو اور بے چارہ محقق نصیر الدین، طوسی اور قاضی نور اللہ شوستری وغیرہ اپنے مذہب کے علمائے اعلام پر شوق ذوق سے تبرا بھیجو اور ان کو کافر کہو اس لئے کہ ان کو کفر میں مخالفین علی مرتضیٰ کے شک ہے و ہر کہ در کفر شان شک کند کافرست۔ افسوس ہے کہ جب مجتہد صاحب نے کتاب تالیف کی تھی اور اپنے اجتہاد کا نقارہ بجایا تھا اور یہ حدیث امام صادق علیہ السلام کی لکھی تھی وہ دونوں بیچارے محقق اور قاضی مر مٹ چکے تھے ورنہ ضرور وہ اس ارشاد کو قبلہ وکعبہ کے سن کر انہیں کو کافر کہتے اور ہر[2] کہ ایشاں را کافر گوید کافرست۔ کہ کے ہم سنیوں کا ساتھ دیتے اس مقام پر میں جناب مجتہد صاحب کی دیانت کو اور بھی ثابت کرتا ہوں اور ان کے تبحر اور تقدس کو ظاہر کرتا ہوں کہ حضرت نے قاضی نور اللہ شوستری کی تکذیب اس روایت میں نہیں کی ہے بلکہ اور مقامات پر بھی در پردہ توبہ توبہ در پردہ کیسا صاف اور صریح احمق بنایا ہے یا اپنی دانش مندی کو ظاہر فرمایا ہے چنانچہ صاحب تحفہ قدس اللہ سرہ اسی باب دوازدہم میں ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ قاضی نور اللہ[3] شوستری در مجالس المومنین خود آوردہ کہ مفہوم تشیع آنست کہ خلیفہ بلا فصل بعد از حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مرتضیٰ علی ست ولعن وسب در دو معتبر نیست مینگجد کہ نام حضرات خلفائے ثلثہ بر زبان شیعہ جاری شود و اگر جاہلاں

---

[1] یعنی جو شخص ہمارے دشمنوں کے کافر ہونے میں شک کرے وہ کافر ہے [2] اور جو انہیں کافر کہے وہ خود کافر ہے [3] نور اللہ شستری نے مجالس المومنین میں لکھا ہے شیعوں کا مسلک یہ ہے کہ رسول اللہ کے بعد خلیفہ بلا فصل حضرت علی ہیں۔ اور خلفائے ثلاثہ پر لعنت ملامت کرنا درست نہیں ہے ہو سکتا ہے کہ اسی سلسلہ میں خلفائے ثلاثہ کا نام شیعوں کی زبان پر آئے ۱۲ [4] عبارت ذوالفقار مطبوعہ مطبع مجمع البحرین ۱۲۸۱ھ ص۱۹ سطر ۱۲ ۔ [5] اگر لعن کو جاہل شیعہ واجب جانتے ہیں تو ان کا قول (باقی اگلے صفحہ پر)

شیعہ حکم بہ وجوب لعن کردند سخن ایشاں معتبر نیست وانچہ نسبت فحش در بارہ ام المومنین
عائشہ نسبت بہ شیعہ می کنند حاشا ثم حاشا کہ واقع باشد چہ نسبت فحش بکافہ آدمیان
حرام ست چہ جائے حرم حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم و بعد ازاں متصل ہمیں
کلام گفتہ است کہ ایں ضعیف حدیثی در کتاب حدیث از کتب شیعہ دیدہ بایں مضمون
کہ عائشہ در خدمت امیر از حرب توبہ کردہ ہر چند قصہ حرب متواتر ست و حکایت توبہ
خبر واحد اما بنا بریں طعن کردن در حق وے جائز نیست) اب ذرا گوش ہوش مجتہد صاحب
کے کلام سننے پر متوجہ کیجیے کہ حضرت ذوالفقار میں بہ جواب اس کے کیا ارشاد
فرماتے ہیں (کہ اما انچہ از السید نور اللہ شوستری نوشتہ پس البتہ در نقل تدلیس و تلبیس
نمودہ بالجملہ سب و شتم البتہ نزدیک امامیہ در حق ہیچ کس از کفار و مسلم جائز نیست اما
تبرا و بیزاری از اعدائے دین واجب و لازم گو نزد بحسب اتفاق اگر از زبان نگوید قباحت
نباشد لیکن اگر گناہ دانستہ نگوید البتہ گنہگار بلکہ بہ نسبت ناکثین و قاسطین و مارقین اگر
گناہ دانستہ نگوید از ایمان بیرون می شود چہ او درینصورت منکر ضروری مذہب امامیہ شدہ)
ذرا اہل انصاف غور فرمائیں کہ یہ تدلیس و تلبیس صاحب تحفہ تو صاف صاف قاضی نور اللہ شوستری
کے کلام کو بیان کرتے جاتے ہیں اور مجتہد صاحب مجالس المومنین اٹھا کر ملاحظہ نہیں فرماتے
اور صرف اپنی تدلیس و تلبیس کے ظاہر کرنے پر بلا مقابلہ کتاب کے ان پر تدلیس کی تہمت
کرتے ہیں اے حضرات امامیہ اپنے مجتہد صاحب کی تدلیس کے کیا اب بھی قائل نہ ہو گے

القیہ حاشیہ) غیر معتبر ہے اور ام المومنین حضرت عائشہ کے بارے میں فحش کلامی کی شیعوں کی جانب منسوب کیا جاتا
ہے تو بہ توبہ انکی جانب کوئی برائی نہیں کی جا سکتی۔ جب کہ دوسرے آدمیوں کو گالیاں دینا حرام ہیں تو حرم محترم رسول اللہ
کو گالیاں کیسے دی جا سکتی ہیں اس کے فوراً ہی بعد ایک ضعیف حدیث شیعوں کی کتب حدیث کی لکھی ہے کہ عائشہ رض
نے جنگ کرنے سے خدمت علی میں توبہ کی اگرچہ جنگ کا واقعہ متواتر ہے لیکن توبہ کرنیکی حکایت خبر واحد ہے لیکن اس بنا پر عائشہ رض
پر لعن طعن کرنا جائز نہیں ہے ۔ لے قاضی نور اللہ شوستری کے حوالہ سے جو لکھا گیا ہے اس کے نقل کرنے میں مکر و فریب
اور لاگ لپیٹ سے کام لیا گیا ہے اور فرقہ شیعہ کے نزدیک کسی کافر و مسلم کو سب و شتم اور گالیاں دینا جائز نہیں البتہ دشمنان
دین سے بیزاری و تبرا کرنا واجب و لازم ہے اگر زبان سے تبرا نہ کیا جائے تو کوئی قباحت نہیں لیکن اگر مجرم کو گنہگار جان کر
تبرا نہ کہے تو ایسا شخص خود گنہگار ساقط المعاہدہ ظالم اور دین سے خارج ہے اور اگر گناہ کو دانستہ نہ کہے تو ایمان سے
ہاتھ دھوتا ہے کیونکہ اس حالت میں وہ ضروریات مذہب امامیہ کا منکر ہے عہ عبارت ذوالفقار مطبوعہ مطبع مجمع البحرین
البحرین لدھیانہ ۱۲۸۱ھ صفحہ سطر ۱۸

اور ان کے اجتہاد میں اس طرح کی برائیوں سے بھی کچھ شک نہ کرو گے خیال کرو کہ مجالس المومنین ملا عبد اللہ کی اظہار الحق نہیں ہے کہ جو نہ ملے یا اس کے انکار کرنے سے پیچھا چھوٹ جائے یا وہ کتاب ایسی نادر الوجود نہیں ہے کہ مجتہد صاحب کے پاس نہ ہوتی اور قبلہ و کعبہ کا کتب خانہ اس سے خالی ہوتا تو اگر شاہ صاحب نے اپنی طرف سے ان کی نسبت کچھ تہمت کی تھی اور جو قاضی صاحب نے نہ لکھا تھا اور نہ کہا تھا وہ ان کی طرف منسوب کیا تھا تو کیا مشکل تھا کہ مجالس المومنین کو اٹھا لیتے اور اصل عبارت اس کی صاف صاف نقل کر دیتے یہ عجیب قسم کی تدلیس ہے کہ کتاب تو نہیں دیکھتے نادیدہ و دانستہ اس سے اغماض کرتے ہیں اور صاحب تحفہ کو برا بھلا کہتے ہیں بیشک یہ پیروی ان کی تو ضرور ہے کہ انہوں نے ایسی روایت جو مخالف عقیدہ امامیہ کے ہے ایسے عالم کی کتاب سے نکال دی جو رکن اعظم شیعوں کا ہے اور جس نے جان بھی اپنی اس مذہب پر قربان کر دی ہے لیکن اس اجمال پر کفایت کرنے کا یہ سبب ہے کہ اگر صاف لکھیں کیونکہ اصل عبارت کو نقل کریں اگر کچھ فرق ہو یا کچھ اپنی طرف سے شاہ صاحب نے ملا دیا ہو تو اسے لکھیں اور اگر اس کا صاف صاف اقرار کریں تو پھر جواب میں کیا خاک بلا لکھیں اس لئے شیطان الطاق کے وتیرے پر چلے اور نہ اقرار اور نہ انکار کر کے پہلو بچا گئے مگر افسوس ہے کہ اسی عبارت کے بعد دو لفظ ایسی حضرت کے قلم سے نکل گئی ہیں کہ اس سے تصدیق اس مضمون کی ہوتی ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ (مراد سید نور اللہ[1] ہر جا کہ گفتہ باشد اگر گفتہ باشد ہمیں است و عبارت ایشاں ہرگز با نچہ فقیر گفتہ مخالفت ندارد) اس عبارت کو دیکھ کر بے ساختہ دل چاہتا ہے کہ جناب غفران مآب کی شان میں کچھ لکھوں مگر سوائے ایں گل دیگر شگفت کے کچھ نہیں لکھتا اور یہی کہہ کے ان کے مقلدین سے پوچھتا ہوں کہ بھائیو شاید میری سمجھ کی غلطی ہے جو میں دونوں مضمونوں کو مخالف پاتا ہوں کوئی بھی مجھے یہ سمجھا دے کہ قاضی نور اللہ شوستری کی اس عبارت کا کہ (مفہوم تشیع آں ست کہ خلیفہ بلا فصل بعد از حضرت مرتضی علی ست و سب ولعن در و معتبر نیست) مضمون کیونکر اس عبارت سے مجتہد صاحب[2]

---

[1] سید نور اللہ شستری نے جہاں کہیں جو کچھ لکھا ہے اسی سے مراد وہی ہے جو ہماری ہے اور ان کی کوئی عبارت میری عبارت کے مخالف نہیں ہے شیعوں کا مسلک یہ ہے کہ رسول اللہ کے بعد علی مرتضی بغیر کسی فصل کے خلیفہ ہیں اور درمیانی خلفاء پر لعن طعن جائز نہیں ہے۔

[2] عبارت ذوالفقار مطبوعہ مجمع البحرین لدھیانہ ۱۲۸۱ھ ص سطر ۲۱۔

قاضی نور اللہ صاحب کے مطابق ہے کہ (امامیہ تبرا[1] و بیزاری از اعداء دین واجب) اور نیز
کے اس فقرہ کو کہ[2] (اگر جاہلاں شیعہ حکم بوجوب لعن کردن سخن ایشاں معتبر نیست) کس طرح
قبلہ و کعبہ کے اس فقرہ کے مطابق ہے کہ گو بجنب[3] اتفاق اگر از زبان نگویند قباحت نباشد
لیکن اگر گناہ دانستہ نگوید البتہ گنہگار بلکہ بہ نسبت ناکثین وقاسطین و مارقین اگر گناہ دانستہ
نگوید از ایمان بیرون می شود) میں قاضی صاحب کی تقریر کا یہ مطلب سمجھتا ہوں کہ ان کے
نزدیک سب و لعن تشیع کے لئے معتبر اور ضرور نہیں ہے اور حکم بوجوب لعن جاہلوں کی بات
اور مجتہد صاحب کے قول سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک سب و لعن تشیع
کے لئے ضرور ہے بلکہ جو تبرا نہ کرے وہ مومن نہیں ہے اور پھر باوجود ایسی مخالفت مضمون
کے مجتہد صاحب فرماتے ہیں کہ (عبارت[4] ایشاں ہرگز بآنچہ فقیر گفتہ مخالفت ندارد) اب
اس پر کیا کہا جاوے حقیقت میں جو کچھ ناز و افتخار ذوالفقار کی تالیف پر حضرت کو ہوا ہے وہ
بجا ہے اگر حضرت خود اس کی تعریف اپنی زبان سے نہ کرتے اور بقول صائب شعر

ثنائے خود بخود کردن نمی زیبد ترا صائب — چو زن پستان خود مالد حظوظ نفس کے باید

خود ستائی سے احتیاط کرتی تب تھی جبکہ خود کتاب حضرت کی ثنا و صفت کرتی اور
اب تو خدا کے فضل سے حضرت کی ستائش کی تصدیق ہوئی ہے اور جو کچھ خود بدولت
نے اپنے شبہے اور اپنی کتاب کی نسبت فرمایا ہے اس کا ثبوت ہوتا جاتا ہے دیکھو حضرات
امامیہ وہ کتاب ذوالفقار ہے جس میں حکیمانہ تقریریں بھری ہوئی ہیں اور جس کی نسبت حضرت
نے صوارم میں فرمایا ہے کہ جب باب دوازدہم تحفہ کا ہم نے ملاحظہ فرمایا تو بہ خیال اس
کے کہ ایک جاہل عامی آدمی کی طرف مقابل بننا موجب عار و ننگ ہے دل جواب لکھنے پر
متوجہ نہ ہوا مگر یہ خیال کرکے کہ بڑے بڑے پیغمبر اور اماموں کو زمانہ نے مجبور کر دیا ہے اور
ان کو کافروں اور جاہلوں کا جواب دینا پڑا میں نے اس کا جواب لکھا (چنانچہ[5] بحمد اللہ[6]

[1] لیکن دشمنان دین سے بیزاری اور ان پر تبرا کرنا دینی واجبات میں سے ہے [2] اگر جاہل شیعہ لعنت ملامت کو واجب جانتے ہوں تو ان کی بات معتبر نہیں ہے [3] اتفاقاً اگر زبان سے تبرا نہ کریں تو کوئی قباحت نہیں لیکن مجتبا پر اگر گناہ کو دانستہ تبرا نہ کرے تو ایسا شخص خود گنہگار بلکہ ساقط المعاہدہ ظالم اور دین سے خارج ہے اور اگر گناہ کو دانستہ نہ کہے تو ایمان سے خارج ہو جاتا ہے۔ [4] ایضاً ص ۲ سطر ۱۹ ۱۲ منہ [5] ایضاً ص ۲ سطر ۱۶ ۱۲ منہ۔ [4] ان کی عبارت میری عبارت کے متضاد نہیں [5] چنانچہ بحمد اللہ اسی زمانہ میں دس بیس دن کے

بقیہ اگلے صفحہ پر

تعالیٰ در ہمان اوان سعادت توامان در عرصہ دہ بست روز بصرف قلیلے از اوقات بہ نقض آن پرداختم وبیہودہ گوئی اورا بہ بیان واضح بر ہر کس وناکس ظاہر ولائح ساختم ورسالہ مذکور را باسم ذو الفقار اختصاص دادہ مع جلد کتاب عماد الاسلام بپیش آن ناصب مولف کتاب تحفہ اثنا عشریہ مرسل داشتم تا شاید از خواب غفلت بیدار شود واز سرمستی جہل مرکب ہوشیار گردد وللہ الحجۃ البالغۃ کہ مدت پنج شش سال منقضی گشتہ کہ آں رسالہ در اطراف بلاد شائع ومنتشر گردیدہ واز نظر بسیارے از فضلائے سنیان گذشتہ نظر بمتانت واستحکام کلام کہ در اثنائے نقض شبہات وکشف عیوب موہات در بلا در کتاب تکلفات وتعسفات مذکور ساختہ ام ہیچ کس چہ آں ناصب عداوت اہل بیت مصنف کتاب مذکور چہ غیر او از فضلائے مذہب مسطور مجال ایں نیافتہ اند کہ بہ نقض آن پردازند در جواب آں چیزی بر نگارند وبمقتضائے ایں کہ الحق یعلو ولا یعلیٰ انتہی بلفظہ ملخصًا، حقیقت میں جو کچھ حضرت نے اس ذو الفقار کی نسبت فرمایا وہ سب بجا اور درست ہے عبارت بھی اس کتاب کی فصاحت اور متانت سے بھری ہوئی دلائل بھی اس کے سب حکیمانہ دیانت اور امانت اس کی سطر سطر سے عیاں اور تکلف اور تعسف کا تو ذکر ہی نہیں ہے جو کچھ حضرت نے لکھا ہے صاف صاف سچ سچ بیان کر دیا ہے اور اپنی فضیلت اور تبحر کو بخوبی ظاہر کر دیا ہے مگر قصور اتنا ہو گیا کہ اس کے لکھنے میں جلدی بہت کی تھی اور صرف بیس روز میں اس کو ختم کر دیا تھا حالانکہ ایسی کتاب کو سوچ سمجھ کر لکھنا چاہیئے تھا اور فضیحت اور رسوائی کا خیال بھی کرنا لازم تھا اگر صوارم کی طرح پانچ چھ برس میں اس کو بھی لکھتے اور کسی ایرانی سے عبارت بھی اس کی درست کرا لیتے تو شاید عبارت بھی درست ہو جاتی تقریر میں بیہودگی بھی کم ہوتی تب البتہ جس طرح صوارم کا جواب ایک بیچارے ملتانی نے لکھ دیا اور حضرت

اندر تھوڑے سے اوقات میں اس کتاب کی تنقید کرتے ہوئے اس کی بیہودگیاں ظاہر کیں تاکہ ہر ایک پر واضح ہو جائے کہ ان کی بیہودگیاں کیا کیا ہیں اور اکیلے اس رسالہ کو مخصوص دے کر اس کا نام ذو الفقار رکھا اور وہ کتاب عماد الاسلام کے ساتھ [illegible] تحفہ اثنا عشریہ ارسال کیا تاکہ خواب غفلت سے بیدار ہو اور جہل مرکب کی سرمستیوں سے ہوشیار ہو جائے حجۃ البالغۃ اللہ ہی کے لئے ہے کہ پانچ چھ سال کی مدت میں میرے اس رسالہ کا جواب اس [illegible] دیا کیونکہ بحکم الٰہی حق بلند ہوتا ہے اور سرنگوں کبھی نہیں ہوتا ختم ترجمہ خلاصہ عبارت صوارم مطبع [illegible] کلکتہ ۱۲۶۱ھ صفحہ ۴ سطر ۱

کی متانت کو سفاہت سے مرادف ہونا ثابت کر کے اس جواب کا نام تنبیہ السفیہ رکھ دیا تو مجتہد صاحب کے حق میں کوئی طالب علم اٹھ کر جواب لکھ دیتا اور بندگان والا کی خدمت میں تحفہ بھیجدینا حضرت نے اس کتاب کی تالیف میں جلدی کو کام فرمایا اور شیخ سعدی کے اس مصرعہ پر جسے لڑکے بھی جانتے ہیں خیال نہ کیا ع کہ تعجیل کار شیاطین بود۔ میں جب ذوالفقار اور صوارم کو مطالعہ کرتا اور حضرت کی گالیوں اور فحش اور خودستائی کو دیکھتا تو اپنے دل میں کہتا کہ جناب والا نے جس قدر حصہ اپنی اوقات عزیزہ کا گالیوں اور فحش میں میں صرف کیا ہے بہتر ہوتا اگر جوابات کے سوچنے اور تامل اور غور کر کے لکھنے میں صرف کرتے مگر آخر اس کا جواب خود ہی حضرت کے قول سے جو انہوں نے صوارم میں لکھا ہے میں نے پالیا کہ میری سخت گوئی اور طعن و تشنیع پر کوئی اعتراض نہ کرے اس لئے کہ شاہ صاحب اس کے ہادی ہیں اور پھر ہم تو شیعہ ہیں (داگر از ینجانب نظر باینکہ شیوہ شیعیان تبرا نمودن ست از اعدائے دین زیادہ از آنچہ نوشتہ اند بعمل آید مستبعد نباشد) اب میں پھر شروع کرتا ہوں جناب قبلہ وکعبہ کے جواب کو جو قاضی نوراللہ شوستری کی تقریر کا دیا ہے کہ (اما آنچہ[سه] از سید نوراللہ نقل نمودہ کہ این ضعیف حدیثی در کتاب حدیث از کتب شیعہ دیدہ باین مضمون کہ عائشہ در خدمت امیر علیہ السلام از حرب توبہ کردہ الخ اقول ہر چند این قبیل سخنان ہرگز بہ مسالک جناب سید نوراللہ شوستری نمی زیبد کہ انچہ ایشان در تصرف حدیث امامیہ بدل جہد نمودہ اند و جہاد سنان قلم و سیف زبان کہ افضل از جہاد سیف و سنان باشد کردہ اندا اظہر من الشمس ست واگر بہ حسب اتفاق روایتی باین مضمون بہ نظر ایشان رسیدہ باشد ہرگاہ در مذہب[سه] اہل اسلام روایات متضمن جسم بودن خدا و مکانی بودن او تعالیٰ شانہ مروی

[له] اور نظر بہ آنکہ تبرا کرنا شیعوں کا شیوہ ہے تو دشمنان دین نے جو کچھ لکھا ہے ویسا عمل بعید نہیں ہے[له] سید نوراللہ شوستری کے حوالہ سے جو نقل کیا گیا ہے کہ یہ ضعیف حدیث شیعوں کی کتب حدیث میں اس طرح ہے کہ عائشہ نے خدمت امیر میں آکر جنگ کرنے سے توبہ کی الخ اس کا جواب میرے پاس یہ ہے کہ اس قسم کی باتیں سید نوراللہ شوستری کو زیبا نہیں کیونکہ انہوں نے احادیث شیعہ میں دل و جان سے کوشش کی ہے قلم کی برچھی اور زبان کی تلوار کا جہاد شمشیر و سناں کے جہاد سے افضل ہے جو انہوں نے انجام دیا اور یہ بالکل ظاہر ہے اور اور حسب اتفاق روایات یہ مضمون ان کی نظر سے گزرا ہوگا کہ[سه] عبارت ذوالفقار مطبوعہ مطبع مجمع البحرین لدھیانہ ۱۲۸۱ھ صفحہ ۷۷ سطر ۲۳-۲۰ امنہ [سه] عبارت صوارم مطبوعہ بندر کلکتہ ۱۲۱۸ھ صفحہ ۲ سطر ۱۲-۱ ارباقی آگے

شدہ باشد لاکن چوں تخالف ضروری دین ست محل اعتبار نباشد پس چنیں روایت ہم باشیعیاں ضرر نخواہد رسانید زیراکہ اگر روایت توبہ او صحیح می بود جناب ائمہ از و تبرا نمی نمودند ومعلوم ست کہ جناب صادق علیہ السلام بعد ہر نماز عبادت دانستہ از و واز غیر اوکہ اعدائے دین می بودند تبرا می فرمودند) اس قول میں بھی حضرت نے دیانت کو کام فرمایا کہ صرف اس خیال سے کہ سید نور اللہ بڑے مجاہد تھے اور بالآخر تشیع کی بدولت شہید بھی ہو گئے وہ کیونکر ایسی روایت لکھیں گے اس روایت کو صاف قبول نہ کیا لیکن الحمد للہ کہ اس سے انکار بھی نہ فرمایا اور مجالس المومنین سے نقل کر کے اس میں کچھ تعریف شاہ صاحب کی ثابت نہ کی پس ہم حضرت کے خیال کو صرف وسوسہ شیطانی سمجھتے ہیں اور جو کچھ بہ نسبت منقول ہونے روایت جسم اور مکان باری تعالیٰ کے حضرت نے لکھا اس میں بھی تدلیس کو دخل دیا یعنی فرماتے ہیں کہ مذہب اہل اسلام میں ایسی روائتیں ہیں تاکہ لوگوں کو دھوکہ ہو کہ شاید سنیوں کے یہاں ایسی روائتیں ہیں حالانکہ اس تعجب سے بیچارے سنی محروم ہیں یہ دولت صرف حضرات شیعہ کے قدما اور علما کے حصے میں ہے اس لئے بجائے اہل اسلام کے اہل تشیع لکھنا چاہیئے تھا تاکہ لوگ دھوکے میں نہ پڑتے اور سمجھ جاتے کہ جب باری تعالیٰ کی جسمیت اور مکان کی روائتیں مذہب تشیع میں موجود ہیں اور اس سے باوجودیکہ اس کے اعتقاد رکھنے والے اور ان روائتوں کو احادیث ائمہ میں نقل کرنے والے علما شیعہ تھے اور صرف علما نہ تھے بلکہ نائب ائمہ اور نہ فقط نائب ائمہ بلکہ جان اور جگر ائمہ کے کہ اس کو ہم خاص ایک بحث میں ثابت کریں گے اور پھر ان روائتوں سے متاخرین امامیہ منکر ہوں گے تو پھر کیا تعجب ہے کہ حضرت عائشہ کی روائیت توبہ کے اگلے مقر تھے اور اب پچھلے منکر ہیں علاوہ بریں اس قول کو مجتہد صاحب کے دیکھنا چاہیئے کہ وہ معاذ اللہ حضرت امام جعفر صادق کی نسبت تبرا کرنے کی تہمت کرتے ہیں اذ لکھتے ہیں کہ وہ ہر نماز کے بعد عبادت سمجھ کر حضرت عائشہ اور خلفائے پر تبرا کرتے تھے حالانکہ قاضی نور اللہ شوستری اسکے وجوب کو جاہلوں

(بقیہ حاشیہ) مذہب اسلام میں اللہ کا جسم ہونا اور اللہ کا کسی مکان و مقام میں ہونا لکھا ہے لیکن چونکہ اس عقیدے سے انحراف کرنا دین کے لئے ضرری ہے اس لئے ایسی روایات ناقابل اعتبار ہیں اس لئے اس قسم کی روایات شیعوں کے لئے نقصان رساں نہیں اس لئے کہ اگر ان کی توبہ کی روایت ہوتی تو ائمہ ان سے بیزاری نہ کرتے اور بظاہر معلوم ہے کہ جناب صادق ہر نماز کے بعد بطور عبادت ان سے اور دوسرے دشمنان دین پر تبرا کرتے تھے۔

کی طرف نسبت کرتے ہیں اور اس کو تشیع کے مفہوم میں معتبر نہیں جانتے دیکھو نوراللہ شوستری نے کچھ ایمان کا پاس کیا اور کہا کہ (نسبت فحش بہ کافہ آدمیان حرام ست چہ جائے حرم حضرت پیغمبر خدا) اور مجتہد صاحب اسی کو امام کی طرف منسوب کرتے ہیں وحاشا جنابہم عن ذالک ۔

حقیقت میں مجتہد صاحب در پردہ قاضی نوراللہ کو جھٹلاتے ہیں اور ایسے لفظ لکھنے پر جس سے وجوب تبرا ثابت نہ ہو خفا ہوتے ہیں مگر تقدیر کے لکھے کو امکان نہیں دھوتا جو کچھ وہ لوگ لکھ گئے سو لکھ گئے جف القلم بما ہو کائن اب بات بنائے اور نوحہ و بکا کرنے سے کیا ہوتا ہے سچ لکھا ہے منشی سبحان علی خاں صاحب نے مولوی نورالدین کے خط میں کہ (البتہ مشکل ست کہ علمائے ما وقت تحریر کار بہ دور اندیشی و حفظ از اعتراض حریف بہ بعض جا ہاں کردہ اند) اور ایک خط میں جناب منشی صاحب موصوف ان لفظوں سے اپنا افسوس کرتے ہیں (کہ غرضکہ متعصبین جفا پیشہ را حق تعالیٰ ذائقہ عدل خود چشاند کہ ازیں تعصبات میدان مناظرہ بسیار تنگ شدہ و تناقض اخبار رگ جان را می خراشد) اور پھر کہتے ہیں کہ (حقیقۃ الحال ایں کہ بندہ پیشتر ملا بوادید اختلاف مضامین احادیث و قصور فہم امثال ما ہیچ مدانان انواسرار تفسیر اکثر آیات مصحف مجید مروی بطریق فرقہ حقہ اثنا بطریق فرقہ حقہ اثنا عشریہ بہ خود می لرزید کہ اگر مخالف دست تشبث بذیل ایں مرویات می زند تفصے مشکل خواہد بود ہماں پیش آمد) الحاصل جو کچھ ہم نے لکھا اس سے بخوبی ثابت ہوا کہ قاضی نوراللہ شوستری کے نزدیک مخالفان علی مرتضیٰ کافر نہیں ہیں بلکہ فاسق ہیں اور وہ اپنے اس قول پر محقق نصیر الدین طوسی کے قول کو سند لاتے ہیں جو کہ انہوں نے تجرید میں کہا ہے کہ (مخالفوہ فسقۃ و محاربوہ کفرۃ) اب ہم بہ تفصیل اس جواب

لہ فحش بکنا تمام انسانوں کے لیے حرام ہے چہ جائیکہ حرم محترم رسالتمآب کو گالیاں دی جائیں ۱۲ سے البتہ مشکل یہ ہے کہ ہمارے علماء نے اپنی تحریرات کے وقت دشمنوں کے اعتراضات سے محفوظ رہنے کے لیے بعض مقامات پر دور اندیشی سے کام نہیں لیا ۱۲ سے غرض کہ ظالم تعصب کرنے والوں کو اللہ اپنے عدل وانصاف کا خود مزہ چکھائے گا ان تعصبات کی وجہ سے میدان مناظرہ بہت تنگ ہو گیا ہے اور متضاد اخبار واحادیث کی وجہ جان مشکل میں ہے ۱۲ ۔ لہ مکاتیب سبحان علیخان میں جو مطبوعہ شرف المطابع دہلی ۱۲۶۶ھ ہے صفحہ ۸۲ سطر ۱۵ دیکھو ۱۲ منہ سے ایضاً صفحہ ۶۶ سطر ۱۰ میں دیکھو ۱۲ منہ سے مکاتیب سبحان علی خان کی صفحہ ۱۲ سطر ۱۰ میں دیکھو ۱۲

کو مجتہد صاحب کے بیان کرتے ہیں جو انہوں نے ذوالفقار میں دیا ہے اور جس میں حضرت نے اپنی وقاد طبیعت کے جوہر دکھائے ہیں فرماتے ہیں[1] کہ "بر تقدیر مطلب عبارت محقق طوسی علیہ الرحمہ کہ چیزے باشد کہ بذہن قاصر اور رسیدہ وجہ استحقاق لعن ایشا منحصر در محاربۂ حضرت امیرالمومنین نیست چہ بر تو سابق بریں ظاہر گشتہ وہم عنقریب واضح خواہد شد کہ ہر کہ منکر یکے از اصول دین دیا منکر یکے از ضروریات دین دیا مذہب باشد ملعون ست گو محارب نباشد و محقق طوسی علیہ الرحمۃ نگفتہ کہ کل من لا یکون محاربًا لا یکون ملعونًا کافراً لجواز ان یکون المحمول اعم" اس حکیمانہ تقریر کے شروع میں جو لفظ بر تقدیر کا ہے۔ اس پر غور کرنا چاہیئے کہ اس سے پایا جاتا ہے کہ مخالفوہ فسقۃ ومحاربوہ کفرۃ کا مطلب، جو شاہ صاحب سمجھے ہیں وہ گویا غلط سمجھتے ہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مخالفان علی فاسق ہیں اور محاربان علی کافر بلکہ معلوم نہیں کہ اس کا مطلب کیا ہے اور ان لفظوں کے اور کیا معنی ہیں۔ اگر شاہ صاحب نے اس کے معنی سمجھنے میں غلطی کی اور خطبہ شقشقیہ کی طرح بغیر قاموس اور صحاح جوہری کے دیکھنے کے اس کا مطلب سوائے مجتہد صاحب کے دوسرا نہیں سمجھ سکتا تو جو کچھ قاضی نوراللہ شوستری اس کا مطلب سمجھے ہیں اور انہوں نے فارسی میں اس کو بیان کیا ہے وہ بھی تو یہی ہے چنانچہ بلفظہ نقل اس کی ہم اوپر لکھ چکے ہیں پس معلوم نہیں کہ باوجود ایسی سلامت الفاظ اور صراحت معنی کے لفظ بر تقدیر مجتہد صاحب کے قلم سے کیونکر نکلا ہے۔ اب مجتہد صاحب کے معنی سنیئے کہ وہ جو کچھ اس کا مطلب سمجھے ہیں اس کو خود ہی بیان کرتے ہیں کہ "واما قولہ[2] ان مخالفوہ فسقۃ فمعناہ انہ لابد من ان یکون،

---

[1] محقق طوسیؒ کی عبارت کا مطلب جو بر تقدیر کے ساتھ شاہ صاحب کے ذہن قاصرہ میں آیا وہ کچھ اور ہے حالانکہ ان پر لعنت وملامت کی وجہ امیرالمومنین سے جنگ کرنا نہیں بلکہ وہ ہے جس کا تم سے پہلے اظہار کیا جا چکا ہے اور پھر عنقریب واضح ہو جائیگا کہ جو کوئی اصول دین یا کسی ضرورت دین ومذہب کا انکار کرے تو وہ ملعون ہے اگرچہ اس نے جنگ نہ کی ہو۔ محقق طوسی نے یہ نہیں کہا کہ جو جنگ نہ کرے وہ ملعون وکافر نہیں بلکہ جائز ہے اس پر یہ بھی صادق آئے ۱۲ منہ

[2] محقق طوسی کا مطلب ظاہر ہے کہ مخالف علی بن ابی طالب جب ضروریات دین کا منکر ہو گا ہو گا تو وہ لازمًا فاسق ہے۔ جیسا کہ تمام دیگر مخالفین یعنی دنیا میں ان پر احکام اسلام جاری ہوں گے اور آخرت میں وہ ہمیشہ کے لیے دوزخ میں رہیں گے ۱۲ ملہ عبارت ذوالفقار مطبوعہ مطبع البحرین لدھیانہ ۱۲۸۱ھ صفحہ ۳ سطر ۱۳-۱۲ منہ تہ ایضاً صفحہ ۳ سطر ۲۳-۲۴ منہ۔

فاسقا لا انہ لایکون الا فاسقا فانہ من ضروریات مذہبنا ان بعض انواع مخالفۃ ینجر الی الکفر و مستلزم للفسق، کہ معنی اس کے یہ ہیں کہ ضرور ہے کہ مخالف علی فاسق ہوں نہ یہ کہ مخالف ان نہ ہوگا مگر فاسق اس لئے کہ ہمارے مذہب کی ضروریات سے ہے کہ بعض اقسام مخالفت علی مرتضیٰ کے منجر بہ کفر مستلزم فسق ہوتے ہیں اور بعد اس کے فرماتے ہیں کہ وہم میتواند شد کہ مراد محقق ایں باشد کہ مخالف علی ابن ابی طالب علیہ السلام مادامیکہ منکر یکے از ضروریات دین نباشد مسلم فاسق ست چنانچہ سائر مخالفین اعنی در دار دنیا احکام اسلام برآنہا جاری می شود مگر در دار، آخرت مخلد بہ نار خواہند بود) اس معنی پر مثل مضمون المعنی فی بطن الشاعر بلکہ مقولہ توجیہ القول مالا یرضی بہ قائلہ کا یاد آتا ہے اب ہم اس سے بحث کرتے ہیں کہ حضرت مجتہد صاحب قبلہ آگے چل کر فرماتے ہیں کہ (اکثر اوقات استعمال فسق در خصوص معنی خروج عن طاعۃ اللہ مع الایمان می شود و ازیں لازم نمی آید کہ ہر جا کہ لفظ فاسق مستعمل شود ہمی معنی مراد باشد کیف و جناب حق سبحانہ تعالیٰ میفرماید وَلَقَدْ أَنزَلْنَا إِلَيْكَ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ ۖ وَمَا يَكْفُرُ بِهَا إِلَّا الْفَاسِقُونَ یا فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ وظاہر ست کہ او سبحانہ تقدس و تعالیٰ دریں جا لفظ فاسق بر مرتد اطلاق کردہ و امثال ایں آیات در کلام مجید بسیار است و ازیں مبرہن می شود کہ ایں متعصب کلام محقق علیہ الرحمہ را دریں مقام محض بر سبیل تدلیس و مغالطہ ذکر نمودہ بر کلام سفاہت نظام خود آں را دلیل شمردہ و حالانکہ کلام محقق علیہ الرحمہ در غایت جودت و متانت ست اس ساری تقریر کا جس میں حضرت نے بہت بحث کر کے دو چار آیتیں

بقیہ حاشیہ گزشتہ لہ ایضاً صفحہ ۹ سطر ۳۔ ۱۲ منہ لہ اکثر اوقات فسق کا استعمال اپنے خاص معنوں یعنی ایمان کے ساتھ اللہ کی اطاعت سے خارج ہو جانے کے معنی میں استعمال ہوا ہے اس سے یہ لازمی نہیں ہوتا کہ جہاں لفظ فاسق استعمال ہو وہاں یہی معنی کیسے لئے جا سکتے ہیں اللہ نے کہا ہے ہم نے واضح آیتیں اتاریں اب ان سے وہی لوگ انکار کریں گے جو فاسق اور بے حکمے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہاں فاسق کا لفظ مرتد کے لئے اللہ ہی نے کہا ہے اس قبیل کی آیتیں قرآن کریم میں بکثرت ہیں اور ان سے واضح ہوتا ہے کہ اس متعصب شخص نے محقق طوسی کے کلام کو یہاں بطور مغالطہ بیان کیا ہے اور اپنے بیہودہ کلام کو خود ہی ثبوت میں پیش کیا ہے۔ حالانکہ محقق طوسی کا کلام نہایت خوب و متین ہے ۱۲ اسکے پارہ اول سورہ بقرہ رکوع ۱۲۔ ترجمہ ہم نے اتاریں تیری طرف آیتیں واضح اور منکر نہ ہوں گے ان سے مگر وہی جو بے حکم ہیں ۱۲ موضح القرآن سکہ پارہ ۳ سورہ آل عمران رکوع ۹۔ ترجمہ تو وہی لوگ ہیں بے حکم ۱۲ موضح القرآن ذوالفقار مطبوعہ مطبع مجمع البحرین لدھیانہ ۱۲۸۱ھ ۹۴ سطر ۱۰۔ ۱۲ منہ۔

marfat.com

بھی لکھی ہیں یہی مطلب ہے کہ لفظ فاسق کبھی معنی مرتد اور کافر کے لئے استعمال کیا جاتا ہے سو ہم تسلیم کرتے ہیں لیکن قرینہ اور سیاق عبارت کا ہونا ضرور ہے کہ وہ آیات قرآنی میں موجود اور کلام محقق طوسی میں مفقود بلکہ کلام طوسی میں کسی طرح پر لفظ فاسق سے کافر کے معنی لینا درست ہی نہیں ہو سکتا بلکہ مطلب ہی اس کا فوت ہوا جاتا ہے اس لئے کہ اگر کہیں موقع و محل پر صرف اتنا کہتے کہ مخالفوہ فسقۃ اور اس کے مقابل میں محاربوہ کفرۃ نہ فرماتے تو گنجائش اس کی ہوتی کہ مراد فاسق سے کافر ہے لیکن وہ دو فریق کا حال بیان کرتے ہیں اور دونوں کے احکام کو بھی جدا جدا ذکر کرتے ہیں تو بحالت اتحاد معنی محمول کے تو اس مقام پر اتحاد معنی موضوع میں ضرور لازم ہے پس جب انہوں نے دو فریق قائم کئے ایک وہ جنہوں نے حضرت علی سے مخالفت کی دوسرے وہ جنہوں نے ان سے لڑائی کی اور ان دونوں کی نسبت دو حکم قائم کئے مخالف کو فاسق قرار دیا اور محارب کو کافر تو اگر یہاں فاسق کے معنی کافر کے لئے جادیں تو مطلب ہی فوت ہوتا ہے بلکہ یہ جملہ ہی خبط ہوا جاتا ہے اور محقق طوسی سے علامہ کا کلام وہ بھی تجریدی کتاب کا جو باعتبار الفاظ معنی کے نہایت ہی متین ہے مہمل ہوتا ہے اس لئے کہ اگر مراد ان کی فاسق سے کافر تھی تو بجائے مخالفوہ فسقۃ و محاربوہ کفرۃ کے اتنا ہی کہہ دیتے کہ مخالفوہ کفرۃ تاکہ محارب بھی اس میں آجاتے یا اگر بہت تصریح کرتے تو مخالفوہ و محاربوہ کفرۃ فرماتے یا اگر کفر ہی پر ان کو قناعت ٹھہرتی اور بغیر لفظ فسق کے ان کو صبر نہ آتا تو یہ کہتے کہ مخالفوہ و محاربوہ کفرۃ فسقۃ پس محقق کا ان سب عبارتوں کو چھوڑنا اور پھر جملے کے جداگانہ موضوع کے لئے جدا ہی محمول لانا صاف اس پر دلالت کرتا ہے کہ دونوں کے معنی علیحدہ علیحدہ ہیں اور مجتہد صاحب جو ان دونوں کے ایک معنی بیان کرتے ہیں یہ صرف خوش فہمی حضرت کی ہے قطع نظر اس کے مجتہد صاحب کو قاضی نور اللہ شوستری کے قول پر بھی غور کرنا چاہیئے تھا کہ وہ صاف تکفیر سے شیخین کی انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ (نسبت[1] تکفیر حضرت شیخین کہ اہلسنت وجماعت بہ شیعہ نمودہ اند سخنی ست بی اصل کے در کتب اصول ایشاں ازاں اثری نیست) اور اپنے اس قول کے ثبوت میں نصیر الدین طوسی کے اس قول کو سنداً بیان کرتا ہے کما یقول[2] چنانچہ نصیر الدین طوسی در تجرید آوردہ مخالفوہ فسقۃ و محاربوہ کفرۃ) تو اگر معنی فاسق کے

---

[1] سنیوں کا یہ بیان کہ شیعہ جماعت شیخین کو کافر کہتی یہ بات بالکل بے اصل ہے کیونکہ کتب شیعہ میں اسکا کوئی ثبوت نہیں ہے [2] جیسا کہ نصیر الدین طوسی نے اپنی تجرید میں لکھا ہے کہ علی کے مخالف فاسق اور ان سے جنگ کرنیوالے کافر ہیں۔

marfat.com

کافر کے لئے جائیں تو ساری تحریر قاضی اللہ شوستری کی گوز شتر ہو جاوے اور ترہات ؍ مجانین میں داخل سمجھی جاوے اگر اس پر بھی مجتہد صاحب کے ذہن مبارک میں نہ آیا تھا تو قاضی نور اللہ شوستری کی اگلی عبارت کو دیکھتے کہ وہ کہتا ہے۔ (بمقتضای حدیث حربک حربی وسلمک سلمی واقع ست وظاہر ست کہ حضرت شیخین با امیر المومنین علیہ السلام حرب نہ نمودہ اند)[1] کہ اس سے کیسا صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہاں مراد فاسق ہے کافر نہیں ہے بلکہ خروج عن طاعۃ اللہ مع الایمان مراد ہے اب گو اس پر بھی مقلدین مجتہد صاحب کے ان کے اجتہاد کے رتبہ پر خیال کر کے ان کو سفیہ نہ کہیں اور ان کی سمجھ پر افسوس نہ کریں اور ذوالفقار کی متانت اور استحکام کا دعویٰ ہی کرتے جاویں تو بس ان کے حق میں سوائے اس کے کیا کہے کہ شعر

ہیچ آداب و ترتیبے مجو ا ہر چہ می خواہد دل تنگت بگو

اور فقط مجتہد صاحب کو لفظ فاسق کے اطلاق سے یہ معنی مرتد یا کافر کے جو قرآن مجید میں ہیں شبہہ ہوا ہے تو ہم پوچھتے ہیں کہ کیا جہاں لفظ فاسق بولا جاویگا مراد اس سے کافر ہوگا اگر یہ ہے تو ہم ان سے استفتاء کرتے ہیں کہ ایک مجتہد نے شراب پی ہے یا زنا کیا ہے یا عمداً نماز نہیں پڑھی ہے وہ کافر ہے یا فاسق اگر جواب دیں گے کہ فاسق ہے تو ہم کہیں گے کہ مجتہد کافر ہو گیا اس لئے کہ خدا نے قرآن مجید میں فرمایا ہے ومایکفر بہا الا الفاسقون قسم اس خدا کی جس نے مجھے پیدا کیا ہے کہ میں مبالغہ سے نہیں کہتا ہوں اور مطلق تعصب کو دخل نہیں دیتا کہ جو تحریر مجتہد صاحب نے اس مقولہ طوسی کی کی ہے وہ ایسی پوچ ولچر اور سفاہت سے بھری ہوئی ہے کہ حضرت تو مجتہد اور علامہ اور فخر العلما اور سلطان العلما ہیں ان کی نسبت کیا کہوں چھوٹا منہ بڑی بات ہے لیکن اگر کسی اور شخص عامی کے قلم سے نکلی ہوتی تو میں دو حرف بھی اس کے جواب میں نہ لکھتا اور اس کی تردید میں ایک لمحہ بھی اپنی عمر عزیز کا ضائع نہ کرتا کیوں کہ یہ تقریر ایسی پوچ لچر ہے کہ اسکی تردید میں جو کاغذ صرف ہو اس کی قیمت بھی وصول نہیں ہوتی بار خدایا یہ کیسے مجتہد تھے اور ان کی فضیلت اور تبحر پر شیعوں کو کیسا ناز تھا اور کیسے پاک باحیا تھے کہ ایسی تقریروں پر ناز کرتے تھے

---

[1] اور بلحاظ حدیث کہ تم سے جنگ مجھ سے جنگ اور تم سے صلح مجھ سے صلح ہے،، اور ظاہر ہے کہ حضرات شیخین نے امیر المومنین سے جنگ نہیں کی۔

marfat.com

اور ایسی بیہودہ باتوں کے لکھنے پر جامے سے نکلے جاتے تھے استغفر اللہ استغفر اللہ اب میں اس امر سے بحث کرتا ہوں کہ جو کچھ مجتہد صاحب نے فرمایا ہے کہ سارے ضروریات دین میں سے کسی کا بھی منکر ہو وہ کافر ہے پس اس سے مقولہ محقق طوسی کے کچھ معنی نہ بدل جاویں گے اور جو کچھ اس نے فرمایا ہے اس میں فرق نہ ہوگا اس لئے مجتہد صاحب کو چاہیئے تھا کہ بجائے اس کے کہ گڑھ گڑھ کے اس کے کلام کے معنی بناتے اور اس کے لفظوں سے وہ معنی نکالتے جو اس نے خواب میں بھی نہ خیال کئے ہوں گے اور اگر وہ زندگی میں اپنے کلام کے ایسے معنی سنتا تو معنی بنانے والے کے سر پر ٹپکتا صاف یہ کہہ دیتے کہ گو نصیر الدین، طوسی یا قاضی نور اللہ شوستری نے یہ لکھا ہے مگر چونکہ مخالف احادیث ائمہ اور جمہوری علمائی، امامیہ کے ہے اس لئے ان سے غلطی ہوئی ہے ہم اسے تسلیم ہی کرتے پس جسطرح ہم ملا عبداللہ کے کلام نہ ماننے سے مجتہد صاحب پر دار و گیر نہیں کرتے اسیطرح اسکو سن کر چپ ہو جاتے اور حقیقت میں یہ امر بیجا نہیں ہے اسلئے کہ یہ ضرور نہیں ہے کہ اہل مذہب کو ہر مجتہد اور ہر عالم کے سب قولوں اور سب باتوں کا ماننا ضرور ہے خصوصًا وہ بات جو کہ صرف اپنی رائے سے کسی نے لکھی ہو یا کہی ہو بلکہ قرآن و حدیث کا ماننا ضرور ہے پس اگر مذہب شیعہ کے عالم ہوں یا سنیوں کے جس کا کلام مطابق قرآن و حدیث کے ہوگا اس کلام کو ماننا اس مذہب والے کو ضرور ہے ورنہ کچھ ضرور نہیں چنانچہ ہم صرف علامہ طوسی کے اسی قول پہ تکیہ کرکے نہیں بیٹھے بلکہ جس راہ پر مجتہد صاحب چلیں چلنے کو حاضر ہیں اور جسکو جمہور کا مذہب کہیں اور جس پر اپنے اجتہاد کا مدار رکھیں اسی پر جرح کرنے کو مستعد ہیں شعر۔

رشتہ در گردنم افگند دوست
می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

جناب قبلہ و کعبہ شروع کتاب میں فرماتے ہیں کہ (پوشیدہ و مخفی نماند کہ ایں عبارت ناصب کہ او در ینجا التزام نمودہ کہ بانچہ درین اجزا بر شیعیان احتجاج نماید در عدم استحقاق لعن اصحاب ثلثہ و احزاب آنہا از اصول مقررہ پیش شیعہ باشد و اصلا قول اہل سنت را

ـــــــــــــــــــ

ـہ واضح رہے کہ ناصبی دشمن نے یہ عبارت اس جگہ اس لئے لکھی ہے کہ ان اجزا کے ذریعہ شیعوں سے احتجاج کرے کہ اصحاب ثلثہ اور ان کے ساتھیوں کو لعنت ملامت کرنا تمہارا اصول ہے اور اسمیں کسی سنی کو شامل نہ کرے اور جاننا چاہیئے کہ بارہ اماموں کے ماننے والوں شیعوں کا اصول دین میں وہ ہے جسمیں توحید، عدل، نبوت امامت۔ اور قیامت داخل و شامل ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ اصول مذکورہ میں سے کسی اصول کا جو کوئی انکار کرے وہ شیعوں کے نزدیک مومن نہیں ہے بلکہ ایسے شخص کو ملعون گردانتے ہیں۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ جو کوئی امامت کا انکار کرے اور توحید و نبوت و معاد کا اقرار کرے تو ایسے شخص کو کافر نہیں جانتے یعنی کافروں والے احکام ایسے شخص پہ دنیا میں جاری نہیں کرتے۔

marfat.com

دران دخل نہ دہد پس آنکہ از جملہ اصول مقررہ پیش شیعۂ اثنا عشریہ اصول دین ست کہ عبارت از
توحید و عدل و نبوت و امامت و معاد باشد پس شکی نیست کہ امامیہ منکر یکی از اصول مذکورہ را
مومن نمیدانند و او را از جملہ ملاعین می انگارند آرے منکر امامت را با وجود اقرار او بتوحید و نبوت و معاد
کافر نمیدانند یعنی احکام کفار را در دنیا بر آں ہا جاری نمی سازند) اور پھر ایک مقام پر یہ بھی لکھتے ہیں
(از کلام بعضے معلوم می شود کہ کفر واقعی ایشاں را اجماعی میدانند[1]) بعد اس کے فرماتے ہیں
کہ ہر گاہ این دانستہ شد پس بنا بریں می گویم کہ منشاء تبرا از اصحاب ثلثہ و عائشہؓ و حفصہؓ و طلحہؓ
و زبیرؓ و معاویہؓ و احزاب آنہا مخالفت ہر یکی از اصول معتبرہ مقررہ نزدیک شیعہ امامیہ است
چہ باتفاق معلوم است کہ ایشاں و تبعہ ایشاں بامامت ائمہ اثنا عشریہ قائل نبودند و نیستند
بنحو دیکہ شیعہ قائل اند و ایں نیز ثابت است کہ ائمہ ما علیہم السلام ازاں ہا تبرا فرمودہ اند و
رعیت خود را حکم نمودہ اند کہ تبرا از انہا نمایند و حکم بنفاق اینہا بکنند[2] اور حضرت دالا مقدمہ
چہارم کے جواب میں فرماتے ہیں (بباید دانست کہ تنازع عامہ با خاصہ باں ماند کہ زن با مرد
مخاصمہ نماید زیراکہ معلوم ست کہ صد دشنام زن بیک دشنام مرد مقاومت نمی تواند کرد
مصداق ایں حرف ایں است تطویلات بلاطائل کہ بکار بردہ دیگ حرف کے عدم ثبوت ایمان
اصحاب ثلثہ و نظرائ ایشاں از جہت عدم اعتراف بامامت ائمہ اثنا عشر ست کافی ست
و باز ہرگز احتیاج گفتگو باقی نمی ماند[3]) پھر ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ (محقق طوسی[4] علیہ الرحمۃ

---

[1] بعض کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے کافر ہونیکو وہ اجماعی طور پر مانتے ہیں [5] عبارت ذوالفقار مطبوعہ مجمع البحرین لودھیانہ صفحہ ۱ سطر ۱۸ منہ [2] جب یہ معلوم ہوگیا تو میں صاف صاف کہتا ہوں کہ اصحاب ثلثہ عائشہؓ حفصہؓ طلحہؓ زبیرؓ معاویہؓ اور انکے ساتھیوں پر تبرا کرنا اسلئے ہے کہ یہ امامیہ شیعوں کے مقررہ معتبرہ اصول کے مخالف تھے اور متفقہ طور پر معلوم ہوا ہے کہ یہ اور ان کے پیرو بارہ اماموں کی امامت کے قائل نہ تھے اور جس طرح شیعہ مانتے ہیں یہ نہیں مانتے تھے اور یہ بھی واضح ہے کہ ہمارے اماموں نے ان سب سے بیزاری کی اور اپنے ماننے والوں کو ان پر تبرا کرنے اور انکے منافق ہونیکا حکم دیا ہے [3] جاننا چاہیئے کہ عام و خاص کا تنازعہ یہ ہے جو اس کے لئے مصداق ہے کہ عورت اپنے خاوند سے جھگڑتی ہے اور یہ ظاہر و معلوم ہے کہ عورت کی سو گالیاں مرد کی ایک گالی کے مقابلے کی تاب نہیں لاسکتیں اور بے کار و لاطائل گفتگو بے سود ہے۔ اصحاب ثلثہ اور انکے ساتھیوں کے مومن نہ ہونے کے لیے یہی حرف کافی ہے کہ وہ بارہ اماموں کی امامت کے قائل و معترف نہ تھے [4] محقق طوسی نے رسالہ قواعد العقائد میں لکھا ہے کہ شیعوں کے نزدیک اصول ایمان تین ہیں ایک یہ کہ اللہ اپنی صفات و ذات میں واحد ہے دوسرے پیغمبر کے پیغمبری کی (بقیہ اگلے صفحہ پر)

در رسالۂ قوائد العقائد گفتہ اصول ایمان نزد شیعہ سہ چیز است تصدیق بواحدنیت خدا در ذات او و در افعال او و تصدیق بہ پیغمبری پیغمبران و تصدیق بامامت ائمہ بعد از پیغمبران انتہی کلام المحقق رحمہ اللہ و ایں کلام برہان قاطع ست بر فساد ذہن داعو جاج طبع ایں معاند مجادل کہ از عبارت تجرید محقق میخواہد کہ کفر را مخصوص بمحاربین گردانیدہ خلفای ثلثہ خود را ازاں نجات دہد و نجات مقصود نیست) جو کچھ قبلہ و کعبہ نے فرمایا مثل اسی کے اور علمای متاخرین امامیہ نے بھی ارشاد کیا ہے چنانچہ بڑے بھائی جناب منشی سبحان علی خاں کے جواب میں ایضاح لطافۃ المقال کے فرماتے ہیں کہ (حالانکہ بجواب معارضہ کہ حضرت مخدومی فرمودہ اند ہر چہ حاضر طبع ماہر ست گزارش می رود و آں ایں ست کہ لمحض معارضہ جناب ابن کہ قدمای امامیہ قاطبۃ معتقد کفر منکران امامت بودہ اند و از کلام خواجہ نصیر الدین طوسی و علامہ حلی

(بقیہ حاشیہ) تصدیق اور تیسرے یہ کہ پیغمبری کے بعد امامت حق ہے اور یہ کہ کلام اس دشمن کے فساد ذہن و کجروی طبیعت پر دلیل قاطع ہے اس دشمن کی خواہش محقق طوسی کے کلام کے بیان سے یہ ہے کہ علی سے جنگ کرنے والوں ہی کو کافر قرار دے اور خلفاء ثلثہ کو کفر سے چھٹکارا دلا دے حالانکہ نجات نہیں ہے۔ ؎ ایضاً صفحہ ۱۰ سطر ۱۵ منہ ؎ ایضاً صفحہ ۵ سطر ۲
؎ ایضاً صفحہ ۲۳ سطر ۱۶ - ۲۰ منہ

؎ جناب محترم کے کتابی مقابلہ کے جواب میں عرض ہے کہ جناب کا خلاصہ جواب یہ ہے کہ اعتقاداً منکرین امامت کو متقدمین امامیہ نے قطعاً کافر کہا ہے اور خواجہ نصیر الدین طوسی علامہ حلی و نور اللہ شوستری کے کلام سے منکرین امامت کا فاسق ہونا ظاہر ہے اور خادم عرض کرتا ہے کہ بارہ اماموں کے ماننے والے متقدمین ہوں یا متاخرین سب کے نزدیک یہ کہ امیر المومنین علی ابن طالب سے چاہے کوئی جنگ کرے یا نہیں ان کا مخالف کافر ہے البتہ ایسے شخص پر کافر کا اطلاق بنا بر آخرت ہے کہ وہاں اس کا نتیجہ خراب ہے دنیا میں ان کے ساتھ کافروں جیسا برتاؤ نہیں کیا کہ ان کے ساتھ نکاح نشست و برخاست وغیرہ جائز ہے۔ اس عقیدہ کا وہ سبب نہیں جو جناب نے خیال فرمایا ہے جیسا کہ وہ حدیثوں میں ہے کہ رسول اللہ کی رحلت کے بعد بجز چار کے تمام صحابہ مرتد ہو گئے اور جناب نے اس حدیث کو بزعم خود بکثرت آیات و احادیث کے مخالف تصور فرمایا ہے حالانکہ واقعہ یہ نہیں ہے اور یہ حدیث حسب موقع لکھی جائے گی اور بہتر بات یہ ہے کہ علی بن ابی طالب کی بلا فصل امامت دوسرے ائمہ کی امامت فرقہ امامیہ کے نزدیک اصول دین میں سے اسی طرح ہے جیسے کہ توحید و نبوت کا اصول ہے اور اقرار امامت ایک رکن دین ہے یہ جزو اسلام نہیں ہے اور کافر ہونا باعتبار آخرت کے ہے یعنی جو کوئی ارکان دین کا انکار کرے وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا اور ایسے منکر کو چونکہ وہ کلمہ شہادتین پڑھتا ہے اس لئے ہم دنیاوی طور پر نہیں کہتے ، اگرچہ وہ مومن بھی نہیں ہے

marfat.com

ومیر نور اللہ شوستری فسق ایشان مستفاد می گردد و بندہ عرض می کنم کہ مختار جمہور امامیہ اثنا عشریہ خواہ از متقدمین و یا از متاخرین ہمیں ست کہ مخالف جناب امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام اعم من این یکون محاربًا ام لا کافر است لیکن اطلاق کافر برو نظر الی دار الاخرۃ وسوء مآل او ست نہ باعتبار در دار دنیا مثل جواز مناکحت یا مجالست وامثال آں و وجہ ایں عقیدہ نہ آں ست کہ ملا زماں خیال فرمودہ اند اعنی در دو حدیثیکہ مضمونش ایں ست کہ بعد رحلت حضرت رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم ہمگین صحابہ مرتد شدند بجز چہار کس و جناب بزعم خود ایں حدیث را منافی آیات کثیرہ احادیث شہیرہ فہمیدہ اند مع ان الامر لیس کذالک چنانچہ بوجہ وجیہ ایں حدیث بہ موقع مناسب خواہد آمد بلکہ احسن ایں کہ امامت بلا فصل علی بن ابی طالب علیہ السلام وہم چنیں امامت سائر ائمہ نزد امامیہ از اصول دین مثل توحید و نبوت ست در کنی از ارکان ایمان نہ جزو اسلام ست وایں مماثلت باعتبار دار آخرت ست یعنی منکر ہر یکی از ینہا مخلد بجہنم ست نہ باعتبار ایں دار چہ معترف بہ شہادتین را در دار دنیا کافر نمی گویند گو مومن نباشد) غرض کہ ان ساری تقریروں کا خلاصہ یہ ہے کہ اصحاب ثلثہ اور ان کے تابع امامت ائمہ اثنا عشر سے منکر تھے اس لئے وہ کافر ہیں اور دنیا میں ان پر سب احکام کفر کے جاری نہیں ہیں بسبب اقرار توحید اور نبوت کے ان پر اسلام کا اطلاق ہے لیکن قیامت میں ان پر سب احکام کافروں کے جاری ہوں گے اور وہ مخلد فی النار ہوں گے اب ہم چند طرح سے اس کا جواب دیتے ہیں۔

اول مجتہد صاحب قبلہ نے خلفاء ثلثہ اور حضرت طلحہ و زبیر اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہم کی نسبت فرمایا کہ (آں ایشاں وتبعہ ایشاں بامامت ائمہ اثنا عشر قائل نبودند) مگر یہ خیال نہ فرمایا کہ ان بیچاروں کے زمانہ میں ائمہ اثنا عشریہ کہاں تھے اور سوائے حضرت علی کے اور بہت آخری زمانہ میں سوائے حسنین کے نو امام پیدا تک نہ ہوئے تھے اور بعد ان سب لوگوں کے مرنے کے ان کا ظہور ہوا تھا تو اگر وہ ائمہ اثنا عشر پر ایمان نہ لائے تو یہ قصور ان کا ہے یا معاذ اللہ خدا کا کہ کیوں اس نے سب اماموں کو ان کے سامنے پیدا نہ کر دیا۔ سبحان اللہ کیا عقل و دانش ہے حضرت قبلہ و کعبہ کی کہ لکھتے[1] کے وقت لفظوں کا خیال بھی نہیں فرماتے اور اپنے کمال کے نشے میں ایسے مدہوش ہو جاتے ہیں کہ پھر نظر ثانی بھی نہیں فرماتے۔ اے

[1] یہ اور ان کے ماننے والے بارہ اماموں کی امامت کے ماننے والے تھے۔

مومنین خدا کے لئے انصاف کرو کہ اللہ جل شانہ تو فرماتا ہے کہ[1] لایکلف اللہ نفسا الا وسعہا کہ خدا طاقت بشری سے خارج کسی امر کی کسی کو تکلیف نہیں دیتا اور جناب قبلہ وکعبہ صحابہ رسول کو اس حکم سے مستثنیٰ کرتے ہیں اور ان کو اس وجہ سے کافر بتلاتے ہیں کہ[2] ذاالیشان یا امامت ائمہ اثنا عشر قائل نبودند) آفرین ایسی سمجھ پر شاباش ایسے فہم پر۔

دوسرے اگر مجتہد صاحب کا یہ مطلب ہو کہ ائمہ اثنا عشر سے مراد صرف ذات علی مرتضیٰ ہے اس لئے کہ ان کی امامت کا اقرار اسوقت میں گویا ائمہ اثنا عشر کی امامت کا اقرار تھا اور اس سے صحابہ منکر تھے خیر ہم اس عذر کو بھی قبول کرتے ہیں اور ایسی لوچ توجیہ کو بھی مانتے ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ خدا نے جب مہاجرین اور انصار کی شان میں آئتیں نازل کیں اور جب ان کی ہجرت اور نصرت جہاد پر ان کی ثنا وصفت کی کبھی فرمایا کہ[3] والسابقون الاولون من المہاجرین والانصار کبھی ارشاد کیا الذین[4] آمنوا وہاجروا وجاہدوا فی سبیل اللہ کبھی فرمایا کہ[5] رضی اللہ عنہ ورضوعنہ کبھی کہا کہ لقد[6] رضی اللہ عن المومنین اذیبایعونک تحت الشجرۃ تو اس وقت میں جب یہ آئتیں نازل ہوئیں کیا سوائے توحید اور نبوت کے امامت بھی اصول دین سے تھی اور علی مرتضیٰ کی امامت کا منکر کافر کہلاتا تھا اگر کوئی آیت قران مجید میں ہو تو خدا را دکھلا دیجئے جب یہ آئتیں نازل ہوئیں اسوقت کچھ ذکر بھی امامت کا نہ تھا۔ اس لئے کہ امامت کہتے ہیں خلافت کو اور خلافت کی بنیاد ہے بعد وفات پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثنا کے تو ان لوگوں کو جو کہ پیغمبر صاحب کے سامنے ایمان لائے اور ان کے ساتھ ہجرت کی اور ان کے ساتھ جہاد کیا اور ان کی شان میں خدا نے آئتیں نازل کیں قبل شروع ہونے زمانہ خلافت کے اور قبل قائم ہونے ایک نئے اصول امامت کے کافر کہنا حقیقت میں پیش از مرگ واویلا کرنا ہے۔ ہاں موافق اصول شیعہ کے ان لوگوں کے حق میں اطلاق کفر کا ہو سکتا ہے جنہوں نے زمانہ خلافت کا پایا اور جنہوں نے انکار امامت علی مرتضیٰ کا کیا۔

[1] پارہ ۳ سورہ بقر رکوع ۴۔ ترجمہ۔ اللہ تکلیف نہیں دیتا کسی شخص کو مگر جو اس کی گنجائش ہے ۱۲ موضع القران
[2] بارہ امامون کی امامت کہ یہ قائل نہ تھے [3] پارہ ۱۱ سورہ توبہ رکوع ۱۳۔ ترجمہ اور جو لوگ قدیم ہیں پہلے وطن چھوڑنے والے اور مدد کرنیوالے موضع القران ۱۲ [4] پارہ ۱۰ سورہ توبہ رکوع ۳۔ ترجمہ۔ جو یقین لائے اور گھر چھوڑ آئے اور لڑے اللہ کی راہ میں ۱۲۔ موضح [5] پارہ ۶ سورہ مائدہ رکوع ۱۶ ترجمہ اللہ راضی اس سے اور وہ راضی اس سے موضح ۱۲۔ [6] پارہ ۲۶ سورہ فتح رکوع ۳ ترجمہ اللہ خوش ہوا ایمان والوں سے جب ہاتھ ملانے لگے تجھ سے اس درخت کے نیچے ۱۲ موضح القران

marfat.com

تیسرے اگر کوئی شیعہ کہے کہ جن لوگوں نے زمانہ خلافت علی مرتضی کا پایا اور جنہوں نے ان کی امامت سے انکار کیا ان میں خلفائے ثلثہ داخل ہیں اسی واسطے ہم ان کو کافر کہتے ہیں اور ان کو ان آیات کی فضیلت سے مستثنیٰ کرتے ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ ان کا کفر بھی موافق اس اصول شیعہ کے کہ منکر امامت کافر ہے اس زمانہ سے شروع ہوا ہے جبکہ خلافت علی مرتضیٰ سے وہ منکر ہوئے اور خود خلیفہ بن بیٹھے کہ یہ زمانہ بعد پیغمبر صاحب کی وفات کے شروع ہوا ہے اور قرآن مجید بھی پیغمبر صاحب کے سامنے اترا ہے اور ہجرت اور نصرت[1] اور جہاد کو کچھ مہاجرین نے کیا ہے وہ پیغمبر صاحب کے سامنے اور انہیں کاموں اور خدمتوں کو خدا نے قبول کر کے ان کی تعریف میں آیتیں نازل کیں ہیں تو جب تک ان بیچاروں نے خلافت کو غصب نہیں کیا اور امامت سے امام اوّل کی منکر نہیں ہوئے وہ کس قصور میں ان آیتوں کی فضیلت سے محروم کئے جاتے ہیں اور کس جرم میں باوجود مہاجر اور انصار ہونے کے والسابقون الاولون من المہاجرین والانصار کے زمرے سے خارج کئے جاتے ہیں۔

چوتھے بار خدایا کوئی قابل اٹھ کر اگر یہ فرما دے کہ پیغمبر صاحب نے اپنے ہی سامنے حضرت علی کو خلیفہ کر دیا تھا اور انکا خطبہ پڑھ دیا تھا اور من کنت مولاہ فعلی مولاہ کہکر سب سے ان کی امامت کا اقرار لے لیا تھا اور صحابہ پیغمبر صاحب کے سامنے ہی منکر امامت ہو گئے تھے اس لئے وہ کافر ہیں اس کا ہم دو طرح سے جواب دیتے ہیں اوّل یہ کہ خلافت علی مرتضیٰ کی پیغمبر خدا نے کس وقت سے ظاہر کی آیا شروع اسلام کے زمانے سے جب کہ اپنی نبوت کو اظہار کیا اسی وقت حضرت علی کی امامت کو قائم کیا اگر خدا نے ایسا کیا ہے تو ورا اس کا نشان دیجئے ہم جہاں تک سمجھتے ہیں ہمارے نزدیک کوئی۔ دانشمند اگرچہ مولوی دلدار علی صاحب قبلہ بھی کیوں نہ ہوں ایسی بات زبان سے نہ نکالے گا اور آخر یہی کہیگا کہ حجۃ الوداع میں خم غدیر پر خطبہ خلافت کا پڑھا اس کا جواب یہ ہے کہ اخیر زمانہ وفات پیغمبر خدا کا ہے اور بعد اس کے بہت ہی کم آتیں نازل ہوئی ہیں اور الیوم اکملت لکم دینکم موافق قرار شیعہ کے دین کے کامل ہونے پر شاہد ہے اور جو آیتیں فضائل میں صحابہ کے ہیں وہ باکی ہیں یا مدنی اور حجۃ الوداع سے برسوں پہلے نازل ہو چکی ہیں تو اس سے بھی ان آیتوں کی مصداق سے صحا[illegible]ر خارج نہیں ہو سکتے دوسرے پیغمبر

[1] اسکا ترجمہ صفحہ میں دیکھو ۲ امنہ [2] پارہ ۶ [illegible] مائدہ رکوع ۶ آج میں پورا دے چکا تم کو دین تمہارا ۱۲ موضح القرآن

صاحب کے سامنے بقول شیعوں کے کسی نے امامت کا انکار نہیں کیا اور سب نے اس کو ظاہر میں قبول کر لیا تو اس وقت میں بھی انکار صریح زبان سے کسی نے حضرت علی کی خلافت پر نہیں کیا اور جب تک زبان سے کوئی محض انکار توحید اور نبوت سے نہ کرے وہ کافر نہیں ہوتا ظاہر میں تو محض امامت سے ظاہر میں انکار نہ کرے وہ کیونکر کافر ہوگا۔ غرض کہ مجتہد صاحب کا یہ قول کہ (اصحاب ثلثہ[1] و عائشہ و طلحہ و زبیر و غیرہم بامامت ائمہ اثنا عشر قائل نبودند) اور نیز حضرت کا یہ ارشاد کہ (عدم[2] ایمان اصحاب ثلثہ و نظرای ایشاں از جہت عدم اعتراف بامامت ائمہ اثنا عشر ست کافی ست) ایسا پوچ اور بیہودہ ہے کہ بعد اس تقریر کے جو میں نے کی ہے اس پر کوئی انہیں کے اس مقولہ کو کہ تنازع[3] عامہ با خاصہ باں ماند کہ زن با مرد مخاصمہ نماید زیرا کہ معلوم ست کہ صد دشنام زن بیک دشنام مرد متفاومت نمی تواند کرد) انہیں پر اعادہ کرے اور یہ کہے کہ تنازعہ خاصہ یعنی حضرات شیعہ با عامہ یعنی سنیاں باں ماند کہ زن با مرد مخاصمہ نماید زیرا کہ معلوم ست صد دشنام زن بیک دشنام مرد متفاومت نمی تواند کرد۔ تو کیسا ٹھیک اور درست ہے لیکن ہم اپنی زبان سے کچھ نہیں کہتے اور گالی گلوچ نہیں لڑتے۔ اے حضرات شیعہ اپنے غفران مآب کے تقدس اور تہذیب اور متانت کو دیکھو کہ حضرت قبلہ و کعبہ مثال بھی دیتے ہیں تو گالی گلوچ ہی کی کاش بجائے اس کے دوسری مثال دیتے اور اپنی تہذیب اور متانت کو کام فرماتے تو لوگوں کے سامنے شرمندگی نہ ہوتی۔

دیکھو کہ ذوالفقار میں ورق کے ورق اس اصول کی تصدیق میں کہ علمای شیعہ کے نزدیک امامت کا منکر کافر ہے سیاہ کئے ہیں اور ناحق کتاب کا حجم بڑھایا ہے تاکہ لوگ سمجھیں کہ بڑی موٹی کتاب لکھی ہے حالانکہ سب کا مطلب یہی ہے کہ شیعوں کے نزدیک امامت اصول دین سے ہے اور منکر اس کا کافر لیکن اس سے کچھ جواب صاحب تحفہ کے کلام کا نہیں ہوتا اس کے لئے وہ تمام سنیوں کے ایمان ثابت کرنے پر بحث نہیں

[1] اصحاب ثلثہ، عائشہ، طلحہ اور زبیر وغیرہ ائمہ اثنا عشرہ کی امامت کے قائل نہ تھے۔ [2] اصحاب ثلثہ اور ان کے حبیبوں کا صاحب ایمان نہ ہونا اس لئے کافی ہے کہ وہ سب بارہ اماموں کی امامت کے معترف نہ تھے [3] سنیوں اور شیعوں کا جھگڑا بالکل ویسا جیسا کہ عورت اپنے مرد سے جھگڑتی ہے۔ اور یہ امر واضح ہے کہ عورتوں کی سو گالیاں مرد کی ایک گالی کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

marfat.com

کرتے کہ جس پر موافق اصول شیعہ کے بسبب انکار امامت ائمہ اثنا عشر کے عدم ایمان یا کفر کا اطلاق ہو بلکہ وہ صرف صحابہ سے بحث کرتے ہیں اور اس امر کا دعوی کرتے ہیں کہ اصحاب رسول پر کفر کا اطلاق نہیں ہوتا اور اس کے ثبوت میں آیتیں جو شان میں صحابہ کے نازل ہوئی ہیں پیش کرتے ہیں اور ملا نصیر الدین طوسی اور نور اللہ شوستری وغیرہ کے کلام کو اسکی تائید میں لاتے ہیں اور مجتہد صاحب اس فرق بین کو تو ملاحظہ نہیں کرتے اور صاحب تحفہ کی تحریر کا مطلب تو نہیں سمجھتے دونوں امروں کو خلط ملط کر کے عامیوں کی طرح جواب دیتے ہیں کہ ہمارے اصول سے یہ ہے کہ منکر امامت ائمہ اثنا عشر کافر ہے اے صاحب آپ کے اصول دین میں منکر امامت ائمہ اثنا عشر کافر کیسا اگر آپ کے اصول میں آپ کے تقدس اجتہاد کا منکر بھی کافر ہو صاحب تحفہ اس سے مبحث بھی نہیں کرتے پس حقیقت میں جو کچھ مجتہد صاحب نے لکھا اس سے صرف یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ منکر امامت کافر ہے اور چونکہ انکار امامت اصحاب نے نہیں کیا مگر بعد وفات پیغمبر خدا کے اس لئے انکا اس اصول سے کافر ہونا حالت حیات نبوت میں ثابت نہ ہوا اور جب انکا کفر ثابت نہ ہوا تو جو آیتیں مہاجرین وانصار کی شان میں نازل ہوئی ہیں ان میں بدرجہ ادنی انکا داخل ہونا واقع ہوا اس لئے کہ ایمان اور ہجرت اور جہاد اور نصرت اور بیعت وغیرہ جو باتیں آیتوں میں خدا نے بیان کی ہیں ان صفات کا مہاجرین وانصار خصوصا خلفاء ثلثہ میں بدرجہ کامل ہونا ثابت ہے پس کیا وجہ ہے کہ یہ لوگ اس سے خارج ہوں اور اگر یہی خارج ہوں گے تو پھر سوائے ایک حضرت علی اور دو تین ان کے خاص احباب کے کون رہے گا اور ساری آیتوں کا اطلاق صرف حضرت علی ہی کی شان میں کہنا اور سب مہاجرین و انصار کو اس سے خارج کرنا حقیقت میں صاف قرآن مجید کی تحریف کرنا ہے۔

میں اس موقع پر اس قول کو بھی بغیر باطل کئے چھوڑنا مناسب نہیں سمجھتا جو کہ مجتہد صاحب نے محقق طوسی کا ان کے رسالہ قوائد العقائد سے نقل کیا ہے جس کو اوپر ہم لکھ چکے ہیں اور جس سے انہوں نے اس امر کو ثابت کیا ہے کہ محقق موصوف، امامت کو اصول دین سے سمجھتا ہے سو وہ کیوں کر کفر کو مخصوص محاربین سے کرے گا۔

جواب اس کا یہ ہے کہ اول تو محقق کا یہ قول جو انہوں نے رسالہ قواعد العقائد میں لکھا ہے بہت سے علماء شیعہ کے مخالف ہے اس لئے کہ وہ لکھتے ہیں کہ۔

marfat.com

(اصول ایمان نزد شیعہ سہ چیز ست تصدیق بہ واحدانیت خدا و تصدیق بہ پیغمبری و تصدیق بامامت) اور اکثر علمائے لکھا ہے کہ اصول دین کے پانچ ہیں چنانچہ خود قبلہ و کعبہ نے اپنی کتاب ذوالفقار میں فرمایا ہے کہ (از جملہ اصول مقررہ پیش شیعہ اثناء عشر یہ اصول دین ست کہ عبارت از توحید و عدل و نبوت و امامت و معاد باشد) پس محقق صاحب نے دو اصول یعنی عدل اور معاد کو تو اڑا ہی دیا اور پانچ کو چھوڑ کر تین کو اختیار کیا تو جب ان کو تین سے ایسی محبت تھی کہ اصول دین کے بھی تین ہی لکھے تو اگر تینوں خلیفاؤں کو انہوں نے مخالفوہ فسقہ کہہ کر کفر سے خارج کر دیا تو کیا عجب ہے۔

علاوہ بریں یہ قول محقق صاحب کا جو انہوں نے رسالہ قواعد العقائد میں لکھا ہے درحقیقت ان کے اس مقولے کو جو تجرید میں لکھا ہے کچھ باطل نہیں کرتا اس لئے کہ یہ قول کہ (اصول ایمان نزد شیعہ سہ چیز ست) یہ عام ہے اور وہ قول کہ (مخالفوہ فسقۃ و محاربوہ کفرۃ) خاص ہے۔ (اما من عام الا و قد خص۔ پس گویا وہ صحابہ جنہوں نے مخالفت کی اس حکم سے مستثنیٰ ہیں اگر کوئی کہے کہ جب تم مجتہد صاحب کی توجیہ کو نہیں مانتے جو انہوں نے مخالفوہ فسقۃ کی نسبت کی ہے تو تم کیوں ایسی توجیہ کرتے ہو اس کا جواب یہ ہے کہ اس توجیہ کی ہم سند رکھتے ہیں اور ایک دوسرے محقق شیعی کے قول سے اس کی تائید ہوتی ہے یعنی قاضی نوراللہ شوستری مقولۂ محقق طوسی کی تائید میں فرماتے ہیں کہ (حضرت شیخین با امیرالمومنین علیہ السلام حرب نہ نمودند بلکہ بے زحمت قتال و تکلف استعمال سیف القتال و کثرت خیل الرجال حق او را ابطال نمودند و غصب خلافت رسول متعال اندو نمودند) پس اگر ان کے نزدیک غصب کرنا خلافت کا موجب کفر خلفای ثلثہ ہوتا تو وہ کیونکر غصب خلافت کو بے جنگ و جدال کے ثبوت میں عدم کفر مخالفین جناب امیر کے بیان کرتے ہیں اگر مطلب قاضی نوراللہ شوستری کا اس عبارت سے اور کچھ ہو تو بیان فرمائیے۔

لہ شیعوں کے نزدیک ایمان کے تین اصول ہیں ایک واحدانیت خدا کی تصدیق دوسرے پیغمبر کی تصدیق اور تیسرے امامت کی تصدیق۔ لہ بارہ اماموں کے ماننے والے شیعوں کے نزدیک جملہ اصول مقررہ دین یہ ہیں۔ توحید عدل و انصاف۔ نبوت۔ امامت۔ اور آخرت لہ عبارت ذوالفقار مطبوعہ طبع مجمع البحرین لدھیانہ ۱۲۸۲ھ صفحہ ۱ سطر ۱۲ اسنہ۔ لہ شیعوں کے نزدیک اصول ایمان تین ہیں ۵ہ حضرات شیخین نے امیرالمومنین سے جنگ نہیں کی بلکہ بغیر شمشیر زنی کے لوگوں کو اپنا کر علی کا حق باطل کر دیا اور خلافت رسول کا حق علی سے غصب کر لیا۔

فعلیکم البیان وعلینا دفعہ بالبرہان۔ اگر کوئی کہے کہ جس طرح پر تم اپنی توجیہ کے لئے دوسرے محقق کی سند لائے اسی طرح پر جناب قبلہ وکعبہ بھی سند لائے ہیں بلکہ تم تو دوسرے شخص کی لائے قبلہ وکعبہ تو محقق طوسی ہی کی دوسری کتاب سے سند لائے ہیں اس کا جواب یہ کہ بیشک ہم دونوں اپنی اپنی توجیہ پر سند لائے ہیں مگر دونوں میں فرق ہے ہماری توجیہ مطابق لفظ اور عبارت اور معنی ظاہری محقق کے ہے اور سند سے اس کی تائید بصراحت ہوتی ہے اور قبلہ وکعبہ کی توجیہ مخالف اور عبارت اور ظاہری معنی محقق کے ہے اور سند سے بھی اس کی تائید بصراحت نہیں ہوتی۔ ہم نے جو معنی کہے وہ کھلے ہوئے ہیں اور صاف ظاہر ہیں اور قبلہ وکعبہ نے جو معنی بنائے ہیں وہ ایسے پیچ دار ہیں کہ قواعد صرف ونحو سے اس کی مطابقت نہیں ہوتی۔ اگر شک ہو تو کسی طالب علم عربی خوان کے سامنے دونوں کے معنی رکھدو اور طالب العلم بھی وہ ہو جو نہ سنی ہو۔۔ نہ شیعہ اور اس سے پوچھو کہ کون سے معنی صحیح ہیں تو ضرور وہ یہ کہے گا کہ یہی معنی صحیح ہیں جو یہ سنی کہتا ہے اور جو معنی مجتہد صاحب فرماتے ہیں وہ ان لفظوں سے نہیں نکلتے ایسے دقیق مضمون کو شاید امام سمجھیں گے اس لئے سر من رائے جاکر امام صاحب سے پوچھو بس جب تک امام ظاہر نہ ہوں اور مجتہد صاحب کی فہم وفراست اور جودت طبع کی تعریف کر کے ان کے بنائے ہوئے معنی کی تصدیق نہ کریں تب تک کوئی بھی ان کے معنی کو تسلیم نہ کرے گا۔

جو کہ اس بحث کو ہم لکھ چکے اس لئے اب اس قول سے بحث کرتے ہیں کہ اطلاق اسلام کا صحابہ کبار اور خلفائے ابرار پر موافق اصول شیعہ کے ہوتا ہے نہیں چنانچہ مجتہد صاحب اس کا اقرار کرتے ہیں اور فرماتے کہ منکر امامت کافر نہیں ہے یعنی احکام کفر کے دنیا میں اس پر جاری نہیں ہیں چنانچہ اس قول کو اوپر ہم نقل کر چکے اور جواب ایضاً لطافۃ المقال سے اس کی تائید کر چکے اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ علمائے شیعہ کے نزدیک موافق قول مجتہد صاحب کے تین درجہ ہیں ایک ایمان جو پانچوں اصول توحید نبوت امامت عدل معاد کا قائل ہو دوسرے کفر جوان پانچوں اصول کا یا سوائے امامت کے ایک کا بھی منکر ہو کہ نہ اس پر ایمان کا اطلاق ہوگا نہ اسلام کا تیسرا اسلام جو فقط امامت کا منکر ہو کہ وہ قیامت میں تو مثل کافروں کے ہوگا مگر دنیا میں احکام کفر کے اس پر جاری نہیں ہیں۔

marfat.com

اور غرض ان تینوں درجوں کے قائم کرنے سے یہ ہے کہ صحابہ کو کافر بھی کہنے کا، موقع رہے اور مسلمان کہنے کا بھی یعنی جب ان کو توحید اور نبوت کے اقرار میں سچا اور اعمال حسنہ میں کامل اور دین میں پکا دیکھتے ہیں اور کسی طرح کا نقص ظاہری اعمال میں ان کے نہیں پاتے تو کہتے ہیں کہ وہ مسلمان تھے اور جب ان کو آیات فضیلت کے مصداق سے خارج کرتے ہیں اور ان کو برا کہتے ہیں تب فرماتے ہیں کہ وہ مومن نہ تھے یعنی اصول دین میں سے ایک اصول یعنی امامت کے منکر نہ تھے اسی واسطے درمیان کفر اور ایمان کا ایک نہیں ہے۔ تیسرا واسطہ قائم کیا اور اس کا نام اسلام رکھا۔

اب آگے سنیے کہ جب یہ خیال کیا کہ جو شخص اس تفرقہ کو سنے گا وہ ہنسے گا اور ایسے اصول قائم کرنے والوں کو احمق کہے گا اس لئے کہ دین کے پانچ اصول تو قائم کیے اور پانچوں کو برابر درجہ دیا اور پھر چار اصول تو ایسے ہیں کہ اگر ان میں سے چاروں کا یا ایک کا بھی کوئی انکار کرے وہ اسلام سے خارج ہو جاوے اور کفر کا اس پر اطلاق ہو جائے اور ایک اصول امامت ایسا ہو کہ جسکا منکر نہ کافر ہو نہ مومن بلکہ مسلم رہے اور دائرے اسلام سے خارج نہ ہووے گویا تو یہ اصول امامت حقیقت میں اصول دین سے نہیں ہے فروع سے ہے یا اگر اصول دین سے ہے تو اس کا منکر بھی کافر ہے تو اس، سفاہت کے جتانے کے لئے اس کی وجہ اور علت تحریر کرنے پر بحث کی اور اس کا سبب خاص بیان فرمایا جس سے سوائے اس کے کہ سفاہت پر پردہ پڑے بے ہودگی اسکی اور دوبالا ہو گئی چنانچہ اب میں اس وجہ کو بیان کرتا ہوں اور اپنے قول کی تائید کرتا ہوں کہ جناب قبلہ و کعبہ ذوالفقار میں فرماتے ہیں کہ (اینا) بر ورود احادیث بسیار

۵؎ بکثرت احادیث کے حوالے سے شیعہ محققین نے اپنی کتابوں میں صراحت کی ہے کہ مخالفین علی بلحاظ آخرت کافر ہیں جو دوزخ سے ہرگز باہر نہ نکل سکیں گے۔ اور اس دنیا میں بھی وہ کفار کے احکام میں شریک ہیں اور خدا کو معلوم تھا کہ امام صاحب الزماں کے ظہور سے پہلے حکومت حق پر باطل کی حکومت غالب آئے گی۔ اور شیعوں کی اپنے مخالفین سے معاملات معاشرتی کرنے پڑیں گے اس لئے باطل حکومت کرنے والوں کو مسلمان کہنے کے احکام جاری کر دیئے تاکہ شیعوں کی جان و مال محفوظ رہے اور ان سنیوں کو پاک کہیں ان کے ذبیحہ کو حلال سمجھیں۔ اسکی لڑکیوں سے شادی کریں ان کو میراث دیں اور ورثہ لیں اور دوسرے احکام اسلام ان پر جاری رکھیں تاکہ شیعوں پر سنیوں کی حکومت میں دنیا کا کاروبار تنگ نہ ہوں اور جب امام صاحب الزمان کا ظہور ہو تو سنیوں پر بت پرستوں (باقی اگلے صفحہ پر)

marfat.com

محققین امامیہ در کتب خود تصریح نمودہ اند کہ مخالفین در عقبیٰ حکم کفار دارند و ہرگز از جہنم بیرون نمی آیند و دریں دنیا نیز احکام کفار شریک اند اما چوں علام الغیوم می دانست کہ دولت حق پیش از ظہور قائم آل محمد غالب نخواہد گردید و شیعیان را معاشرت و مواصلت و معاملت با مخالفاں ضرور خواہد شد دریں دولت ہائے باطل احکام اسلام را بر ایشاں جاری، گردانید کہ جان و مال ایشاں محفوظ بودہ باشد و حکم بہ طہارت ایشاں بہ کنند و ذبیحہ ایشاں را حلال دانند و دختر از ایشاں بخواہند و میراث با ایشاں بدہند و از ایشاں بگیرند و دیگر احکام اسلام بر ایشاں جاری کنند تا بر شیعیاں کار تنگ نہ شود در دولت ایشاں و ہرگاہ حضرت صاحب، الامر ظاہر شود حکم بت برستاں را بر ایشاں جاری کند و در ہمہ احکام مثل سائر کفار باشند واین لتفضل خدا است بسبب بحال شیعیاں زیراکہ فرق کفار بسیار اند اگر بر سنیاں نیز دریں ایام احکام کفار جاری می گردید در امور مسطور عسرتے بر شیعیاں می شد کہ مزیدی براں متصور نیست) اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بحیثیت اس کے کہ خدا کو معلوم تھا کہ شیعی بیچارے ذلیل و خوار رہیں گے اور عزت اور دولت سنیوں کو ملے گی پس اگر سنیوں پر حکم کفار کا جاری کیا جائے تو بیچارے شیعی روٹی کہاں سے پا دیں گے اور ان کو کھانا کون دے گا اور چونکہ شیعوں کو بمجبوری سنیوں کی خدمت گزاری کرنی پڑے گی اور سنیوں کے دست نگر رہیں گے۔ اگر سنیوں پر کفر کے احکام جاری کر دیئے جائیں اور شیعی ان کو کافر کہنے لگیں تو سارے شیعیان پاک بھوکوں کے مارے مر جائیں گے اور سنی ان کا نان نفقہ بند کر دیں گے بلکہ غصے میں آکر کافر کہنے پر ان کو جان ہی سے مار ڈالیں گے۔ اور اگر ایسا ہوا تو دین جعفری جاتا رہے گا۔ اور کوئی خدا اور رسول کا نام لینے والا دنیا میں نہ رہے گا گویا خدا کی عبادت حضرات شیعہ کے فنا ہوتے ہی دنیا سے موقوف ہو جائے گی اور چونکہ بیچارے شیعوں کی مظلومیت اور غربت پر خدا کو بڑا رحم ہے۔ اور ان کے حال زار پہ اس کو بہت توجہ ہے اس لئے کہ حضرات شیعہ کے طفیل میں خدا نے سنیوں کو دنیا میں کفر سے بچایا اور ان کو مسلمان رکھا مگر یہ اسی وقت تک ہے بنظر عنایت و مہربانی جب

(بقیہ حاشیہ) کے احکام جاری کریں اور اس وقت سنیوں پر تمام کافروں کی طرح احکام جاری ہوں۔ شیعوں پر یہ اللہ کا فضل و کرم ہے۔ کیونکہ کافروں کے فرقوں کی اکثریت ہے۔ اگر اس زمانہ میں سنیوں پہ کافر ہونے کا حکم لگا دیا جائے تو شیعیوں پر عرصہ حیات دنیا دی اسقدر تنگ ہو جائے گا جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

marfat.com

تک کہ امام صاحب الزماں پیدا ہوں جب کہ امام شیعوں کے غار سر من رای سے ظہور فرمائیں گے اور بعد چندین ہزار سال سنیوں کے خوف سے نجات پاویں گے اسی وقت پر کیا ہی دار مدار شیعوں کا ہے سلطنت اور حکومت ان کی ہے کسی کے ہاتھ میں حضرت عباس کا علم ہو گا - کسی کے دوش پر امام کا شدار کھا ہو گا کوئی ذوالفقار چومنے کے لئے دوڑا جاتا ہو گا کوئی سوار کم د صمصام اپنی کھولتا ہو گا کوئی زرارہ کے غول میں بھاگتا ہو گا کوئی ہشام اور شیطان الطاق کو ڈھونڈتا ہو گا پس اس وقت وہ دھوم دھام شیعوں کی ہو گی کہ لوگ محرم کی دسویں کو بھول جاویں گے اور یا امام کا غل آسمان پر پہنچاویں گے تو جب ایسے زور شور کا امام شیعوں کا ہو گا اور کچھ بھی غرض شیعوں کی ان سے نہ رہے گی پس اوسوقت امام شیعوں کے پکار کر کہہ دیں گے کہ آج اسلام کا حکم تو موقوف ہوا کفر کے علانیہ اطلاق کرنے کا زمانہ آگیا - اب ہمارے شیعوں کو کچھ کام سنیوں سے نہیں رہا اس لئے کوئی آج سے کسی سنی کو مسلمان نہ کہے اور لفظ اسلام کا بھی زبان پر نہ لائے اب ان کو کافر مطلق جانو اور نجس سمجھو اور بت پرستوں کے احکام ان پر جاری کرو نہ ان کے ہاتھ کا ذبیحہ کھاؤ نہ ان کے ہاتھ کا پانی پیو بلکہ اپنی اپنی ذوالفقار اور حسام نکال کر خوب ان کو قتل کرو بہت دنوں تک انہوں نے ہمارے شیعوں کو دبایا اور صدہا برس تک ان سے تقیہ کرایا انہیں کمبخت سنیوں کے سبب سے ہمارے شیعوں کو جھوٹھ بولنا پڑا بلکہ شیعہ کیسے خود ہم اماموں کو سچ بولنا مشکل ہو گیا اور بہ مجبوری اوذوجہین بنا پڑا بہت کچھ تکلیف ان کمبختوں نے ہم کو اور ہمارے شیعوں کو دی ہے اب خوب بدلا لو اور مزے سے چین کرو حکومت کا نقارہ بجاؤ ذوق شوق سے سلطنت کرو اور اپنے ہزار برس کے دلی غبار سنیوں سے نکالو -

پس اے سنیو خدا کے واسطے شیعوں کا شکر ادا کرو کہ انھیں کی بدولت تم کفر سے بچے اور انھیں پر رحم کر کے خدا نے تم کو تا ظہور امام کافر نہ گردانا اور احکام اسلام کے تم پر جاری کئے اگر شیعہ نہ ہوتے تو یہ لطف تمہارے حق میں خدا ہرگز نہ کرتا - بہ وجہ جناب جو قبلہ و کعبہ نے عدم اطلاق لفظ کفر کی نسبت سنیوں کے تا ظہور امام بیان فرمائی اس سے بیشک سارے اعتراض دفع ہو گئے سب شیخی سنیوں کی جاتی رہی بھلا کس سنی کی مجال ہے کہ اس پر کچھ اعتراض کرے اور اسی وجہ کو جو دلائل فلسفیہ سے بڑھ کر مدلل ہے رد کر سکے بے شک ہم ہارے اور مجتہد صاحب جیتے -

اس تقریر کا جس کی متانت اور استحکام پر اس کے الفاظ و معانی خود شاہد ہیں ہمارے پاس کچھ جواب نہیں ہے اے حضرات امامیہ تم غور سے سنو اور اس وجہ کو دل میں جگہ دو کہ بہت بڑی باریک بات قبلہ و کعبہ نے فرمائی اور نہایت حکمت کی تقریر تم کو سکھائی ہے مجتہد ہوں تو ایسے اور محقق ہوں تو ایسے کہ جن کی تقریر پر ہر شخص کی زبان سے آمنا و صدقنا کے سوا دوسرا کلمہ نہ نکلے اور جن کی بات کو سوائے بجا اور درست کے کوئی رد نہ کر سکے۔ ع

اذا قالت حذام[1] فصدقوہا فان القول ما قالت حذام

جب میں نے صوارم میں مجتہد صاحب کی دیکھا تھا کہ انہوں نے ذوالفقار پر بڑا ناز کیا ہے اور اس کی تقریر و تحریر کو لاجواب تصور فرمایا ہے اور اس کی نسبت یہ بھی ارشاد کیا کہ اب تک کسی نے جواب نہیں لکھا تو مجھے ذوالفقار کے بالاستیعاب دیکھنے کا شوق، ہوا تاکہ دریافت ہو کہ وہ حکیمانہ دلیلیں اور فلسفی تقریریں کیا حضرت نے اس کتاب میں بھر دی ہیں کہ کسی نے اس کا جواب نہ لکھا جب اس کو اوّل سے آخر تک دیکھا تو خدا آگاہ ہے کہ میں مبالغے سے نہیں کہتا ہوں کہ اس کے برابر کیا باعتبار عبارت کے اور کیا بلحاظ مضمون کے اور کیا بخیال انتشار مطالب اور کیا بوجہ غلط مبحث اور تقریر لاطائل کے میں نے کسی عالم کی کتاب کو اس سے زیادہ پوچ لچر نہیں پایا اور نظر اٹھا کر دیکھنے کے لائق بھی اسے تصور نہ کیا اس واسطے شاید اسوقت تک۔۔ کسی نے اسکا جواب نہ لکھا ہو گا اگر کسی کو شک ہو تو، جس قدر تقریریں اس کتاب کی میں نقل کر چکا ہوں ان کو بخوبی دیکھے اور میرے کلام کی تصدیق کرے۔

اب میں خاص اس وجہ پر جو عدم اطلاق کفر کی نسبت سنیوں کے مجتہد صاحب نے بیان کی ہے کچھ دو ایک لطیفے لکھتا ہوں اور شیعوں کو سناتا ہوں جو شائق ہوں وہ سنیں کہ میں جو کہتا ہوں وہ بڑے کام کی بات ہے اور بمقتضائے۔ کما تدین تدان۔ قابل سننے کے ہے بس ایہا المومنین غور سے سنو کہ۔ ع

[1] حذام ایک عورت تھی عرب میں کہ جب وہ کچھ بات کہتی اس کے عاشق سنا کرتے اور کچھ زبان سے نہ کہتے، اسی عورت کے حال میں کسی شاعر نے یہ شعر کہا ہے کہ جس کے معنی یہ ہیں کہ جب کوئی بات حذام کہے اس کی تصدیق کر دو اور کچھ نہ بولو کیونکہ بات تو وہی ہے جو وہ کہتی ہے اس کی بات کو کون رد کر سکتا ہے ۱۲۔

marfat.com

سخن ما شنیدنی دارد — جلوہ مفت ست دیدنی دارد

اول یہ۔ کہ خدا نے سنیوں پر اطلاق اسلام کے لئے صرف یہی وجہ قرار دی ہے کہ (تا[1] بر شیعیاں کار تنگ شود) تو اس خدا نے ان کے حال پر ذرا زیادہ رحم کیوں نہ کیا اور سارے بت پرستوں اور کافروں کو ان کا بھائی کیوں نہ بنا دیا اور ان کی خاطر سے جس طرح ایک اصول امامت کے انکار سے باوجودیکہ وہ صریح کفر ہے سنیوں پر اطلاق اسلام کا کیا کس لئے ان کی خاطر سے پانچوں اصول کے منکر پر لفظ اسلام کا اطلاق نہ فرمایا اس لئے کہ اب اسلام کے معنی وہ تو باقی ہی نہیں رہے جو کہ قرآن و حدیث میں مذکور ہیں بلکہ یہ ایک اصطلاح جدید مقرر ہوئی ہے۔ ولا مساحۃ فی الاصطلاح۔ تو پھر جس طرح پر کہ باوجود کفر کے اور مخلد فی النار ہونے ان کے شیعوں کے اوپر مہربانی کر کے ان کے اوپر اسلام کا لفظ اطلاق کیا اسی طرح پر اور کافروں پر بھی اسکی اطلاق کی اجازت دیتا تا شیعوں کا دائرہ کار اور بھی زیادہ وسیع ہو جاتا۔

دوسرے شیعوں کی خاطر سے تا ظہور امام محرمات کو حلال کیوں نہ کر دیا۔ (تا[2] کار بر شیعیاں تنگ نشود) جب ان کی خاطر ہی پر کفار در اسلام کا اطلاق ٹھہرا اور خدا نے اپنے آپ کو انہیں کے اختیار میں دے دیا تو مناسب تھا کہ ان کے سب حرام چیزوں کو حلال کر دیتا کہ وہ خوشی سے شراب ارغوانی کے جام اڑاتے اور زنان مہ پارہ کے ساتھ ہمبستر ہو کر خوب ذوق شوق سے حرام کرتے سارے دنیا کے مال و متاع کو ان کے لئے حلال کر دیتا کہ جس کے گھر سے جو چاہتے لے جاتے اور خوب لوٹ مار کر کے اپنے معیشت کے دائرے کو وسیع کرتے سب جانوروں کو اگرچہ خوک ہی کیوں نہ ہوں ان کے لئے حلال کر دیتا تاکہ وہ خوب مزے سے نوش فرماتے اور بیچارے کسی بات کی ذرا بھی تکلیف نہ پاتے نماز کو ان پر سے ساقط کر دیتا روزے کو ان پر واجب نہ فرماتا تاکہ بیچارے کسی بات کی ذرا بھی تکلیف نہ پاتے اگرچہ میں نے اس کو اپنے نزدیک نہایت ہی عجیب اور غیر ممکن تصور کر کے، لکھا ہے۔ مگر حقیقت میں بہت سی باتوں کو حضرات شیعہ نے اپنے لئے حلال کر رکھا دیکھو پانچ نماز کے بدلے تین ہی وقت پڑھتے ہیں۔ دو وقت کی تکلیف سے محفوظ ہیں نکاح کی قید سے آزاد ہی ہو گئے ہیں متعہ کی بدولت خوب چین سے جس کو چاہتے ہیں رات بھر

---

[1] تاکہ شیعوں پر عرصہ حیات تنگ نہ ہو۔

[2] تاکہ شیعوں کے کاروبار بند نہ ہوں۔ اور وہ تکلیف میں مبتلا نہ ہوں۔

marfat.com

کی اجرت دے کر اپنے صرف میں رکھتے ہیں اور خدا کا شکر ادا کرتے ہیں لیکن بہتر ہو کہ وہ تا ظہور امام کے سب تبدیل شریعت کی جو تھوڑی بہت رہ گئی ہیں اڑادیں اور خاصے ملحد بن جائیں اور اگر کوئی اعتراض کرے تو اپنے قبلہ وکعبہ کا قول نقل کر دیں (دیکھو آئین تفضل خداست نسبت بحال شیعیان) -

تیسرے - اگر حقیقت میں خدا نے صرف شیعوں کے حال پر رحم کر کے سنیوں کو ظاہری کفر سے بچایا تو قید زمانہ ظہور امام کی بیجا ہے بلکہ ظہور مجتہد کی قید کافی تھی اور خدا کو یہ کہہ دینا چاہیئے تھا کہ جب تک کسی مجتہد کا ظہور نہ ہووے تب تک یہ حکم ہے ورنہ جب کسی خطہ میں زمین کے اس قدر عزت شیعوں کی ہو جاوے کہ مجتہد صاحب مسند اجتہاد پر بیٹھ جاویں اور دو چار ہزار دنیا طلب ان کے گرد حاضر ہوں اور وہ سنیوں کی رد میں کتابیں لکھنا بھی شروع کر دیں تب یہ حکم موقوف کر دیا جائے اس لئے کہ اذا فات العلۃ فات المعلول - پس تعجب ہے کہ لکھنو اور ایران میں یہ حکم کیوں اب تک جاری نہ ہوا اور ظہور امام کے لئے وہاں کس کا انتظار رہا جب کہ مجتہد صاحب نے ذوالفقار کو دارالسلطنت لکھنؤ میں رکھ کر مشتہر کیا اسوقت تو ان کو ایسی بات لکھنی زیبا نہ تھی اس لئے کہ جو زور شور تشیع کا ان کے وقت میں وہاں تھا - اس سے زیادہ ہونا تو کبھی ممکن ہی نہیں ہے اس لئے ان کو لکھنؤ میں یہ حکم جاری کر دینا تھا - لیکن حقیقت میں انھوں نے جاری کر دیا تھا ، گو کتاب میں صاف نہیں لکھا مگر سنیوں کے کفر اور نجاست کا فتویٰ دے دیا تھا یہ حال لکھنؤ میں ہو گیا تھا کہ اگر کوئی سنی کسی شیعہ پاک کے فرش پر جاتا تو وہ اسی وقت اس کو دریا پر دھونے کے لئے بھیج دیتا اور ان کے یہاں کے کھانے پینے کو حرام اور ناپاک سمجھتا پس حقیقت میں فرمانا حضرت کا کہ (حکم بطہارت ایشاں بکنید و دیگر احکام اسلام برایشاں جاری کنید) فقط کتاب کی زینت دینے کے لئے ہے یہ عمل کرنے کے لئے حقیقت یہ ہے کہ شیعوں کے مجتہد ٹھیک ٹھیک عیسائیوں کے پوپ اور پادریوں کے موافق ہیں جس طرح وہ اپنے آپ کو معلوم جانتے ہیں اور سارے احکام شریعت کے ردوبدل پر اختیار رکھتے ہیں وہی حضرات مجتہدین کا حال ہے کہ احکام نبوی کو اپنے اختیار میں سمجھتے ہیں جو چاہا کفر کا اطلاق کر دیا جب ،

۱؎ شیعوں کے حال پر یہ اللہ کا فضل وکرم ہے ۔ ۲؎ سنیوں کی طہارت کا حکم لگائیں اور ان پر دوسرے احکام اسلامی جاری کریں ۔

marfat.com

چاہا اسلام کا حکم دیا چونکہ خدائی ان کے اختیار میں ہے اس لئے جو چاہیں سو کریں اور جو دل میں آوے وہ فرمادیں قیامت کو اس کا حال معلوم ہوگا ہم ہوں گے اور کرم بیان مجتہد صاحب کا۔

چوتھے ۔ مجتہد صاحب نے اپنی تقریر میں میراث کے باب میں فرمایا کہ میراث بایشاں بدہند وازایشاں بگیرند اور نکاح کی نسبت کہا کہ دختر ازایشاں بخواہند اور براہ دیانت دختر بایشاں بدہند کے کہنے سے شرم فرمائی گویا سنیوں کو لڑکی دینا جائز نہیں ہے کہ حال اس کی شناعت کا اس شخص کو ظاہر ہو سکتا ہے جو چند ورق ہماری کتاب کے لوٹ کر بحث نکاح حضرت ام کلثوم کو دیکھے۔ یہ بحث جو میں نے لکھی ہے اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ مجتہد صاحب ایمان کا اطلاق خلفاء ثلثہ پر نہیں کرتے بلکہ ان پر اسلام کا اطلاق کرتے ہیں اور اسی کے ثبوت میں بہت سی سندیں لاتے ہیں۔ مگر حقیقت میں یہ قول بھی ان کا غلط ہے اور انہیں کے محققین اور محدثین نے اس کو باطل اور غلط قرار دیا ہے پس تعجب ہے حضرت مجتہد صاحب سے کہ نہ اس کو دیکھا اور نہ اس سے نقل کیا اور خلاف اپنے پیشواؤں کے اسلام کا اطلاق کیا افسوس ہے کہ اپنے تشیع میں بھی کامل نہیں ہیں اور اپنے اصول سے بھی اچھی طرح واقف نہیں ہیں اور تالیف کرنے پر مستعد ہیں اور ناحق اپنے اہل مذہب کو اپنی پوچ تقریروں سے اور فضیحت کرتے ہیں و نعم ما قیل ؎

درکفر ہم کامل نۂ زنار را رسوا مکن

اب اس قول کو سنیے جو علماء اعلام شیعہ نے اس باب میں لکھا ہے اور نہ وہ علما مثل عبداللہ کے ہیں جس سے حضرت مجتہد صاحب انکار کریں نہ وہ ایسے گمنام ہیں کہ جن کے نام سے واقف نہ ہوں بلکہ اس علامہ اور محقق کی سند پیش کرتا ہوں جسکے علم واجتہاد کا انکار گویا امامت کا انکار ہے اور اس کے تقدس کا اقرار گویا چھٹا اصول دین کا ہے وہ کون ہیں جناب فضیلت مآب جامع معقول و منقول حاوی فروع و اصول فاضل محقق نحریر مدقق جناب ملا باقر مجلسی علیہ الرحمۃ[1] کہ وہ حدیث ارتداد صحابہ کو کافی سے نقل کرکے فرماتے ہیں کہ (بیان قوله علیہ السلام من ان یرتدوا عن الاسلام ای عن ظاہرہ والتکلم با

---

[1] ملا باقر مجلسی کا بیان ہے جو شخص اسلام سے ظاہری طور پر پھر جائے۔ اور کلمہ شہادت کا اقراری ہو تو لوگوں کو چاہیئے کہ اسے
[2] علیہ الرحمۃ کے وہی معنی سمجھے جائیں جو علماء شیعہ نے اماماں عادلاں کی شرح میں بیان کئے ہیں۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

بالشہادتین الی قولہ لیاتی ان الناس ارتدوا الاثلثۃ لان المراد منہا ارتدوا وہم عن الدین واعتقاد ہذا محمول علی بقائہم علی صورۃ الاسلام وظاہرہ وان کانوفی اکثر الاحکام الواقعیۃ فی حکم الکفار وقفس ہذا بمن لم یسمع النص علی امیر المومنین علیہ السلام ولم یبغضہ ولم یعادہ فان من فعل شیئًا من ذلک فقد انکر قول النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وکفرا ظاہرًا ایضا ولم یبق لہ شئی من احکام الاسلام ووجب قتلہ) خلاصہ مطلب اس کا یہ ہے کہ جن اصحاب نے پیغمبر خدا سے نص خلافت علی مرتضیٰ کو نہیں سنا اور نہ ان کے ساتھ دشمنی رکھی ان پر تو احکام اسلام کے جاری ہیں گو بسبب بیعت خلفا کے اکثر حقیقی احکام میں کفار کے حکم میں داخل ہیں مگر جس نے نص کو سنا ہے اور یا حضرت علی سے دشمنی رکھی ہے وہ ظاہر میں کافر ہو گیا اور کوئی حکم احکام اسلام سے اس کے حق میں باقی نہ رہا اور اس کا مسلمان کہنا جائز نہیں ہے اور اس کا قتل کر دینا واجب ہے۔

اگر کسی کو یہ شک ہو کہ ملا باقر مجلسی نے ایسا فرمایا ہوتا تو کیونکر مجتہد صاحب پھر خلاف اس کے خلفا پر اطلاق اسلام کا کرتے اس کا جواب یہ ہے کہ ہمارا کام اس روایت کی تصحیح کر دینا ہے اور تمہارا کام ہے اس کا تصفیہ کرنا کہ مجتہد سچے ہیں یا ملا باقر مجلسی حق پر ہیں ہم نے جو کچھ لکھا ہے سو اس کی تصدیق ہم سے سنو کہ (کہ اگر[1] غرض از نقل ایں عبارت محض اثبات ایں معنی ست کہ صاحب بحار ثلثہ واتباع ایشاں را کافر میداند پس البتہ ایں معنی بسر وچشم مقبول ست اصلاجای استنکاف وانکار نیست) اور بحار الانوار ترجمہ فارسی کی یہ عبارت ہے کہ (ایں[2] حکم یعنی بقای ظاہر اسلام مخصوص بکسی ست کہ از رسول خدا صلے

بقیہ حاشیہ صفحہ نمبر ۲۸۲) اسلام کی جانب لوٹائیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ یہ واقعی اسلام سے انحراف کر رہا ہے اور اس صورت میں ایسے شخص کو بظاہر مسلمان سمجھیں گے اگرچہ اس کے حقیقی طور سے کافر ہونیکا حکم ہے اور اس پر قیاس کر لو اور اس کا جو امیر المومنین علی کے احکام نہ سنے اور ان سے علاوت نہ رکھے اور جو شخص افعال مندرجہ کرے تو گویا اس نے رسول اکرم ؐ کے قول کا انکار کیا۔ اور اس کا کافر ہونا ظاہر ہے اور اس کے لیے احکام اسلام باقی نہ رہیں گے بلکہ اس کا قتل واجب ہے۔

[1] اگر اس عبارت کے نقل کرنے سے یہ غرض ہے کہ اصحاب ثلثہ اور ان کے متبعین کو صاحب بحار کافر جانتا ہے تو یہ معنی سر آنکھوں پر مقبول و منظور ہیں اور ان معنوں سے ہرگز کسی قسم کا ننگ و عار اور انکار نہیں ہے [2] یہ حکم یعنی ظاہری اسلام کا باقی رہنا اس شخص سے جس　مخصوص ہے جس نے امیر کی خلافت کا حکم رسول اللہ سے نہ سنا ہو اور علی سے بغض و عداوت نہ رکھتا ہو۔ کیونکہ ان امور کا کرنے والا در اصل رسول اللہ کے قول کا منکر ہے اور ظاہری طور پر کافر بھی ہے

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

marfat.com

اللہ علیہ وآلہ وسلم نص بر خلافت امیر علیہ السلام نہ شنیدہ و بغض و عداوت آں حضرت نداشتہ چہ مرتکب ایں امور منکرہ قول پیغمبر است صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم و بحسب ظاہر ہم کافر ست و ہیچیک از احکام اسلام برای او ثابت نیست وقتلش واجب است انتہی بلفظہ) غرضکہ اگر حضرات شیعہ انصاف کریں اور تعصب و عناد کو دخل ندیں تو جناب قبلہ وکعبہ کے تقدس ودیانت پر افسوس کریں کہ حضرت نے سارے اقوال جو مفید اس مقام کے تھے نقل کئے اوران سے یہ نتیجہ نکالا کہ (در دار دنیا احکام اسلام برایں ہا جاری می شود گو در دار آخرت مخلد بنار خواہد بود) اور اپنے امام علامہ کے قول کو نقل نہ کیا جس سے اسلام ظاہری سے اطلاق کرنا بھی خلفا پر نادرست ہے بلکہ کفر ہے عجب حال ہے حضرات شیعہ کا کہ کسی بات پر ثابت قدم نہیں رہتے اور ایک کلمہ پر قائم نہیں رہتے کبھی کہتے ہیں کہ اصحاب و خلفا مسلمان تھے ظاہر ہیں ان پر احکام اسلام کے جاری تھے کبھی فرماتے ہیں کہ وہ کافر مطلق تھے اور ان کا قتل کرنا واجب تھا خدا اس قوم کو اپنے عدل کا ذائقہ چکھادے کہ اور جو کچھ خرابی دین محمدی کی انہوں نے کر رکھی ہے اس کا بدلہ لے ایہا المومنین ذرا ذوالفقار کو اٹھا کر دیکھو کہ اس میں اجرائی احکام ظاہری اسلام کا خلفا ثلثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی نسبت کس زور شور سے دعوی کیا ہے اور پھر بحار الانوار اور استقصار کو دیکھو کہ انہوں نے اپنا کفر کس صفائی سے ظاہر کیا ہے اور اپنے اس اختلاف کی خود داد دو[2] فاعتبروا یا اولی الابصار وانظروا الی ہولاء الکبار لانہم فی کل واد یہیمون وفی کل تیہ یتیہون تلک آیات اللہ نتلوہا علیک بالحق فبای حدیث بعد اللہ وآیاتہ یومنون۔

جو کچھ ہم نے اب تک بیان کیا اس سے یہ ثابت ہوا کہ علمای شیعہ کفر و اسلام میں صحابہ کے مختلف ہیں یعنی ان پر اسلام کا اطلاق کرتے ہیں اور اکثر ہیں اور جو لوگ اسلام کا اطلاق کرتے ہیں وہ بھی صرف بنظر ترحم حال شیعیان علی کے اور بیان میں کفر و اسلام کو برابر سمجھتے ہیں

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۸۳) اور اس کے ساتھ کوئی حکم اسلام باقی نہ رہے گا بلکہ اس کا قتل واجب ہے ۱۲۔ ایسے شخص پر دنیا میں احکام اسلام جاری ہوں گے اگرچہ آخرت میں وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔

[2] پس غور کرو اے صاحبان بینائی اور دیکھو طرف بڑوں کے تحقیق وہ لوگ بیچ ہر جنگل کے گھو منے والے ہیں اور بیچ ہر میدان کے پھرنے والے ہیں یہ باتیں ہیں اللہ کی ہم سناتے ہیں تجھکو پھر ٹھیک پھر کونسی بات کو اللہ اور رسول کی باتیں چھوڑ کر مانیں گے ۱۲ مولوی انعام اللہ سلمہ ربہ۔

اس لئے اب ہم اس سے بحث کرتے ہیں کہ ان پر کفر کا اطلاق کس وجہ سے ہے آیا اس وجہ سے کہ وہ توحید کے منکر تھے خدا کو ایک نہ جانتے تھے لات وعزیٰ کی عبادت کرتے تھے مثل ابولہب اور ابوجہل وغیرہ کے بت پرست تھے ۔ یا نبوت کے منکر تھے پیغمبر صاحب کو سچا نبی نہ جانتے تھے بلکہ اور کافروں کی طرح تکذیب ایمان میں کرتے تھے یا صرف امامت کے منکر تھے اور توحید ونبوت میں کامل تھے پس ہم تینوں صورتوں سے علیحدہ علیحدہ بحث کرتے ہیں۔

بعض علما شیعہ کے تینوں امروں کا دعویٰ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حقیقت میں اول ہی سے خلفا ثلثہ ایمان نہیں لائے اور خدا کی توحید اور پیغمبر صاحب کی نبوت کے سچے دل سے معتقد نہیں ہوئے چنانچہ یہ امر شیعوں کے نزدیک مسلمات سے ہے اور اس پر سند لانے کی کچھ حاجت نہیں ہے اور خود مجتہد صاحب ذوالفقار میں جابجا لفظ اول ابراز ایمان بہرہ نداشتن کا تحریر فرماتے ہیں۔

اس کے جواب میں جو کچھ ہم کو لکھنا تھا وہ اوپر بحث ایمان شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں لکھ چکے اب انہیں تقریروں کو اعادہ نہیں کرتے لیکن علاوہ ان دلیلوں کے ان کے ایمان کو اور دلائل سے ثابت کرتے ہیں تاکہ معلوم ہو کہ جو دعویٰ نفاق کا بہ نسبت صحابہ کے حضرات شیعہ نے کیا ہے وہ باطل ہے۔

اثبات نہ منافق ہونے صحابہ کے بدلائل

دلیل اول: یہ تو ظاہر ہے کہ خلفاء ثلثہ اور صحابہ کبار ظاہر میں مسلمان تھے اور اوراقرار توحید ونبوت کا کرتے تھے پس ظاہری ایمان سے ان کے تو انکار ہو ہی نہیں سکتا باقی رہا یہ کہ دل میں منکر توحید اور نبوت کے تھے اور اسو جہ سے وہ منافق تھے تو اس کا ثبوت دینا چاہیئے ورنہ ہر خارجی اور ناصبی جناب امیر علیہ السلام کی نسبت دحاشا جنابہم من ذالک بھی کہہ سکتا ہے پس جس طرح پر تم ان خارجیوں کا جواب دوگے اور جس طرح سے ایمان کو جناب امیر کے ثابت کروگے وہی ہماری طرف سے حق میں صحابہ کے سمجھو۔

دلیل دوم: ۔ اگر صحابہ منافق ہوتے جیساکہ جابجا مجتہد صاحب اور ان کے بزرگوں نے دعویٰ کیا ہے تو ضرور ہے کہ پیغمبر خدا علیہ التحیہ والثنا ان سے بیزاری کرتے اور ان کو اپنے مشورے اور صلاح میں شریک نہ کرتے اور خدا بھی ان سے بیزاری کا حکم دیتا اور پیغمبر صاحب

marfat.com

کو ان کی صحبت سے منع کر دیتا اور ان کے اوپر جہاد کا امر کرتا۔ اور ان کو بدترین وقت کی حالت پر پہنچاتا اس لئے کہ خدا نے منافقین کے حق میں ایسا ہی فرمایا ہے اور ایسا ہی کیا ہے اور افسوس ہے کہ جناب قبلہ وکعبہ نے ذوالفقار میں بعض اُن آیات کو خود ہی نقل کر کے ہماری طرف سے جواب دیا ہے چنانچہ جو آئتیں شاہ صاحب نے تحفہ میں فضائل صحابہ میں لکھی ہیں ان کے معارضے میں وہ آئتیں جو کہ منافقین کی شان میں ہیں جناب قبلہ وکعبہ نے پیش کیں اور یہ نہ خیال کیا کہ انہیں آیتوں سے ان کا دعویٰ غلط ہوتا ہے اور خدا ان کو اپنے کلام سے جھوٹا کرتا ہے چنانچہ منجملہ اُن آیتوں کے ایک آیت یہ ہے کہ مِن[1] اہل المدینۃ مَردوا علی النفاق لاتعلمھم نحن نعلمھم سنعذبھم مرتین ثم یردون الیٰ عذاب عظیم۔ کہ بعضے اہل مدینہ سے، منافق ہیں جنکو تو نہیں جانتا مگر ہم جانتے ہیں قریب ہے کہ ہم دو مرتبہ ان کو عذاب دیں اور پھر وہ بڑے عذاب کی طرف پھیرے جاویں۔

اب خدا کے لئے آیت میں لفظ من اہل المدینۃ کا خیال کرو سوچو کہ مضمون اس آیت کا خلفاء ثلثہ پر جو کہ مکے کے رہنے والے تھے کیونکر صادق ہوگا علاوہ بریں خدا اس آیت میں خبر دیتا ہے کہ وہ دو مرتبہ عذاب دیے جاویں گے اور ظاہر ہے کہ اس سے مراد عذاب دنیاوی ہے تو سوائے منافقین کے جن کا حال کھل گیا اور جو مارے گئے اور ذلیل ہوئے اس آیت کا مضمون صحابہ کبار پر کیوں کر صادق ہوگا اور ماوراء اس کے اس آیت میں خدا فرماتا ہے کہ لاتعلمھم نحن نعلمھم کہ تو ان کو نہیں جانتا بلکہ ہم اوپر حدیث سے بروایت زادالمعاد نقل کر آئے ہیں اور جس سے ثابت ہوتا ہے کہ پیغمبر خدا نے ان کے نفاق کا حال حذیفہ صحابی سے بھی کہہ دیا تھا۔ ایک دوسری آیت مجتہد صاحب معارضے میں فضائل صحابہ کے اپنی ذوالفقار میں لکھتے ہیں کہ لولا کتٰب[2] من اللہ سبق لمسکم فی ما اخذتم عذاب عظیم اس آیت کی ہم اوپر تشریح کر چکے ہیں مگر اب اور زیادہ تصریح کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ یہ آیت درحقیقت فضیلت میں حضرت عمر فاروق رضؓ کی ہے اس لئے کہ جب بعد فتح ہونے بدر کی لڑائی کے مشرکین کافر قید ہوئے تو پیغمبر خدا نے مشورہ کیا کہ ان قیدیوں کی نسبت کیا کیا جاوے چنانچہ حضرت

---

[1] پارہ ۱۱۔ سورہ توبہ رکوع ۱۳ ترجمہ۔ بعضے مدینہ والے اڑ رہے ہیں نفاق پر تو ان کو نہیں جانتا ہم کو معلوم ہیں ان کو عذاب کرینگے دوبارہ پھر پھیرے جائینگے بڑے عذاب پر ۱۲ موضح القرآن [2] پارہ ۱۰ سورہ انفال رکوع ۹۔ ترجمہ اگر نہ ہوتی ایک بات کہ لکھ چکا اللہ آگے سے تو تم کو پڑتا اس لینے میں بڑا عذاب ۱۲ موضح القرآن۔

marfat.com

عمرؓ نے اور سعد بن معاذ انصاری نے فرمایا کہ قتل کئے جاویں اور حضرت ابوبکر نے فرمایا کہ فدیہ لیا جاوے چنانچہ حضرت نے فدیہ لیا اس پہ یہ آیت نازل ہوئی کہ اس کی تصدیق خود مفسرین شیعہ کرتے ہیں۔

پہلا ثبوت۔ علامہ طوسی اپنی تفسیر مجمع البیان میں فرماتے ہیں کہ (قال عمر بن الخطاب یارسول اللہ کذبوک واخرجوک فقدمهم واضرب اعناقهم ومکن علیاً من عقیل فیضرب عنقه ومکنی من فلان اضرب عنقه فان ھؤلاء ائمة الکفر وقال ابوبکر اھلک وقومک خذ منھم فدیة یکون لنا قوة علی الکفار قال ابن زید فقال رسول اللہ لو نزل عذاب من السماء ما نجا منکم غیر عمر بن الخطاب و سعد بن معاذ) ترجمہ یعنی حضرت عمر نے پیغمبر خدا سے کہا کہ یارسول اللہ ان کافروں نے آپ کو جھٹلایا اور آپ کو مکے سے نکالا ان کی گردنیں مارنا چاہئیں عقیل کو علی کے سپرد کر کہ وہ اسے مارے اور فلاں شخص کو مجھے سپرد کر کہ میں اسے قتل کردوں کیوں کہ یہ کفر کے پیشوا ہیں اور ابوبکر نے کہا کہ یہ سب تیری ہی قوم کے آدمی ہیں ان سے فدیہ لے کر انکو چھوڑ دینا چاہیئے چنانچہ وہ چھوڑ دیئے گئے ابن زید کہتا ہے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر عذاب نازل ہوتا تو سوائے عمر بن خطاب اور سعد بن معاذ کے کوئی نجات نہ پاتا۔

دوسرا ثبوت۔ کاشانی تفسیر خلاصة المنہج میں لکھتا ہے کہ (روز بدر ہفتاد تن اسیر شدند حضرت در باب ایشاں با اصحاب مشورہ کرد ابوبکر کہ از مہاجرین بود گفت یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اکابر واصاغر ایں قوم اقارب وعشائر تواند اگر ہر یک بقدر طاقت و استطاعت فدائی بدہد باشد کہ روزے بدولت اسلام برسد الخ) اے مومنین تم کو دل سے اپنے مجتہد صاحب کے تبحر اور فضیلت کی داد دینی چاہیئے کہ معارضے میں فضائل صحابہ کی وہ آیت پیش کی جس سے اور بھی فضیلت خلیفہ ثانی کی ثابت ہوگئی سچ ہے الحق یعلو ولا یُعلیٰ شعر

عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد — خمیر مایۂ دوکان شیشہ گر سنگ ست

اس آیت کے معارضے میں پیش کرنے سے بھی دل و جان سے شکر اس کا ادا کرتے ہیں اور ان کے تقدس اور فضیلت کی داد دیتے ہیں لیکن اگر کسی ان کے مقلد کو صرف ایک

لہ جنگ بدر میں مسلمانوں کے ہاتھ ستر مشرک و کافر قید ہوے رسول اللہ نے ان کے بارے میں اصحاب سے مشورہ کیا ابوبکر جو مہاجرین میں سے تھے انہوں نے کہا یارسول اللہ یہ قوم کے بڑے اور چھوٹے آپ ہی کے رشتہ دار ہیں۔ اگر ان میں سے ہر ایک اپنی حیثیت کے موافق فدیہ دے کر رہا کر دیا ہو جائے تو امید ہے کہ ایک دن مسلمان ہو جائیں گے۔

marfat.com

تفسیر مجمع البیان کی روایت پر صبر نہ ہو سکے اور وہ اس کی تائید میں دوسری روایت کا طالب ہو تو بسم اللہ ہم دوسری سند اسی قول کی تائید میں ایک بڑے عالم فاضل شیعی کی پیش کرتے ہیں۔

تیسرا ثبوت۔ ابن جمہور صاحب عوالی اللئالی جو اکابر امامیہ میں یہ علم و فضل مشہور ہے روایت کرتا ہے کہ ان النبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اخذ سبعین اسیرا یوم بدر وفیہم العباس وعقیل بن عمہ فاستشار ابابکر فیہم فقال قومک واہلک واستبقہم لعل اللہ یتوب علیہم واخذ الفدیۃ لقوی بہا اصحابک فقال عمر کذبوک واخرجوک فقدمہم واضرب اعناقہم فانہم ائمۃ الکفر ولا تاخذ ہم الفداء مکن علیا من عقیل وحمزۃ من العباس ومکنی من فلان وفلان فقال صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ان اللہ لیلین قلوب رجال حتی تکون الین من اللبن ویقسی قلوب رجال حتی تکون اشد من الحجارۃ مثلک یا ابابکر مثل ابراہیم اذ قال فمن تبعنی فانہ منی ومن عصانی فانک غفور الرحیم ومثلک یا عمر مثل نوح اذ قال رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا ثم قال ان شئتم قتلتم وان شئتم فادیتم ویستشہد منکم بعدتہم فقالوا بل ناخذ الفداء ما استشہد بعدتہم فاخذ کما قال صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ۔ اس علامہ کی تحریر کا جو لفظ نقل کی گئی اصل مطلب تو وہی ہے جو اوپر مجمع البیان سے منقول ہوا۔ مگر اس عالم نے اتنا اور زیادہ کر دیا ہے کہ پیغمبر خدا نے ابوبکر صدیق اور عمر فاروق کی باتوں کو سن کر کہا کہ کیا خدا کی شان ہے کہ بعضوں کے دلوں کو تو مثل پتھر کے سخت کر دیتا ہے اور یہ کہہ کر حضرت نے فرمایا کہ ابوبکر تیری مثال ابراہیم کی سی ہے کہ انہوں نے خدا سے کہا کہ جو میری اطاعت کرتا ہے وہ مجھ سے ہے اور جو نافرمانی کرتا ہے سو تو بخشنے والا مہربان ہے اور اے عمر مثال تیری نوح کی سی ہے کہ انہوں نے خدا سے کہا کہ اے پروردگار زمین میں کسی کافر کو نہ چھوڑ۔

پس اے حضرات مومنین جن کو تمہارے مجتہدین منافق کہتے ہیں وہ ایسے منافق تھے کہ اپنے باپ بھائیوں کو خدا کے پیچھے قتل کرنے پر مستعد تھے اور قتل کرتے تھے اور پیغمبر خدا علیہ التحیہ والثنا ان کی تمثیل پیغمبروں سے دیتے تھے شان ہے خدا کی کہ ایسے لوگوں کو منافق کہتے ہیں۔ منافق کچھ بھی شرم و حیا کا خیال نہ کریں اور جنہوں نے کفر و نفاق کی جڑ عرب سے کھود دی انہیں کو کافر اور منافق کہیں۔ کبرت کلمۃ تخرج من افواہہم ان یقولون الا

---

۱ پارہ ۱۵ سورہ کہف رکوع ۱۔ ترجمہ کیا بڑی بات ہے کہ نکلتی ہے ان کے منہ سے سب جھوٹ ہے جو کہتے ہیں ۱۲۔ موضح القرآن

marfat.com

کذا با اگر اس روایت پر بھی سیری نہ ہووے اور فارسی خواں شیعی کسی فارسی تفسیر سے اس روایت کی تصدیق چاہیں تو بفضلہ تعالیٰ وہ بھی حاضر ہے۔

چوتھا ثبوت ۔ کنز العرفان سے شیعوں کے علامہ رازی نے اپنی تفسیر میں اس مضمون کو ان لفظوں سے نقل کیا ہے [1] روایت ست کہ در روز بدر ہفتاد تن اسیر گرفتہ بودند از انجملہ عباس وعقیل بودند حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم درباب ایشاں باصحاب مشورہ فرمود ابوبکر گفت کہ اکابر واصاغر ایں قوم اقارب عشائر تو اند اگر ہر یک بقدر طاقت واستطاعت فدائی بدہند باشد کہ روزے بہ ہدایت برسند وحالا عدد ومدد مسلمان زیادہ شود عمر گفت یا رسول اللہ ایشاں تکذیب کردند ترا و بیروں کردند ایشاں ائمۂ کفر اند ہمہ را بفرمائی تا گردن زنند و مگیر از ایشاں فدیہ را عقیل را بہ علی سپار و عباس را بحمزہ و فلاں را بمن تا گردن زنیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمود کہ حق سبحانہ تعالیٰ دلہا می مردم را آگاہ ست کہ نرم میسازد بمرتبہ کہ نرم از شیر ست و دیگر دلہا می باشد کہ سخت تراز سنگ است مثل تو اے ابوبکر ہماں مثل ابراہیم ست علیہ السلام کہ گفت فمن تبعنی فانہ منی ومن عصانی فانک غفور رحیم ومثل تو اے عمر ہمچو مثل نوح ست وقتیکہ گفت رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا) غرضکہ اے حضرات امامیہ ذرا غفلت کی آنکھ کھولو اور اپنے قبلہ وکعبہ کے حال پر رحم کرو کہ جو کچھ انہوں نے لکھا تھا اس سے الٹی فضیلت صحابہ کی ثابت ہوئی اور ساری محنت ان کی خاک میں مل گئی۔ اصل یہ ہے کہ ذوالفقار کی تالیف کی نسبت خود حضرت لکھ چکے ہیں کہ دس بیس روز کے عرصے میں تالیف کی تھی اور عجلت بہت دکھائی

---

[1] روایت ہے کہ جنگ بدر میں ستر آدمی مسلمانوں کے ہاتھوں اسیر ہوئے جنہیں حضرت عباس وعقیلؓ بھی تھے۔ رسول اکرم نے ان لوگوں کے بارے میں مشورہ کیا جس پر ابوبکرؓ نے کہا یہ قوم بڑے اور چھوٹے آپ کے رشتے دار ہیں اگر ہر ایک اپنی استطاعت کے بموجب فدیہ دیکر رہائی حاصل کریں تو امید ہے کہ ایک دن یہ ہدایت یافتہ ہو جائیں گے اور مسلمان کی اکثریت ہو جائے گی اس پر عمرؓ نے کہا یا رسول اللہ ان لوگوں نے آپ کو جھٹلایا اور آپ کو وطن سے نکالا یہ کافروں کے سردار ہیں ان سب کی گردن زدنی کا حکم صادر فرمایا جائے۔ اور ان سے فدیہ نہ لیا جائے عقیل کو علی کے حوالے کیجیے عباس کو حمزہ کے حوالے کیجیے اور فلاں کو میرے سپرد فرمائیے تاکہ ہم ان کی گردن اڑا دیں اس پر رسول اکرم نے فرمایا اللہ تعالیٰ واقف ہے جو اپنے بندوں کے دل دودھ سے زیادہ نرم کرتا ہے اور اکثر دلوں کو تمہاری طرح پتھر سے زیادہ سخت بنا دیتا ہے اور اے ابوبکر تمہاری مثال ابراہیم کی طرح ہے جنہوں نے کہا جس نے میری پیروی کی وہ میرا ہے اور جس نے میرا کہا نہ مانا تو اے اللہ تو بخشنے والا کرم پرور ہے۔ اور اے عمر تمہاری مثال نوح کی مانند ہے جیسا کہ انہوں نے ایک مرتبہ کہا تھا کہ اے اللہ اپنی زمین پر کسی کافر کا آباد گھر باقی نہ رکھ (بقیہ اگلے صفحہ پر)۔

تھی اسی سے یہ خرابی ہوئی اگر سوچ سمجھ کر لکھتے اور عنود تامل کو دخل دیتے تو ایسی غلطی کبھی نہ فرماتے اور فضیلت کی آیت کو معارضے میں پیش نہ کرتے خیر اب تو جو کچھ ہوا اب بجز اس کے کہ حضرات شیعہ افسوس کریں اور دل میں شرمائیں کیا ہوتا ہے۔ اے حضرات اسی سے ہم نے اوپر کہا ہے اور پھر کہتے ہیں کہ زرارہ اور ہشام کے اقوال ہی کی سند لایا کرو للہ خدا کے واسطے قرآن مجید کی طرف توجہ نہ کرو اور اس کی آیتوں سے سند نہ لاؤ اس لئے کہ تم کو اس کے مطلب سے واقفیت نہیں ہے اور اس کے شان نزول سے آگاہ نہیں ہو اور اس کو قرآن محرف اور بیاض عثمانی جانتے ہو اگر ہمیشہ دیکھا کرو اور اس کے نظم پر غور کرتے رہو تو ایسا دھوکا نہ کھاؤ ورنہ ایسے ہی مغالطے ہوں گے اور جس امر کے اثبات میں کوئی آیت لاؤ گے اسی سے تردید اس کی ہو گی اس قرآن دانی پر شاہ صاحب مؤلف تحفہ کے جواب لکھنے کا قصد کیا بلکہ ان کی طرف مقابل بننے پر اظہار عار وننگ فرمایا اور استاد کا یہ شعر جس کو صوارم میں خود حضرت نے لکھا ہے بھول گئے کہ شعر۔

مشو ہم پنجہ بامن گرچہ سحر سامری داری زبانم در سخن گفتن ید بیضا ست میگویم

میں اس بحث کو ابھی ختم نہیں کرتا اور ایک اور شبہے کو جو اکثر حضرات شیعہ کیا کرتے ہیں بیان کرتا ہوں کہ بعض حضرات کہا کرتے ہیں کہ پیغمبر خدا کی نسبت جو ناصبی یہ تہمت کرتے ہیں کہ وہ شیخین یا اور صحابہ سے مشورہ لیا کرتے تھے ان کی تہمت ہے یہ امر کیوں کر ممکن ہے کہ پیغمبر خدا صاحب الوحی والالہام کسی سے مشورہ کریں اور اس ابلہ فریبی کی تقریر کو سن کر جہلا گھبرا جاتے ہیں اور کہنے لگتے ہیں کہ سچ تو ہے کہ رسول مقبول جس پر ہر معاملے کے لئے وحی خدا بھیجے اور جس سے سب باتیں جبرئیل کہہ جادیں اور جن کی شان وما ینطق عن الہوٰی ہ ان ہو الا وحی یوحیٰ ہ ہو وہ ابوبکر یا عمر وغیرہ سے صلاح لیں بیشک یہ بات عقل کے خلاف اور قیاس سے باہر ہے اور ایسی تقریروں سے قرطاس وغیرہ کے مطاعن کو خوب رونق دیتے ہیں اس لئے میں ان حضرات سے کہتا ہوں کہ وہ اس آیت پر غور کریں جس کو مجتہد صاحب نے صحابہ کی برائی ظاہر کرنے کے لئے تحریر فرمایا ہے اور پھر ان کی تفسیروں کو دیکھو اور پھر

بقیہ حاشیہ صفحہ نمبر ۲۸۹) ؎ پارہ ۱۳ سورہ ابراہیم رکوع ۶۔ ترجمہ سو جو کوئی میری راہ پر چلا سو وہ تو میرا ہے اور جنے میرا کہا نہ مانا سو تو بخشنے والا مہربان ہے۔ ۱۲ موضح القرآن ؎ سورہ نوح پارہ ۲۹ رکوع ۲ ترجمہ اے رب چھوڑ زمین پر منکروں کا ایک گھر۔ ؎ پارہ ۲۷ سورہ نجم رکوع ۱ ترجمہ۔ اور نہیں بولتا اپنی چاؤ سے یہ تو حکم ہے جو پہنچتا ہے اس کو ۱۲ موضح القرآن۔

marfat.com

دیکھو کہ اس سے مشورہ کرنا صحابہ سے ثابت ہوتا ہے یا نہیں اور مشورہ دینے والوں میں سب سے اوّل ابوبکر صدیق کا اور عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا نام ہے یا نہیں دیکھو اور پھر دیکھو اور خوب غور سے دیکھو کہ مشورہ کرنا رسول کا ان سے اور صلاح دینا ان کا حضرت کو تمہارے مفسرین کے قول سے ثابت ہوتا ہے یا کچھ اس میں فرق ہے۔ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ہَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ کَرَّتَیْنِ یَنْقَلِبْ اِلَیْکَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّہُوَ حَسِیْرٌ سبحان اللہ شیعوں کو ایسے لوگوں کی نسبت منافق کا لفظ کہتے ہوئے کچھ خدا کا خوف رسول کا لحاظ بھی ہوتا ہے یا نہیں اور قیامت کے مواخذے سے بھی ڈرتے ہیں یا نہیں جناب مجتہد صاحب نے ایسے صحابۂ کبار کے منافق لکھنے میں یہ بھی خیال نہ کیا کہ آخر ایک روز انتقال کرنا ہے اور خدا کو جواب دینا ہے جو کچھ ہم کتاب میں لکھتے ہیں اس کا خدا کو کیا جواب دیں گے رسول کو کیا منہ دکھائیں گے جو ہم نے ان کے حواریین اور اصحاب کو جن سے وہ مشورہ لیتے تھے جن کو اپنا مصاحب بنائے ہوئے تھے منافق کہتے ہیں اگر یہ ڈر ہوتا اور اس پر یقین رکھتے ہوتے کہ قیامت کے دن جب ہاتھ میں نامۂ اعمال دیئے جائیں گے اور ذوالفقار کی کفریات پر ملائکہ عذاب، اِقْرَأْ کِتَابَکَ کَفٰی بِنَفْسِکَ الْیَوْمَ عَلَیْکَ حَسِیْبًا۔ خدا کی طرف سے کہیں گے اسوقت کیا حال ہوگا نہ ان کے مقلدین بچا سکیں گے نہ انکا اجتہاد کام آئے گا تو یہ تو یہ جان بوجھ کر یہ لوگ کفریات بکتے ہیں اور مراتب صحابہ پر یقین رکھ کر اسی سے انکار کرتے ہیں اور اپنے آپ کو مسلمان کہہ کر وہ لغویات منہ سے نکالتے ہیں کہ جن کو سن کر کفار بھی الامان الامان پکارتے ہیں حقیقت میں یہ نہ مبالغہ ہے نہ تعصب ہے امر حق کا اظہار ہے کہ جس طرح پر دین محمدی کو اس فرقے نے اور خوارج نے خراب کیا ہے وہ کسی دوسرے نے نہیں کیا وہ باتیں دین میں داخل کی ہیں کہ جن کو خدا کسی مسلمان کے کان تک نہ پہنچائے ان کے کفریات اور ہزلیات اور لغویات پر شیطان بھی حیران ہوگا اور وہ بھی ہیچ

مسلماں نشنواد و کافر مبیناد

ان کی شان میں کہنا ہوگا اگر کوئی حضرات شیعہ نہایت ہی غور کو دخل دیں اور اس آیت کو قرآن مجید کی مکرر سہ کرر عینک لگا کر پڑھیں اور دو چار مجتہد جی ان کے مل کر یہ فرماویں

۱؎ پارہ ۱۵۔ سورۂ بنی اسرائیل رکوع ۲۔ ترجمہ: پڑھ لے لکھا اپنا تو ہی بس ہے آج کے دن اپنا حساب لینے والا ۱۱ موضح القرآن۔ ۲؎ مسلمان کو نہ سنوائے اور کافر کو نہ دکھلاوے۔ ۳؎ پارہ ۲۹ سورۂ ملک رکوع ۱

marfat.com

کہ خاص آ ۔ ۔ یں تو ذکر مشورہ کرنے کا نہیں ہے اس لئے ہم اسے نہیں مانتے اور جو تفسیریں تم نے بیان کیں ان کو بھی ہم قبول نہیں کرتے اگر مشورہ لینے کا حکم خدا کا ہوتا تو اس آیت میں اس کا ذکر ہوتا جواب اس کا یہ ہے کہ قرآن کو ذرا اول سے آخر تک پڑھو اور دیکھو کہ خدا نے مشورہ کرنیکا حکم کیا ہے یا نہیں چنانچہ اب ہم اسی آیت کو بیان کرتے ہیں۔

دلیل سوم ۔ اللہ جلشانہ فرماتا ہے فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ لِنتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ۔[1] ترجمہ کہ بہ نسبت رحمت خدا کے تو ان پر نرم ہو گیا ہے اگر تو سخت ہوتا تو وہ تیرے پاس سے بھاگ جاتے پس عفو کر ان سے اور استغفار کر ان کے لئے اور مشورہ کر ان سے اور جب کسی کام کرنے پر مستعد ہو جا تو خدا پر بھروسہ کر کہ خدا پر بھروسہ کرنیوالوں کو دوست رکھتا ہے خیال کرنے کی بات ہے کہ جناب احدیت کس قدر عنایت سے پیغمبر خدا کو صحابہ پر رحم کرنے کا اور ان کے زلات اور قصورات کو معاف کرنے کا اور ان سے مشورہ لینے کا حکم کرتا ہے اور اس سے کیسی کچھ خدا کی مہربانی صحابہ کی نسبت ظاہر ہوتی ہے پس اس سے زیادہ اصحاب رسول کی فضیلت کے لئے کونسی دلیل و برہان چاہیے اور آیات خدا سے بڑھ کر کس کی شہادت ہم پیش کریں اب ہم اس آیت کی تفسیر کو جو علما شیعہ نے کی ہے بیان کرتے ہیں۔ علامہ طوسی مجمع البیان میں فرماتے ہیں کہ (فاعف عنہم ما بینک وبینہم واستغفر لہم بینہم وبینی وقیل معناہ فاعف عنہم فرارہم بالحدو استغفر لہم من ذالک الذنب وشاورہم فی الامر ای استخراج ائہم واعلم ما عندہم واختلفوا فی فائدۃ مشاورتہ ایاہم مع استغناء ما یوحی عن تعرف صواب الرای من الجا علی اقوال احدہا ان ذالک علی وجہ التطییب لنفوسہم والتالف لہم والرفع من اقدارہم لیتبین انہم ممن یوثق باقوالہم ویرجع الی آرائہم عن قتادۃ والربیع وابن اسحاق وثانیہا ان ذالک لتقتدی بہ امتہ فی المشاورۃ ولم یرہا نقیصۃ کما مدحوا بان امرہم شوریٰ بینہم عن سفیان بن عیینۃ وثالثہا ان ذالک لامرین لاجلال اصحابہ ولیقتدی امتہ فی ذالک عن الحسن والضحاک ورابعہا ان ذالک لیمتحنہم بالمشارۃ لیتمیز الناصح من الغاش وخامسہا ان ذالک فی امور الدنیا ومکائد الحرب ولقاء العدو وفی مثل ذالک یجوزان یستعین بآرائہم عن ابی علی الجبائی انتہی بلفظہ۔ یعنے خدا کے اس کہنے کا کہ معاف کر ان سے یہ مطلب ہے کہ جو کچھ تیرے اور ان کے بیچ میں ہے اور اگر اس میں وہ چوک جاویں یا کچھ تیرا قصور کریں تو تو معاف کر اور استغفار

[1] پارہ ۴۔ سورہ آل عمران، رکوع ۱۷۔ ترجمہ سو کچھ اللہ کی مہر ہے جو تو نرم دل ملا ان کو اور اگر ہوتا سخت گو اور سخت دل تو منتشر ہو جاتے تیرے گرد سے سو تو ان کو معاف کر اور ان کے واسطے بخشش مانگ اور ان سے مشورت لے کام میں (۱۲۔ موضح القرآن)

marfat.com

کہ ان کے لئے اس کا یہ مطلب ہے کہ جو معاملے ہمارے اور ان کے بیچ میں ہے اور اس میں وہ چوک جائیں یا گناہ کریں تو تو ان کی معافی کے لئے ہم سے استغفار کر اور مشورہ کر ان سے اس کا یہ مطلب ہے کہ ان کی رائے لے اور دیکھ کہ وہ کیا کہتے ہیں۔ اور پھر یہ فقیر بیان کرتا ہے کہ مشورہ لینے کے فائدہ میں اختلاف ہے کہ باوجود مستغنی ہونے پیغمبر خدا کے بوجہ وحی کے دریافت رائے صواب سے کسی بندے سے مشورہ لینے کا کیوں حکم ہوا اور اس میں لوگوں نے بہت سے قول کہے ہیں۔

اوّل قول ۔ یہ کہ یہ حکم اس لئے ہے کہ تاکہ اصحاب رسول کے دل خوش ہوں اور ان کو محبت اور الفت پیدا ہووے اور ان کا مرتبہ بلند ہو اور قدر ان کی ہو کہ یہ بھی ان لوگوں میں سے ہیں جن کے قول پر اعتماد کیا جاتا ہے اور جن سے رائے لی جاتی ہے یہ قول ہے قتادہ اور ربیع اور ابن اسحاق کا۔

دوسرا قول ۔ یہ ہے کہ تاکہ امت نبوی اس کی اقتدا کریں اور اس کو عیب نہ سمجھیں جیسا کہ صحابۂ رسول کی تعریف میں کہا جاتا ہے کہ وہ جو کام کرتے تھے سو صلاح و مشورے سے کرتے تھے یہ قول ہے سفیان بن عیینہ کا۔

تیسرا قول ۔ یہ ہے کہ اس سے دو فائدے منظور تھے ایک صحابہ کی عزت دوسرے امت کی اقتدا اس باب میں قول ہے حسن او ضحاک کا۔

چوتھا قول ۔ یہ ہے کہ امتحان ہو جاوے کہ دوست کون ہے اور دشمن کون۔

پانچواں قول ۔ یہ ہے کہ یہ مشورہ لینے کا حکم امور دنیا میں اور لڑائی کی باتوں میں ہے اور ایسی باتوں میں ان سے صلاح لینا جائز ہے۔ یہ قول ہے ابی علی جبائی کا فقط اس تفسیر سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

اول یہ کہ خدا اپنے پیغمبر سے فرماتا ہے کہ اگر یہ لوگ بمقتضائے بشریت تیرا قصور کریں تو تو اسے معاف کر دے اور اگر میرا گناہ ان سے ہو جاوے تو ان کے لئے مجھ سے استغفار کر سبحان اللہ کیا مہربانی ہے خدا کی حال پر صحابہ کے کہ ان کی خطاؤں کو عفو کے لئے اپنے پیغمبر سے ان کی سفارش کرتا ہے اور ان کے گناہوں کے خود معاف کرنے کے لئے اپنے پیغمبر کو ان کے واسطے شفاعت کا حکم دیتا ہے افسوس ہے شیعوں کے حال پر کہ وہ ایسے ہی لوگوں کو کافر و منافق کہتے ہیں۔

marfat.com

دوسرے یہ کہ جنگ احد کے فرار کا عفو اس سے ثابت ہوتا ہے جس پر بہت کچھ زبان داری حضرات شیعہ کرتے ہیں۔

تیسرے یہ ثابت ہوا کہ صرف ان کے اظہار قدر و منزلت کے لئے خدا نے یہ حکم پیغمبر صاحب کو دیا کہ ان سے مشورہ کیا کرو۔ اس تفسیر کی نسبت اگر بعضے حضرات یہ فرماویں کہ قتادہ وغیرہ اہلسنت تھے جس سے صاحب مجمع البیان نے ان اقوال کو نقل کیا ہے بجواب اس کے ہم کہیں گے کہ جو کچھ اقوال مختلفہ کے نقل کرنے سے پہلے مفسر موصوف نے کہا ہے وہ تو کسی سے نقل نہیں کیا اور جن اقوال کو اس نے نقل کیا ہے وہ فوائد اور وجوہ ہیں مشورہ لینے کے ہیں اگر تم کسی قول کو منجملہ ان اقوال کے نہ مانو تو ذرا بیان فرماؤ کہ خود صاحب مجمع البیان کا کیا قول ہے اور پھر شاورہم فی الامر کے کیا معنی ہیں اور اس حکم دینے کے کیا فائدے ہیں۔

دلیل چہارم ۔ یہ سب مسلمان جانتے ہیں کہ سب سے پہلے لڑائی بدر کی ہے اور جو لوگ اس میں پیغمبر خدا کے ساتھ تھے انکا بڑا رتبہ ہے اس لئے کہ اللہ جلشانہ نے فرشتوں کو مدد کے لئے بھیجا اور آیات قرآنی نازل کرکے اپنے احسان کو ظاہر کر دیا اسی واسطے تمام اصحاب نبوی میں وہی لوگ بڑے رتبے کے شمار ہوتے تھے جو کہ اس لڑائی میں شریک تھے۔ اب ہم کو دیکھنا چاہیئے کہ وہ اصحاب جن کو حضرات شیعہ کافر اور منافق کہتے ہیں وہ اس لڑائی میں کس طرف تھے پیغمبر صاحب کی طرف یا کفار کی طرف اگر کوئی حضرات شیعہ یہ ثابت کر دے کہ خلفا ثلثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اسوقت پیغمبر صاحب کی طرف نہ تھے اور وہ اس لڑائی میں شریک نہ تھے تو ہم ان کے دعوی کو تسلیم کرتے ہیں اور اگر ہم ثابت کر دیں کہ عین معرکہ میں موجود تھے بلکہ خاص پیغمبر صاحب کی خدمت میں حاضر تھے تو حضرات شیعہ کو چاہیئے کہ وہ تشیع سے فارغ خطی لکھدیں اس لئے میں لڑائی کے شروع ہونے اور عین لڑائی کے وقت کا حال حملہ حیدری سے نقل کرتا ہوں کہ ایسا متعصب کیا لکھتا ہے لڑائی شروع ہونے سے پہلے کا حال مؤلف موصوف اس طرح لکھتا ہے کہ جب پیغمبر خدا نے سنا کہ مشرکین قریش واسطے لڑائی کے آتے ہیں تب اپنے اصحاب سے مشورہ کیا تو اسوقت سب سے اوّل حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر نے جواب دیا اور جہاد پر آمادہ ہونے پر اپنی رغبت ظاہر کی چنانچہ اشعار اس کے یہ ہیں۔

اشعار

پس از این خبر سید المرسلین یکی انجمن ساخت با اہل دین

marfat.com

بفرمود آنگہ باصحاب خویش　　کہ ای حق پرستان پاکیزہ کیش
برآئید کز کعبہ اہل جفا　　کمر بستہ بر کین وپرخاش ما
رسیدند نزدیک آمد خبر　　بیائید خود ہم بروز دگر،
شمار اکنوں چیست تدبیر کار　　کہ دشمن رسید از پئے کارزار
بپا شیخ ابوبکر از جائے خاست　　وزاں پس عمر نیز قد کرد راست،
بگفتند یا سید المرسلین　　قدم پیش بگذار و مارا بہ بین،
کہ با دشمن دین چہا می کنیم؟　　چہ سان در پیت جان فدا می کنیم
وزاں پس زجا خاست مقداد نیز　　بگفت ای حبیب خدا ای عزیز
بود تا بتن جان و در کف توان　　بیاریم شمشیر بہ دشمنان
ازان گشتہ خوش دل رسول خدا　　بفرمود در حق ایشاں دعا
چنین خواست پس بہترین بشر　　کہ از راز انصار یابد خبر
دگر بار فرمود کائے دوستان　　چہ گوئید اندر حق دشمنان
زجا خاست ابن بار سعد معاذ　　چنیں گفت از روی صدق ونیاز
کہ با جان ودل با ہمیں عہد وست　　بدست تو روزیکہ دادیم ہست
سر ومال وفرزند وخویش وتبار　　ہماں روز کردیم بر تو نثار
پیمبر بر ایشاں نمود آفریں؟　　براں صدق وایمان انصار دین

پس اے حضرات امامیہ ذرا منافقین کے ایمان اور جان نثاری کو خیال کرو اور ان کے صدق واخلاص کو دیکھو سمجھو تو کہ ابوبکر صدیق اور عمر فاروق ایسے منافق تھے کہ سب سے پہلے جان بازی پر مستعد ہوئے اور اوّل سب سے پیغمبر خدا سب کے سانجھے ہوئے اور اپنے اخلاص کو اپنے اعمالوں سے سب پر ظاہر کر دیا اور خطاب افضل المہاجرین کا خدا کے حضور سے پایا اے حضرات پیغمبر خدا کو مدینے کے منافقین نے جو بعد شوکت اسلام کے ظاہر میں کلمہ گو ہو گئے تھے ایسے ہی اخلاص کے جواب دیئے ہیں اور وقت پر اسی طرح کا ساتھ دیا ہے اور رسول مقبول نے ان منافقوں کے حق میں اسی طرح دعا اور آفرین کی ہے۔

مجتہد صاحب اپنی ذوالفقار[1] میں منجملہ اور آیات کے جو اثبات فضائل صحابہ کے

---

[1] عبارت ذوالفقار مطبوعہ مطبع مجمع البحرین لدھیانہ ۱۲۸۱ھ صفحہ نمبر ۶۳ سطر ۱۴ ۱۶ منہ۔

معارضے میں پیش کی ہیں ایک یہ آیت لکھتے ہیں :-
[1] اِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَۃٌ مُّحْکَمَۃٌ وَّذُکِرَ فِیْھَا الْقِتَالُ رَاَیْتَ الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِھِمْ مَّرَضٌ یَّنْظُرُوْنَ اِلَیْکَ نَظَرَ الْمَغْشِیِّ عَلَیْہِ مِنَ الْمَوْتِ مگر جب کوئی سورت جہاد کی نازل ہوتی ہے تو جن کے دل میں بیماری ہے وہ تجھے اے پیغمبر بری نگاہ سے دیکھتے ہیں اور اس آیت کو گویا وہ حق میں خلفاء ثلثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے صادق سمجھتے ہیں آیۃ :- [2] اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَھَاجَرُوْا وَجَاھَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللہِ بِاَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ اَعْظَمُ دَرَجَۃً عِنْدَ اللہِ :- کی نسبت فرماتے ہیں کہ [3] (پس شک نیست دریں کہ از صحابہ کسانیکہ ایمان داشتند و ہجرت و جہاد بہ نیت صحیح کردند دلالت بر فضیلت آں ہا دارد لیکن چوں ایمان غاصبین حق ولایت و ہجرت ایں ہا بہ نیت درست بہ ثبوت نہ رسیدہ استدلال بدیں آیات بر فضیلت ایشاں نتواں نمود لاسیما، نظر بایں کہ او سبحانہ تعالیٰ مقارن ایں ہر دو صفت صفت جہاد را نیز مذکور نمودہ و کیفیت جہاد ایشاں در جنگ احد و خیبر و حنین وغیرہا اظہر من الشمس ست پس ایشاں را ازیں آیہ بہرہ نخواہد بود بلکہ ایشان از مصداق قول او سبحانہ تعالیٰ (و من یولہم یومئذ دبرہ الخ خط وافر دارند) پس کوئی شخص حملہ حیدری کے ان اشعار کو حضرت کی قبر پر پڑھ دے کہ شاید ان کی روح کو خبر ہو جاوے کہ ان کی ساری تقریر و تحریر انہیں کے ایک شاعر کے قول سے رد و باطل ہو گئی بعد وفات بڑے قبلہ و کعبہ کے جب ان کے ولیعہد اور صاحبزادے یعنی دوسرے قبلہ و کعبہ مولوی

---

[1] پارہ ۲۶۔ سورہ محمد رکوع ۲ ترجمہ جب اتری ایک سورت جانچی ہوئی اور ذکر ہوا اس میں لڑائی کا تو تو دیکھتا ہے جن کے دل میں روگ ہے تکتے ہیں تیری طرف جیسے تکتا ہے کوئی بے ہوش پڑا مرنے کے وقت ۱۲ موضح القرآن)

[2] پارہ ۱۰۔ سورہ توبہ رکوع ۳ ترجمہ۔ جو یقین لائے اور گھر چھوڑ آئے اور لڑے اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے ان کو بڑا درجہ ہے اللہ کے پاس ۱۲ موضح۔

[3] عبارت ذوالفقار مطبوعہ مطبع البحرین لدھیانہ ۱۲۸۱ھ صفحہ ۶۳ سطر ۱۹-۲۰۔ فقط ۱۲ منہ۔

[ع] ترجمہ اس میں شک نہیں کہ صحابہ میں سے جو مسلمان تھے اور ہجرت و جہاد صحیح نیت سے کیا یہ ان کی فضیلت کی دلیل ہے۔ لیکن جب کہ غاصبین حق ولایت نے ایمان اور ہجرت کی نیت کی درستگی کا ثبوت بہم دست نہیں ہوا ہے تو آیات متذکرہ سے ان کی فضیلت کا استدلال درست نہیں ہو سکتا۔ خاص طور پر اس امر کے پیش نظر کہ اللہ نے ان دونوں صفات کے ساتھ صفت جہاد کا بھی تذکرہ کیا ہے اور غاصبین حق ولایت کے جہاد کی کیفیت جنگ احد خیبر و حنین وغیرہ میں روز روشن ہے اس لئے ان کو ان آیات سے بہرہ مند نہیں کیا جا سکتا بلکہ یہ لوگ اللہ کے موافق اور جن لوگوں نے آج کے دن پیٹھ پھیری" کے حقدار ہیں۔

سید محمد صاحب نے حملہ حیدری کی اصلاح کی تھی اور اس کو تصیح کر کے نظر ثانی فرمائی تھی تب امید تھی کہ شاید وہ ان اشعار کو دیکھ کر متنبہ ہوں گے اور اپنے والد ماجد کی تحریر پر خط نسخ کھینچ دیں مگر افسوس ہے کہ انہوں نے دیانت کی آنکھ بند کر لی اور ذوالفقار کے اوپر ان اشعار کا حاشیہ نہ لکھ دیا تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جاتا کہ حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس جہاد میں جو کہ سب سے اول ہوا کس فریق میں تھے منافقین کے یا مخلصین کے اور انہوں نے رسول مقبول کی خدمت میں سب سے اوّل لڑائی پر امادگی ظاہر کی تھی یا اور کسی نے اور لڑائی کے وقت پیغمبر صاحب کی خدمت میں حاضر تھے یا نہیں۔

باقی رہا حال لڑائی احد اور خیبر وغیرہ کا کہ بار بار مجتہد صاحب کے قلم سے احد اور فدک اور قرطاس کا لفظ نکلتا ہے اور ہر ورق اور ہر صفحہ میں موقع اور بے موقع اسی کا نام آتا ہے سو حضرات امامیہ ذرا صبر کریں دوسرا حصہ مطاعن صحابہ کے جواب کا چھپنے دیں تب اس کی بھی حقیقت کھل جائیگی اور جو کچھ حضرت نے لکھا ہے اس کا حال سب کو معلوم ہو جاوے گا مگر بالفعل ایک آیت کو لکھ کر اس کا جواب دیتا ہوں کہ جنگ احد میں جو صحابہ سے لغزش ہو گئی تھی اس کو خدا قرآن مجید میں بیان فرماتا ہے کہ [1] إِنَّ الَّذِينَ تَوَلَّوْا مِنكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ إِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطَانُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوا وَلَقَدْ عَفَا اللَّهُ عَنْهُمْ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ [1] پس اس کو خدا نے خود صاف کر دیا بعد اس کے عفو کے اسکا تکذیب کرنا ہے کہ اس کو بھی مجتہد صاحب نے ظاہر کر دیا اور خدا کو جھٹلا دیا ونعوذ باللہ منہ چنانچہ اسے ذوالفقار میں فرماتے ہیں کہ [2] فرار صحابہ در روز احد متیقن و عفو ایشان بحیثیتی کہ مطلق ماوای ایشاں در جہنم نباشد مشکوک والیقین لا یزول الا بیقین مثلہ ؛ اب ذرا غور سے حضرت کے الفاظ کو جو ہم نے اوپر مختصر انقل کئے دیکھنا چاہیئے کہ خدائے جل شانہ تو صاف فرماتا ہے لقد عفا اللہ عنہم کہ جو میں نے ان کو معاف کر دیا اور حضرت فرماتے ہیں کہ عفو یقینی نہیں ہے۔ اب جو شخص خدا کے قول کو بھی جھٹلا دے اور اللہ جلشانہ کے کلام میں بھی شک کرے اور اس کو یقینی نہ سمجھے گا عجب حال ہے ان حضرات کا کہ صرف اصحاب نبوی کی عداوت سے

---

[1] پارہ ۴۔ سورہ آل عمران رکوع ۱۶۔ ترجمہ جو لوگ تم میں ہٹ گئے جس دن ٹھہریں دو فوجیں سو ان کو ڈگا دیا شیطان نے کچھ ان کے گناہ کی شامت سے اور انکو بخش چکا اللہ اللہ بخشنے والا ہے تحمل رکھتا مرضح [2] جنگ احد میں صحابہ کا فرار امر واقعی ہے اور انکی بخشش اس [...] بار انکا ٹھکانہ دوزخ میں نہ ہوگا مشکوک ہے۔ اور کلیہ قاعدہ یہ ہے کہ یقین ذریعہ یقین ہی رفع کیا جاتا ہے۔

ایسے جاہل اور خدا ناشناس ہو گئے ہیں کہ ایسی صریح اور صاف آیات آلہی میں بھی شک کرتے ہیں۔ خیر اس وقت تو اس بحث کا موقع نہیں ہے مطاعن کے باب میں ہم اس اعتراض کو تفصیل کے ساتھ بیان کر کے حضرات شیعہ کی خدمت میں پیش کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔

اب میں پھر جنگ بدر کا حال لکھتا ہوں غرضکہ لڑائی شروع ہونے سے پہلے جو حال مہاجرین وانصار کا تھا وہ تو ظاہر ہو گیا اب میں عین لڑائی کے وقت کا حال اسی کتاب سے نقل کرتا ہوں اے مومنو سنو مؤلف موصوف لکھتا ہے کہ جب لڑائی کی صفیں آراستہ ہو گئیں اور لڑائی قریب تھی کہ شروع ہو تب پیغمبر خدا نے بحضور کبریا دعا کی اور جو کچھ حضرت نے دعا میں فرمایا اس کا حال ان اشعار سے ظاہر ہوتا ہے۔

اشعار حملۂ حیدری کے حال میں جنگ بدر کے

پس آورد رو سوی یزدان پاک	بنالید و مالید رورا بہ خاک
بگفت ای نمایندۂ عدل وداد	فرستندۂ انبیا بر عباد
تو دانی کہ من رہنمائے قریش	بہ حکم تو بودم نہ بر رای خویش
کشیدم بر ایشاں بحکم تو تیغ	مکن نصرت خویش از من دریغ
الٰہی گر این چند تن از عباد	کہ کردند حکم ترا انقیاد
بحکم تو بستند ہر کس میان	نہ دیدند بیش و کم دشمنان
بماند از فتح کوتاہ دست	بیابند از دست دشمن شکست
بروی زمین تا قیامت دگر	نہ گردد پرستندہ ای داد گر
باین زاری و عجز او بجہیدہ بود	کہ خواہش بفرمان حق در ربود
دران دم صف خشم نزدیک شد	ز بس گرد خورشید تاریک شد
ابوبکر نزد نبی داشت جائے	بگفت ای بحق خلق را رہنمائی
درآمد بہ تنگی سپاہ ضلال	چہ فرمائی اکنون برای قتال

کہاں ہے انصاف کی آنکھ اور ایمان کے کان جو حضرات شیعہ اس مؤلف کے الفاظ کو دیکھیں اور سنیں اور اس کے مطلب کو سوچیں کہ ساری نفاق کی باتیں اور کفر کے کلمے خاک میں مل گئے اور ایمان بھی اور اخلاص بھی اور ہجرت بھی اور نصرت دیاری بھی

marfat.com

سب کا مہاجرین وانصار کی نسبت ثبوت ہو گیا۔ اے مسلمانوں خدا کے لئے دیکھو کہ اب اس سے زیادہ اصحاب نبوی کی فضیلت کیا ہوگی کہ پیغمبر خدا ان کے حق میں خدا سے عرض کرتے ہیں کہ خدایا ان چند آدمیوں نے صرف تیرے حکم سے جہاد پر مستعدی کی ہے اگر ان کو شکست ہوئی اور یہ مارے گئے تو پھر قیامت تک کوئی تیری عبادت نہ کرے گا۔ پس اہل سنت اور کیا کہتے ہیں انہیں، باتوں پر اصحاب نبوی سے محبت رکھتے ہیں اور ایسی ہی فضیلتیں ان کی بیان کرتے ہیں جب پیغمبر خدا ان کے حق میں یہ فرماویں کہ یہی لوگ تیری عبادت پھیلانے اور تیرے نام بلند کرنے کا ذریعہ ہوں گے اگر یہ مارے گئے تو دین کا خاتمہ ہو جائے گا اور قیامت تک کوئی تیرا نام نہ لے گا اور قیامت تک کوئی تیرا نام نہ لے گا تو کیونکر ہم اہل سنت ان کو مومن اور مخلص نجانیں اور کس طرح صرف ایک عبداللہ ابن سبا یہودی کے بہکانے سے ایسے پاک لوگوں کو منافق کہہ کر ایمان سے دست بردار ہوں اور خدا کی قدرت کا تماشا کرنا چاہیئے کہ اس مقام پر بھی اس مؤلف کے قلم سے خدا نے نام ابوبکر صدیقؓ کا لکھوا دیا اور وہ بھی ایسے موقع پر کہ جس سے قربت نبوی ثابت ہوتی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ پیغمبر صاحب کے برابر ہی کھڑے تھے جیسا کہ مؤلف موصوف فرماتا ہے کہ مصرع۔

ابوبکر[1] نزد نبی داشت جائے

اے یارو کیا مؤلف حملہ حیدری کا ناصبی اور سنی ہے جس نے اپنے مذہب کی خاطر سے ابوبکر صدیق کا نام لکھ دیا یا اس کو ابوبکر صدیق سے محبت تھی جس وجہ سے اس نے ان کے حق میں یہ کچھ کہہ دیا آخر کیا سبب ہے خدا کے لئے کچھ سبب تو اس کا بتلاؤ بجز اس کے بھائیو دوسرا کوئی سبب نہیں ہے کہ قربت نبوی حضرت ابوبکر صدیق کو ایسی حاصل تھی کہ اس سے انکار کرنا اور ان کا نام نہ لکھنا درحقیقت آفتاب کو چھپانا تھا بادل بے بدل کو مجتہد صاحب کی سی جرأت نہ ہوئی کہ وہ ایسی کھلی ہوئی بات کو چھپاتا اور جو بات تمام مہاجرین اور انصار میں مشہور تھی اور جس کا شہرہ اس وقت سے اب تک ہے اس سے انکار کرتا۔ اے مومنین ذرا غور کرو کہ جو دعا پیغمبر خدا نے اصحاب کی نسبت کی ہے اور جو حال ان کا خدا کے سامنے انہوں نے بیان کیا ہے اس سے بھی ان کا نفاق ثابت ہوتا ہے کیا منافقوں کے حق میں پیغمبر خدا نے ایسا ہی ارشاد کیا ہے کیا منافقوں کے حق میں یہ پیغمبر خدا نے فرمایا ہے کہ اگر فتح نہ ہوگی تو خدایا تیری

---

[1] ابوبکرؓ رسول اللہ کے پاس ہی تھے۔

marfat.com

عبادت قیامت تک پھر کوئی نہ کرے گا کیا باوجود ایسی نص صریح ہونیکے کی جس کا ثبوت تمہارے ہی مذہب والوں کے کلام سے ہوتا ہے تم ان کو کافر اور منافق کہتے رہو گے اور کیا ایسی باتوں کو سن کر بھی نفاق سے توبہ نہ کرو گے اگر باوجود اس کے بھی تم ان کی نسبت نفاق کا اطلاق کرو تو معلوم ہوتا ہے کہ تمہاری اصطلاح میں اخلاص اور ایمان اور قربت نبوی کے معنی نفاق کے ہیں لامشاحۃ فی الاصطلاح مجتہد صاحب بار بار اپنی کتاب ذوالفقار وغیرہ میں یہی فرماتے ہیں کہ شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور ان کے متابعین کی نیت بخیر نہ تھی اور جب تک نیت، بخیر ہونے کا حال نہ معلوم ہو اثبات فضیلت کی مصداق سے ان کو کچھ حصہ نہیں ہے اس لئے میں نہایت ادب سے عرض کرتا ہوں کہ اگر خوارج لعنہم اللہ یہی سوال بہ نسبت جناب امیر علیہ السلام کے کریں تو اے حضرات شیعہ تم کیا جواب دو گے اگر قرآن مجید سے ان کا نام نکال دو اور پھر ہم ابو بکر صدیق کا نام نہ نکال دیں تو بیشک تم سچے ہم جھوٹے جب قرآن مجید میں تو کسی کا نام ہی نہیں ہے تو جس طرح تم ابو بکر صدیق کی فضیلت سے باوجود ان کے عالی مراتب سے باوجود ان کے ان فضائل اور درجات کے انکار کرتے ہو اسی طرح پر وہ جناب امیر کے فضائل سے باوجود ان کے عالی مراتب کے انکار کرتے اب ذرا غور کرو کہ جب تم جناب امیر کے فضائل کو ان کے اعمال اور حالات سے ثابت کرو گے اور ان کی صدق نیت کو جو کہ امر ناطق ہے ان کے اعمال حسنہ ظاہری سے ظاہر کرو گے ہم ابو بکر صدیق کی نسبت ثابت کرتے ہیں ذرا غور سے دیکھو کہ جس طرح پر تم آیہ إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ [1] سے امامت حضرت علی کی ثابت کرتے ہو کیا اس کے برابر یہی ہمارا ثبوت صدق نیت کا ہجرت میں نسبت ابو بکر صدیق کے نہیں ہے آیہ انما ولیکم اللہ میں تو کوئی ایسی تمیز خاص کے باب میں نہیں ہے جیسے کہ آیہ غار میں ہے کہ وہاں إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ [2] کا صاف لفظ ہے جو دلالت کرتا ہے کہ مراد اس سے وہی یار ہے جو غار میں تھا اور غار میں ہونا سوای ابو بکر صدیق کے دوسرے کا کسی کے قول سے بھی ثابت نہیں ہوتا پس غور کرو کہ قرآن مجید سے تمہارا دعویٰ ثابت ہوتا ہے یا ہمارا ۔

[1] پارہ ۶ ۔ سورہ مائدہ ۔ رکوع ۸ ۔ ترجمہ تمہارا رفیق وہی اللہ ہے اور اس کا رسول اور ایمان والے جو قائم ہیں نماز پر اور دیتے ہیں زکوٰۃ اور وہ نوے ہیں ۔ موضح القرآن

[2] پارہ ۱۰ ۔ سورہ توبہ ۔ رکوع ۶ ترجمہ کہنے لگا اپنے رفیق کو ۱۲ موضح ۔

ذرا اور دونوں کو ملا کر دیکھو اور انصاف کرو کہ کون اپنے دعوے میں غالب ہے اور کون ضعیف

شعر

آشنانے سے شانے کو ملا دیکھ قدمین ہمیں کچھ بلند ہوں گے

قرآن کو جانے دو اس کو بیاض عثمانی سمجھ کر اس کی سند نہ لو تو اپنے اور اپنے بھائیوں خوارج کی کتابوں پر نظر کر دو دیکھیں تم خوارج مخذولوں کی کتاب سے جناب امیر کے کس قدر فضائل ثابت ہوا اور پھر ان کو گن کر علیحدہ کرو اور پھر ہم سے شمار کر کے اس سے تین حصے زیادہ صحابہ کے نسائل ثابت کرتے ہیں اپنی کتابوں کی سند لو آخر جب ایک فرقہ خوارج کا دشمن اہل بیت ہو گیا اس نے کیا کیا نہیں کیا ہے جو کہ تم صحابہ کی نسبت کرتے ہو وہ بھی جناب امیر کو ساری فضیلتوں کی آیتوں سے ویسا ہی خارج سمجھتے ہیں۔ ونعوذ باللہ من ھفوانہم جیسا کہ تم خلفائے راشدین کو وہ بھی ساری مطاعن کی آیتوں کو ذات پاک سید الاولیا کی نسبت صادق سمجھتے ہیں جیسا کہ تم صحابہ کبار کی نسبت وہ بھی ساری خوبیوں سے جناب امیر علی بن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی اسی طرح انکار کرتے ہیں جس طرح کہ تم اصحاب نبوی کی خوبیوں سے وہ بھی ہزاروں اعتراض اور مطاعن جناب امیر کی شان میں قائم کرتے ہیں جیسا کہ تم پیغمبر صاحب کے یاروں کی شان میں وہ بھی اسی برائی سے ان کے پاک نام کو لیتے ہیں جیسا کہ تم صحابہ کے ناموں کو غرضکہ ایک ترازو میں تم اپنے آپ کو اور خوارج کو تول لو دونوں کا پلہ برابر ہے نہ تم کم ہو نہ وہ زیادہ نہ تم زیادہ ہو نہ وہ کم ہیں۔

پس ذرا انصاف کرو کہ جب تم نے دشمنی صحابہ کو اپنے معتقدات اور اصول دین میں قائم کر لیا تو تم ان کی فضیلت کا کیونکر اقرار کرو گے لیکن خدا کی شان ہے کہ اپنے رسول کے یاروں کی فضیلت ظاہر کرنے کے لئے تمہارے ہی مذہب کے عالموں اور محدثوں کی، کی زبان سے بعض کلمے فضیلت کے ظاہر کر دیئے اور کیسی باتیں ان کی قدر و منزلت کی تمہارے مؤرخین کے قلم سے نکال دیں کہ اگر وہ سب جمع کی جاویں تو نام بنام خلفاء راشدین کی شان میں ہزار حدیث واقوال سے متجاوز ہوں گے اور جس سے ان کے ایمان اور اخلاص اور جہاد اور امامت اور خلافت سب کا ثبوت اچھی طرح پر ہو گا چنانچہ بطور نمونے کے میری اس چھوٹی سی کتاب میں سو حدیث واقوال واخبار سے زیادہ ہوں گے اور جس میں باقرار تمہارے محدثین کے ائمہ علیہم السلام کی زبان سے ان کی صدیقیت اور امامت اور فضیلت

کا ثبوت ہوتا ہے پس ان سب کو جب تم سنتے ہو تو کیا یہ خیال نہیں ہوتا کہ باوجود اس بغض و عناد کے جب ہمارے محدثین و علما کے اقوال سے ان کے فضائل ثابت ہوتے ہیں تو حقیقت میں وہ کیسے افضل ہوں گے اگر حقیقت میں تم سوچ کر اور سمجھ کر جاتے ہو اور بمقتضائے الحزب النار علی النار کے ترک مذہب کو گوارا نہیں کرتے تو خیر مجبوری ہے اور اگر نہیں سمجھتے ہو تو پھر ایسی سمجھ کا کیا علاج خدا کی کتاب سے سمجھایا مہاجرین و انصار کی شان میں آیات بینات کو کھول کر دکھایا احادیث نبوی کو جو تمہارے ہی کتابوں میں ہے نقل کر کے ان کی فضیلت کو ثابت کیا اقوال ائمہ کرام سے تمہارے ہی مذہب کے موافق ان کے ایمان اور مراتب کو ظاہر کیا ان کے اعمال حسنہ کو بھی تمہارے مؤرخین و علماء کی شہادت سے ثابت کر دیا اور پھر جب تم کہو تو یہی کہو کہ نیت اصحاب کی بخیر نہ تھی اور وہ منافق تھے تو سوائے خدا کے جس کی شان ہے کہ [1]یھدی من یشاء و یضل من یشاء ہم تم کو ہدایت نہیں کر سکتے اور ہم کسی نسخہ سے تمہاری بیماری کی دوا نہیں دے سکتے [2]لنا اعمالنا ولکم اعمالکم شعر۔

ہمارا کام کہہ دینا تھا یارو اب آگے چاہے تم مانو نہ مانو

غرضکہ جو آیۂ [3]لولا کتاب من اللہ کو مجتہد صاحب نے معارضے میں پیش کیا تھا اس نے کس خوبی سے صحابہ کے فضائل کو ثابت کیا خصوصاً حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں باقرار علماء شیعہ پیغمبر خدا نے کیا کچھ فرمایا سبحان اللہ صحابہ کے نقص و عیب ثابت کرنے کے لئے جو سارے قرآن کو ڈھونڈھ کر حضرت نے آیتیں نکالیں اُن سے بھی ان کی فضیلتیں ثابت ہوئیں پس جو آیتیں خاص ان کی فضیلت میں ہیں انکا حال اسی پر قیاس کرنا چاہیئے کہ ان سے کیا کچھ فضیلت ثابت ہوئی ہو گی جو کہ تین آیتوں سے جنکا ذکر مجتہد صاحب نے کیا تھا بفضلہ فراغت ہو گی اب میں ایک اور چوتھی آیت کو نقل کرتا ہوں جس کو مجتہد صاحب نے اظہار معائب صحابہ کے لئے ذوالفقار میں نقل کیا ہے۔

قولہ تعالیٰ [4]مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَىٰ حَتَّىٰ يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللَّهُ يُرِيدُ الْآخِرَةَ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝ اس آیت کے لکھنے سے غرض حضرت کی یہ

---

[1] ترجمہ ہدایت کرے وہی اللہ جسے چاہے اور گمراہ کرے وہی اللہ جسے چاہے مولوی عبدالعزیز سلمہٗ

[2] پارہ ۲۵ سورہ شوریٰ رکوع ۲ ترجمہ ہم کو ملتے ہیں ہمارے کام اور تم کو تمہارے کام ۱۲ موضح القرآن۔ [3] لولا کتاب کا ترجمہ صفحہ میں دیکھو ۱۲ امنہ۔ [4] پارہ ۱۰ سورہ انفال رکوع ۹ ترجمہ کیا چاہیئے نبی کو کہ اس کے ہاں قیدی آویں جب تک خونریزی نہ کرے ملک میں تم چاہتے ہو جنس دنیا کی اور اللہ چاہتا ہے آخرت اور اللہ زور آور ہے حکمت والا ۱۲ موضح القرآن۔

marfat.com

ہے کہ بعض لوگ پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثنا کی نسبت کچھ اور خیال کرتے تھے اور حضرت کی تقسیم کو پسند نہ کرتے تھے پس اس سے یہ مطلب حضرت کا ثابت نہیں ہوتا کہ وہ کہنے والے جن کے حق میں یہ سورت نازل ہوئی ہے وہ خلفاء راشدین یا صحابہ کبار تھے بلکہ خود مفسرین شیعہ کے اقرار سے اسی آیت سے اہل بدر کی جن کا حال ابھی ہم لکھ رہے ہیں فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ کاشانی خلاصۃ المنہج میں اسی آیت کی تفسیر میں لکھتا ہے کہ[1] "اگر نہ حکمی و فرمانی می بود از خدای تعالیٰ کہ پیشی گرفتہ شدہ اثبات آں در لوح محفوظ کہ بے نہی صریح عقوبت نفرماید یا اصحاب بدر را عذاب نہ کند" پس اس آیت سے بھی صاف فضیلت اہل بدر کی ثابت ہوئی کہ خدا ان کے حق میں وعدہ کر چکا ہے کہ ان پر عذاب نہ کرے گا تو ایسی آیت کو معرض مناظرہ میں اس وقت مجتہد صاحب کو پیش کرنا چاہیئے تھا جب کہ پہلے اس کی تفسیر کو ملاحظہ کر لیا ہوتا آخر اس کی تفسیر سے بھی فضیلت اہل بدر کی ثابت ہوئی اصحاب بدر کی فضیلت اور ان کی مغفرت کا وعدہ خدائے پاک کی طرف سے بہ اقرار مفسرین شیعہ کے ایسا ثابت ہے کہ ان کو اس سے انکار کرنے کا کوئی موقع نہیں ہے چنانچہ ہم اس کو تفاسیر شیعہ سے بخوبی علاوہ اس روایت کے ثابت کرتے ہیں۔

واضح ہو کہ آیہ[2] يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ کی شان نزول میں مفسرین امامیہ کے لکھتے ہیں کہ ایک شخص تھا حاطب بن ابی بلتعہ صحابی اس نے کفار مکہ کو بنظر حفاظت اپنے خویش و اقارب کے یہ لکھ بھیجا کہ پیغمبر خدا تمہارے اوپر حملہ کرنے کا قصد رکھتے ہیں سو تم بھی مستعد رہنا چنانچہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو وحی سے اس کا حال معلوم ہوا تب پیغمبر خدا نے پوچھا اس نے جواب دیا کہ میں نے بوجہ ارتداد کے یہ نہیں کیا بلکہ اپنے اہل و عیال کی اعانت کی نظر سے پیغمبر خدا نے اسکا عذر قبول کیا حضرت عمر نے کہا کہ یا رسول اللہ اجازت ہو تو میں اس کو قتل کر دوں کہ یہ منافق ہے رسول مقبول نے فرمایا کہ نہیں یہ اہل بدر سے ہے اور خدائے تعالیٰ نے ان لوگوں کے لئے جو جنگ بدر میں شریک تھے وعدہ مغفرت کا کیا ہے اور ان کے حق میں فرمایا ہے کہ اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم کہ جو چاہو کرو

---

[1] اگر اللہ تعالیٰ کا حکم و فرمان ہوتا تو ان کو اپنی پیشی میں سے کہ لوح محفوظ میں ان کو سزا دینے کا صاف حکم لکھ دیتا یا پھر اصحاب بدر کو عذاب دیتا [2] پارہ ۲۸ سورہ ممتحنہ رکوع ا ترجمہ اے ایمان والو نہ پکڑو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست ۱۲ موضح

marfat.com

میں نے تم کو بخش دیا پس امید ہے کہ خدا اس کے نامہ سیاہ کو مغفرت کے پانی سے دھو دے یہ خلاصہ ہے اس تقریر کا جو مفسرین امامیہ نے کی ہے چنانچہ میں بلفظ خلاصۃ المنہج سے جو کہ معتبر تفاسیر شیعہ سے ہے اس کو نقل کرتا ہوں تاکہ کسی شیعہ کو یہ کہنے کی جرأت نہ ہووے کہ شاید کچھ تعریف کر دی ہوگی وہو ہذا[1] (حضرت رسالت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بدار تو ہ نخز عزیمت مکہ داشت سارہ کنیز ابی عمرو الخ)۔

اور مطابق اسی روایت کے مضمون مغفرت اہل بدر کا ہے تفسیر مجمع البیان میں کہ مفسر موصوف لکھتا ہے کہ[2] (وما یدریک یا عمر لعل اللہ اطلع علی اہل بدر فغفر لہم فقال اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم) اس روایت سے جو جواب علماء شیعہ دیتے ہیں اس کا حال سوال و جواب سے جو باہم منشی سبحان علی خان صاحب اور مولوی نورالدین کے ہوئے ہیں ظاہر ہوتا ہے۔ منشی سبحان علی خان صاحب سوال کرتے ہیں کہ[3] (در تفسیر مذکور از ابتدائے سورہ ممتحنہ در مطاوی بیان حال حاطب بن ابی بلتعہ مسطور ست کہ جناب رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بحق او فرمودند کہ او را بحالش بگذارند واز واز اہل بدر ست و بدریان را حق تعالیٰ وعدہ مغفرت فرمودہ امید ہست کہ نامہ عصیان او را آب مغفرت بشوید انتہیٰ خلاصہ حالا عرض منست کہ اصحاب ثلثہ ہم از بدریان ہستند می باید کہ ایشان را ہم بحال ایشان گذاشتہ شود ولعن وطعن بحق ایشان کردہ نشود) اس کے جواب میں مولوی صاحب نہایت دردِ دل سے لکھتے ہیں کہ[4] (قصہ حاطب برای خلفاء ثلثہ بر اصول امامیہ قیاس مع الفارق ست

---

[1] رسول اکرم نے خفیہ طور پر مکہ جانے کا ارادہ کیا۔ ابو عمرو کی لونڈی سارہ آگے بڑھی الخ (جلد دوم)

[2] اور کیا جانتے ہو تم اے عمر شاید اللہ آگاہ ہوا اہل بدر پر پس بخشا واسطے ان کے پس کہا کرو تم جو چاہو پس تحقیق بخشا میں نے واسطے تمہارے ۱۲ مولوی انعام اللہ سلمہ

[3] تفسیر مجمع البیان میں سورہ ممتحنہ کے آغاز میں حاطب بن ابی بلتعہ صحابی کی بابتہ تحریر ہے کہ رسول اللہ نے حاطب کے بارے میں فرمایا اسے اس کے حال پر چھوڑ دو یہ اصحاب بدر میں سے ہے اور بدر والوں کو معاف کرنے اور بخش دینے کا اللہ نے وعدہ کیا ہے۔ امید ہے کہ ان لوگوں کے گناہوں کو وہ خود آپ مغفرت سے دھوڈالے گا اس بناء پر میں عرض کرتا ہوں کہ اصحاب ثلاثہ بھی اہالیان بدر میں سے ہیں۔ اس لئے ان کو بھی ان کے حال پر رہنے دیا جائے اور ان پر لعنت ملامت نہ کی جائے۔ [4] حاطب کا قصہ خلفائے ثلاثہ کے حق میں اصول امامیہ کے پیش نظر قیاس مع الفارق کی حیثیت رکھتا ہے کیونکہ اصول جمع کرنے والوں کی روایات اس امر کا ثبوت ہے کہ یہ تینوں خلفاء لقب الخ یہ

زیراکہ روایات جامعین اصول دلالت بران دارد کہ اینہا ہرگز باعتقاد قلب سوی جناب ختمی مآب مائل بنودند تمامی امور ایشاں از صلاح وتقوی ہم در حیات شریف وہم بعد وفات مبنی بر سمعہ وریا د اینہا کلھم معتقد کاہنین ومنجمین بودند بدلالت احادیث بخلاف حاطب کہ مثل اینہا نبود الی قولہ پس عفو از حاطب مستلزم عفو از مشائخ ستیاں نیست علاوہ گناہ حاطب راملاحظہ فرمایند کہ فقط افشائے امر سیت بی آنکہ فرمودہ باشند کہ این راز راہرگز فاش بنا بد کرد وہر گاہ دختران اول وثانی بعد منع سر حضرت را فاش کردند وتوبہ شان مقبول افتاد چنانچہ از مجمع وغیرہ ظاہرست پس عفو حاطب بطریق اولیٰ واں ہم برای آنکہ کفار قریش سرپرستی اہل وعیالش نمایند بخلاف حال کسانیکہ جناب ختمی مآب را بزہر کشتند وچند معصوم راشہید کردند وہزاران نسخ قرآن مجید را بآتش نہادند وانچہ باقی گزاشتند درانہم داد تحریف دادند) خلاصہ اس کا یہ ہے کہ چونکہ خلفاء ثلثہ کا کوئی کام مکروفریب اور نفاق سے خالی نہ تھا اس لئے بسبب عدم ایمان ان کے وہ اس فضیلت سے محروم ہیں جو کہ اہل بدر کو ہے اور یہ کہنا حقیقت میں مثل اس کہنے کے ہے کہ حضرات شیخین بدر میں شریک ہی نہ تھے یا بدر کی لڑائی فی نفسہ ہوئی نہ تھی یا شیخین دنیا میں پیدا ہی نہیں ہوئے یا پیغمبر صاحب نے دعویٰ پیغمبری ہی کا نہیں کیا کہ ایسے منکرین کا کسی کے پاس سوائے خدا کے کچھ جواب نہیں ہے۔ اس عبارت اعملوا ماشئتم فقد غفرت لکم کی نسبت بعض حضرات شیعہ یہ بھی اعتراض کرتے ہیں کہ یہ امر بعید از قیاس ہے کہ خدا کسی سے وعدہ کرے کہ جو چاہو کرو ہم نے تم کو بخش دیا ہے اور ان کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۰۴) نیک نیتی کے ساتھ رسول اکرم کی جانب مائل ہوتے تھے۔

رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اور آپ کی رحلت کے بعد ان تینوں کے صلاح وتقوی کے کام صرف دکھاوے اور ریاکاری پر منحصر ہے اور یہ سب دراصل کاہنوں اور نجومیوں کے معتقد تھے جیساکہ احادیث سے ثابت ہے اور حاطب کی کیفیت ان سے جدا تھی۔ حاطب کو معاف کردینے سے سینوں کے سرداروں کو معاف کردینا لازم نہیں آتا حاطب کا جرم فقط یہ تھا اس نے راز فاش کیا باوجودیکہ ممانعت کردی تھی کہ راز کو ہرگز فاش نہ کرنا اور جب کہ اس کی دونوں لڑکیوں نے رسول اللہ کا راز فاش کیا تو ان کی توبہ قبول ہوگئی جیساکہ مجمع وغیرہ نے لکھا ہے اس لئے حاطب کو معاف کردینا بطریق اولیٰ درست تھا۔ اس وجہ سے بھی کہ کفار قریش اس کے اہل وعیال کی سرپرستی وخبرگیری کریں اس کے خلاف وہ لوگ جنہوں نے رسول اکرمؐ کو زہر دیکر ہلاک کیا اور کئی معصوموں کو شہید کیا اور قرآن کریم کے ہزاروں نسخے نذر آتش کئے اور جو نسخے بچے تھے ان میں تحریف وتبدیلی کی۔ — مسئلہ مکاتبت سبحان علی خاں ص ۱۰۰

واسطے محرمات کو حلال کر دے اس کا جواب تحقیقی یہ ہے کہ اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ
کہ خدا کو خوب خبر ہر شخص کی ہے وہ موافق اپنے علم اور تقدیر کے ہر کام کرتا ہے جب اس کو
اہل بدر پر اطمینان تھا تب اس نے یہ ارشاد فرمایا اور جواب الزامی یہ ہے کہ ذرا اپنے یہاں
کی ان روایتوں کو دیکھیں جو مغفرت میں شیعوں کی ہیں کہ جن میں صاف لکھا ہے کہ پس دوستی
علی کی کافی ہے کسی گناہ کی بمقابلہ اس کے پرسش نہیں ہے کہ اس کو ہم اس کے مقام پر
صدہا اقوال سے ثابت کریں گے پس اسی طرح پر خدا اصحاب بدر کے حال پر رحم کر کہ اگر
خدا نے بایں خیال کہ انہوں نے اپنے گھروں کو چھوڑا اپنے وطن سے ہجرت کی اپنے عزیز
قریبوں سے علاقہ قطع کیا اپنے مال و دولت کو لٹایا اپنی جان اور مال کو خدا کی راہ میں نثار
کیا اور پھر اپنے بھائی بندوں کے قتل پر مستعد ہوئے اور ان کے مارنے میں بمقابلہ محبت
خدا کے کچھ بھی خوف نہ کیا اور جن کے مرتبہ بڑھانے کو خدا نے ملائکہ کو ان کی مدد کے واسطے بھیجا
اور سب سے پہلے لڑائی اسلام کی ان کے ہاتھوں سے فتح ہوئی اور اول معرکے میں ان کی ثابت
قدمی اور جاں نثاری خدا نے سب پر ظاہر کر دی اور غلبہ اسلام کا ان کے ہاتھ پر کیا اور آئندہ کو
دروازہ فتوحات اور اجراء اسلام کا ان کی تلواروں سے کھول دیا اور یہ سب کچھ ان خدا کے عاشقوں
رسول کے یاروں نے اس پاک ذات کی حضوری میں کیا جو خدا کا محبوب تھا اور جو سارے
پیغمبروں کا سردار تھا جس کی شفاعت سے بڑے بڑے کبیرہ گناہوں کو خدا بخش دے گا۔
اور جس کی سفارش سے ان لوگوں کو جنہوں نے سوائے اقرار توحید و نبوت کے کوئی بھی نیک
کام نہ کیا ہوگا اور جس کی ساری عمر محرمات کے ارتکاب میں گذری بخش دیگا پس جب ایسے سردار
اور دین و دنیا کے بادشاہ کے ساتھ ہو کر جو سپاہی اوّل لڑائی میں لڑے ہوں اور ایسے خدا کے
محبوب اور ممتاز کے قدموں پر اپنی جانوں کے نثار کرنے پر سب سے اوّل آمادہ ہوئے ہوں اور
اور نہ صرف منافقانہ مستعدی اور ظاہری آمادگی دکھلائی ہو بلکہ جو کہا ہے وہ کر دکھلایا ہو اور
جن کے لڑنے پر پیغمبر خدا نہایت عجز و منت سے خدا سے دعا کرتے ہوں کہ ابھی ان بیچارے
چند [illegible] محتاجوں نے صرف تیری ہی رضا حاصل کرنے کے لئے اپنی جانوں کو قربان
کرنے کا ارادہ کیا ہے ان کو فتح دینا یہی لوگ تیرا نام بلند کرنے کے ذریعے اور تیرا دین پھیلانے
کے وسیلہ ہیں اگر ان کو فتح نہ ہوئی تو پھر قیامت تک تیری عبادت کوئی نہ کرے گا اور پھر

سنہ پارہ ۸ سورہ انعام رکوع ۱۵ ترجمہ: اللہ بہتر جانتا ہے جہاں بھیجے اپنے پیام ۱۲ موضح۔

خدا نے ان کے ہاتھ پر فتح بھی دی اور انہوں نے باوجود بہت قلیل ہونے کے ایک فوج کی فوج کو کفار کی مٹا دیا اور بڑے بڑے نامی قریشی کافروں کو مثل ابوجہل وغیرہ کے تہ تیغ کیا اور ان دشمنوں کو جنہوں نے نہایت ایذا اور مصیبت سے پیغمبر خدا کو مکے سے نکالا اور جن مردود دل نے کمال دکھ اور تکلیف سے خدا کے حبیب سے اس کا گھر چھڑایا تھا کمال ذلت پر اٹھایا اور ان کے گوشت پوست کو طعمہ زاغ وزغن کا کر دیا اور جن کے اس غلبے سے کافروں کے کلیجے دہل گئے اور کفار قریش کے بدن کانپنے لگے اور بڑے بڑے سلاطین میں ان کے ایمان اور شوکت کا شہرہ ہو گیا تو پھر اگر ایسی محنتوں اور کوششوں اور ایمان اور اخلاص کے صلے میں خدا نے جو نکتہ نواز اور جو اپنے رحم و کرم سے ایک عمل کے بدلے میں ستر اور سات سو حصہ زیادہ ثواب دیتا ہے اور جو صرف اپنے فضل سے براہ بندہ نوازی صرف زبان و دل سے بغیر کسی عمل کرنے کے توبہ قبول کر لیتا اور بموجب آیہ کریمہ یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّاٰتِہِمْ حَسَنٰتٍ[1] کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دیتا ہے ان پاک لوگوں سے وعدہ مغفرت کا کر لیا اور ان کی شان میں اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم فرما دیا تو کیا مقام تعجب اور حیرت کا ہے کیا اے حضرات امامیہ تم خدا کو رحیم نہیں جانتے کیا تم اللہ جل شانہ کو نکتہ نواز نہیں سمجھتے کیا وہ اپنے بندوں پر فضل نہیں کرتا کیا وہ ان کے اعمال سے ہزار حصہ زیادہ ثواب نہیں دیتا تو جب تمام آدمیوں کے ساتھ بلکہ گنہگاروں کے ساتھ بلکہ کافروں کے ساتھ اس کے رحم و کرم کا یہ حال ہو کہ اگر کبر صد سالہ اور مشرک ہفتاد سالہ جس نے اپنی ساری زندگی بت پرستی اور کفر میں ضائع کر دی ہو ایک دفعہ صدق دل سے کلمہ شہادت پڑھ لے اور توحید و نبوت کا مقر ہو جاوے تو خدا اس کے ایک لمحہ کے ایمان پر اس کے سو برس کے کفر اور شرک کو بخش دیتا ہے تو پیغمبر خدا کے یاروں اور رسول مقبول کے اور پر جان نثاروں کے حق میں بغیر دیکھے ان کے ایمان اور اخلاص اور ہجرت اور جہاد اور نصرت کے وعدہ مغفرت کا کیا تو تم کیا بعید از قیاس سمجھتے ہو کیا تم نہیں جانتے کہ اکثر اعمال بوجوہ خاص زیادہ عزت اور عمدہ صلہ کے مستحق ہو جاتے ہیں مثلاً دنیا کے حال پر خیال کرو کہ اگر کوئی سپاہی کسی جمعدار کے ساتھ کسی چھوٹی لڑائی پر جاوے اور فتح کرے تو اس کی کیا عزت ہو گی اور وہی سپاہی خاص بادشاہ کے ساتھ کسی بھاری لڑائی میں جاوے اور فتح ہووے تو اس کی کیا عزت ہو گی اور اس کو جمعدار کے ساتھ لڑنے میں کیا انعام ملے گا اور

[1] پارہ ۱۹ سورہ فرقان رکوع ۶ ترجمہ بدل دے گا اللہ برائیوں کی جگہ بھلائیاں ۱۲ موضح القرآن۔

marfat.com

بادشاہ کے ساتھ ہو کر لڑنے اور فتح ہونے پر کیا تمغہ ملے گا اگر تم دونوں میں کچھ فرق نہیں کرتے اور دونوں حالتوں کو برابر سمجھتے ہو تو حقیقت میں تم لائق خطاب نہیں ہو اور اگر دونوں کے رتبوں میں تمیز کرتے ہو تو پھر اس وعدے کو خدائی تمغہ جو صلہ میں ایسی بڑی بھاری لڑائی کے جو سید الانبیاء سند الاصفیا محبوب کبریا شاہ ہر دوسرا کی معیت میں ہو کیوں نہیں سمجھتے دیکھو حدیث شریف میں آیا ہے کہ قیامت کے دن اگر گنہگار ایسے دوزخ میں پڑے رہ جاویں گے جن کے گناہوں کی کثرت اور شدت سے انبیاء بھی بلکہ سید الانبیاء بھی شفاعت نہ کریں گے تو خدا ان کے حال پر خود رحم کرے گا اور ان کو دوزخ سے نکال کر جنت میں بھیج دے گا اور ان کی نور کی گردنوں میں نور کی تختی پر نور سے لکھ دے گا کہ ہذا عتقاؤ الرحمن من النیران کہ یہ آزاد کئے ہوئے ہیں خدا کے دوزخ سے جن کا نہ کوئی شفیع تھا اور نہ جن کا کوئی سفارشی پس اگر خدا نے ان لوگوں کو جو کہ خاص اس کے بندے تھے اور جنہوں نے اپنے قصور کو ظاہر بھی کر دیا اور ان کے نیک کاموں کا نتیجہ بھی ظاہر ہو گیا اپنے فضل سے دنیا میں نور کا تمغہ کہ اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم دیدیا تو سوائے کفار اور فاسقین کے کون اس پر تعجب کر سکتا ہے اور کس کو خدا کی ذات سے اس بخشش پر تعجب ہو سکتا ہے ذرا اُن روایتوں کو چند صفحے لوٹ کر دیکھو کہ پیغمبر خدا نے جیسا آمادگی جہاد پر ظاہر کی اور مہاجرین وانصار سے پوچھا تو انہوں نے کیا جواب دیا اور پھر ان میں بھی سب سے اول کون بولا سوائے ابوبکر صدیق رضؓ کے اور کون پہلے اٹھا اور کس نے پیغمبر خدا کے قدم چوم کر یہ کہا کہ یا حضرت ہم تو اول ہی جان و مال اپنا آپ پر قربان کر چکے اور اپنے گھر بار کو آپ پر لٹا چکے بھائی بندوں کو چھوڑا یار دوستوں کو چھوڑا اب ایک جان باقی ہے وہ بھی آپ پر نثار ہے اور ایک جان کیا ہزار جانیں ایسی آپ پر قربان ہیں یا رسول اللہ

قطعہ

می خواہم از خدا بدعا صد ہزار جان \
تا صد ہزار بار بمیرم برائے تو

من کیستم کہ بہر تو جان را فدا کنم \
ای صد ہزار جان مقدس فدائے تو

حضرت ابوبکر صدیق کہنے نہ پائے تھے کہ حضرت عمر اور سعد ابن معاذ اٹھے انہوں نے بھی اپنی جاں نثاری کا شوق ایسا ہی بیان کیا دیکھو تمہارے ہی مذہب کا مؤرخ ان اصحاب کبار کے ولولے اور شوق اور عشق اور آمادگی کو کن لفظوں سے لکھتا ہے۔ وہ کہتا ہے

marfat.com

کہ جب پیغمبر خدا نے سوال کیا تب۔ **اشعار**

بپا خاست ابوبکر از جای خاست — وزاں پس عمر نیز ہو کرد راست
بگفتند یا سید المرسلین — قدم پیش بگذار و مارا بہ بین،
کہ با دشمن دین چہا مے کنیم — چہ ساں در پیت جان فدا می کنیم
بود تا بہ تن جان و در کف توان — بیاریم شمشیر بہ دشمناں
زجا خاست ایں بار سعد معاذ — چنیں گفت از روی صدق و نیاز
کہ با جان و دل با ہمیں عہد ہست — بدست تو روزیکہ دادیم دست

سر و مال و فرزند و خویش و تبار
ہماں روز کردیم بر تو نثار

پس جب ان اہل بدر کے شوق اور محبت اور ایمان اور اخلاص کا یہ حال ہو تو تم صرف ایک اعملوا ما شئتم پر تعجب کرتے ہو اور ان وعدوں کو جو خدا نے ان کے واسطے جا بجا قرآن مجید میں کئے ہیں کچھ خیال نہیں کرتے اس سے تو صرف مغفرت ثابت ہوتی ہے ذرا قرآن مجید کھول کر دیکھو کہ مہاجرین و انصار کی شان میں خدا نے کیا کیا فرمایا ہے دیکھو[1] (رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ) ان کی شان میں فرمایا ہے یا نہیں اعدلہم[2] جنت تجری تحتہا الانہار ان کے حق میں کہا ہے یا نہیں ذلک[3] الفوز العظیم ٥ ان کی نسبت قرآن میں آیا ہے یا نہیں پس جو جو وعدے خدا نے ان سے کئے ہیں اس سے تو سارا قرآن بھرا ہوا ہے تم ایک ہی وعدے پہ تعجب کرتے ہو اور اُن کی ساری خوبیوں سے چشم پوشی کر کے ان کے معائب تلاش کرتے ہو اے یار رفدا انصاف کرو اور خدا کے لئے اپنے یہاں کی حدیث اور سیر کی کتابوں کو دیکھو کہ شیعیان کوفی نے حضرت علی کے ساتھ کیا کیا اور اُن کی کیسی قدر کی اور کوفہ کے فضائل میں تمہارے یہاں کے محدثین کیا لکھتے ہیں وہی شیعیان کوفی تھے جنہوں نے امام حسن کا ساتھ نہ دیا جنہوں نے ان کے قدموں سے مصلّے تک نکال لیا وہی کوفی تھے جنہوں نے اول حضرت مسلم کے ساتھ بیعت کی اور پھر وقت پر سب کے سب چنپت ہو گئے

---

[1] پارہ ۱۱ - سورہ توبہ رکوع ۱۳ ترجمہ اللہ راضی ان سے اور وہ راضی اس سے ۱۲ موضح القرآن

[2] پارہ ۱۱ - سورہ توبہ رکوع ۱۳ ترجمہ رکھے ہیں واسطے ان کے باغ نیچے بہتی نہریں ۱۲ موضح القرآن

[3] پارہ ۱۱ - سورہ توبہ رکوع ۱۳ ترجمہ یہی ہے بڑی مراد ملنی ۱۲ موضح القرآن۔

marfat.com

اور آخر بیچارے مسلم تنہا مع دو معصوم بچوں کے شہید ہو گئے وہی کوفی تھے جنہوں نے امام حسینؑ کو بلایا اور بڑے شوق و ذوق کے خط لکھے چنانچہ بارہ ہزار خط شیعوں نے امام کو بھیجے اور جن کے سرنامہ پر یہی تھا کہ یہ خط علی اور تمہارے شیعوں کی طرف سے ہے اور پھر ان خطوں میں کیسا اپنا شوق بیان کیا کہ کچھ بیان نہیں ہوتا پس جب اس تمنا سے بلا دیں اور نہایت ہی اپنی آرزو ظاہر کریں کہ یا ابن رسول اللہ آپ جلد تشریف لائیے اور اور اس خط کو رونق دیجئے زمین کوفہ کی ہمہ تن چشم انتظار ہو رہی ہے در و دیوار سے آواز خیر مقدم کی آ رہی ہے ہر شخص کی زبان پر لبیک لبیک کی صدا ہے ہر آدمی جمال با کمال کے انتظار میں محو ہو رہا ہے ذرا جلد تشریف لائیے ہم سب جان نثاری کو حاضر ہیں پھر دیکھئے ہم کیا کرتے ہیں۔ اشعار

سپاہی چو آشفتہ پیلان مست ہمہ نیزہ دگر زو خنجر بدست
ز تو رایت فتح افراختن ز ما لشکر بے کران ساختن
چو با تیغ آہنگ خون آورند ز سنگ آب و آتش برون آورند
چو تیر از کمان در کمین آورند سر آسمان بر زمین آورند،

اور جب حضرت امام جا دیں تو ایک بھی ساتھ نہ دے اور عذر و فریب کر کے یکہ و تنہا امام کو شہید اور تین دن کا بھوکا پیاسا قتل کریں جس کے حال پر آسمان و زمین کو قیامت تک رقت ہے اور باوجود اس کے کوفہ کی وہ عزت بیان کی جاوے کہ مکے و مدینے کو بھی وہ عزت نہیں ہے چنانچہ ملا باقر مجلسی تحفۃ الزائر میں لکھتے ہیں کہ (در حدیث معتبر دیگر از حضرت امام جعفر صادق منقول ست کہ حق تعالیٰ عرض کرد ولایت ما را بر اہل ہر شہر پس قبول نہ کردند مگر اہل کوفہ) انتہی بلفظہ کہ امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ خدا نے ہماری دوستی کو سارے شہروں پر عرض کیا مگر کسی شہر کے رہنے والوں نے ہماری محبت کو قبول نہ کیا سوائے کوفہ کے رہنے والوں کے اس سے صاف ثابت ہوا ہے کہ جو رتبہ خدا نے کوفہ کو دیا ہے اور اس کے رہنے والوں کو وہ نہ مکے کو ہے نہ مدینے کو بلکہ ایک حدیث میں امام زین العابدین کی طرف سے ملا باقر مجلسی نے صاف لکھدیا ہے کہ امام زین العابدین فرماتے ہیں کہ (بقدر

ﻟﮧ ایک دوسری معتبر حدیث امام جعفر صادق کی زبانی یہ ہے کہ تمام شہروں پر اللہ نے ہم سے دوستی کرنے کو کہا مگر اسے صرف کوفیوں نے ۔ ا ر کیا ﻟﮧ مدینہ میں گھر رکھنے کی بہ نسبت کوفہ میں صرف ایک پاؤں رکھنے کی جگہ میرے نزدیک زیادہ اچھی ہے۔

جای پادر کوفہ نزد من بہتر ست از خانہ کہ در مدینہ داشتہ باشم) کہ ایک قدم رکھنے کی جگہ کوفے کی میرے نزدیک اس گھر سے بہتر ہے جو مدینے میں ہو اور یہ کوئی شبہہ نہ کرے کہ کوفے کے رہنے والے شیعہ نہ تھے اس لئے کہ یہ مقتضای الحدیث بعضا یفسر بعضا خود ملا باقر مجلسی مجالس المومنین میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں ذرا اس کو سنیے عبداللہ بن ولید سے روایت ہے کہ (گفت در زمان بنی مرداں بخدمت امام جعفر صادق علیہ السلام رفتم آنحضرت از من در فیتان من پرسیدند کہ شما چہ کسانید گفتم از اہل کوفہ ایم آں حضرت فرمودند ہیچ یک از بلاد انیقدر دوست ندارہم کہ در کوفہ بعد ازاں فرمودند کہ انہا العصابہ ان اللہ ہداکم لامر جہلہ الناس وحتبمونا وابغضنا الناس وبایعتمونا وخالفنا الناس دوافقمونا وکذبنا الناس وصدقتمونا فاحیاکم اللہ محیانا وواماتکم مماتنا) اور اس حدیث کو کہیں کہیں ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں کہ بالجملہ تشیع اہل کوفہ حاجت بہ اقامت دلیل ندارد اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ عبداللہ ابن ولید روایت کرتا ہے کہ میں ایک روز مردانیوں کی سلطنت کے زمانہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا امام نے پوچھا کہ تم کہاں رہتے ہو میں نے جواب دیا کہ کوفہ میں حضرت نے فرمایا کہ کسی شہر میں ہمارے اتنے دوست نہیں ہیں جتنے کہ کوفہ میں اور پھر فرمایا کہ خدا نے تم کوفیوں کو اس بات کی ہدایت کی ہے جس سے اور سارے لوگ جاہل رہے تم کوفیوں نے ہم سے محبت کی اور سب نے ہمارے ساتھ دشمنی رکھی تم کوفیوں نے ہماری بیعت کی اور سب نے مخالفت تم کوفیوں نے ہمارا ساتھ دیا اور سب نے ہم کو جھٹلایا تم کوفیوں نے ہماری تصدیق کی ہے خدا تم کو ہماری زندگی پر جیتا رکھے اور ہماری سی موت پر تمہاری بھی موت ہو۔ پس اے مومنین اب دبیر اور انیس کے مرثیے جلاؤ اور کتاب خوانی موقوف کرو اس لئے کہ جن کوفیوں کی تم شکایت کرتے ہو اور جنہوں نے امام حسین کو شہید کیا وہ خاص اس کوفہ کے تھے جہاں کے رہنے والے امام کی جان و جگر

۱؎ مردانیوں کے دور میں ایک دفعہ میں امام جعفر صادق کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے میری اور میرے دوستوں کی بابت دریافت کیا کہ تم کہاں کے ہو۔ میں نے عرض کی ہم کوفی ہیں۔ فرمایا تمام شہروں کی بہ نسبت ہم کوفہ کو زیادہ دوست رکھتے ہیں اس کے بعد فرمایا اے لوگو! اللہ نے تم کو اس کام کی ہدایت کی جسے اور لوگوں نے بھلا دیا تم نے ہمیں دوست رکھا اور اور دوسروں نے ہم سے بغض رکھا تم نے ہماری بیعت کی دوسروں نے مخالفت کی تم نے ہماری موافقت کی اور دوسروں نے ہمیں جھٹلایا تم نے تصدیق کی اللہ تمہیں ہماری سی زندگی و موت دے۔

تھے اور حبس کا رتبہ مکے مدینے سے بھی زیادہ امام کے نزدیک تھا اور حبس کے رہنے والوں کی موت اور زندگی امام کی سی تھی پس وہ کوفہ جس کو ایسی عزت ہوا اور وہ کوفی جن کی یہ قدر و منزلت ہو مذمت کے لائق نہیں ہیں ان کی شان میں قصیدے مدح کے کہو اور ان پر رحمت بھیجو اس لئے کہ کوفہ معیار تشیع ہے کوفی ہونا دلیل شیعہ ہونے کی ہے چنانچہ ملا باقر مجلسی تمہاری مجالس المومنین میں فرماتے ہیں[۱] (کوفی بودن شخصی دلیل تشیع است اگرچہ ابو حنیفہ کوفی باشد) پس اے حضرات شیعہ جن کوفیوں کے حالات آج کل تمہارے چھوٹے چھوٹے بچے بھی جانتے ہیں اور جاہل لڑکے بھی ان کے حق میں الکوفی لایوفی پڑھتے ہیں اور جن کے حالات مکر و غدر اور بیوفائی کے محرم میں علی رؤس الناب تمہارے چھوٹے بڑے سب بیان کرتے ہیں اور جن کا امام کو تشنہ کام شہید کرنا ہر آدمی پر ظاہر ہے اور مضمون اس شعر کا کہ شعر

از آب ہم مضائقہ کردند کوفیاں خوش داشتند حرمت مہمان کربلا

سب پر روشن ہے ان کی شان میں ائمہ کرام کی ایسی ایسی تعریفیں تمہارے محدثین نقل کریں اور اس کو امام کی طرف نسبت دیں اور امام کی زبان سے ان کے حق میں یہ کلمہ کہ تم کو خدا ہماری سی زندگی اور ہماری سی موت دے نقل کریں اور کوفہ کی ایک مشت خاک کو مدینہ منورہ کی زمین سے بھی زیادہ امام کے نزدیک محبوب ہونا بیان کریں اور کوفیوں کو محبوب اور دوست ائمہ کا کہیں اور بسبب دوستی ائمہ کے ان کو جنتی اور بہشتی جانیں اور پھر ان لغویات اور ہذیانات کو سن کر تمہارے ایمان کی رگ کو ذرا بھی جنبش نہ ہوا اور تمہارے پاک دلوں کو کچھ بھی وسوسہ پیدا نہ ہو بلکہ ان کوفیوں کی حرکتوں کی ہر سال خود نقلیں کر کے ما ہذہ[۲] التماثیل التی انتم لہا عکفون ہ کا مضمون ادا کرو اور ان قصص و حکایات اباطیل کو بیان کر کے کبھی تشیع سے نفرت نہ کرو اور اپنے مجتہدین اور محدثین کی نسبت ان روایات کاذبہ اور اقوال مہملہ کے نقل کرنے پر کچھ غیرت ایمانی کا جوش نہ دکھلاؤ بلکہ سب کو غلط ہو یا صحیح جھوٹ ہو یا سچ آمنا و صدقنا کہ کر تصدیق کرو اور حبیب رسول کے یاروں اور پیغمبر کے حواریوں کا نام آوے اور بڑیوں کی نسبت وعدہ مغفرت کا کسی بیچارے سنی کی زبان سے سنو تو بس سنتے ہی سارے بدن کا خون جوش کرنے لگے اور تمام جسم تعصب کی آگ سے

---

[۱] کسی کا کوفی ہونا ہی اسی شیعہ ہونے کا ثبوت ہے۔ اگرچہ ابو حنیفہ ہی کوفی ہوں۔

[۲] پارہ ۱۷ سورہ انبیاء رکوع ۵ ترجمہ یہ کیا مورتیں ہیں جن پر تم لگے بیٹھے ہو ۱۲ مو نخ۔

marfat.com

پھٹنے لگے تشیع کا دہ جوش ہو کہ رگ رگ مارے غصے کے پھول جاوے عداوت کا دہ غلیان ہو کہ سودا صفرا سب ایک ہو جاوے اس وقت سارے وسوسے شیطانی دل میں پیدا ہو جاویں لفظ لفظ پر گرفت بات بات پہ شبہہ کرنے لگو سبحان اللہ اپنے کونیوں کے برابر بھی بدریوں کا رتبہ نہیں سمجھتے اور ان کے حق میں جن باتوں اور جن قولوں کو صادق سمجھتے تھے ان کو پیغمبر کے یاروں کے حق میں غیر صادق کہتے ہو یہ کون ایمان ہے کہ نام تو لو رسول کا اور کلمہ پڑھو عبداللہ بن سبا کا ایمان تو تم کو نصیب ہو بطفیل خلفا کے جہاد کے اور شکر ادا کرو اس یہودی ملعون کا اور پھر پاک صاف بن کر سنیوں کے سامنے ہو کر مباحثہ کا قصد کرو اور خدا کی آیتوں اور رسول کی حدیثوں اور ائمہ کے قولوں کو چند مفتری مکاروں کے مقابلے میں جھٹلاؤ سبحان اللہ یہ کیسا دین اور ایمان ہے یا تو مسلمانی کو چھوڑو پاک صاف، یہودی بن جاؤ یا اگر مسلمان ہو تو مسلمانوں کے سے عقیدے رکھو اس خرافات واہیات مذہب پر جس کی بنا سراسر جھوٹ اور فریب پر ہے تبرا بھیجو اس کے بانیوں پر لعنت کرو ورنہ ایسے دو لفظ ہیں چھوٹا جھوٹا کاذب چھوٹے جھوٹے منہ سے ایسا بڑا دعویٰ ایمان کا اچھا نہیں معلوم دیتا مسلمان ہونا اور پھر رسول خدا کے یاروں کو برا سمجھنا عجب ایمان ہے کہ جو لفظ ہی لفظ ہے جس کے کچھ معنی نہیں اور پوست ہی پوست ہے جس میں کچھ مغز نہیں سچ کہا ہے جس نے کہا ہے۔ شعر

وجد و منع بادہ اے زاہد چہ کافر نعمتی است
دشمنی می بودن دہم رنگ مستان زیستن

غرضکہ جو فضیلت خدا نے اہل بدر کو دی اور جس کا ثبوت قرآن مجید سے ہوتا ہے اور جس کا اقرار مفسرین شیعہ بھی کرتے ہیں اور جن کے اعمال بھی اس پر دلالت کرتے ہیں وہ کسی قدر ہم لکھ چکے اب بمقابل اس کے ایک قول مجتہد صاحب ثانی کا جو مقالہ ثالثہ میں اپنی کتاب کے لکھا ہے اور جس کا جواب ازالۃ الغین ہے نقل کرتے ہیں تاکہ معلوم ہو کہ حضرات شیعہ کے نزدیک اُن کا درجہ کیسا ہے مجتہد صاحب فرماتے ہیں کہ (دعوی نفاق ایشاں و غدر اہل بدر و رضوان علی مدعانی ماست ماہم [1] یخدعون اللہ والذین آمنوا ٥ وما یخدعون الا انفسہم وما یشعرون ٥ سبحان اللہ کیا دین و ایمان ہے، کہ کوئی تو اہل وفا ہوں اور اصحاب بدر اہل غدر ہوں خدا اس قوم سے سمجھے اور ان کے کفریات

[1] پارہ ۱ سورہ بقرہ رکوع ۲ ترجمہ۔ دغا بازی کرتے ہیں اللہ سے اور ایمان والوں سے اور کسی کو دغا نہیں دیتے مگر اپنے کو اور نہیں بوجھتے ۱۲

marfat.com

کا بدلہ دے نعوذ باللہ من ہفواتہم۔ مجتہد صاحب قبلہ ذوالفقار میں آیات فضیلت صحابہ کے معارضے میں ایک اور آیت لکھتے ہیں یعنی[1] اذا رأیتہم تعجبك اجسامہم وان یقولوا تسمع لقولہم کانہم خشب مسندۃ یحسبون کل صیحۃ علیہم ھم العدو فاحذرھم قاتلہم اللہ انی یؤفکون ۵ مگر اس میں بھی مجتہد صاحب نے مغالطہ دیا اور تحریف کو کام فرمایا اور اخیر کی آیتوں کو چھوڑ کر بیچ میں سے ایک دو آیتیں لکھدیں اب میں ان کو لکھ کر اس کی تفسیر بیان کرتا ہوں۔ واضح ہو کہ یہ آیت جو مجتہد صاحب نے معارضہ میں فضیلت کے پیش کی ہے یہ سورۃ منافقوں کی ہے جو کہ منافقین کی شان میں خدا نے نازل کی ہے اور شروع اس کا یہ ہے[2] اذا جاءك المنافقون قالوا نشہد انك لرسول اللہ ۵ واللہ یعلم انك لرسولہ واللہ یشہد ان المنافقین لکذبون ۵ اتخذوا ایمانہم جنۃ فصدوا عن سبیل اللہ ط انہم ساء ما کانوا یعملون ۵ ذالك بانہم اٰمنوا ثم کفروا فطبع علی قلوبہم فہم لا یفقہون ۵ واذا رأیتہم تعجبك اجسامہم وان یقولوا تسمع لقولہم کانہم خشب مسندۃ یحسبون کل صیحۃ علیہم ھم العدو فاحذرھم قاتلہم اللہ انی یؤفکون ۵ و اذا قیل لہم تعالوا یستغفر لکم رسول اللہ لووا رؤسہم ورأیتہم یصدون وھم

---

[1] پارہ ۲۸ سورہ منافقوں رکوع ا۔ ترجمہ جب تو دیکھے ان کو خوش لگیں تجھ کو ان کے ڈیل اور اگر بات کہیں سنے تو ان کی بات کیسے ہیں جیسے لکڑی لگادی دیوار سے جو کوئی چیخے جانیں ہم ہی پر بلا آئی وہی ہیں دشمن ان سے بچتا رہ گردن مارے انکو اللہ کہاں سے پھرے جاتے ہیں۔ ۱۲ موضح القرآن [2] پارہ ۲۸ سورہ منافقون رکوع ا۔ ترجمہ۔ جب آویں تیرے پاس منافق کہیں ہم قائل ہیں تو رسول ہے اللہ کا اور اللہ جانتا ہے کہ تو رسول ہے اس کا اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافق جھوٹے ہیں رکھی ہیں اپنی قسمیں ڈھال بنا کر پھر روکتے ہیں اللہ کی راہ سے یہ لوگ برے کام ہیں جو کر رہے ہیں یہ اس پر کہ وہ ایمان لائے پھر منکر ہو گئے پھر مہر ہو گئی ان کے دل پر اب وہ نہیں بوجھتے اور جب تو دیکھے انکو خوش لگیں تجھکو انکے ڈیل اور اگر بات کہیں سنے تو انکی بات کیسے ہیں جیسے لکڑی لگادی دیوار سے جو کوئی چیخے جانیں ہم ہی پر بلا آئی وہی ہیں دشمن ان سے بچتا رہ گردن مارے انکو اللہ کہاں سے پھرے جاتے ہیں اور جب کہیے انکو آؤ معاف کروا دے تم کو رسول اللہ کا مٹکاتے ہیں سر اور تو دیکھے رکتے ہیں اور غرور کرتے ہیں اور برابر ہے ان پر تو معافی چاہے انکی یا نہ چاہے ہرگز نہ معاف کریگا انکو مقرر اللہ راہ نہیں دیتا بے حکم لوگوں کو وہی ہیں جو کہتے ہیں مت خرچ کرو ان پر جو پاس رہتے ہیں رسول اللہ کے جب تک کہ کھنڈ جاویں اور اللہ کے ہیں خزانے آسمانوں کے اور زمین کے لیکن منافق نہیں بوجھتے کہتے ہیں البتہ اگر ہم پھر گئے مدینہ کو تو نکال دے گا جس کا زور ہے بے قدر لوگوں کو اور زور اللہ کا ہے اور اس کے رسول کا اور ایمان والوں کا لیکن منافق نہیں سمجھتے ۱۲ موضح القرآن

marfat.com

مستکبرون ۰ سواء علیہم استغفرت لہم ام لم تستغفر لھم لن یغفر اللہ لھم ان اللہ لایھدی القوم الفسقین ۰ ھم الذین یقولون لاتنفقوا علی من عند رسول اللہ حتی ینفضوا و للہ خزائن السموت والارض ولکن المنفقین لایفقھون ۰ یقولون لئن رجعنا الی المدینۃ لیخرجن الاعز منھا الاذل و للہ العزۃ ولرسولہ وللمومنین ولکن المنفقین لا یعلمون ۰

ساری ان آیتوں کی نقل ہی کر دینے پر جواب مجتہد صاحب کا ہو گیا اور جو مغالطہ اور دھوکا حضرت نے دیا تھا وہ کھل گیا اور معلوم ہوا کہ یہ آیتیں منافقوں کی نسبت ہیں مگر حضرات شیعہ سے کب امید ہے کہ وہ صرف الفاظ قرآن مجید اور اس کے معنی پر قناعت کریں ضرور ہے کہ وہ اس پر بھی ساکت نہ ہوں گے اس لئے ہم انہیں کی تفسیر سے شان نزول اسکے بیان کرتے ہیں۔ واضح ہو کہ تفسیر علی بن ابراہیم قمی میں جو کہ استاد ابو جعفر کلینی کے تھے سورۂ منافقون کے نزول کا سبب اس طور پر لکھا ہے کہ ۵ھ ہجری میں جبکہ غزوۂ بنی المصطلق پر پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے گئے جب وہاں سے لوٹے تو راہ میں ایک کنویں پر حضرت عمر بن خطاب کے اجورہ دار نے جسکا نام جہجاہ تھا انس بن سیار کو جو کہ انصار کا منہ بولا بھائی تھا مارا عبد اللہ بن ابی کو جو کہ مدینہ کا رہنے والا تھا یہ خبر ہوئی اس کو ناگوار ہوا اور اپنے لوگوں یعنی مدینہ والوں سے کہا کہ اسی لئے میں قریشیوں کا آنا نہیں چاہتا تھا یہ سب تمہارے کام ہیں کہ تم نے ان کے رہنے والوں کو اپنے گھروں میں اتارا اور اپنے مالوں کو ان پر خرچ کیا اور اپنی جانوں کو ان کے پیچھے تلف کیا اور اپنی جورو رن کو بیوہ اپنے بچوں کو یتیم ان کی خاطر سے کیا تب یہ ذلت ہوئی اگر تم ان کو نکال دیتے تو وہ دوسروں کے اوپر جا پڑتے اور یہ کہہ کر یہ کہا کہ لئن[1] رجعنا الی المدینۃ لیخرجن الاعز منھا الاذل اس قوم میں ایک لڑکا موجود تھا جس کا نام تھا زید بن ارقم اس نے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ خبر کہہ دی حضرت کو اس بات کے سننے سے بڑا رنج ہوا اور انہوں نے کوچ کی تیاری کی کہ سعد بن عبادہ دوڑے آئے اور کہا کہ یا رسول اللہ یہ تو وقت آپ کے کوچ کرنے کا نہیں ہے آنحضرت نے فرمایا کہ تم نے اپنے صاحب کی باتیں سنیں انہوں نے جواب دیا کہ یا رسول اللہ ہمارا صاحب تو سوائے آپ کے دوسرا کوئی نہیں ہے تب حضرت نے فرمایا کہ عبد اللہ بن ابی گمان کرتا ہے کہ اگر مدینہ کو لوٹے

[1] اس حوالہ دو ترجمہ صفحہ ۵۶ میں دیکھو ۱۲ منہ

تو عزت والے ذلیلوں کو نکال دیں گے تب سعد بن عبادہ نے جواب دیا کہ یا حضرت آپ اور کے اصحاب عزت والے ہیں اور عبداللہ بن ابی اور اس کے اصحاب اہل ذلت ہیں غرضکہ یہ سن کر خزرج جو ایک قبیلہ مدینہ والوں کا ہے عبداللہ بن ابی پر لعنت ملامت کرنے لگے اس نے حلف کیا کہ میں نے تو کچھ نہیں کہا تو لوگوں نے کہا کہ اچھا چل کر پیغمبر صاحب کے سامنے عذر کر اس نے اپنی گردن جھکائی تب دوسرے دن صبح کو وہ پیغمبر صاحب کے سامنے آیا حلف کیا کہ زید نے میرے اوپر جھوٹی تہمت کی تھی پھر لوگ زید پر ملامت کرنے لگے آخر خدا نے یہ سورۃ منافقون نازل کی اور پیغمبر خدا نے وہ سورۃ اصحاب کو جمع کر کے سنائی فقط۔

غرضکہ یہ قول ایک بڑے مفسر سے ثابت ہوا کہ یہ سورۃ شان میں عبداللہ بن ابی بن سلول منافق کے نازل ہوئی اور جناب قبلہ وکعبہ نے نہ معنی سمجھے نہ شان نزول پر خیال فرمایا نہ اپنی تفسیروں کو دیکھا نادیدہ ودانستہ کچھ آئتیں اوپر کی اڑا دیں اور کچھ نیچے کی بیچ میں کی دو آئتیں لکھ کر اصحاب کی فضیلت کے معارضے میں پیش کیں اگر ایسا ہی معارضہ کرنا تھا تو جو آئتیں قرآن مجید میں بنی اسرائیل اور فرعون اور نمرود وشداد کی شان میں ہیں ان سب کو آیات فضیلت صحابہ کے معارضہ میں لکھ دیتے تاکہ کتاب کا حجم بھی بڑھ جاتا اور حضرت کی قرآن دانی کا بھی لوگ اقرار کرنے لگتے غرضکہ جناب قبلہ وکعبہ ان آیات کو لکھ کر فرماتے ہیں کہ امثال این دیگر آیات ہست پس لابدست کہ در جمع بین الآیات گفتہ شود کہ مورد آیات مناقب غیر مورد آیات ذم است پس بعضی صحابۂ آنحضرت عموماً ممدوح باشند وبعضی مذموم واین عین مطلوب شیعیان است[1] [2] پس یہ وہم جناب قبلہ وکعبہ کو قرآن مجید کی آیات کے معنے نہ سمجھنے سے پیدا ہوا ہے اس وہم کا علاج تفسیر اور شان نزول کا مطالعہ تھا اگر حضرت شان نزول دیکھتے، اور اپنی ہی تفسیروں کو ملاحظہ فرماتے اور اگلی پچھلی آیتوں کو ملا کر غور کرتے تو حضرت یہ ضابطہ اور کلیہ جمع بین الآیات کا ارشاد نہ فرماتے اس لئے کہ جو آئتیں کافروں اور منافقوں کی شان میں ہیں ان سے مہاجرین وانصار واصحاب نبوی کو کچھ تعلق ہی نہیں ہے۔ اور یہ آئتیں جس میں

[1] مندرجہ بالا آیات کی مانند اور بھی آیات ہیں اور ضروری ہے کہ جمع آیات کے بارے میں وضاحت کی جائے کہ آیات مناقب اور آیات مذمت جن کے بارے میں نازل ہوئیں یہ لوگ الگ الگ ہیں۔ یعنی رسول اللہ کے بعض صحابہ قابل تعریف اور بعض قابل مذمت ہیں اور شیعوں کا کہنا بھی یہی ہے [2] عبارت ذوالفقار مطبوعہ مطبع مجمع البحرین لدھیانہ ۱۲۸۱ھ صفحہ ۶۴ سطر ۲۱-۱۲ منہ۔

کفر ونفاق اور دین میں سستی وغیرہ کا ذکر ہے وہ شان میں منافقوں کی ہیں جو اصحاب نبوی میں داخل نہیں ہیں اصحاب نبوی اور منافقوں میں نسبت تناقض کی ہے نہ توافق کی اس لئے ان آیتوں کا جو کہ اصحاب کی فضیلت میں ہیں ان آیتوں سے ملانا جو کہ منافقین کی مذمت میں ہیں درحقیقت جمع بین الآیات نہیں ہے بلکہ حضور جمع بین النقیضین ہے جو کہ ہمارے نزدیک ممتنع اور آپ کے نزدیک ممکن ہے پس اپنے لئے آپ گھر بیٹھے ایسی آیتوں کو جمع کیا کیجئے اور اپنے دل میں قاعدے بنایا کیجئے اور انہیں موضوع اور غلط اصول پر کسی کو خارج کسی کو داخل کیجئے یہاں تو خدا کی ہدایت و ضلالت نے ہم کو اس جمع سے فارغ کر دیا جن کو چاہا مہاجرین و انصار میں داخل کیا جن کو چاہا منافقین میں شامل کیا۔

پانچویں دلیل صحابہ کے منافق نہ ہونے کی

جو شخص قرآن مجید پر ایمان رکھتا ہوگا وہ مہاجرین وانصار کی نسبت منافق کی لفظ کو ہرگز اطلاق نہ کرے گا اس لئے کہ قرآن مجید میں بہت سی آیتیں ہیں جس میں صاف یہ حکم ہے کہ منافقوں سے نہ ملو ان سے راضی نہ ہو اور ان کو اپنے ساتھ جہاد میں نہ رکھو ان کا کچھ عذر نہ سنو پس اگر مہاجرین وانصار خصوصاً خلفائے ثلثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم منافق ہوتے تو کیوں پیغمبر صاحب ان کو ذلیل نہ کرتے اور کیوں ان کو اپنی صحبت میں رکھتے اور کیوں ان سے صلاح و مشورہ لیتے اور کیوں ان کو اپنے ساتھ جہاد میں رکھتے چنانچہ جو دعویٰ میں نے کیا ہے اس کے ثبوت میں دو تین آیتوں کو لکھتا ہوں۔

پہلی آیت۔ اللہ جل شانہ فرماتا ہے یعتذرون الیکم اذا رجعتم الیھم ط قل لاتعتذروا لن نؤمن لکم قد نبانا اللہ من اخبارکم ط وسیرے اللہ عملکم ورسولہ ثم تردون الی عالم الغیب والشھادۃ فینبئکم بما کنتم تعملون ہ سیحلفون باللہ لکم اذا انقلبتم الیھم لتعرضوا عنھم ط فاعرضوا عنھم ط انھم رجس وماوٰھم جھنم جزاءً بما کانوا یکسبون یحلفون لکم لترضوا عنھم فان ترضوا عنھم فان اللہ لا یرضیٰ عن القوم الفاسقین ط

له پارہ ١١۔ سورۂ توبہ رکوع ١٢۔ ترجمہ بہانے لاویں گے تمہارے پاس جب پھر کر جاؤگے ان کی طرف تو کہہ بہانے مت بناؤ ہم نہ مانیں گے تمہاری بات ہم کو بتا چکا ہے اللہ تمہارے احوال اور ابھی دیکھے گا اللہ تمہارے کام اور اس کا رسول پھر جاؤگے طرف اس جاننے والے چھپے اور کھلے کے سو وہ بتادیگا تم کو جو کر رہے تھے اور قسمیں کھائیں گے (بقیہ اگلے صفحہ پر)

marfat.com

ان آیتوں سے چند باتیں ثابت ہوئیں اول عذر کرنا منافقوں کا اور اس پر یقین نہ کرنا پیغمبر صاحب کا۔ دوسری آگاہ ہونا پیغمبر خدا کا ان کے حال سے۔ تیسری جلد سزا پانا ان کا اپنے اعمال کے بدلے۔ چوتھی پیغمبر صاحب کو ان سے روگردانی کرنے کا حکم ہونا اور ان سے ملنے کی ممانعت۔ پانچویں کتنا ہی وہ حلف دیں کہ راضی ہوا اُن سے راضی ہونے کی امتناع چھٹے ان کا ذلت چاہنا مسلمانوں کا اور ہمیشہ اسی فکر میں رہنا اور پھر خود ہی ان کا ذلیل ہونا۔ اب ان باتوں میں سے صرف ایک ہی بات کو مہاجرین و انصار خصوصاً خلفائے ثلثہ سے مطابق کر دیجئے یا پیغمبر صاحب کو باوجود ایسے احکام الٰہی کے اور نفاق خلفاء ثلثہ کے ان سے روگردانی نہ کرنے پر پیغمبر صاحب کی شان میں جو چاہیے سو کہیئے ہماری زبان سے تو کچھ بے ادبی کا کلمہ نہیں نکلتا اور عدول حکمی یا تقیہ کا ایسے پاک صاف کی نسبت اطلاق نہیں ہو سکتا۔

دوسری آیت [1] یا ایھا النبی جاھد الکفار والمنافقین کہ اے پیغمبر جہاد کر کافروں اور منافقوں پر تو اگر مہاجرین و انصار منافق تھے تو اتنا ارشاد کر دیجئے کہ کب اور کس کے ساتھ پیغمبر خدا نے ان پر جہاد کیا یا باوجود منافق ہونے ان کے پیغمبر صاحب نے خدا کے حکم کی تعمیل نہ کی۔

تیسری آیت [2] فان رجعک اللہ الی طائفۃ منھم فاستاذنوک للخروج فقل لن تخرجوا معی ابداً ولن تقاتلوا معی عدوًا اس آیت کے مطابق بعد یہ فرما دیجئے کہ پیغمبر صاحب اپنے ساتھ جہاد پر ان لوگوں کو جنہیں تم منافق کہتے ہو لے گئے یا نہیں اگر تمہیں معلوم نہ ہو تو چند ورق الٹ کر حملہ حیدری کے اشعار جنگ بدر کے دیکھ لو۔

چوتھی آیت [3] یحذر المنافقون ان تنزل علیھم سورۃ تنبئھم بما فی قلوبھم

(بقیہ صفحہ ۳۱۷) اللہ کی تمہارے پاس جب پھر کر جاؤ گے ان کی طرف تا ان سے درگزر کرو سو درگزر ان سے وہ لوگ ناپاک ہیں اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے بدلا ان کی کمائی کا قسمیں کھاویں گے تمہارے پاس کہ تم ان سے راضی ہو جاؤ سو اگر تم راضی ہو گے ان سے تو اللہ راضی نہیں بے حکم لوگوں سے ۱۲ موضح [1] پارہ ۱۰ سورہ توبہ رکوع ۱۰ ترجمہ اے نبی لڑائی کر کافروں سے اور منافقوں سے ۱۲ موضح القرآن [2] پارہ ۱۰ سورہ توبہ رکوع ترجمہ سو اگر پھر لے جاوے تجھ کو اللہ کسی فرقہ کی طرف ان میں سے پھر تجھ سے رخصت چاہیں نکلنے کو تو کہہ ہرگز نہ نکلو گے میرے ساتھ کبھی اور نہ لڑو گے میرے ساتھ کسی دشمن سے ۱۲ موضح القرآن [3] پارہ ۱۰ سورہ توبہ رکوع ۸ ترجمہ ڈرا کرتے ہیں منافق کہ نازل نہ ہو ان پر کوئی سورت کہ جتا دے ان کو جو ان کے دل میں ہے تو کہہ ٹھٹھے کر نے مقرر اللہ کھولنے والا ہے جس چیز کا تم کو ڈر ہے ۱۲ موضح۔

قل استھزء وا ان اللہ مخرج ما تحذرون اس آیت کو پڑھ کر ذرا یہ فرما دیجئے کہ پیغمبر خدا نے ان لوگوں کے نفاق کو جنہیں تم منافق کہتے ہو کبھی ظاہر کیا اور لوگوں پر ان کا نفاق کھول دیا یا نہیں اور سوائے حذیفہ کے جس سے دروازہ بند کر کے نہایت آہستہ زبان دبا کر نفاق ظاہر کرنے کا حال آپ لوگ بیان کرتے ہیں کسی مجمع میں بھی ان کے نفاق کا حال حضرت نے ظاہر کیا۔

غرضکہ مثل اس کے اور بہت سی آیتیں ہیں منافقوں کے حال میں جن کا لکھنا ضرور نہیں ہے پس مسلمان کو اتنا سوچ لینا چاہیئے کہ اگر مہاجرین وانصار منافق ہوتے تو پیغمبر صاحب ان کے نفاق کو کیوں ظاہر نہ کرتے اور کیوں وہ ذلیل نہ ہوتے اور ان کے مارے جانے اور قتل ہونے اور ذلیل ورسوا ہونے کا جو وعدہ خدا نے کیا تھا وہ کیوں پورا نہ ہوتا بلکہ برخلاف اس کے اور عزت ان کو ہوتی اور روم وشام اور ایران ومصر پر ان کو غلبہ ہوتا استغفر اللہ عجب عقیدہ ہے شیعوں کا کہ نہ آیت سے مطابق نہ حدیث سے۔ اب باقی رہے چند اعتراض جو خلفائے ثلثہ اور مہاجرین اور انصار کی نسبت حضرات شیعہ کرتے ہیں اور اس سے ان کے نفاق پر دلیل لاتے ہیں۔ معاملہ احد اور حنین کی لڑائی کا۔ پوچھنا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنے نفاق کا حال حذیفہ سے شک کرنا حضرت عمر کا صلح حدیبیہ میں ارادہ کرنا قتل پیغمبر خدا کا لیلۃ العقبہ کو غصب کرنا فدک کا نہ دینا قرطاس کا پیغمبر صاحب کو غضب کرنا خلافت کا علی مرتضیٰ سے عداوت رکھنا آل رسول سے اور مثل اس کے اور اعتراضات جن کے نام ہر ورق اور ہر صفحہ میں مجتہد صاحب کے قلم سے ذوالفقار وغیرہ میں نکلے ہیں اور جن کا جواب شافی دینا ہم کو منظور ہے نہ مثل مجتہد صاحب کے خلط مبحث کرنا اور گول گول بات کہہ کر آگے بڑھ جانا اسلئے انشاء اللہ تعالیٰ بحث مطاعن صحابہ اور خلافت میں اس میں تفصیل کیساتھ یہ سب بیان کئے جاویں گے کہ جس کو دیکھ کر حضرات شیعہ بے اختیار کہیں گے قل جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا۔

غرضکہ اس مقام پر میں نے آیات فضیلت صحابہ کو بیان کر کے عام سب شیعوں کی طرف سے یہ بیان کیا تھا کہ وہ کہتے ہیں کہ جو آئتیں فضیلت میں مہاجرین وانصار کے ہیں یہ ان لوگوں سے متعلق ہیں جو کہ ایمان دار تھے اور اکثر اصحاب خصوصاً خلفا ثلثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ایمان نہ رکھنے کے دو معنی ہیں ایک یہ کہ منکر خدا ورسول کے تھے کہ ایسے شخص کو منافق کہتے ہیں چنانچہ جو آئتیں اس کے معارضہ میں مجتہد صاحب نے لکھی ہیں

؎ اس کا ترجمہ اور حوالہ صفحہ میں دیکھو ۱۲ منہ

ہیں اس کا جواب ہو گیا اور بخوبی ثابت ہو گیا کہ وہ منافق نہ تھے۔ دوسرے یہ کہ وہ اصول موضوعہ شیعہ میں سے ایک اصول امامت کے منکر تھے کہ اس وجہ سے وہ کافر تھے اس کا بھی جواب اجمالی دے چکا کہ جب آئتیں نازل ہوئیں اور جس وقت خدای جل شانہ نے ان کی تعریف کی اس وقت امامت اصول دین سے نہ تھی اگر اس وقت امامت کا اصول دین سے ہونا ثابت کر سکو تو کرو فعلیکم البیان و علینا دفعہ بالبرہان۔

پس باقی رہ گئیں دو باتیں اول یہ کہ بعد وفات پیغمبر خدا کے وہ منکر امامت ہو گئے اور حق علی مرتضیٰ کا چھین لیا دوسرے اہل بیت سے عداوت رکھی اور ان کے حقوق غصب کئے کہ یہ امور بھی کفر ہیں۔ چنانچہ اس کا میں بحث امامت اور مطاعن میں جواب دوں گا اور ہر بات کو اس تفصیل سے لکھوں گا کہ نہ کسی شیعہ کی کوئی دلیل رہ جاوے نہ کسی سنی عالم کا جواب باقی رہے یعنی وہ سوال و جواب جن کے سننے کے بغیر حالت منتظرہ باقی رہے نہ یہ کہ جتنے دنیا میں شیعہ سنی ہوئے ہیں ان سب کی باتیں کہ یہ محال اور نیز فضول ہیں مگر انشاء اللہ تعالیٰ اس صراحت سے لکھوں گا کہ صرف دیکھنے والے کو انصاف اور فیصلہ کرنا رہ جاوے اور اکثر روایات کے دیکھنے کی ضرورت نہ رہے لیکن اس مقام پر وہ جوابات جو عام آیات فضیلت صحابہ سے شیعہ دیتے ہیں اور جس میں سے کچھ اوپر مذکور ہوئے اور کچھ رہ گئے ہیں ان باقی ماندہ جوابوں کو بیان کر کے قرآن و حدیث ہی سے اس کا جواب دینا شروع کرتا ہوں۔ فاستمعوا[1] لہ وانصتوا لعلکم ترحمون۔

جواب دوسرا شیعوں کا آیات فضیلت صحابہ سے

جو کچھ اوپر ہم نے بیان کیا اس میں صرف یہی جواب شیعوں کا ہم نے لکھا ہے کہ مہاجرین میں سے ابوبکر صدیق رضی کی نیت بخیر تھی اب سنئے کہ علاوہ اسکے اور کیا جواب دیتے ہیں شاہ صاحب قدس سرہ تحفہ میں ملا عبداللہ کی تقریر کو نقل کرتے ہیں کہ ملا عبداللہ نے یہ جواب دیا کہ اللہ جل شانہ نے جو رضامندی اپنی آیۂ[2] - والسابقون الاولون من المهاجرين والانصار میں مہاجرین و انصار کی نسبت بیان کی ہے یہ صرف سبقت ہجرت و نصرت کی نسبت ہے اور خاص

---

[1] پارہ ۹ سورہ اعراف رکوع ۲۴ ترجمہ تو اس طرف کان رکھو اور چپ چاپ رہو شاید تم پر رحم ہو ۱۲ موضح القرآن

[2] اس کا حوالہ و ترجمہ صفحہ میں دیکھو ۱۲۔

اس فعل سے وہ راضی ہوا مگر اس سے جنتی ہونا ان کا لازم نہیں ہوتا اس لئے کہ اس کے واسطے اس رضا کا آخر تک باقی رہنا ضرور ہے اور آخر تک رضا باقی رہنے کا حال خاتمے پر ہے اور تقریر کو لکھ کر شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ یہ تقریر قواعد اصول کی رو سے درست نہیں ہے اس لئے خدائے جل شانہ نے مہاجرین وانصار کی ذات کی تعریف کی ہے اور چونکہ وصف عنوانی میں سبقت ہجرت ونصرت کا ذکر کیا اس لئے یہ صفت علیۂ تعلق رضا کی ہو گی نہ کہ یہی وصف تعلق رضا کے اس کے جواب میں جناب مجتہد صاحب ذوالفقار میں فرماتے ہیں کہ (ہنوز باثبات نرسیدہ کہ مراد از سبقت درینجا سبقت فی الہجرۃ ست پس غایت ما فی الباب علت رضا سبقت الی الاسلام یا سبقت الی الموت یا سبقت الی الہجرۃ لا علی الیقین خواہد بود وایں علت مبہمہ برائے تو ہیچ وجہ مفید نمی تواند شد[۲]) یعنی یہ سب تقریریں تو اس وقت کی جاویں جب یہ ثابت ہو جاوے کہ مراد والسابقون الاولون من المہاجرین والانصار ہجرت میں سابق ہونا ہے حالانکہ یہی بات ہمارے نزدیک ابھی صاف نہیں ہے کہ سابقون سے کیا مراد ہے آیا ہجرت کی سبقت یا اسلام کی سبقت یا موت کی سبقت پس جبکہ علت مبہم ہے تو وہ کچھ مفید مطلب نہیں، غرضکہ حضرت نے سارا قصہ ہی طے کر دیا کوئی جھگڑے کی بات ہی نہ رکھی یعنی یہ سب فضیلتیں تو جب ثابت ہوں کہ والسابقون کے معنی کیا ہیں آیا ہجرت میں سبقت کرنے والے مراد ہیں یا کہ اسلام میں سبقت کرنے والے مقصود ہیں یا کہ موت پر سبقت کرنے والے یعنی مرد ے مراد ہیں پس جب اسی میں شبہہ ہے تو ایسی مبہم بات کی سند کچھ مفید غرضکہ بسبب مبہم ہونے علت رضا کے اس آیت سے کچھ کسی کی فضیلت ہی ثابت نہیں ہوتی اور یہ معنی جو حضرت نے فرمائے ہیں یہ بڑے غور و تامل کے بعد فرمائے ہیں چنانچہ خود اس سے پیشتر فرما چکے ہیں کہ (ایضاً آنچہ بعد تامل ونظر دقیق ظاہر می کرد[۳] صفحہ ۵۷ ذوالفقار تا قولہ اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال[۴])۔

---

[۱] سابقون کی بابتہ اب تک ثبوت نہیں ملا ہے کہ سبقت کس چیز میں ہے؟ کیا ہجرت میں سبقت کرنا مراد ہے؟ یا اسلام آوری میں! یا موت میں!! اور ہجرت میں سبقت کرنا بالکل غیر یقینی ہے اور یہ مبہم وغیر واضح علت وسبب تمہارے لئے مفید نہیں ہو سکتی [۲] عبارت ذوالفقار مطبوعہ مطبع مجمع البحرین لدھیانہ ۱۲۸۱ھ صفحہ ۵۸ سطر ۲۳-۱۲ منہ
[۳] نیز غور وفکر اور تامل کے بعد ظاہر کرتا تھا صفحہ (۵۷) از ذوالفقار[۱] اور جب شک وشبہہ پیدا ہو جائے تو استدلال باطل ہو جاتا ہے۔ [۴] عبارت ذوالفقار صفحہ ۵۶ سطر ۱۴-۱۲ منہ

marfat.com

آب قبلہ وکعبہ اس تقریر کو اپنی مدلل کرتے ہیں اور منطقی دلائل سے اس امر کو ثابت فرماتے ہیں کہ مراد والسابقون سے موت کی طرف سبقت کرنے والے ہیں یعنی مردے جو مر چکے مراد ہیں کما بقول[1] دوم ثانیاً این کہ علت رضای مہاجرین وانصار از حق تعالیٰ مجرد ہجرت و نصرت نمی تواند شد بلکہ نظر دقیق حکم می کند کہ رضای آں ہا از حق تعالیٰ و تسلیم او امر و نواہی او علت ہجرت و نصرت شدہ واین قرینہ دیگر ست برا اینکہ مراد از سابقین سابقین الی الموت اند[1] یعنی خدا کی رضامندی کا مہاجرین وانصار سے سبب یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ فقط ہجرت کرنے سے ساتھ پیغمبر خدا کے با مدد دینے سے رسول مقبول کو وہ راضی ہو جاوے بلکہ نظر دقیق حکم کرتی ہے کہ ان کا خدا سے راضی ہونا اور اس کے احکام و نواہی کا بجالانا ان کی ہجرت و نصرت کی علت ہے پس یہ دوسرا قرینہ ہے کہ مراد والسابقون سے سابقین الی الموت ہیں یعنی جو کہ مرنے میں سبقت اور پیش قدمی کر گئے اور پہلے سب سے مر گئے فقط سبحان اللہ کیا نظر دقیق ہے جناب قبلہ وکعبہ کی کہ کیا خوب معنی نکالے ہیں حقیقت میں بیچارے شاہ صاحب ایسی دقیق نظر کہاں سے لاتے جو ان باریک نکتوں کو سمجھتے کہ مراد والسابقون سے مردے ہیں خیر ہم نہایت شکر ادا کرتے ہیں مجتہد صاحب کا کہ مردے مہاجرین وانصار تو اس میں داخل رکھے اگر وہ والسابقون کے معنی یہی کہتے ہیں کہ حضرت آدم مراد ہیں کہ انہوں نے سب سے پہلے جنت سے ہجرت کی تھی یا حضرت موسیٰ مراد ہیں جنہوں نے مدین کو ہجرت کی تھی تو ہم کیا کرتے یا فرما دیتے کہ مراد والسابقون سے جبرئیل ومیکائیل ہیں جو سب سے پہلے پیدا ہوئے ہیں تو ہمارا کیا بس چلتا بہر حال جب معنی ہی بنانا پڑے اور نظم قرآنی کا کچھ لحاظ نہ رہا تو پھر بیسر وپا بات کہہ دینے والے سے کیا زور چل سکتا ہے جو کچھ وہ رعایت کرے وہی احسان ہے۔

کوئی یہ خیال نہ کرے کہ قبلہ وکعبہ نے یہ بے دلیل دعویٰ کیا ہے اس لئے کہ بے دلیل بات کہنا جاہلوں کا کام ہے اور یہ حصہ شاہ صاحب کا ہے حضرت کوئی بات

[1] دوسری دلیل یہ کہ انصار ومہاجرین کا اللہ تعالیٰ کی رضامندی وامداد حاصل کرنے کا سبب ہجرت کرنا نہیں ہے۔ بلکہ نظر تعمق بتاتی ہے کہ ان لوگوں کا اللہ سے راضی ہونا اور اس کے احکام ونواہی کی تعمیل کرنا ان کی مدد وہجرت کا سبب ہے۔ اور اس دوسرے قرینہ سے بھی یہ ثابت ہے کہ سابقون سے مراد یہ ہے کہ انہوں نے مرنے میں پیش قدمی اور سبقت کی[2] عبارت ذوالفقار صفحہ ۵۹ سطر ۳۔

marfat.com

بے دلیل برہان کے زبان پر نہیں لاتے چنانچہ اس دعوے کی دلیل میں فرماتے ہیں (۱) این قرینہ دیگر است برایں کہ مراد از سابقین سابقین الی الموت اند چہ موت اہل جنت ومشاہدہ درجات راحت علیہ تمام ودر رضای آنہا از حق تعالی است کہ والسابقون کی لفظ سے وہ لوگ جو موت کی طرف سبقت کر گئے مراد لینے کا یہ دوسرا قرینہ ہے اس لئے کہ جنت میں پہنچ جانا اور اپنے مراتب اور درجات کا دیکھنا اور آرام سے بہشت میں چین کرنا ان سب باتوں کو بڑا دخل ہے کہ وہ لوگ خدا سے راضی ہوئے فقط بیشک درست ہے جو لوگ زندہ ہیں وہ بسبب اس کے کہ نہ معلوم خدا جنت دے گا یا نہیں اور اگر دینے کا یقین بھی ہو تو بہ سبب دنیا دی تکالیف کے وہ خدا سے پورے پورے راضی نہیں ہو سکتے۔ جب مر گئے اور خدا نے ان کو بہشت نصیب کر دی اور آزادی سے بہشتوں کے لطف اٹھانے لگے تو وہ بخوبی خدا سے راضی ہو جاویں گے اور نصرت اور ہجرت کا سبب اوپر آپ لکھ ہی چکے ہیں کہ یہ ہے کہ وہ خدا سے راضی تھے تو اب کیا شک رہا کہ مراد والسابقون سے وہی لوگ ہیں جو اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے مر چکے تھے بے شک جیسا دعویٰ تھا اس سے بہت بڑھ کر دلیل ہے مجتہدوں اور مقدس لوگوں کے ایسے ہی دعوے اور ایسی ہی دلیلیں ہوتی ہیں زہی نصیب اس فرقے کے جس کے ایسے عاقل اور ذکی اور ذہین مجتہد ہوں جو کہ جناب قبلہ وکعبہ نے اپنی کتاب کو نہایت ہی مدلل اور مبرہن لکھا ہے اس لئے صرف ایک دو دلیل ہی اپنے دعوے پر نہیں بیان فرمائیں بلکہ ہر ایک دعوے کو اپنے دلیلوں سے ثابت کیا ہے کہ کسی سنی کو جرأت اس کے رد کرنے کی نہیں ہے چنانچہ اسی آیت کی نسبت جو تیسرا جواب دیا ہے اُسے بھی میں لکھتا ہوں حضرت فرماتے ہیں کہ (۲) ثالثاً ایں کہ غایت مافی الباب آنکہ از آیہ علت بودن ہجرت ونصرت در باب رضای حق تعالیٰ از

۱؎ اور سابقون سے دوسرا قرینہ یہ مراد ہے کہ انہوں نے مرنے میں پیش قدمی کی جنت میں پہنچنا اور اپنے درجات دیکھنا ان امر کو اس میں بڑا دخل ہے کہ یہ لوگ اللہ سے خوش ہوئے ۲؎ عبارت ذوالفقار مطبوعہ مطبع مجمع البحرین لدھیانہ ۱۲۸۱ھ صفحہ ۹ و سطر ۴۔ ۱۲ منہ

۳؎ سوم خلاصہ یہ کہ اس آیت سے ان کی ہجرت دامداد کی علت و دلیل اللہ سے خوش ہونا اور ان سے اللہ کی رضامندی ہو سکتی ہے اور یہ علت وسبب عام ہے کہ تام ہو یا ناقص۔ اور سبب و علت ناقص کا استعمال کلام الٰہی و احادیث نبوی میں عمومی طور پر پایا جاتا ہے اور اگر تم بے انتہا کند ذہن ہونے کے باوجود ذرا سا تامل و غور کرو۔ اور قرآن کریم کو اول سے آخر تک بہ غور پڑھو جزا و سزا کی آیات پر غور کرو۔ تو ہماری بات کی صداقت واضح ہو جائے

marfat.com

آنہا در رضای آنہا از و تعالیٰ شانہ مو، تواند شد و علت اعم است از ینکہ تامہ باشد یا ناقصہ و استعمال علت ناقصہ در کلام حق تعالیٰ و احادیث نبوی شایع تمام وارد و اگر بسبب غباوت ذہن کہ داری در نیابی بتامل داشتہ باشی پس قرآن مجید را از اول تا آخر بنظر بصیرت تلاوت کن و در آیات وعدہ و وعید تامل نما تا صدق این مقال واضح گردد[1] اس سے پایا گیا کہ گویا اللہ جل شانہ ان کی ہجرت و نصرت سے تو راضی ہوا مگر یہ علت ناقص ہے اس لئے ان کے سب کاموں سے راضی ہونا ثابت نہ ہوا افسوس ہے کہ مجتہد صاحب ذرا نظم قرآنی کو ملاحظہ نہیں فرماتے اور ترجمہ لفظی کو بھی نہیں دیکھتے اور تحریف معنوی خدا کے کلام میں کرتے ہیں یار خدایا تیرا کلام چیستان ہے یا یہ آیت پہیلی ہے یا کوئی معمہ ہے جس کے لئے ایسے باریک باریک خیالات کو حضرت قبلہ و کعبہ کام فرماتے ہیں چار لفظ اس آیت کے ہیں ذرا اس کا ترجمہ کریں اور سمجھ لیں اے مومنین ذرا سنو کہ اس آیت کا ترجمہ لفظی بھی ہے جو میں بیان کرتا ہوں یا اور کچھ اول الفاظ آیت کے سنو کہ یہ ہیں[2] والسابقون الاولون من المهاجرين والانصار والذين اتبعوهم بإحسان رضي الله عنهم ورضوا عنه واعد لهم جنات تجري تحتها الانهار خالدين فيها ابدا ذلك الفوز العظيم ۔ اور اب ترجمہ اس کا سنو کہ یہ ہے۔ ترجمہ اور آگے بڑھ جانے والے پہلے ہجرت کرنے والوں سے اور وہ لوگ کہ پیروی کرتے ہیں ان کی ساتھ نیکی کے راضی ہوا اللہ ان سے اور راضی ہوئے وہ اس سے اور تیار رکھیں واسطے ان کے بہشتیں چلتی ہیں نیچے ان کے نہریں رہنے والے بیچ اس کے ہمیشہ یہ ہے مراد پانا بڑا۔

اب خیال کرو کہ جو علتیں تامہ اور ناقصہ مجتہد صاحب ان صاف لفظوں میں پیدا کرتے ہیں یہ تحریف ہے یا نہیں اور اگر ایسی ہی علتوں کو خدا کے کلام میں دخل دیا جاوے تو سارا قرآن بازیچۂ طفلاں ہو جاوے اور کسی آیت اور کسی حکم پر عمل کرنا جائز اور تصدیق کرنا ممکن نہ ہو۔ اللہ جل شانہ تو صاف صاف فرماتا ہے رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ کہ میں ان سے اور وہ مجھ سے راضی حضرت فرماتے ہیں کہ یہی علت رضامندی کی ناقص ہے وہ سب باتوں

[1] عبارت ذوالفقار مطبوعہ مطبع مجمع البحرین لدھیانہ صفحہ ۵۹ سطر ۶۔ ۱۲

[2] پارہ ۱۱ سورہ توبہ رکوع ۱۳۔ ترجمہ اور جو لوگ قدیم ہیں پہلے وطن چھوڑنے والے اور مدد کرنے والے اور جو ان کے پیچھے آئے نیکی سے اللہ راضی ان سے اور وہ راضی اس سے اور رکھے ہیں واسطے ان کے باغ نیچے بہتی نہریں رہا کریں ان میں ہمیشہ یہی ہے بڑی مراد ملنی ۱۲ موضح۔

سے راضی نہیں ہے اگر صرف ہجرت اور نصرت کے سبب سے راضی ہے اور گو حضرت نے صاف نہیں فرمایا مگر مطلب یہی ہے کہ غصب خلافت اور عداوت اہل بیت کے سبب سے ناراض ہے اس لئے اے میرے بندو اس رضامندی کو تام یعنی پوری نہ سمجھنا اور اس سے مہاجرین وانصار کو اچھا نہ جاننا افسوس ہے کہ قبلہ وکعبہ نے یہ نعوذ باللہ کہ قرآن مجید میں یہ بھی تھا کہ اگر کسی کو شک ہو اور میری آیتوں سے یہ مطلب کوئی نہ سمجھے تو مجتہد سے پوچھ لینا کہ وہ علت تامہ اور ناقصہ کا بیان کر کے اچھی طرح سمجھا دیں گے اور یہ جو مجتہد صاحب نے فرمایا کہ والسابقون سے مراد سب مردے ہیں اس لئے کہ خدا ان کے حال سے خبر دیتا ہے کہ وہ خدا سے راضی ہوئے اور یہ امر معلوم ہے کہ اگر وہ زندہ ہوتے تو یہ مناسب تھا کہ خدا فرماتا یرضون یعنی بصیغہ مضارع کے کہ وہ راضی ہوں گے خدا سے چنانچہ الفاظ حضرت کے یہ ہیں کہ زیرا[1] کہ جناب حق سبحانہ وتعالیٰ از حال ایشاں خبر می دہد کہ ایشاں از خدای خود راضی شدند ومعلوم ست کہ اگر ایں ہا زندہ می بودند مناسب این بود کہ حق تعالیٰ بصیغہ مضارع کہ یرضون باشد این مطلب را ادا نماید نہ بصیغہ ماضی[1]

پس اوّل تو یہ فرمانا حضرت کا کہ (معلوم ست کہ اگر اینہا زندہ می بودند) ہم کو معلوم نہیں یہ جناب ہی کو معلوم ہوگا اور دنیا میں بندوں کا خدا سے راضی ہونا آپ ہی کے نزدیک بعید از قیاس ہوگا ورنہ ہم کو یہ معلوم کیا بلکہ یقین ہے کہ جتنے خاص بندے اللہ جل شانہ کے ہیں وہ اس سے دنیا میں بھی راضی ہیں اور کیسے ہی کچھ درد اور دکھ پاویں وہ راضی رہتے ہیں تو زندوں کی نسبت رضوا عنہ کا مضمون آپ کو باعث تعجب ہوگا کیونکہ آپ حالت زندگی میں خدا سے راضی نہیں رہے ورنہ ہم تو اسے یقینی جانتے ہیں۔

دوسرے یہ سب علتیں تامہ اور ناقصہ اور صیغہ ماضی مضارع کے احتمالات اور استدلال صرف بیچارے مہاجرین اور انصار ہی کی نسبت ہیں یا کہ اہل بیت علیہم السلام کی نسبت بھی پس جو تقریریں آپ صحابہ کی نسبت کرتے ہیں اور جس طرح آیات فرمائی ہیں آپ مہاجرین وانصار کی فضیلت باطل کرنے کے لئے تحریفات اور احتمالات کرتے ہیں

[1] اس لئے کہ اللہ ان کے حالات کی اطلاع دے رہا ہے کہ وہ اپنے خدا سے راضی ہوئے اور واضح ہے کہ اگر یہ لوگ زندہ رہتے تو ضروری تھا کہ اللہ ماضی کے صیغہ کے بجائے مضارع کا صیغہ لاتا یعنی راضی ہوں گے اور اس سے مطلب واضح ہو جاتا ہے [1] عبارت ذوالفقار مطبوعہ مطبع مجمع البحرین لدھیانہ ۱۲۸۱ھ صفحہ ۵ سطر ۱۶-۱۲ منہ

marfat.com

اگر خوارج و نواصب اہل بیت علیہم السلام کی نسبت کہیں تو آپ کیا جواب دیں گے جو آپ ان کو جواب دیں وہی ہماری طرف سے تصور فرما دیں۔

تیسرے مجتہد صاحب نے احتمالات کر کے ان آیتوں کے معنی بدلے ہیں، ایک بڑی خرابی کی، اور بوجہ اس کے کہ اس آیت کے لکھنے میں بہت عجلت کی تھی ایک بہت بڑی بات بھول گئے کہ والسابقون الاولون میں جناب امیر علیہ السلام بھی داخل ہیں اور ان کی فضیلت پر بھی یہی آیتیں سند لائی جاتی ہیں اور کہا جاتا ہے کہ وہ سب سے اوّل اور سابق ہیں اسلام میں اور ہجرت میں نہیں، جب کہ والسابقون سے مراد مردے لئے گئے اور کوئی زندہ اس میں داخل نہ رہا تو پھر جناب امیر بھی اس سے خارج ہو گئے بار خدایا تب شاید کہیں کہ زندوں میں صرف وہی اس آیت کے مصداق ہیں اور باقی سب مردے مراد ہیں اور اگر کوئی اس تخصیص کی وجہ پوچھے تو پھر وہی شیوہ اپنا اختیار کریں اور اپنی تشیع پر آجاویں یعنی گالیاں دینا شروع کریں اور عنی اور کودن اور احمق فرما کر اس کی بات نہ سنیں جیسا کہ اسی مقام پر علت تامہ و ناقصہ کے نہ سمجھنے پر شاہ صاحب کی نسبت فرماتے ہیں کہ "اگر بسبب غباوت ذہن کہ داری، درینباب تامل داشتہ باشی پس قرآن مجید را از اول تا آخر بنظر بصیرت تلاوت کن و در آیات وعدہ وعید تامل نما تا صدق ایں مقال واضح گردد"۔

چوتھے جناب قبلہ و کعبہ کا ماضی مضارع کے صیغوں سے بحث کرنا در حقیقت دائرہ تشیع کو تنگ کرنا ہے اس لئے کہ پھر بہت سی آیتیں فضیلت اہل بیت کی انہیں صیغوں کی بحث سے نکل جاویں گی اور ایسے اعتراض کرنے والوں کا جواب دینا مشکل ہو گا اس سے قواعد نحو و صرف کا نام ہی زبان پر نہ لائیے ورنہ اگر کوئی پوچھ بیٹھے کہ یطعمون الطعام علی حبہ مسکینا و یتیما و اسیرا صیغے مضارع کے ہیں اور ماضی کیلئے جانتے ہیں اس لئے کہ بعد وفا کرنے نذر کے اور بعد کھلا دینے کھانا کے مسکینوں اور یتیموں اور اسیروں کو یہ آیات شان میں جناب فاطمہ اور حسنین علیہم السلام کے نازل ہوئی تھیں تو کیا آپ جواب دیں گے اور اگر کوئی کہے کہ فوقٰہم اللہ شر ذالک الیوم و لقٰہم نضرۃ و سرورا و جزاہم بما صبروا جنۃ و حریرا۔

لہ اگر اپنی کند ذہنی کے باوجود قدرے غور و فکر کرتے تو مناسب تھا۔ قرآن کریم کو اوّل سے آخر تک بہ غور پڑھو آیات جہاد میں فکر کرو تاکہ ہماری بات کی صداقت واضح ہو جائے ٢ لہ عبارت ذوالفقار مطبوعہ مطبع مجمع البحرین لدھیانہ ١٢٨١ صفحہ ۹۶ سطر ۸۔ ١٢ منہ ٣ لہ پارہ ۲۹ سورہ دھر رکوع ا ترجمہ کھلاتے ہیں کھانا اس کی محبت پر محتاج کو اور بن باپ کے لڑکے اور قیدی کو ١٢ موضح القرآن ٤ لہ پارہ ۲۹ سورہ دھر رکوع ا ترجمہ پھر بچایا ان کو اللہ نے برائی سے اس دن کی اور ملائی ان کو تازگی

بقیہ اگلے صفحہ پر

marfat.com

سب صیغے ماضی کے ہیں اور معنی مضارع کے مراد لیے جاتے ہیں تو آپ کیا فرمائیں گے۔ پس اگر فرض بھی کیا جاوے اور آپ کا قول تسلیم بھی کیا جاوے کہ (مناسب ایں بود کہ حق تعالیٰ بصیغہ مضارع کہ یرضون باشد ایں مطلب را ادا نماید نہ بصیغہ ماضی[1]) تو اس کا جواب یہ ہے[2] (کہ حق تعالیٰ امرے راکہ یقینی وقطعی ست بصیغہ ماضی ادا میناید چنانچہ در فضائل اہل بیت امری راکہ بعد از قیام قیامت ظہور خواہد یافت بصیغہ ماضی ادا کردہ حیث قال تبارک وتعالیٰ فوقهم الله شر ذلك اليوم ولقهم نضرة وسرورا الخ ہم چنین رضای سابقین اولین از مہاجرین وانصار زیراکہ در آخرت علو مرتبہ خود را دیدہ راضی خواہند شد بصیغہ ماضی ادا کردہ برای ایں حکم فرمودہ کہ رضوا عنہ) اور اگر آپ کو ماضی مضارع کے صیغوں میں شک ہوا اور ایک سے دوسرے معنی مراد لینا آپ کے نزدیک خلاف فصاحت و بلاغت ہوں تو ذرا میزان الصرف اٹھا کر دیکھئے اور بدان اسعدک اللہ تعالیٰ کے معنی سوچئے کہ معنی اس کے نیک بخت کند ہیں یا نیک کر دہیں اور پھر غور کیجیے کہ صیغہ تو ماضی کا ہے اور معنی حال کے لئے جاتے ہیں تو اس شک کے دور کرنے کے لئے اس کا حاشیہ دیکھ لیجئے[3] تاکہ آپ کو معلوم ہو کہ کبھی ماضی کے صیغے سے حال کے معنی لئے جاتے ہیں اور بعد اس کے اگر انصاف ہے تو قصور کا اقرار کیجئے ورنہ ایک روز تو اقرار کرنا ہی پڑے گا جس کا ذکر خدا نے بصیغہ ماضی کے کیا ہے حالانکہ ہنوز وہ روز نہیں آیا کما قال سبحانہ تعالیٰ وقالوا لو کنا نسمع او نعقل ما کنا فی اصحب السعیر فاعترفوا بذنبہم فسحقا لاصحب السعیر[4] پس حضرات شیعہ کے تعصب و عناد بلکہ جہالت و نادانی کو دیکھنا چاہیئے کہ صرف اصحاب نبوی کی عداوت سے آیات قرآن مجید کے ایسے معنی بناتے ہیں کہ حضرت علی بھی اس سے خارج ہوئے جاتے ہیں اور ان پر بھی اطلاق اس فضیلت کا نہیں ہو سکتا پس جبکہ شیعوں

بقیہ حاشیہ ۳۶۶) اور خوش وقتی اور بدل دیا ان کو سہر کردہ ٹھہرے ہے باغ میں اور پوشاک ریشمی ۱۲ موضح۔

[1] مناسب یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ راضی ہوا ماضی کے صیغہ کے بجائے راضی ہوں گے مضارع کا صیغہ سے مطلب واضح کرتا ہے

[2] عبارت ذوالفقار صفحہ ۲۵ سطر ۱۰-۱۲ منہ۔

[3] جو بات قطعی و یقینی ہے اسے اللہ بصیغہ ماضی فرماتا ہے۔ جیسا کہ فضائل اہل بیت کو جو قیامت میں ظاہر ہونگے انہیں بصیغہ ماضی ادا کرتے ہوئے حکم دیا ہے رضوا عنہ یعنی وہ لوگ اللہ سے راضی ہوئے

[4] پارہ ۲۹ سورہ ملک رکوع ۱ ترجمہ اور بولے اگر ہم ہوتے سنتے یا بوجھتے نہ ہوتے دوزخ والوں میں سو قائل ہوئے اپنے گناہ کے اب دفع ہو دوزخ والے ۱۲ موضح القرآن۔

marfat.com

نے اپنے ہی پہلے امام کو اس آیت کے مصداق سے خارج کر دیا تو اگر ہمارے تین خلیفوں کو بھی نکال دیا تو جای شکایت نہیں ہے اس مقام پر یہ امر بھی لکھنا خالی فائدہ سے نہیں ہے کہ جناب شاہ صاحب نے تحفۂ اثنا عشریہ میں فرمایا ہے کہ اگر مہاجرین وانصار کی نسبت ان آیتوں کے یہ معنی مراد لئے جاویں کہ رضامندی خدا کی ان کی ذات سے متعلق نہیں ہے بلکہ ان کی صفت ہجرت و نصرت سے اور کامل رضامندی موقوف ہے حسن خاتمہ پر تو آیہ موالات جس سے ثبوت خلافت حضرت علی کا کیا جاتا ہے ان میں بھی تو یہی جرح ہو سکتی ہے کہ کہا جاوے کہ (ترجمہ[1]) ولایت شما باین وصف متعلق ست یعنی اقامت صلوٰۃ وایتاء زکوٰۃ در حالت رکوع وبقاء این وصف مشروط ست بہ حسن خاتمہ وکذا وکذا) بجواب اس کے مجتہد صاحب فرماتے ہیں کہ (ترجمہ[2]) اما انچہ درین مقام درباب آیہ ولایت بہ ترانۂ بے ہودہ مترنم گردیدہ پس از قبیل قیاسی ست مع الفارق چہ امثال چنیں تقیدات دراز کار در آیۂ ولایت خلاف اجماع اہل اسلام ست پس از معرض اعتبار ساقط باشد[3]) سوای ان لفظوں کے حضرت نے اور کچھ نہیں لکھا اور لکھا اور گالی دے کر سکوت اختیار کیا اور یہ فرمانا کہ آیہ موالات میں ایسے احتمالات بعیدہ کرنا خلاف اجماع اہل اسلام ہے باعث صد ہزار حیرت ہے اس لئے کہ اگر اہل اسلام سے مراد صرف حضرات شیعہ ہیں تو یہ فرمانا مسلم لیکن اگر اور سب فرقے اسلام کے مراد ہیں تو ان کے اجماع کا دعوے محض غلط ہے ہاتوا برہانکم[4] ان کنتم صادقین۔

اے حضرات امامیہ خدا اپنے مجتہدین کی توجیہات اور احتمالات پر خیال کرو کہ وہی احتمال مہاجرین وانصار کے حق میں تو جائز بلکہ واجب سمجھا جاوے اور وہی احتمال جناب امیر کے حق میں ممتنع اور محال ہو اگر کہا جاوے کہ یہ مقتضای محبت و عداوت ہے تو ہم قبول کریں گے لیکن یہ بھی اس کے ساتھ عرض کریں گے کہ یہ مقتضای ایمان اور انصاف نہیں

---

[1] آپ کی ولایت کی صفت یہ ہے کہ نماز پڑھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں حالت رکوع میں اور یہ وصف حسن خاتمہ کے ساتھ مشروط ہے وغیرہ وغیرہ۔

[2] یہاں آیت ولایت کی تفصیل میں جن بے ہودگیوں کے گیت گائے ہیں یہ صرف قیاس مخالف ہے کیونکہ اس قسم کے دور از کار قیود دراصل آیت دلالت میں عائد کرنا اجماع اہل اسلام کے خلاف ہے اور اس لئے یہ نا قابل اعتبار ہے [3] پارۂ ۲ سورہ نمل رکوع ۵ ترجمہ لاؤ اپنی سند اگر تم سچے ہو ۱۲ موضح القرآن

[4] عبارت ذوالفقار مطبوعہ مطبع مجمع البحرین لدھیانہ ۱۲۸۱ھ صفحہ ۵۹ سطر ۱۰ ۱۲

اس جواب پر مجھے ایک حکایت بہرام گور کی یاد آئی حکایت کہ اس نے ایک مرتبہ گور کا شکار تبر سے کیا اتفاق سے تبر اس کے منہ پر ایسا لگا کہ منہ سی گیا ایک لونڈی سے بہرام گور نے اپنی تعریف کی اس کی زبان سے نکل گیا کہ مشق اور تعلیم کے متعلق ہے بہرام گور نے خفا ہو کر نکال دیا اس نے یہ مشق شروع کی کہ گائے کے بچے کو دمیں لے کر ہر روز دو وقت بالاخانہ پر چڑھ جاوے یہاں تک کہ جب وہ بچہ بڑا ہوا تب بھی بسبب مشق کے وہ بالاخانے لے جایا کرتی یہ خبر بادشاہ نے سنی وہ بھی گیا دیکھ کر کیا کہتا ہے کہ مشق و تعلیم سے متعلق ہے تب لونڈی نے دست بستہ ہو کر عرض کی کہ جہاں پناہ آپ جب گور کو تیر سے شکار کریں تو وہ مشق سے تعلق نہ ہوا اور جب میں اس سے بہت زیادہ حیرت انگیز کام کروں وہ مشق کے متعلق سمجھا جاوے یہ کون انصاف ہے کما قال قائل شعر

گفت شہ را اندامتی ست عظیم

گاو تعلیم گور بے تعلیم

وہی حال ہے بعینہ مجتہد صاحب کا کہ ایسی صریح اور صاف آیت میں جیسی کہ والسابقون الاولون من المہاجرین والانصار ہے احتمالات علت تامہ اور ناقصہ کے کریں اور ان کے علما علت رضای الہی کو مخصوص فعل خاص کا کہیں اور جب کوئی آیۂ موالات سے معارضہ کرے جس میں صرف یہ ہے کہ یؤتون الزکوۃ وہم راکعون کہ دیتے ہیں زکواۃ کو دراں حالیکہ وہ رکوع میں ہوتے ہیں اور اس کے لفظوں سے کچھ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ وہ لوگ کون ہیں صیغہ جمع کا ہے اور معنی واحد کے لئے جاتے ہیں اور زکوۃ کے معنی خیرات کے کہے جاتے ہیں اس لئے کہ یہ ظاہر ہے کہ حضرت علی اتنا مال نہ رکھتے تھے کہ زکواۃ ان پر واجب ہو اور پھر رکوع و سجود میں کسی دوسرے کی بات سننا گو وہ سائل اور محتاج ہی ہو خلاف خلوص نماز کے بھی ہے پس باوجود ان سب باتوں کے جب کوئی کہے کہ وہ احتمالات جو مہاجرین و انصار کی فضیلت کے آیات میں آپ کرتے ہیں وہ اس آیت میں ہو سکتے ہیں بلکہ اس سے بھی بہت کچھ زیادہ تب فرماویں کہ یہ بیہودہ ترانہ ہے اور خلاف اجماع ہے حقیقت یہ ہے کہ جب انسان انصاف اور ایمان اور حیا کا پابند نہ رہے تب مختار ہے جو

سلہ اس کا حوالہ اور ترجمہ صفحہ میں دیکھو ۱۲ منہ

سلہ پارہ ۶ سورہ مائدہ رکوع ۸ ترجمہ دیتے ہیں زکوۃ اور وہ توے ہیں ۱۲ موضح القرآن

marfat.com

چاہے سو کہے ولنعلم ما قیل[1] اذا القیت جلباب الحیاء فقل ما شئت فان من لا حیا لہ لا ایمان لہ
اب چوتھے معنی والسابقون کے سنیے جو مجتہد صاحب بیان فرماتے ہیں۔ حضرت ذوالفقار میں لکھتے ہیں کہ از اقوال[2] بعضی از علما دلالت می کند کہ مراد از سبقت فی الہجرۃ مہاجرت بنی ہاشم ست از مکہ[3] یعنی بعضی علماء کا قول ہے کہ مراد سبقت ہجرت سے بنی ہاشم کی ہجرت ہے جو انہوں نے مکے میں کی تھی لوگ حیران ہوں گے کہ مکے سے مکے میں کون سی ہجرت ہے اس لئے میں اس کی تصریح کرتا ہوں کہ جب کفار نے حضرت کو بہت ستایا تب شعب ابوطالب میں حضرت نے قیام فرمایا اور کئی برس تک وہاں رہے پس اس کا نام حضرت نے ہجرت رکھا ہے یعنی ایک گھر سے دوسرے گھر میں جانا شاید یہ معنی اس کو پسند ہوئے ہوں تاکہ اپنے اور اپنے شیعوں کی نسبت بھی ہجرت کا اطلاق کر سکیں اس لئے کہ حضرت یقیناً ایک دن میں سو جگہ بدلتے ہوں گے اور جب کہ جگہ بدلنے ہی کے معنی ہجرت کے ہوئے تو پس، حضرت اور حضرت کے شیعہ دن بھر میں سو سو دفعہ ہجرت کے ثواب کے مستحق ہوں گے اور بعض علما سے جن کا قول حضرت نے بیان کیا ایک جناب قاضی نور اللہ شوستری شہید ثالث ہیں کہ وہ مصائب النواصب میں بجواب نواقض الروافض لکھتے ہیں کہ[4] فاطعن صاحب النواقض تبعاً للجمہور من ان ابا بکر و عمر کانا من المہاجرین السابقین الاولین انما ہو تحریص وزور بل السابقون الاولون ہم الذین ہاجروا ہجرۃ الاولی وہی ہجرۃ رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فی حصارہ بمکۃ حین ہاجرت قریش بن ہاشم مع رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم فی شعب عبدالمطلب

---

[1] جس وقت گرا دیا تو نے چادر حیا کو پس کہہ جو کچھ چاہے تو پس وہ تحقیق شخص کہ نہیں ہے واسطے اس کے حیا نہیں ہے ایمان واسطے اس کے ۱۲ مولوی افہام اللہ سلمہ

[2] بعض علماء کے اقوال سے ثابت ہے کہ سبقت سے مراد بنو ہاشم کا مکہ سے ہجرت کرنا ہے

[3] عبارت ذوالفقار مطبوعہ مطبع مجمع البحرین لدھیانہ ۱۲۸۱ھ ۵۷ سطر ۱۲ منہ

[4] ترجمہ پس طعن کیا صاحب نواقص نے باتباع جمہور اس بات سے کہ تحقیق ابوبکر اور عمر تھے مہاجرین سابقین اولین سے جز ایں نیست کہ وہ حرص دلانا اور مکر ہے بلکہ سابقین اولین وہ لوگ ہیں کہ ہجرت کی انہوں نے ہجرت پہلی اور وہ ہجرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے حصار مکہ میں جبکہ ہجرت کی قریش بنی ہاشم نے ساتھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شعب عبدالمطلب میں چار برس اور امت اجماع کرنے والی ہے اس بات پر کہ ابوبکر اور عمر نہیں تھے ساتھ ان کے اس جگہ میں ۱۲ مولوی افہام اللہ۔

marfat.com

اربع سنین ولامنہ مجمعۃ علی ان ابابکر وعمر لم یکونا معہم فی ذالک الموطن) یہ معنی ہجرت کے کہ مکے سے گئے ہی ملیں) ہجرت کرنا ایسی بے معنی اور نئی اصطلاح ہے کہ سننے کے لئے اس سے زیادہ کوئی لطیفہ نہ ملے گا میرے نزدیک مجتہد صاحب نے غلطی کی کہ مہاجرین وانصار سے آدمی مراد لئے اور ناحق معنی بنانے کی تکلیف اٹھائی مناسب تھا کہ سابقین مہاجرین سے مراد حضرت جبرئیل کو لیتے کہ وہ سب سے اول سدرۃ المنتہیٰ سے ہجرت کر کے مکے میں آئے اور انصار سابقین سے مراد حضرت عزرائیل لیتے جنہوں نے بڑے بڑے دشمنوں کو پیغمبر صاحب کی مدد کر کے ہلاک کیا اور ان کی روحیں قبض کیں پس حقیقت میں کامل اور صحیح ہجرت جبرئیل کی اور ملکی اور پوری نصرت حضرت عزرائیل کی ہے اور خدائی جلشانہ کے کلام سے تصدیق بھی اس مضمون کی بخوبی ہوتی خصوصًا رضی اللہ عنہم ورضوعنہ کا مضمون تو ان پر ایسا ٹھیک صادق آتا کہ کسی سنی جاہل کو کچھ جائے اعتراض نہ رہتی اس لئے کہ سچی رضامندی خدا کی فرشتوں سے ہے اور فرشتوں کی خدا سے جن کی شان ہے کہ ذرہ برابر خلاف مرضی خدای جل شانہ کے کچھ نہیں کرتے اور فرشتوں میں سب سے سابق اور اول حضرت جبرائیل اور میکائیل ہیں تو کیا باعتبار لفظوں کے اور کیا بلحاظ معنی کے یہ مضمون ایسا چسپاں ہوتا کہ فرشتے بھی داد دیتے۔

پانچویں معنی والسابقون کے[1] (یا ہجرت بطرف حبشہ کہ مراتب پیشتر از ہجرت مدینہ بودہ پس دریں صورت ابی بکر را شرف سبقت ہجرت صوری ہم نخواہد بود[2]) مجتہد صاحب نے تو فقط اس دعوے ہی پر قناعت فرمائی اور اتنا کہہ کر سکوت کیا لیکن صاحب تقلیب المکاید نے بجواب کید نود و دوم کے اس دعوے کو اپنے نزدیک مدلل بھی کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ[3] (اصحاب ثلثہ از مہاجرین اولین نبودند چنانچہ در صحیح بخاری مذکور ست عن ابی موسیٰ قال بلغنا مخرج النبی ونحن بالیمن فخرجنا مہاجرین الیہ الخ)[4] مؤلف موصوف نے ایک بہت بڑی حدیث نقل کرنے سے یہ فائدہ تصور کیا ہوگا تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ خود اہل سنت کی صحیح بخاری

---

[1] یا پھر حبشہ کی جانب ہجرت کرنا مراد ہے جو مدینہ کی طرف ہجرت کرنے سے کئی مرتبہ کی گئی اور اس صورت میں بھی ابوبکر کو صورتًا ہجرت میں سبقت کرنے کی بزرگی حاصل نہیں [2] عبارت ذوالفقار مطبوعہ مطبع مجمع البحرین لدھیانہ ۱۲۸۱ھ صفحہ ۵ سطر ۲ امنہ [3] اصحاب ثلاثہ پہلے ہجرت کرنے والے نہ تھے۔ جیسا کہ بخاری میں ہے۔

[4] اس حدیث کی شرح دیکھو ۱۲ منہ

marfat.com

سے ثابت ہوتا ہے کہ خلفائے ثلثہ مہاجرین اولین سے نہ تھے لیکن یہ محض غلطی حضرت کی ہے اس حدیث سے جس قدر ثابت ہوسکتا ہے وہ یہی ثابت ہوتا ہے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے اصحاب سفینہ تمہارے لئے دو ہجرتیں ہیں اور یہ حضرت نے نہیں فرمایا کہ تمہیں والسابقون الاولون میں ہو اور اس سے کوئی سنی انکار نہیں کرتا کہ جن لوگوں نے حبشہ کو ہجرت کی وہ مہاجر نہیں اور ان کے درجات اور مراتب میں کچھ جای سخن ہے بلکہ وہ زمانہ تو پیغمبر صاحب کا تھا اس وقت کافروں کے خوف سے کسی ملک کو چلا جانا کیونکہ ہجرت میں داخل نہ ہوگا جب کہ قیامت تک ہجرت کا حکم اور ثواب باقی ہے اگر کلام ہے تو اس میں ہے کہ یہ آیت جس کا ذکر ہے یعنی والسابقون الاولون من المہاجرین والانصار اس سے کون ہجرت کرنے والے مراد ہیں آیا وہ جو کہ حبشہ کو ہجرت کر کے گئے یا وہ جو کہ مکے سے مدینے کو آئے پس اس بڑی لمبی چوڑی حدیث میں اگر ایک لفظ بھی ایسا ہو کہ مراد والسابقون الاولون سے مہاجرین حبشہ ہیں تو بے شک ہم تسلیم کریں علاوہ بریں ہم حضرات شیعہ سے کہتے ہیں کہ جس طرح پر حضرات خلفا ثلثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم حبشہ کو ہجرت کر کے نہیں گئے اسی طرح پر جناب امیر بھی حبشہ کو نہیں گئے پس جس دلیل سے اور جس وجہ سے خلفاء ثلثہ مہاجرین اولین سے خارج کئے جاتے ہیں وہی وجہ حضرت امیر کی نسبت بھی ہے پس کیا وہ بھی خارج کر دیئے جاویں گے اور ان کی نسبت بھی مہاجرین اولین کی فضیلت کا اطلاق نہ کرو گے نعوذ باللہ منہا پس جس طرح پر حضرت مجتہد صاحب نے فرمایا کہ (مراد از ہجرت[1] بطرف حبشہ کہ بمراتب پیشتر از ہجرت مدینہ بودہ پس دریں صورت ابی بکر را شرف سبقت ہجرت صوری ہم نخواہد بود) کوئی خارجی ایسی تقریر کو جناب امیر علیہ السلام کی نسبت معارضے میں پیش کرے تو معلوم نہیں کہ اس وقت کے لئے کیا جواب مجتہد صاحب نے سوچا ہے۔

جو کہ ہم سارے تار و پود کو مجتہد صاحب کے درہم برہم کر چکے اس لئے اب اس آیت کے اصلی معنی لکھتے ہیں جو کہ مفسرین شیعہ نے اپنی تفسیروں میں بیان کئے ہیں تاکہ اس سے معلوم ہو جاوے کہ یہ تقریریں جو مجتہدان شیعہ نے کی ہیں لغو و پوچ ہیں یا کچھ اصلیت رکھتی ہیں علامہ طوسی مجمع البیان میں لکھتے ہیں کہ (لما[2] تقدم ذکر المنافقین والکفار عقبہ سبحانہ بذکر السابقین

[1] ہجرت سے مراد حبشہ کی جانب روانگی ہے جو مدینہ کی طرف ہجرت کرنے سے کئی مرتبہ قبل وقوع پذیر ہوئی۔ اور اس میں بھی ابوبکر کو ہجرت میں سبقت حاصل نہیں ہوئی۔ [2] بعد ذکر منافقین وکفار اللہ سبحانہ نے ذکر کیا سابقین فی الایمان کا، ارشاد فرمایا والسابقون الاولون یعنے سبقت کرنے والے طرف اطاعتوں کے اور نہیں مدح فرمائی ان کی اللہ نے مگر اس واسطے

بقیہ اگلے صفحہ پر

marfat.com

الی الایمان نقال والسابقون الاولون اے السابقون الی الایمان والی الطاعات واتمامد حہم بالسبق الان السابق الی الشئی متبوعٌ وغیرہٗ فیکون متبوعا وغیرہٗ تابع لہ فہو امام فیہ وداعٍ فیہ الی الخیر بسبقہ الیہ وکذالک من سبق الی شر یکون اسوءَ حالا بہذہ العلۃ من المہاجرین الذین ہاجروا من کنا فی المدینۃ والی الحبشۃ والانصار ای ومن الانصار الذین سبقوا نظرائہم من اہل المدینۃ الی الاسلام ومن قرأ والانصار بالرفع لم یجعلوا من السابقین وجعل السبق للمہاجرین خاصۃ، والذین اتبعوہم باحسان ای افعال الخیر الدخول فی الاسلام بعدہم وسلوک مناہجہم ویدخل فی ذالک من یجیٔ بعدہم الی یوم القیمۃ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ اخبر سبحٰنہ انہ رضی عنہم ورضوا عن اللہ کمالہ لما اجزل لہم من الثواب علی طاعاتہم وایمانہم بہ ویقینہم واعدلہم جنات تجری تحتہا الانہار خالدین فیہا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۴۲) کہ جو سبقت کرنیوالا ہے طرف کسی شے کے اس کی تابعداری کرتے ہیں اور لوگ پس وہ پیشوا ہوتا ہے اور دوسری پیروی کرنے والے اس کے پس وہ امام ہے اس کام میں اور لانیوالا اس کام میں نیکی کی طرف اور ایسا ہی جو شخص ابتدا کرتا ہے برے کام کی بدحال ہوتا ہے وہ شخص اسی واسطے (یعنی اوروں کا خراب کرنے والا ہے) من المہاجرین مہاجرین وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہجرت کی مکہ سے طرف مدینہ اور حبشہ کے والانصار یعنی انصار سے وہ لوگ ہیں جنہوں نے سبقت کی اپنے برابر والوں اہل مدینہ سے اسلام کیطرف جس شخص نے والانصار کو پیش پڑھا اس نے انصار کو سابقین سے نہیں کہا اور فضیلت سابقیہ کو مہاجرین کے واسطے خاص کر دیا والذین اتبعوہم باحسان یعنی وہ لوگ جنہوں نے تابعداری کی مہاجرین وانصار کی نیک کاموں میں اور اسلام لانے میں اور چلے ان کی راہوں پر اور داخل ہے اس حکم میں جو شخص ایسا قیامت تک ان کے بعد ہوگا رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ خبر دی اللہ سبحانہ نے بے شک اللہ بہت راضی ہوا ان سے اور وہ راضی ہوئے اللہ سے راضی ہونا اللہ کا بسبب طاعتوں اور ایمان اور یقین ان کے ساتھ اللہ کے اور راضی ہونا ان کا اس سبب سے کہ بڑا رکھا گیا واسطے ان کے ثواب واعدلہم جنات تجری تحتہا الانہار خالدین فیہا یعنی مقرر کی گئی واسطے ان کے جنت کہ بہتی ہیں اور نیچے اسکے نہریں ہمیشہ رہنے والے بیچ اس کے بڑی ہمیشگی ودوام پھر فرمایا اللہ سبحانہ نے ذلک الفوز العظیم یعنی یہ اتنی بڑی فلاح ہے کہ چھوٹی معلوم ہوتی ہیں پہلو میں اس کی کل نعمتیں۔

فضیلت برسابقین کے اور بہتری پر ہوں لوگوں کے اوروں سے اس سبب سے کہ لائی ہوئی ان کو بڑی دین کی مدد کرنے میں منجملہ ان کے مفارقت قبیلوں کی اور عزیزوں کی اور چھوٹنا ان باتوں کا جسے وہ لو دوست رکھتے تھے دین دین سے (بسبب ایذا رسانی کفار کے) اور مدد اسلام کی اور قلت ان کی اور کثرت دشمنوں کی اور پہلے لانا ایمان کا اور بلانا طرف ایمان کے ہے ۱۲ مولوی انعام اللہ رحمتہ اللہ علیہ۔

ابدا یبقون[1] ببقاء اللہ تعالیٰ ذالک الفوز العظیم ای الفلاح العظیم الذی یصغر من جنبہ کل نعیم وفی ہذہ الآیۃ دلالۃ علی فضل السابقین ومزیتہم علی غیرہم لما لحقہم من انواع المشقۃ فی نصرۃ الدین فمنہا مفارقۃ العشائر والاقربین ومنہا مباینۃ المالوف من الدین ومنہا نصرۃ الاسلام وقلۃ العدد وکثرۃ العدو ومنہا السبق الی الایمان والدعاء الیہ) علاوہ اس کے دوسری تفسیر سنیئے کہ صاحب خلاصۃ المنہج لکھتا ہے۔ (السابقون الاولون یعنی پیشی گرندگان[2] پیشینیاں ای آنہا کہ سبقت گرفتند بر عامہ مومنان در ایمان من المہاجرین از مہاجرین اے آناکہ از مکہ ہجرت کردند و بمدینہ آمدند الخ ان تفسیروں سے جو معنی مہاجرین کے معلوم ہوئے اور جو فضائل اُن کے ثابت ہوئے اس کے لئے اس کا ترجمہ ہی کافی ہے زیادہ لکھنا کچھ ضرور نہیں اگر اس پر بھی سیری نہ ہووے تو میں دوسری آیت کی تفسیر سناتا ہوں جس میں ہجرت کا ذکر ہے یعنی اللہ جل شانہٗ فرماتا ہے کہ والذین[3] آمنوا و ہاجروا[4] و جاہدوا فی سبیل اللہ ہاجروا کے اخیر میں مفسر طوسی مجمع البیان میں لکھتے ہیں کہ (ہاجروا من دیارہم و اوطانہم یعنی من مکۃ الی المدینۃ) پس ان سب تفسیروں کو طاق نسیان پر رکھ دینا اور ان ساری فضیلتوں کو جسے خود علماء امامیہ نے ان آیتوں کی تفسیر میں بیان کیا ہے نہ دیکھنا اور سابقون کی لفظ سے سبقت الی الموت مراد لینا اور ہجرت کے معنی شعب ابی طالب میں نقل مکان کرنا کتنا نتیجہ تقدس اور ثمرہ اجتہاد ہے وگرنہ ہیچ۔

تیسرا جواب شیعوں کا آیات فضیلت صحابہ رضہ سے

بعض دانشمندوں نے یہ جواب دیا ہے کہ جو ذکر رضامندی کا اللہ جل شانہٗ نے مہاجرین و انصار کی نسبت قرآن مجید میں کیا ہے اُس سے سب مہاجرین و انصار مراد نہیں ہیں بلکہ خاص خاص گو ظاہر میں کچھ تخصیص نہیں کی چنانچہ قاضی نور اللہ شوستری اپنی مصائب میں فرماتے ہیں کہ ابل[5] ہم یقولون اذ شہادۃ تعالیٰ لہم بالرضاء ومن اتبعہم باحسان یمکن ان

[1] قولہ یبقون الخ مراد اس فقرہ سے ہمیشگی اور دوام ہوتا ہے اور اس مقام میں واسطے تاکید کے ہے ۱۲ مولوی انعام اللہ سلمہ

[2] سابقون الاولون یعنی جن مہاجرین نے عام مسلمانوں کی بہ نسبت ایمان لانے میں سبقت کی اس کا مطلب یہ ہے، مکہ سے مدینہ آنے میں سبقت کی [3] پارہ ۱۰ سورہ انفال رکوع ۱۰ ترجمہ اور جو لوگ ایمان لائے اور گھر چھوڑے اور لڑے اللہ کی راہ میں ۱۲ موضح [4] ہجرت کی ان لوگوں نے اپنے ملکوں اور وطنوں سے یعنی مکہ سے مدینہ کو ۱۲ مولوی انعام اللہ سلمہ

[5] بلکہ وہ لوگ کہتے ہیں کہ شہادت اس اللہ تعالیٰ کی واسطے ان کی رضا کے اور واسطے اس شخص کے کہ تابعدار ان کی

بقیہ حاشیہ آگے

marfat.com

یکون خصوصاً من قول اللہ تعالےٰ وان کان یخرج الکلام للعموم و ہذا فی کتاب اللہ موجود من خطاب الخصوص و ہو عموم و من خطاب العموم و ہو خصوص لمن استقام منہم دون من لم یستقم، والنظر یدلنا علی ان اللہ عزوجل انما رضی عمن استقام فی طاعتہ وان الجنۃ وعدہا لمن سارع الی مرضیاتہ وتجنب عن معاصیہ ومن خرج عن ہذہ الحال کان محالاً ان یستحق الرضاء من اللہ تعالیٰ فمالہم ایضاً فی ہذا الحال حجۃ۔ قاضی صاحب مؤلف نواقض الروافض سے مخاطب ہوکر فرماتے ہیں کہ جو تم نے کہا کہ شیعوں کا قول ہے کہ یہ بشارتیں صحابہ کے لیے مثل غصب ہونے خلافت کے ہیں، سو یہ تمہارا افترا ہے شیعوں کا یہ قول نہیں ہے بلکہ صحابہ کی فضیلت کی آیتوں سے شیعی یہ جواب دیتے ہیں کہ خدا کا اپنی رضا پر بہ نسبت ان کے شہادت دینا گو بظاہر کلام الٰہی میں عام واقع ہوا ہے مگر مراد اس سے خاص خاص لوگ ہیں اور قرآن مجید میں ایسا بہت جگہ واقع ہے کہ کلام عام ہے اور مراد اُس سے خاص ہیں یا کلام خاص ہے اور مُراد اس سے عام ہیں اور غور کرنے سے یہ بات صحیح معلوم ہوتی ہے اس لئے کہ خدا نہیں راضی ہُوا مگر اُس سے جو کہ اس کی طاعت میں ثابت قدم ہُوا اور جنت نہیں تیار کی گئی مگر اس کے لئے جو کہ اُس کی مرضی پر چلا اور اُس کے گناہوں سے بچا اور جو اس حال پر ثابت قدم نہیں رہا اور اس سے نکل گیا محال ہے کہ وُہ خدا کی رضا کا مستحق ہو پس سنیوں کے پاس حجت کیا ہے فقط اس تقریر کے اخیر پر قاضی صاحب فرماتے ہیں کہ الحمد للہ یعنی ہم نے خوب مدلل تقریر کی اور سنیوں کے قول کو خوب رد کیا مگر حقیقت میں یہ قول بھی کسراب بقیعۃ یحسبہ الظمان ماء[1] محض دھوکہ ہے، چنانچہ اس کی غلطی میں چند وجوہ سے ثابت کرتا ہوں۔ اولاً، قاضی صاحب نے اس امر سے انکار کیا کہ شیعوں کا یہ قول نہیں ہے کہ بعد غصب خلافت کے مہاجرین و انصار اس فضیلت سے مستثنیٰ ہو گئے لیکن

(بقیہ حاشیہ) اُس نے ان کی احسان میں ممکن ہے یہ کہ ہو خصوص قول اللہ تعالیٰ سے اگرچہ جاری کیا گیا ہے کلام واسطے عموم کے اور یہ کتاب اللہ میں موجود ہے خطاب خصوص سے اور وہ عام ہے اور خطاب عموم سے اور وہ خاص ہے بتلاتی ہے ہم کو یہ بات کہ واسطے اس شخص کے کہ مستقیم ہُوا اُن سے سوا اس شخص کے کہ نہ استقامت کی اور دلیل اللہ عزوجل جز این نیست کہ راضی ہوا اس شخص سے کہ مستقیم ہُوا بیچ اطاعت اس اللہ تعالےٰ کے اور تحقیق وعدہ کیا ہے اس اللہ تعالیٰ نے جنت کا واسطے اس شخص کے کہ جلدی کی اُس نے طرف خوشی اس اللہ کے اور بچا اس کے گناہوں سے اور جو شخص خارج ہُوا اس حال سے محال ہے یہ کہ مستحق ہو رضا کا اللہ تعالیٰ سے پس کیا چیز ہے واسطے اُن کے اس حال میں حجت ۱۲ مولوی افہام اللہ سلمہ

[1] پارہ ۱۸ سورہ نور رکوع ۵۔ ترجمہ جیسے ریت جنگل میں پیاسا جانے اس کو پانی ۱۲ موضح القرآن

marfat.com

بعد اس کے وہ تقریر کی جس سے ثابت ہوا کہ حضرت بھی یہی کہتے ہیں اس لیئے کہ خدای جل شانہٗ تو رضامندی اپنی بیان کرتا ہے۔ ہجرت اور نصرت اور بیعت رضوان سے اور یہ سب امور واقع ہو چکے تھے اور بعد وقوع اُن کے یہ آیتیں انہیں افعال کی مقبولیت میں نازل ہوئیں تو اب دو باتیں ثابت کرنی چاہئیں یا یہ کہ خلفای ثلثہ اور دیگر مہاجرین وانصار نے یہ کام نہیں کیئے نہ انہوں نے ہجرت کی نہ انہوں نے نصرت اور بیعت کی تا کہ وہ لوگ اس رضا سے مستثنیٰ ہو جاویں یا یہ ثابت کیجئے کہ بعد اس فعل کے اُن سے ایسے افعال ہوئے جن کے سبب سے وہ مستحق اس رضامندی کے نہ رہے اور وہ فعل سوائے غصب خلافت اور عداوت اہل بیت کے دوسرا کوئی نہیں ہے تو اس سے وہی بات ثابت ہوئی جس کا انکار کیا تھا لیکن بغیر ان دو امروں سے کسی ایک امر کے اقرار کرنے کے یہ بات کہ مہاجرین کی ہجرت کو بھی قبول کرنا انصار کی نصرت کا بھی اقرار کرنا اور بیعت رضوان کی شرکت کو صحیح جاننا اور ان آیتوں کو انہیں کاموں کے صلہ میں نازل سمجھنا اور پھر مہاجرین وانصار کو اُس عموم سے خارج کرنا نہ عقلاً درست ہے۔ نہ نقلاً۔ عقلاً اس لیئے کہ جب خدای جل شانہٗ ہے کہ رضی اللہ عنہم ورضوعنہ کہ میں مہاجرین وانصار سے راضی ہوا اور وہ مجھ سے راضی ہوئے اور اگر کوئی شک کرے کہ ہجرت ونصرت کے لیئے ایمان شرط ہے اور مہاجرین وانصار ایمان نہ رکھتے تھے ان کے گمان و وہم کے باطل ہونے پر خدا دوسری آیت میں فرماتا ہے کہ والذین آمنوا وہاجروا وجاہدوا فی سبیل اللہ والذین اٰووا ونصروا اولئک ہم المومنون حقا[1] کہ جن لوگوں نے خدا ورسول کی تصدیق کی اور جو اپنے گھر مکہ چھوڑ کر مدینہ میں ہجرت کر آئے اور جنہوں نے اعلاء دین خدا کے لیئے جہاد کیا اور جنہوں نے اُن لوگوں کو اپنے یہاں پناہ دی اور پیغمبر خدا کی مدد کی وہی لوگ سچے ایمان والے ہیں پس ایسی صریح آیتوں سے مہاجرین وانصار کو خارج کرنا نصوص قطعیہ سے انکار کرنا ہے اسلیئے کہ اس آیت میں خدائے تبارک وتعالیٰ یہ نہیں بیان کرتا ہے کہ جو لوگ ایمان لاویں گے اور نیک کام کریں گے اُن کو میں جنت دوں گا کہ یہاں بقای حکم اور خصوص و عموم سے بحث کی جاوے بلکہ یہاں تو ایک امر گذشتہ اور ایک گروہ خاص کے ایمان سے خبر دیتا ہے اور اُن کے مومن ہونے کو تصدیق کرتا ہے اسی لیئے کہ کوئی شبہ نہ کرے اور اس

---

[1] پارہ ۱۰ سورہ انفال رکوع ۱۰ ترجمہ۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور گھر چھوڑے اور لڑے اللہ کی راہ میں اور جن لوگوں نے جگہ دی اور مدد کی وہی ہیں تحقیق مسلمان ۱۲ موضح القرآن۔

marfat.com

طائفہ کی نسبت عموم خصوص کی قید نہ لگادے اور اسی لئے اولئک ہم المؤمنون حقا کو فرمایا کہ وہی لوگ جنہوں نے نصرت کی یعنی مہاجرین وانصار وہی سچے مومن ہیں پس یہ جملہ خبریہ ہے نہ انشائیہ اور از قبیل اخبار ہے نہ از قبیل امرونہی پس کسی طرح نسخ کا بھی شبہ اس میں نہیں ہوسکتا اس لئے کہ اخبار میں نسخ واقع نہیں ہوتا ورنہ جو قصے حضرت آدمؑ اور حضرت موسیٰؑ اور حضرت یوسف وغیرہ انبیای اکرام علیہم السلام کے خدا نے قرآن مجید میں فرمائے ہیں سب سے یقین جاتا رہے اور انجام اور خاتمے کے معلوم نہ ہونے کا احتمال کرکے یقین ان پر نہ رکھا جاوے اور عموم اور خصوص کی قید لگاکر سارے قرآن شریف میں تحریف کردی جاوے پس باوجود ایسے نص صریح کے مہاجرین وانصار کو مومن نہ کہنا حقیقت میں ایسا ہے جس طرح پر انبیا کی نبوت اور اصحاب کہف کی فضیلت اور اخبار ماضیہ مذکورہ قرآن کی صحت سے انکار کرنا کیونکہ اگر کوئی اعتراض کرے کہ ہم اصحاب کہف کے ایمان کے قائل نہیں ہیں اس لئے کہ معلوم نہیں کہ وہ قیامت میں نیکوں میں ہوں گے یا معاذ اللہ دوسرے گروہ میں اور یہ بھی ہم کو معلوم نہیں کہ اُن کی نیت بخیر تھی یا نہیں اس لئے کہ نیت امری ست باطنی اور یہ بھی ممکن ہے کہ سب اصحاب کہف با ایمان نہ ہوں اس لئے کہ خدا کے کلام میں اکثر عموم و خصوص ہے کہ کلام عام ہوتا ہے اور مراد اُس سے خاص ہوتی ہے پس ایسے احمق ملحد کے جواب میں سوائے اس کے کیا کہوگے کہ خدای جل شانہ، صاف اُن کے حال کی خبر دیتا ہے کہ انھم فتیۃ آمنوا بربھم وزدناھم ھدی[1] اور خدا اُن کے ایمان اور ہدایت کی صاف بہ جملہ خبریہ خبر دیتا ہے تو ایسے نص قطعی میں احتمالات کرنا اور اُن میں عموم خصوص کے شکوک پیدا کرنا خدا کے کلام سے انکار کرنا ہے پس اسی طرح پر براہ مہربانی مہاجرین وانصار کے ایمان پر خیال کرو کہ خدائے پاک اُن کے حق میں بھی صاف فرماتا ہے کہ والذین[2] آمنوا وھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللہ اولئک ھم المؤمنون حقا۔ اور یہ جملۂ خبریۂ ان کے ایمان کو بیان کرتا ہے پس جب ایسی نص صریح سے کوئی انکار کرے اور پھر بھی مہاجرین وانصار کو مومن نہ کہے وہ ایسا ہی ہے جیسا منکر ایمان اصحاب کہف کا یا نہیں اور ایسے نصوص صریح کا منکر ملحد اور مرتد ہے یا نہیں بیّنوا تُوجروا

[1] حوالہ اس کا اور ترجمہ صفحہ میں اس کتاب کے دیکھو

[2] پارہ ۱۵ سورہ کہف رکوع ۲ ترجمہ ہے یہ قدرتوں سے اللہ کی جس کو راہ دے اللہ وہی آدے راہ پر اور جس کو وہ بچلاوے پھر تو نہ پاوے اس کا کوئی رفیق راہ پر لانے والا ۱۲ موضح۔

marfat.com

من آیات اللہ من یہد اللہ فہو المہتد و من یضلل فلن تجد لہ ولیا مرشدا

دلیل نقلی اگر اس تقریر سے بھی آپ کا اطمینان نہ ہو تو اپنے ہی مفسرین سے تصدیق اس کلام کی سنیئے کہ علامہ طوسی الذین آمنوا وہاجروا الخ کی تفسیر میں فرماتے ہیں

کہ ثم عاد سبحانہ الی ذکر المہاجرین والانصار و مدحہم والثناء علیہم فقال والذین آمنوا وہاجروا وجاہدوا فی سبیل اللہ ای صدقوا اللہ ورسولہ وہاجروا من دیارہم واوطانہم یعنی من مکۃ الی المدینۃ وجاہدوا مع ذلک فی اعلاء دین اللہ والذین آووا ونصروا ای ضموہم الیہم ونصروا النبی اولئک ہم المومنون حقا ای اولئک الذین حققوا ایمانہم بالہجرۃ والنصرۃ بخلاف من قام بدار الشرک انتہی بلفظہ یعنی پھر خدا شروع کرتا ہے مہاجرین و انصار کے ذکر کو اور ان کی مدح کرتا ہے اور ان کی ثنا و تعریف فرماتا ہے کہ آمنوا یعنی ایمان لائے ایمان سے کیا مراد ہے کہ تصدیق کی خدا کی اور اس کے رسول کی اور ہاجروا من دیارہم یعنی اپنے گھروں سے ہجرت کی یعنی مکے سے ہجرت کی اور مدینے کو آئے وجاہدوا یعنی اتنی ہی تکلیف پر قناعت نہ کی بلکہ خدا کا دین بڑھانے کے لئے جہاد بھی کیا والذین آووا ونصروا سے کیا مراد ہے وہ لوگ مراد ہیں جنہوں نے ان گھر چھوڑنے والوں کو اپنے یہاں جگہ دی اور پیغمبر خدا کی مدد کی پھر خدا فرماتا ہے کہ اولئک ہم المومنون حقا یعنی یہی لوگ جو کہ مہاجرین و انصار ہیں سچے مومن ہیں اور خدا نے فقط مومنون نہ کہا بلکہ آگے قید حقا کی اور بڑھا دی اس کا کیا فائدہ ہے اس حقا سے یہ مراد ہے کہ انہوں نے اپنے ایمان کو ثابت کر دیا ہے ہجرت اور نصرت کے بخلاف ان لوگوں کے جو کہ رہ گئے دار الشرک میں فقط بس اب کیا ایسی تصریح کے بعد بھی کسی کی زبان پر یہ لفظ آسکتا ہے کہ مہاجرین و انصار مومن نہ تھے اور پھر بھی کوئی شخص جرأت رکھ سکتا ہے کہ یہ کہے کہ ہجرت سے مراد شعب ابو طالب کی ہجرت ہے یا والسابقون الاولون سے مراد موت کی طرف سبقت کرنے والے ہیں یا اور کسی کو یہ قدرت ہوگی کہ اس کے سننے کے بعد عموم و خصوص کا نام کسی کی منہ سے نکلے کاغذ چنکہ یہ کہنا شبہوں کا کہ رضامندی کے لئے حسن خاتمہ کا حال معلوم ہونا ضرور ہے صرف دھوکہ ہے اس لئے کہ یہ رضامندی ہی حسن خاتمہ کی شاہد ہے اس لئے کہ اگر خدا جانتا کہ اس گروہ کا خاتمہ نیک نہ ہوگا اور یہ فرقہ پیچھے مرتد ہو جاوے گا اور بہ سبب غصب کرنے خلافت علی کے اور بوجہ چھین لینے فدک کے کافر ہو جاوے گا تو خدائے پاک کے علم غیب سے بعید ہے کہ وہ پھر اپنی رضامندی بیان کرتا اور ان کے ایمان کے یہ لفظ کہہ کر کہ اولئک ہم المومنون حقا کہ

یہی لوگ جو مہاجرین وانصار ہیں سچے مومن ہیں تصدیق کرتا جو شخص خدا کی نسبت ایسا خیال کرے وُہ کافر ہے نہ مسلمان۔

خیال کرنے کی بات ہے کہ خدا نے کبھی کسی منافق کی بھی تعریف کی کسی مرتد کی بھی ثنا وصفت کی کسی کافر کے کسی نیک کام کی ثنا و صفت کی آخر بہت سے کافر گزرے ہیں، کہ جو سخی تھے انصاف بھی کرتے تھے مگر صرف اس وجہ سے کہ کافر تھے اور کفر کی وجہ سے مستحق جہنم کے خدا نے ایک لفظ بھی اُن کی تعریف میں نہ کہا اور اپنی رضامندی کو اُن کے کسی فعل سے منسوب نہ کیا اس لئے کہ جب وہ جانتا تھا کہ یہ لوگ کافر ہیں اور آخر کار دوزخ میں بھیجنا ہوگا۔ تو رضامندی کا اظہار کرنا گویا تدلیس کرنا ہے اور دھوکا دینا ہے نعوذ باللہ من ہذہ پس اگر صحابہ کے صرف ہجرت یا نصرت یا بعیت سے راضی ہوتا اور باقی اُن کے سارے کاموں سے یا اکثر کاموں سے ناخوش یا اُن کے کفر و نفاق کے سبب سے اُن کو دوزخی کرنا ہو تو پھر یہ لمبی چوڑی تعریفیں اُن کی اور ایسی اعلیٰ درجے کی ثنا وصف اُن کی کرنا کس نظر سے تھا کیا خدا نے بھی تقیہ کیا تھا یا معاذاللہ ظاہر میں دل خوش کرنے کے لئے اور اپنا کام نکالنے کے لئے اُن سے تدلیس فرماتا تھا۔ یا اُس سے غلطی ہوگئی تھی کہ بے انجام سوچے ایسے فرقے کے جو آخر کو سب کے سب مرتد ہوگئے یا جیتے جی سب کے سب منافق تھے اُن کی ثنا و صفت کی بیش از ین نیست کہ اگر خدا کو صاف کہنا منظور نہ ہوتا تو یہ فرما دیتا کہ جن لوگوں نے ہجرت کی ہے اور جنہوں نے نصرت کی ہے یہ سب کے سب مومن اور اچھے نہیں ہیں اور سب سے میں راضی نہیں ہوں جو حقیقت میں مرتے دم تک ثابت قدم رہے گا اور جو خلافت علی اور فدک فاطمہ کو نہ چھینے گا یا جو کہ اُن واقعات دردناک کے وقوع سے پہلے سبقت الی الموت کر جاوے گا انہیں کی نسبت میری رضامندی ہے تاکہ کسی کو کچھ دھوکہ نہ رہتا نہ کہ بجائے اس کے اس سارے فرقے اور کل گروہ کی ہجرت اور نصرت ہی کی تعریف کرے اور اُن کی ہجرت اور نصرت ہی کو اُن کے ایمان کی حجت کی دلیل لاوے پس اے مومنین ذرا آیات قرآنی پر غور کرو اور مالہ وماعلیہ اس کا سوچو اور تدلیس اور تقیہ اور بداء کو خدائے پاک کی جناب میں نسبت نہ کرو معلوم نہیں کہ تم نے اپنے ذہنوں میں کس کو امام تصور کیا ہے کس کو پیغمبر جانا ہے کس کو خدا سمجھا ہے کہ کسی کی نسبت سچائی اور صفائی کا اعتماد نہیں کرتے سب کی باتوں میں دغل فصل بیان کرتے ہو جس طرح پر تم اپنے فرضی اماموں کی نسبت تقیہ کی تہمت کرتے ہو۔

بعینہٖ ویسے ہی اپنے خدا کی شان میں تدلیس اور بداء کو منسوب کرتے ہو ورنہ ہمارے اماموں نے بھی ہمیشہ صاف صاف معاملہ رکھا ہے ہمارے سچے اور ایک خدا کی بات بھی ہمیشہ ایک ہی ہے جس کو اس نے مومن جانا پیغمبر خدا سے کہہ دیا کہ یہ مومن ہیں ان کو اپنے ساتھ رکھ ان کو اپنا مصاحب بنا ان سے مدد لے ان کے گھروں میں آرام کر جن کو منافق جانا ان کی نسبت صاف اپنے رسول سے کہہ دیا کہ ان کو نہ بٹھلا چنانچہ خاص پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثنا کے برتاؤ سے سب پر کھل گیا کہ کون منافق تھے اور کون مخلص تھے صحبت نبوی حقیقت میں ایمان کی کسوٹی تھی مگر ہمارے نزدیک وہ سچے ہیں اور تمہارے نزدیک جھوٹے پس دو حال سے خالی نہیں یا آنکہ پیغمبر خدا نے ان مہاجرین وانصار کے نفاق کو جانا اور یا آنحضرت پر نفاق اُن کا نہ کھلا اگر اُن کا نہ کھلا اگر ان کا نفاق کھل گیا تو ان کی صحبت میں رکھا یا نہیں اگر کہو کہ رکھا تو منافق کو اپنی صحبت میں رکھنا کیا معنی اور اگر نہیں رکھا تو ساری حدیث اور تفسیر اور سیر اور تاریخ کی کتابوں کو گنگا جمنا میں ڈال کر میلاد نبوی ہی سے انکار کرنے لگو اور سارے متواترات کے منکر ہو جاؤ اور اگر ان کا نفاق نہیں کھلا تو اول اُن منافقین پر آفرین کرو کہ کیسے ہوشیار اور چالاک تھے کہ ابتدائے طلوع نیر نبوت سے غروب کے زمانے تک اپنے نفاق میں ایسے ہوشیار رہے کہ کبھی پیغمبر خدا پر اُن کا حال نہ کھلا اور آنحضرت کو اُن کے نفاق پر اطلاع نہ ہوئی نہ جبریل ان کی خبر لائے نہ خدا نے اُن پر وحی کی نعوذ باللہ من ذالک بعد اس کے یہ خیال کرو کہ وہ منافقین کتنے تھے دو چار تھے یا ہزار دو ہزار پس اگر ارتدت العرب کلھم الاثلثہ پر نظر گئی تو یہی ارشاد ہو گا کہ سوائے تین چار کے باقی سب کے سب منافق یا کافر تھے یا مرتد ہو گئے اور اگر یدخلون فی دین اللہ افواجاً[1] پر خیال گیا تو کہوگے کہ اگرچہ منافق بھی بہت کم تھے مگر سچے اور پکے مومن بھی بارہ ہزار سے کم نہ تھے بلکہ منجملہ بارہ ہزار کے سو آدمیوں کے نام بھی بتلا دوگے مگر اُس وقت یہ سوچو کہ یہ بارہ ہزار منافقوں پر غالب تھے یا منافق اُن پر غالب تھے اگر یہ کہو کہ منافقوں پر غالب تھے تو تعجب ہے کہ باوجود غلبے کے پھر منافقوں کو پیغمبر صاحب نے جیتے جی نکال نہ دیا اور اُن کو ذلیل وخوار نہ فرمایا اور پھر بعد پیغمبر خدا کے ان منافقوں کا کسی نے مقابلہ نہ کیا اور وصی برحق امام مطلق کا دو تین کے سوا کسی نے ساتھ نہ دیا بلکہ خاص بضعۂ رسول سیدۃ النسائین چار رات برابر گھر گھر پیادہ پا دوڑیں اور سارے مہاجرین

[1] پارہ ۳۰ سورہ نصر رکوع ۱ ترجمہ پیٹھے اللہ کے دین میں فوج فوج موضح القرآن ۱۲

و انصار سے مدد چاہی عمامۂ رسول بھی دکھلایا جامۂ نبوی کو بھی پیش کیا حسنین سے معصوم بچوں کے حال پر بھی ترحم کی خواہش کی اور خود بھی ایک دشمن کی لات کے صدمہ سے مجروح ہوئیں اور ایک معصوم بچہ شکم مبارک ہی میں شہید ہوا اور داماد رسول کو بھی منافق گلے میں رسی ڈالکر کھینچتے لے چلے اور اُدھر وُہ خدا و رسول کا واسطہ دلاتے رہے اور ادھر سیدۂ پاک دروازے سے اس حالِ زار کو دیکھ دیکھ کر واابتاہ و امحمداہ چلاتی رہیں اور داد بیداد کا غل ملائکہ نے سنا اُس ہنگامۂ قیامت کے دیکھنے کو سدرۃ المنتہیٰ سے فرشتے دوڑے اور اُن منافقوں نے کیا جو کچھ کیا اور ان معصوموں پر گذرا جو کچھ گذرا اور پھر ایسی حالت میں کہ غیروں کو رحم آجاتا ہے دشمنوں کے دل بھی نرم ہوجاتے ہیں جس سے کچھ علاقہ نہیں ہوتا وُہ بھی مدد پر ہوجاتا ہے مظلوموں کو ظالم سے بچاتا ہے مگر ایسی مصیبت اور تکلیف کی حالت میں بھی باوجودیکہ بارہ ہزار سچے پکے مومن موجود تھے جس میں سے نہ کوئی جبری تھا نہ قدری نہ کوئی دشمن علی تھا اور علاوہ اُن کے تمام بنی ہاشم بھی جن کی شجاعت و مردانگی کا رعب سارے عرب پر غالب تھا مسلح ہتھیار بند موجود تھے اور پھر اتنی قوت و شوکت اور بایں شجاعت و صولت کوئی بھی اُن بارہ ہزار میں سے نہ بنی ہاشم میں سے ایک بھی حمایت کو اُٹھا اور نہ کسی نے وصی رسول کی مدد کی اور نہ کسی نے بضعۂ نبوی کی اعانت کی سب کے سب بیٹھے بیٹھے تماشا دیکھا کئے اور ان منافقوں کو جن کے نہ دل میں ایمان تھا نہ بدن میں قوت تھی نہ جن کی قوم میں کچھ عزت تھی نہ جن کو کسی قسم کی فضیلت تھی ہمیشہ پیغمبر خُدا سے نفاق کرتے رہے آنحضرت کے مرنے کی تدبیریں سوچتے رہے نہ کسی لڑائی میں کبھی تلوار نکالی بلکہ اپنی عمر بھر میں ایک پشہ کا خون بھی نہیں بہایا، مارنا کیسا ساری لڑائیوں میں سے وقت پر فرار ہی اختیار کیا پس ایسے لوگوں سے ان بارہ ہزار آدمیوں کا ڈرنا اور بنی ہاشم کا بھی چون و چرا نہ کرنا دو حال سے خالی نہیں یا آنکہ وُہ بھی منافق تھے اور دشمن اہل بیت گو خود غاصب اور ظالم نہ ہوں لیکن غاصبوں اور ظالموں کے معین ہونے میں تو کچھ کلام ہی نہیں اور جب وُہ بھی منافق ٹھہرے تو پھر ایمان والے تین کے تین ہی رہ گئے اور یا آنکہ جتنی باتیں ہم نے تمہاری طرف سے نقل کیں اس میں کوئی ثابت نہیں ہوئی نہ کسی نے کسی کا حق غصب کیا نہ کسی نے کسی پر ظلم کیا بلکہ حق دار دیکھ کر کسی نے مخالفت کسی کی نہ کی اور سب کے سب مہاجرین و انصار مومن اور مخلص تھے۔

پس اے حضرات شیعہ سوائے ان صورتوں کے اور کوئی دوسری صورت ہی نہیں تھی جس

سے حفاظت ہو سکے یا تو سب مہاجرین وانصار کو کافر کہو منافق جانو اور یا سب کو مومن اور مخلص کہو وانی لہم ذلک مگر کبھی یہ کہنا کہ سب منافق تھے اور کبھی یہ فرمانا کہ بارہ ہزار باایمان اصحابی تھے اور کبھی یہ ارشاد کرنا کہ پیغمبر خدا کے مرتے ہی سب مرتد ہو گئے اور کبھی یہ کہنا کہ بعد خلیفہ سوم کے پھر لوگ تائب ہو گئے تھے اور پھر رجوع ایمان کی طرف لے آئے تھے اور مثل اسکے ہر موقع اور ہر مقام پر رنگ بدلنا اور بات بات میں دورنگی کرنا عقل کے بھی خلاف ہے اور ایمان کے بھی اور حیا کے بھی مخالف ہے اور انصاف کے بھی کیا وہ لوگ جنھوں نے ساری عمر تو پیغمبر خدا کی صحبت پائی اور تمام زندگی میں اپنی حضرت کی نصیحت سنی اور غاروں میں حضرت کے شریک رہے اور جہادوں میں مارنے مرنے پر مستعد رہے وہ سب کے سب پیغمبر خدا کے وفات فرماتے ہی مرتد ہو جاویں اور اگر کچھ لوگ رہ جاویں تو وہ خاندان نبوی پر ایسا ظلم صریح ہوتا ہوا دیکھ کر نہ زبان کو منہ سے نہ ہاتھ کو آستین سے نکالیں اور پھر باوجود ایسی ارتداد صریح اور واجب القتل ہونیکے بعد پچیس برس کے جب علی خلیفہ ہوں تب پھر توبہ کریں اور حضرت علی کے شریک ہو جاویں اور تم ان کی توبہ کو قبول کرو اور انکو باایمان کہو اور ان کو جنتی جانو کیا خوب عقیدے ہیں آپ کے اور کیا اچھی باتیں ہیں آپ کی جو آپ ہی کو زیبا ہیں۔ شعر۔

ای دہانت زلب و لب زدہان شیرین تر　　　خندہ شیرین و سخن گفتن از اں شیرین تر

یہ جو کچھ میں نے لکھا اسکی لفظ لفظ کی شرح باب امامت میں ہو گی اور اس اجمال کی تفصیل ایسی کی جاوے گی کہ کسی شیعی کی زبان سے بجز بجا و درست کے کچھ اور نہ نکلے مگر اس مقام پر دو چار فقرے لکھتا ہوں تاکہ اس کا حال لوگوں کو معلوم ہو جاوے۔

اعلموا یا ایہا الخلائق ہداکم اللہ تعالیٰ کہ شیعوں نے اول یہ دعویٰ کیا کہ خلافت حق جناب امیر کا تھا اور پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی حیات میں اپنا خلیفہ کر دیا تھا مگر خلفائے ثلثہ نے انکا حق چھین لیا اور یکے بعد دیگرے خود خلیفہ بن بیٹھے اور خلافت کو اصول دین میں داخل کیا کہ اس کا منکر گویا توحید اور نبوت کا منکر ہے پس اس اصول سے یہ نتیجہ نکلا کہ خلفاء ثلثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کافر ہو گئے ونعوذ باللہ منہ اور چونکہ ایک لاکھ آدمی سے زیادہ مسلمان بعد پیغمبر خدا کے تھے اور جس میں سے ہزاروں مہاجرین وانصار اور بیعت الرضوان والے تھے سبھوں نے خلیفہ اول کی بیعت کی تو ان کی نسبت بھی ارتداد کا حکم قایم کیا اور سب کو معاذ اللہ مرتد ٹھہرایا اور چونکہ اس کے لئے کسی امام کا قول چاہیئے اس لئے اماموں کی طرف منسوب کیا کہ انہ کراہنے

فرمایا ہے کہ بعد وفات پیغمبر خدا کے سب اصحاب مرتد ہو گئے مگر تین اور حضرت علی ایسے مجبور ہو گئے کہ وہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اگر چالیس آدمی جانباز میرے شریک ہوتے تو میں مقابلہ کرتا، جب سب اصحاب کے ارتداد کا دعویٰ کیا اس وقت آیات کلام اللہ پر نظر کی تو دیکھا کہ وہ تو تمام مہاجرین وانصار کی مدح وثنا سے بھرا ہوا ہے اس لئے اس میں تاویلات تقیدہ کرنا شروع کیں مہاجرین، کے یہ معنی بنائے کہ مراد اس سے شعب ابوطالب کی ہجرت کرنے والے ہیں یا حبشہ کے ہجرت کرنے والے انصار سے یہ معنی لئے کہ وہی ساٹھ یا ستر آدمی مراد ہیں جو کہ اول اول مکہ معظمہ میں پیغمبر صاحب کے حضور میں حاضر ہوئے تھے اور سابقون کے یہ معنی بنائے کہ مراد اُن سے وہ لوگ ہیں جو پیغمبر خدا کے سامنے ہی مر چکے تھے جب یہ خیال کیا کہ آخر یہ سب تعریفیں اصحاب کی جو خدا کی کتاب میں ہیں انکا مصداق کسی کو کرنا چاہیئے تو جہاں تک نہ ہو سکا ان آیتوں کو صرف شان میں علی مرتضی کے قرار دیا اور جو کچھ خلافت کا وعدہ خدا نے اصحاب سے کیا تھا اس کو امام مہدی آخر الزمان کے عہد پر ٹالا اور جو شوکت ونصرت اور غلبہ اسلام کا خدا نے قرآن مجید میں بیان کیا تھا اور جس کا ظہور خلفاء ثلثہ کے ہاتھ سے ہوا تھا اس کو امام صاحب کے ظہور پر ملتوی کیا باقی وہ آیتیں رہ گئیں ہیں جن کا مصداق سوائے اصحاب نبوی کے اور کوئی نہ ہو سکا تب یہ اقرار کیا کہ مراد اس سے وہ اصحاب ہیں جو ایمان پر ثابت قدم تھے اور جن کے اعمال بھی اچھے تھے اور بہت سی آیتوں کو جس میں، کثرت اصحاب اور غلبہ اہل اسلام کا ذکر ہے دیکھ کر کوئی چارہ سوای اس کے نہ پایا کہ تین کو چھوڑیئے اور دو چار ہزار اصحاب کی خوبیوں کا اقرار کیجیئے چنانچہ یہ سمجھ کر اور اہل سنت کی دار وگیر سے تنگ ہو کر اور کچھ خدا سے شرما کر آخر شیخ صدوق محمد بن بابویہ قمی نے کتاب خصائل میں یہ اقرار کیا کہ پیغمبر خدا کے بارہ ہزار اصحاب تھے جس میں سے آٹھ ہزار مدینے کے اور دو ہزار غیر مدینے کے اور دو ہزار اور آزاد اور رہا کئے ہوئے جس میں نہ کوئی قدری تھا کہ جبر کا قائل ہو نہ کوئی معتزلی تھا نہ کوئی صاحب الرای تھا بلکہ سب کے سب نہایت نیک اور پاک تھے رات دن خدا کے خوف میں رویا کرتے اور خدا سے دعا کرتے کہ الٰہی قبل اس کے کہ ہم روٹی میدے کی کھاویں ہماری روح قبض کر لینا لیکن اس میں بھی کیا ہوشیاری کی کہ بوجہ خلفا ثلثہ کے مکے والوں کا کچھ ذکر نہ کیا کہ وہاں کے بھی کچھ لوگ مسلمان تھے یا نہیں گویا باوجود اس کثرت کے بھی ان بیچاروں کو خارج ہی رکھا خیر بہر حال جب کسی سنی نے اعتراض کیا کہ عجب مذہب ہے تمہارا کہ اصحاب نبوی کو جن کی تعریف سے قران بھرا ہوا ہے کافر اور مرتد کہتے ہو تو جواب میں وہی روایت پیش کر دی کہ

marfat.com

ہم بارہ ہزار اصحاب کو باایمان جانتے ہیں اور ساری آیتوں اور احادیث اور اقوال کے مصداق کے لئے ان بارہ ہزار کے ایمان کا اقرار کیا اور بعضوں نے یہ خیال کر کے کہ اگر کوئی نام ان کے پوچھ بیٹھے تو کیا جواب دیں گے ایک فہرست بھی تیار کی جس میں سو اصحاب کے نام لکھے مگر خدا کے فضل سے وہ فہرست بھی ایسی ہے کہ جس کے دیکھنے سے ہنسی آتی ہے بعضے تو وہ لوگ ہیں جو قبل ہجرت کے مر چکے تھے اور بعضے وہ لوگ ہیں جو ہجرت کے وقت کافر تھے اور بعضے وہ لوگ ہیں جو جنگ بدر میں کافر ہونے کے سبب سے پکڑے آئے تھے اور ان سے فدیہ لے کر ان کو، چھوڑا تھا اور بعضے ایسے ہیں جو پیغمبر صاحب کی وفات کے وقت شاید نابالغ ہوں گے اور بعضے وہ ہیں جن کو حضرت علی نے ذلیل وخوار فرمایا ہے یا خائن اور بددیانت کہا ہے خیر بہرحال دکھلانے کے واسطے سو نام کی فہرست تیار کی الاباقیوں کی نسبت کہا کہ شیخ اعظم محمد بن علی بن حسن بن بابویہ قمی نے اسماء الرجال کی کتابیں تیار کیں ہیں اس میں بہت اصحاب کے نام ہیں مگر افسوس ہے کہ ناصبیوں نے جلادیں اور اب ان کا پتہ نہیں چلتا۔

غرضکہ اب دو دعوے جو ایک دوسرے سے مخالف تھے حضرات نے کئے کہ ایک دعویٰ تو یہ کیا کہ سب اصحاب مرتد ہو گئے اور دوسرا دعویٰ یہ کیا کہ بارہ ہزار اصحاب نہایت نیک اور پاک تھے اور دونوں متناقض روایتوں پر جب اہل سنت نے اعتراض کیا تو اب حدیث ارتدت الصحابہ کلھم الاثلثۃ کے معنی بنائے کہ یہ جو امام نے فرمایا ہے کہ سب اصحاب سوائے تین کے مرتد ہو گئے اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ سب کافر ہو گئے بلکہ تین فریق ہو گئے تھے ایک فریق تو صاف مرتد ہو گئے یعنی دین سے پھر گئے اور بعضی ضروریات اسلام کے منکر ہوئے ان کے ارتداد کا نام ارتداد دینی رکھا گیا اور دوسرا فریق اخلاق حمیدہ اور صفات پسندیدہ کا تارک ہوا یعنی جو افعال حسنہ اور اعمال صالحہ اور خصوص محبت ساتھ اہل بیت کے پیغمبر صاحب کے زمانے میں رکھتے تھے اسے چھوڑ دیا اور نصرت اور امانت ذریت حضرت سید المرسلین کی نہ کی اور اس کے ترک میں، مداہنت کی اس ارتداد کا نام ارتداد خلقی رکھا گیا اور تیسرا فریق وہ قرار دیا گیا جس نے حقوق اہلبیت کو غصب کیا اور علی مرتضیٰ کا اور فاطمۃ زہرا کا حق چھین لیا اور عترت نبوی کو ستایا اسکا نام ارتداد ایمانی رکھا یعنی ایمان کو چھوڑ دیا گو ظاہر میں اسلام کا نام ان پر باقی رہا پس اس حکیمانہ تقریر سے دونوں مختلف حدیثوں یا روایتوں کو تطبیق دیا کہ جس حدیث میں ارتداد کل صحابہ کا ذکر ہے اس سے ارتداد دینی اور ارتداد ایمانی مراد ہے اور جس روایت میں بارہ ہزار اصحاب کا ذکر ہے

marfat.com

وہ اس زمرہ میں داخل نہیں ہیں جن پر ارتداد دینی کا اطلاق ہے۔

بعد اس کے جب یہ خیال کیا کہ منجملہ ان تین فریق کے دو فریق تو حقیقت میں دین و ایمان سے محروم ہوئے ایک فریق رہ گیا جنکے ارتداد کا نام ارتداد خلقی رکھا گیا ان پر بھی یہ اعتراض ہوتا ہے کہ انہوں نے کیوں علی مرتضیٰ کی اعانت نہ کی اور اس جم غفیر نے محبت اہل بیت کی کیوں چھوڑی اور ایسے ظلم صریح کو دیکھ کر معاندین کا مقابلہ نہ کیا تب اکثر نے اس کا اقرار کیا کہ حقیقت میں کوئی سچا اور کامل ایمان والا نہ رہا تھا اور جب حضرت علی سے چند شخصوں نے اعانت کا وعدہ کیا اور جناب امیر نے ان کا امتحان لیا تو وہ بھی امتحان میں پورے نہ اترے اس لئے حقیقت میں ترک اعانت اہل بیت سے وہ بھی مرتد ہو گئے اور صرف دو تین سچے رفیق رہ گئے مقداد۔ سلمان۔ ابوذر اور بعضوں نے سلمان کو بھی اڑا دیا اور سچا دوست ایک مقداد ہی کو قرار دیا جب کہ پھر خیال کیا کہ آخر بعد تین خلیفوں کے اصحاب نبوی نے حضرت علی سے بیعت کی تو اگر وہ ان سے مخالف ہوتے تو کیوں چوتھی دفعہ ان کو خلیفہ کرتے کیا کوئی چوتھا آدمی باقی نہ رہا تھا تب یہ مضمون، تراشا کہ یہ لوگ اوّل وہلہ میں مرتد ہو گئے تھے مگر بعد اندک مدت کے بہ بدرقہ عنایتہائے ایزدی حق کی طرف رجوع لائے اور انہوں نے توبہ کی اور ہدایت پائی اور اپنے حق اور راہ راست پر ثابت قدم ہو گئے لیکن یہ روایتیں اور حدیثیں کتب شیعہ میں ایسی ایک دوسرے سے مخالف ہیں کہ کسی کی تصدیق کرنی موافق اصول شیعہ کے محالات سے ہے اس لئے کہ بڑے بڑے فقہا اور مجتہدین ان کے اسی بات کے معتقد ہیں کہ جس نے نص نبوی کو سنا اور پھر منکر خلافت ہوا وہ اسلام سے بھی خارج اور واجب القتل ہو گیا بہر حال گو شیخی کر کے بہت سی باتیں بنائیں اور دس پانچ ہزار کو اصحاب نبوی میں شمار کیا مگر لیغوا لشیٔ ولا یصلح العطار ما افسد الدہر جو سلسلہ ایمان کا انکے بزرگوں نے توڑا تھا وہ پھر نہ جڑ سکا اور اب تک اس بات کا کسی شیعہ سے جواب نہ ہوا کہ جو لوگ غصب کرنے والے حقوق اہل بیت کے تھے وہ تو صرف تین ہی آدمی تھے باقی جو ہوں گے وہ انکے معین اور مددگار ہوں گے تو اگر ان کے معین و مددگار بہت نہ ہوتے تو وہ کیوں حق اہل بیت غصب کرنے پاتے اور اگر بہت تھے تو کچھ بھی ان کے مخالف تھے یا نہیں اگر کچھ لوگ بھی مخالف نہ تھے تو وہی ارتد الصحابہ کلہم کا مضمون صادق آیا اور اگر دس پانچ ہزار آدمی ان سے مخالف تھے تو پھر انہوں نے تلوار کا تلوار سے زبان کا زبان سے لشکر کا لشکر سے بمقتضای السن[2] بالسن والجروح

[1] نہیں درست کرتا ہے عطار اس چیز کو کہ بگاڑ دیا اس چیز کو زمانہ نے ۱۲ مولوی انعام اللہ سلمہ [2] پارہ ۶ سورہ مائدہ رکوع ۷ ترجمہ دانت کے بدلے دانت اور زخموں کا بدلہ برابر ۱۲ موضح

قصاص۔ مقابلہ کیوں نہ کیا پس معلوم ہوا کہ مخالفین ان خلفای جور کے بہت ہی کم تھے اس لئے بعض روایات میں آیا ہے کہ علی مرتضیٰ فرماتے ہیں کہ بعد پیغمبر خدا کے سبھوں نے وصیت نبوی کو بھلا دیا اور ایمان کو چھوڑ دیا کوئی بھی مجھے ایسا نظر نہ آیا جس کے بھروسے پر میں مخالفین کا مقابلہ کرتا تو اس صورت میں وہ دعویٰ کہ بارہ ہزار اصحاب ایسے تھے جو رات دن روتے تھے باطل ہوا اس لئے کہ اگر دو چار ہزار بھی ان میں سے اس وقت تک زندہ ہوتے تو وہ کچھ مدد کرتے یا نہ کرتے شاید ان کو رونے سے فرصت نہ ملی ہوگی اور گوشۂ عبادت سے نکلنا مناسب نہ تصور کیا ہوگا مگر وہ وقت جب کہ فاطمہ زہرا روتی پھرتی تھیں اور گھر گھر علی مرتضیٰ کے ساتھ مدد مانگتی پھرتی تھیں وہ وقت رونے کا اور گوشہ نشینی کا تھا یا کہ تلوار ہاتھ میں لے کر غاصبین کے مارنے کا اور ذریت نبوی کو ظلم و ستم سے بچانے کا اور اگر کہا جائے کہ انہوں نے پیچھے توبہ کر لی اور علی مرتضیٰ کا ساتھ دیا کہ آخر انہیں میں سے ہزاروں آدمی جنگ صفین میں مارے گئے اور ہزاروں آدمی معاویہ امیر شام کے مقابلہ میں علی مرتضیٰ کی طرف سے قتل ہوئے تو اُن کی توبہ پر کیا بھروسہ ہو سکتا ہے اس لئے کہ جب اصل وقت پر انہوں نے دغا دی اور بضعۂ نبوی کو ظلم و ستم سے نہ بچایا اور پچیس برس تک خلفا جور کی بیعت کرتے رہے تو اُن کے ایمان پر کیا اطمینان ہو سکتا ہے اور سوائے اس کے کہ یا اُن کو ارتداد کی حالت پر رہنے دیا جائے یا اُن کے ارتداد کا نام ہی نہ لیا جائے اُن کی نسبت اول ایمان کی نسبت کرنا پھر بیچ میں مرتد بنانا پھر توبہ کر کے ایمان کا اُن پر اطلاق کرنا اور طلاق جبی کی طرح نکال دینا اور داخل کر لینا دین کو بازیچۂ طفلاں بنانا ہے۔

غرضکہ اصحاب نبوی تو اس حیص بیص میں پڑ گئے اور اب تک پڑے ہوئے ہیں، کوئی سب کو کافر بناتا ہے دو تین کو پکا ایمان والا کہتا ہے کوئی بارہ ہزار کو با ایمان کہہ کر اپنی دین داری ظاہر کرتا ہے مگر ہر چند باتیں بناتے ہیں۔ کوئی بات نہیں بنتی خیر اصحاب نبوی کو چھوڑ و اب خاص علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی طرف خیال کرو کہ جناب امیر کی نسبت کیا فرماتے ہیں، قبلہ اُن کا بھی وہی حال ہے کہ جب انہوں نے بیعت خلفاء ثلثہ کی کر لی تو اُن کی بیعت سے ثبوت خلافت کا ہو گیا اور جب ثبوت خلافت ہو گیا تو مذہب تشیع باطل ہوا اس لئے یہ مضمون تراشا گیا کہ حضرت علیؓ نے خوشی سے بیعت نہیں کی بلکہ جب یہ کیفیت ہوئی کہ:

ابیات

بدست عمر بود یک ریسمان | دگر در کف خالد پہلوان

marfat.com

فگند ندیہ گردن شیر نر کشیدند اور ابو بکر

اور کشاں کشاں ابو بکرؓ کے پاس لائے اور باوجودیکہ راہ میں بہت سے معجزات دکھائے گئے اور پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثنا نے قبر مبارک سے ہاتھ بھی نکال دیا اور ہاتف غیبی نے مرثیہ بھی پڑھا اور کسی نے کچھ نہ سنا تب بمجبوری حضرت علی نے بیعت کی جب مجبوری کی لفظ کو شان میں علی مرتضیٰ کے نقص اور عیب خیال کیا کہ باوجودیکہ وہ خدا کے شیر تھے اور شجاعت اور مردانگی میں نظیر نہ رکھتے تھے ان کا مجبور ہونا کیسا تب دوسرا مضمون تراشا گیا کہ پیغمبر خدا ان کو وصیت کر گئے تھے کہ تم خلفاء ثلثہ سے مقابلہ اور مقاتلہ نہ کرنا اس لئے حضرت نے مقابلہ نہ کیا ورنہ اگر پیغمبر خدا کی وصیت نہ ہوتی تو پھر لوگ تماشا دیکھتے اور ذوالفقار علی کے جوہر نکلتے مجبوری تھی کہ پیغمبر خدا نے ایسی وصیت کیوں کی تھی جس کے اوپر عمل کرنے سے دین ہی غارت ہوا اور خاندان نبوی تہ و بالا ہو گیا اور کفار منصب خلافت کے غاصب ہو گئے تو اس کے لئے ایک حدیث بنائی کہ جس کا یہ مضمون ہے کہ اللہ جل شانہ نے خاص جبرئیل کی معرفت اپنا نامہ علی مرتضیٰ کے لئے بھیجا اور حضرت جبرئیل نے سب کو ہٹا کر رسول اور وصی کو وہ نامہ دیا اور قبل دینے کے بہت سے عہد لئے اور قسمیں لیں، جب کہ حضرت جبرئیل کو اطمینان ہو گیا کہ ضرور اس پر عمل ہوگا تب چپکے سے وہ نامہ خدا کا دیا اس میں لکھا تھا کہ تم خلفائے ثلثہ کے مقابلہ میں تلوار نہ لینا اس لئے حضرت علی نے مقابلہ نہ کیا اور جب یہ خیال ہوا کہ حضرت علی نے امیر شام کے مقابلے میں کیوں تلوار لی اور ہزاروں آدمیوں کو قتل کیا تب اس نامہ میں یہ مضمون اور بڑھا دیا کہ امیر شام اور خوارج کے مقابلے میں تلوار لینا اور خوب گردنیں ان کی اڑانا۔ سبحان اللہ کیا نامہ تھا اور کیا مضمون تھا کہ ایک فریق سے مقابلے کا حکم دوسرے سے سکوت و خاموشی کی وصیت اختیار تھا کہ جو چاہے وہ اس نامہ میں اور بڑھا دیتے شعر۔

ایں سخن را چوں تو مبدا بودہ گر بیفزاید تو آں افزودہ

بہر حال جب کسی نے یہ سوچا کہ خدا نے ایسی وصیت جس کا مضمون مختلف ہے کیوں کی اس کا یہ جواب دیا کہ خدا کی حکمت خدا ہی جانے بندے کی کیا قدرت ہے جو اس کے اسرار اور حکمتوں سے واقف ہو ایمان والوں کا کام ہے بے چون و چرا اس کی باتیں مان لینا نہ کہ اس کی حقیقت اور سبب کا پوچھنا اور اس کے واسطے ہزاروں آیات اور لاکھوں احادیث کی سند موجود ہے۔

marfat.com

خیر بہر حال اس نامے کی بدولت شجاعت بھی حضرت امیر کی قائم رہی اور بیعت
کا عذر بھی معقول ہو گیا اور خلافت بھی خلفائے ثلثہ کی حق نہ ہونے پائی اور جب کسی سُنی نے
اعتراض کیا کہ علی مرتضٰی نے بیعت کیوں اختیار کی تمہارے نزدیک تو خلفا ثلثہ معاذاللہ مرتد
تھے اور بیعت تو فاسق کی بھی حرام ہے اُردو کے مرثیہ پڑھنے والے بھی جانتے ہیں کہ اسی
واسطے حضرت امام حسین نے یزید کی بیعت نہ کی اور جب اُس نے بیعت کرنے کے لئے لکھا
تب آپ نے انکار کیا اور فرمایا : **شعر**

سب جانتے ہیں بیعت فاسق حرام ہے
اس کا نہیں پیام اجل کا پیام ہے

تو باوجودیکہ خود امام شہید ہوئے اور سارا خاندان بھوکا پیاسا شہید ہُوا مگر چونکہ
یزید فاسق تھا حضرت نے اس کی بیعت نہ کی تو اگر خلفائے ثلاثہ بھی فاسق ہوتے چہ جائے
مرتد ہونے اور کافر ہونے کے تو اسد اللہ الغالب علی بن ابی طالب کس طرح بیعت کرتے تو
اس سے کہہ دیا کہ تم جاہل ہو نہیں جانتے حضرت علی کے لئے خاص ایک نامہ خدا کا آیا تھا،
اس میں نہایت تاکید کے ساتھ صبر کی اور عدم مقابلے کی وصیت تھی اور جب کسی نے کہا کہ
امام حسین نے کیوں اُس پر عمل نہ کیا تب کہہ دیا کہ ان کے لئے دوسرا صحیفہ تھا اُن کو یہی،
حکم تھا کہ تم بیعت نہ کرنا شہید ہو جانا۔ تم سُنی خارجی دشمن اہل بیت ہو تم ائمہ کے حال
سے کیا واقف ہو یہ راز کی باتیں ہیں انبیاؑ اور ملائکہ تو اس کے متحمل ہی نہیں ہُوئے یہ
خاص حصہ شیعوں اور کوفیوں کا ہے ہر امام کے لئے خدا نے جُدا صحیفہ بھیجا تھا اور سب باتیں،
جو اُن کو کرنی چاہئیں وہ اس میں لکھی ہوئی ہیں پس ہر امام کا اُس پر عمل تھا، ہمارے کیا
امام تمہارے سے خلیفہ تھے کہ جن کو سوائے خدا کے دوسرے سے کچھ پوچھنے کی حاجت ہوتی
سب علم ما کان و ما یکون اُن کو حاصل تھا بلاواسطہ جبریل کے خدا سے وہ باتیں کیا کرتے تھے
اور سارے کام اور تمام افعال اُن کے خُدا کی اجازت سے اُس کی مرضی کے موافق ہوتے
تھے پس جس طرح حضرت آدم سے لے کر خاتم النبیین تک سب اولوالعزم پیغمبروں کے جُدا
جُدا صحیفے اور علیحدہ علیحدہ کتابیں خدا نے بھیجیں اسی طرح پر سب ائمہ کو جُدا جُدا صحیفے بھیجے،
اسی واسطے اُن کا عمل ایک دوسرے کے موافق نہ تھا اگر ائمہ کے اختلاف عمل پر تم کو شبہ ہو تو
جو اختلاف پیغمبروں کی شریعتوں میں ہو اُس پر بھی شبہ کرو بہر حال اس امر میں حضرات شیعہ
بڑے موحد اور صابر اور متوکل علی اللہ بن گئے بے چون و چرا سارے افعال ائمہ کو محمول اُن

کے صحائف آسمانی پر کر دیا اور اپنی دوستی پر ساتھ اہل بیت کے اسی کو شاہد کیا۔ یہ حال تو ائمہ کا ہُوا اب باقی کیفیت خلفاء اور اصحاب کی سُنیئے کہ بعضوں نے تو اُن کے اعمال حسنہ سے بھی انکار کیا اور کہا کہ کوئی نیک عمل کبھی اُن سے صادر ہی نہ ہوا اور بعضوں نے جب اس امر کو متواترات کا انکار خیال کیا تو اقرار کیا کہ بیشک وُہ ظاہری اعمال کے بڑے پابند تھے اور روزہ نماز وغیرہ کے کامل مقید تھے اور چال چلن اُن کے ظاہر میں بہت ہی اچھے تھے مگر تاکہ اس سے اُن کی فضیلت ثابت نہ ہو اور مستحق ثواب نہ ٹھہریں، مسئلہ طینت کا ایجاد کیا یعنی ائمہ کی طرف منسوب کر دیا کہ حدیث میں آیا ہے کہ امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ سبحانہٗ نے ایک پاک زمین پر سات دن تک شیریں پانی جاری کیا پھر ہمارے خمیر کو اُس سے جُدا کیا اور اُس کی تلچھٹ سے شیعوں کی مٹی بنائی اور پھر ایک دوسری ملعون زمین میں شور پانی اُسی طرح جاری کیا اور اس سے ہمارے دشمنوں کا خمیر بنایا پس اگر وُہ سب الگ رہتے تو کبھی کسی شیعہ سے گناہ نہ ہوتا اور سب شیعی ہماری ہی طرح معصوم ہوتے اور کسی سُنی ناصبی ہمارے مخالف سے کوئی نیک کام نہ ہوتا، سب ظاہری کافر رہتے مگر خدا نے دونوں مٹیوں کو خلط ملط کر دیا اور کچھ پاک مٹی ناپاک مٹی میں مل گئی اس لئے جو شیعی گناہ کرتے ہیں وُہ اثر سنیوں اور ناصبیوں کی ناپاک مٹی کا ہے اور جو ناصبی اعمال صالحہ کرتے ہیں وُہ اثر اُس پاک مٹی کا ہے مگر جب قیامت کا دن ہوگا اور خدا اپنا عدل ظاہر کرے گا تو جس کی مٹی سے جو عمل ہُوا ہے وہ اُس کو دے گا شیعوں کے گناہ ناصبیوں کے سر پڑیں گے کیونکہ انہیں کم بختوں کی مٹی کے اثر سے ہوئے تھے اور ناصبیوں کے نیک کام سب شیعوں کو مل جاویں گے اس لئے کہ انہیں کی پاک مٹی کی تاثیر سے ہوئے تھے، راوی کہتا ہے کہ جب میں نے امام سے یہ سُنا تو کہا میں قربان ہوں آپ کے یا حضرت سنیوں کے نیک کام سب ہم کو مل جاویں گے اور نہ ہمارے گناہ سب اُن کے سر پڑیں گے امام نے فرمایا خدا کی قسم ہے ضرور بالضرور ایسا ہی ہوگا راوی کہتا ہے کہ میں نے امام سے پوچھا کہ یا حضرت قرآن مجید میں بھی کچھ اس کا ذکر ہے امام نے فرمایا واہ وُہ بھی کوئی بات ہے جو قرآن میں نہ ہو دیکھو اس آیت کو کہ اللہ جل شانہٗ فرماتا ہے اُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ[1] کہ خدا بدل دے گا ان کے گناہوں کو نیکیوں سے اُس کا یہی مطلب ہے غرضکہ اس مسئلہ طینت کی بدولت اصحاب نبوی اور تمام سنیوں

[1] پارہ ۱۹ رکوع ۶ سورۃ فرقان ترجمہ ان کو بدل دے گا اللہ برائیوں کی جگہ بھلائیاں ۱۲۔

marfat.com

کے جو قیامت تک ہوں گے سارے اعمال حسنہ شیعیان علی کے حصہ میں آگئے اور اُن کی ہجرت اور نصرت اور جہاد وغیرہ جس کی جابجا خدا نے قرآن مجید میں تعریف کی ہے وُہ گھر بیٹھے شیعوں کو مل گئے اور وُہ بیچارے باوجود ان محنتوں اور کوششوں کے محروم اور بے نصیب رہے نعوذ باللہ من ہفواتہم۔ پس جو اہل سنت اصحاب نبوی کے اعمال پر بہت ناز کرتے تھے اور اُن کی ہجرت و نصرت کو بار بار اُن کی فضیلت میں بیان کرتے تھے اُن کا تو مُنہ مسئلہ طینت سے بند کیا گیا اب باقی رہی ایک اور بات کہ خدا نے جابجا قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ جو منافق ہیں وُہ ذلیل و خوار ہوں گے اور قتل کئے جائیں گے اور مارے جاویں گے اور اصحاب نبوی باوجودیکہ منافق تھے ونعوذ باللہ من ذالک خلیفہ ہوئے اور اُن کی عزت و شوکت زیادہ ہوئی تو یہ وعدہ خدا کا پورا نہ ہوا پس یا خُدا کو جھوٹا کہنا لازم آتا تھا یا اصحاب کے نفاق سے انکار کرنا پڑتا تھا اس لئے بمقتضائے: **مصرع**

ہم لعل بدست آید و ہم یار نہ رنجد

خدا کا کلام بھی سچا ہو اور اصحاب نبوی کا نفاق بھی قائم رہے مسئلہ رجعت کا بنایا گیا **مسئلہ رجعت** کا یہ ہے کہ جب امام مھدی ظاہر ہوں گے تب پیغمبر صاحب زندہ ہوں گے اور سارے اچھے اور پاک نیک لوگ زندہ ہوں گے اور حضرت خاتون جنت زندہ ہوں گی، حضرت علی زندہ ہوں گے اس وقت خلفاء ثلثہ قبروں سے نکالے جاویں گے اور اُن پر مقدمہ دائر ہوگا ایک طرف سے حضرت علی اپنا دعویٰ پیش کریں گے کہ میری خلافت غصب کی دوسری جانب سے حضرت فاطمہؓ مدعی ہوں گی کہ مجھے مجروح کیا محسن کو شہید کیا، باغ فدک کو چھینا غرضکہ بعد ثبوت کامل یہ حکم ہوگا کہ یہ لوگ درخت سے لٹکائے جاویں، اور اُن کو پھانسی دی جاوے اور کیا کہا جاوے ایسی خرافات واہیات باتیں ان مردودوں نے لکھی ہیں کہ جن کے دیکھنے سے مسلمان کے بدن پر لرزہ ہوتا ہے غرضکہ اُن کے نزدیک اُس وقت خدا کا وعدہ پورا ہوگا اور تب ان کی ذلت کامل ہو کر لوگوں پر اُن کے نفاق کا حال کھلے گا اور پھر اس مسئلہ رجعت کی نسبت لکھتے ہیں کہ یہ فرقہ حقہ اثنا عشریہ کے عقاید خاص سے ہے اور سب فرقے اس پاک اور نیک عقیدے سے بے نصیب ہیں۔

علاوہ ان سب باتوں کے ایک بہت بڑی مصیبت اس مذہب پر یہ تھی کہ جناب امیر سے لے کر گیارہویں امام تک سب کے سب ظاہر میں اسی روش پر تھے اور رہے جو کہ

صحابہ کرام کی تھی اور ہمیشہ اُن کے محامد و اوصاف بیان کیا کئے اور جب کسی نے پوچھا تب اُن کی تعریفوں میں نہایت ہی مبالغہ کیا بلکہ خود جناب امیر برابر نمازوں میں اُن کے شریک رہے اور لڑائیوں اور جہادوں میں اُن کو مشورہ دیتے رہے نہ اسی زمانہ میں جب کہ خلفائے ثلثہ مسند خلافت پر تھے بلکہ اُن کے پیچھے بھی اُن کے ثناخواں رہے اور اپنے عہد خلافت میں ایسی بات پیدا کرنی چاہیے کہ باوجود اس موافقت ظاہری کے ائمہ کرام کی مخالفت صحابہ سے قائم رہے اور مذہب تشیع کی جڑ مضبوط کی جاوے تب ایک نہایت ہی سچا اور صاف اور عمدہ دلچسپ اصول قائم کیا یعنی ظاہر کا باطن سے مخالف ہونا اور جھوٹ بولنا، مگر چونکہ یہ لفظ نہایت ثقیل اور مکروہ تھا اور اگر اسی کو عقیدے میں داخل کرتے تو جو سنتا وہ اس لفظ کے سنتے ہی نفرت کرتا اس لیئے اُس کی حقیقت کو ایک خوبصورت اور خوشنما لفظ کے پردے میں ظاہر کیا اور جھوٹ بولنے اور ظاہر سے باطن سے مخالف ہونے کا نام تقیہ رکھا اور اسی کو سارے سوالوں کا جواب اور کل شبہات و شکوک کا حلال ٹھہرایا مگر افسوس ہے کہ یہ نہ خیال کیا کہ صورت اصلی لباس سے نہیں بدل سکتی اور حقیقت کسی شے کے الفاظ کی تبدیل کرنے سے اور کی اور نہیں ہو سکتی جھوٹ کا کچھ ہی نام کیوں نہ رکھو جب اس کے معنی کہو گے اُس کی بُرائی ظاہر ہو جاوے گی خواہ نام اُس کا تقیہ رکھو خواہ اُسے اصول دین میں داخل کرو۔ شعر

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش که من آن جلوهٔ قدمے شناسم

اب غرضکہ تقیے کو اصول دین میں سے قائم کرنے کے لئے سند کسی امام کی چاہیئے اس لئے کہ حضرات امامیہ اہل سنت تو نہیں کہ جو قیاس و استحسان کو دین میں دخل دیں خدا کے فضل سے اُن کے سارے عقیدے اور کل اصول ائمہ کرام کے فرمائے ہوئے ہیں اور ان کی احادیث کی کتابیں ناصبیوں کی طرح بے اعتبار تو نہیں ہیں کہ جو جس زید و عمرو نے چاہا احادیث نبوی کی تصحیح کر دی اور اُن کا نام صحیح اور سنن رکھ لیا بلکہ حضرت امامیہ کے محدثین نے جو کتاب حدیث کی لکھی اس کو لفظ بلفظ ائمہ کو سنا دیا اور جب اُن کے حضور سے اُس کی صحت ہو گئی بلکہ جب ائمہ کرام سے دستخط مہر کرا لی تب اُس کو جاری کیا تا کہ عمل لوگوں کا ٹھیک اصول کا ہو پس اس واسطے تقیہ کی تعریف میں اماموں کی طرف سے حدیثیں بنانا شروع کیں اور نہ صرف اُس کے جواز پر قناعت کی بلکہ اس کی

marfat.com

وجوب اور اس کی فضیلت میں ایسی حدیثیں قائم کیں کہ روزہ نماز کے ثواب بھی تقیے کے ثواب کے مقابلہ میں نیست و نابود ہو گئے حقیقت میں تقیہ کو ایک عمدہ اصول دین کا ٹھہرایا اور (التقیۃ دینی و دین آبائی) کی حدیث ائمہ کی زبان سے نقل کر کے تقیے کے منکر کو کافر بنایا یہاں تک کہ صاحب نواقض الروافض نے غلطی سے لکھا کہ شیعی کہتے ہیں کہ ابوبکر صدیقؓ تقیے کے سبب سے اسلام لائے تھے تو قاضی نور اللہ شوستری مصائب النواصب میں نہایت خفا ہو کر کہتے ہیں کہ یہ ناصبی جھوٹا ہے کوئی شیعہ یہ بات نہیں کہہ سکتا اس لئے کہ تقیہ ابرار اور پاک لوگوں کا دین ہے کیونکر ممکن ہے کہ ابوبکر صدیقؓ تقیہ کرتے اور پاک اور ابراروں میں داخل ہوتے غرضکہ تقیہ ابراروں اور اماموں کا دین ٹھہرایا گیا اور تقیے کے صدقے میں سنیوں کی دارو گیر سے کامل طرح نجات پائی سارے اعتراضات ناصبیوں کے اور کل دلیلیں، اُن کی خاک میں مل گئیں بڑی بڑی فضیلت کی حدیثیں اماموں کی زبان سے شیعوں کی کتابوں سے سنیوں نے نکالیں اور اپنے خلفا کی بزرگی اور فضیلت پر سند لائے اور اپنے نزدیک شیعوں کو لاجواب کرنا چاہا مگر ایک ایک ادنے طالب علم بلکہ جاہل شیعہ نے جواب دیدیا کہ یہ حدیث تقیے کے سبب سے امام نے فرمائی ہے اور بڑے بڑے متکلمین اور فقہا کو سنیوں کے ایسی دلیل سے ایک ایک لڑکے نے چپ کر دیا حقیقت میں جو فائدہ مذہب تشیع کو تقیے کے سبب سے ہوا ہے اور جو حفاظت اس کی اس روش سے ہوئی ہے وہ کسی دوسرے عقیدے سے نہیں ہوئی۔

کسی جاہل نے خوب لطیفہ کہا ہے کہ تقیے کو تشیع سے وہ نسبت ہے جو تار برقی کو آہنی سڑک سے ہے کہ اگر تار برقی نہ ہو ریل کا چلنا بند ہو جاوے اور ایک گاڑی دوسری سے ٹکر کھا کر ٹوٹ جاوے درحقیقت تار برقی ہی سے گاڑیوں کی حفاظت ہے اسی طرح پر تقیے کا حال ہے کہ اگر تقیے کا اصول مذہب تشیع میں نہ ہوتا تو مذہب ہی خاک میں مل جاتا اور ایک قول کی دوسرے قول سے اور ایک فعل کی دوسرے فعل سے اور ایک حدیث کی دوسری حدیث سے بسبب تخالف اور تناقض کے مطابقت نہ ہو سکتی اور سب کا جھوٹ اور غلط ہونا کھل جاتا پس نہایت ہی ذکی اور ذہین تھا وہ شخص جس نے مذہب تشیع کو ایجاد کیا کہ جھوٹ کو جھوٹ سے بچایا تقیے کی وہ گرم بازاری ہوئی اور اس عقیدہ باطل کو ایسی رونق دی گئی کہ امام اول سے لے کر امام آخر الزماں تک سب کی زبان سے اُس کی فضیلت میں احادیث

لہ تقیہ کرنا میرا اور میرے آباؤ اجداد کا مذہب ہے۔

marfat.com

نقل کی گئیں اور تمتیہ کرنے والوں کے بڑے درجے مقرر کیے گئے شیعوں کو تقیہ کی بدولت خدا نے اپنے شیعوں پر بڑا فضل کیا کہ سنیوں کے ساتھ گوشت پلاؤ کھاویں اور جب تک اُن کے دسترخوان پر کاسہ لیسی کریں تب تک خوب چکنی چپڑی باتیں زبان سے کہیں اور ان کی خوب لمبی چوڑی ثنا و صفت کریں اور خلفا ثلثہ اور اصحاب کبار کی نہایت مبالغے سے تعظیم و عزت بجالاویں اور اِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ آمَنُوْا قَالُوْا آمَنَّا ؀ کا مضمون ادا کریں اور جب گھر آویں اور خاص یاروں کا مجمع ہو اور دروازہ بند کرکے دیکھ لیں کہ کوئی منہم تو نہیں ہے اُس وقت بغحوائے اِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيَاطِيْنِهِمْ قَالُوْا اِنَّا مَعَكُمْ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِئُوْنَ ؀ کے خوب قہقہے اڑاویں اور اپنی دھوکہ دہی اور نفاق کی خود ہی تعریف کریں اور پھر تبرا کہنا شروع کریں ایک اپنے اوپر لعنت کرے دوسرا بیش باد کہے اور بموجب احادیث اور اقوال ائمہ کے دونوں حالتوں میں اپنے آپ کو مورد ثواب جانیں سنی کے سامنے جو جھوٹے اور نفاق کی باتیں کہیں اس پر تو بہ سبب تقیے کے اور گھر آکر جو تبرا کہا اُس پر بہ سبب لعنت کے ایک ایسے ثواب کے مستحق ہوئے کہ جو ہزار نماز و روزہ میں نہ پاتے اور اگر خدانخواستہ کوئی گناہ ہو گیا تو پھر اس کا بھی کچھ غم نہیں اس لئے کہ یہ مسئلہ طینت کا موجود ہے۔ سنیوں کا روزہ نماز کیا ہوگا اس کا ثواب انہیں تو مل نہیں سکتا اور مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ؀ تو خدا نے فرمایا ہی نہیں ہے وہ بھی آخر شیعوں ہی کے واسطے ہے پس ایسے عقیدوں پر اپنے مذہب کی بنا قائم کی اور راس الحاد و زندقہ کا نام تشیع رکھا اور اپنے آپ کو مصداق فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ج وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ؀ کا بنایا۔ حقیقت یہ ہے کہ ان اصول و عقاید کو دیکھ کر آدمی کی عقل دنگ ہو جاتی ہے حیرت کی مُہر سمجھ کے مُنہ پر لگ جاتی ہے دیکھنے والا حیران و ششدر رہ جاتا ہے کہ الٰہی تشیع دین ہے یا الحاد یہ معاملہ کیا ہے کہ ایسے اصول جن کی سفاہت کسی پردے میں چھپائے

؀ پارہ اول سورہ بقر رکوع ۲ ترجمہ جب ملاقات کریں مسلمانوں سے کہیں ہم مسلمان ہوئے ۱۲ موضح القرآن

؀ ایضاً ترجمہ جب اکیلے جاویں اپنے شیطانوں کے پاس کہیں ہم ساتھ ہیں تمہارے ہم تو ہنسی کرتے ہیں۔ ۱۲ موضح

؀ پارہ ۲۴ سورہ حٰم سجدہ رکوع ۲ ترجمہ جس نے کی بھلائی سو اپنے واسطے ۱۲ موضح القرآن

؀ پارہ اول سورہ بقر رکوع ۲ ترجمہ اُن کے دل میں آزار ہے پھر زیادہ دیا اللہ نے ان کو آزار اور ان کو دکھ کی مار ہے ۱۲ موضح القرآن

marfat.com

سے چھپ نہیں سکتی اور ایسے عقیدے جن کی بیہودگی خود اسی سے ظاہر ہوتی ہے جس کے بطلان پر نہ کسی دلیل کی حاجت نہ کسی برہان کی ضرورت کیونکہ ایک ایسے فرقے نے قائم کئے ہیں جس کو خدا نے آدمی بنایا ہے اور جس کو اوروں کی طرح عقل بھی دی ہے اور پھر طرہ یہ ہے کہ اُن اصولوں پر خوش ہیں اُن عقیدوں پر نازاں ہیں اور اپنے آپ کو ائمہ کرام کی طرف منسوب کرتے ہیں اور اپنا بوجھ ذریات نبوی کے سر پر رکھتے ہیں و حاشاجنابہم عن ذلک حقیقت میں ان کے اصول و عقائد دیکھ کر خدا کا یہ کلام یاد آتا ہے کہ لَهُمْ قُلُوبٌ لَا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَا يَسْمَعُونَ بِهَا أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ[1] علاوہ تقیے کے ایک تقیے کی دُم بھی شیعوں کے اگلے بزرگواروں نے قائم کی تھی جسے اب حضرات شیعہ نے بسبب نہ ضرورت رہنے کے کاٹ ڈالا ہے اور تقیے کو دُم بریدہ کر دیا وہ دُم کیا تھی بدا اس کا حال یہ ہے کہ جب حضرات امامیہ کے پیشوا اور اس مذہب کے سرپرست ائمہ کرام کی خدمت میں جاتے اور بیٹھتے اور پھر باہر آتے تو اپنے اور یاروں سے کہتے کہ آج امام نے فرمایا ہے کہ اب بہت جلد سلطنت شیعوں کو ملتی ہے اور چند روز کے بعد اُن کی حکومت ہوتی ہے اور جب وُہ میعاد ہو جاتی کچھ ظہور کسی وعدے کا نہ ہوتا اور لوگ کچھ شبہ کرتے تو وُہ حضرت کہتے کہ امام نے فرمایا ہے کہ خدا کو بدا ہوا ہے یعنی اب اُس نے وقت بدل دیا اور اپنی پہلی تجویز کو بدل دیا اور جب کوئی امام کے سامنے ان پیشواؤں کے حالات بیان کرتا تو امام اس سے بیزاری ظاہر کرتے اور لعنت کرتے اور قاتلہ اللہ و خذلہ اللہ فرماتے اور پھر کوئی شخص اُن لوگوں سے بیان کرتا تو بہت ہنستے اور قہقہہ مارتے اور کہتے کہ امام نے خیرات نورہ کا تمہارے ساتھ عمل کیا ہے سننے والا حیران رہتا کہ بھائی خیرات نورہ کیا ہے تب کہتے کہ تقیہ۔

غرضکہ جب کسی کو شبہ ہوتا کہ ائمہ اُن کو برا کہتے ہیں اُن پر لعنت کرتے ہیں اُن کو شیطان بتاتے ہیں تب اُس کے شبہے کو تقیہ سے دُور کرتے کہ حضرت نے تقیہ کیا ہے تم نہیں جانتے ہو تقیہ۔

ابراروں اور اماموں کا دین ہے خدا کے پاس جگہ قیامت میں صرف تقیے کی بدولت

---

[1] پارہ ۹ سورہ اعراف رکوع ۲۲ ترجمہ جن کو دل ہیں اُن سے سمجھتے نہیں اور آنکھیں ہیں اُن سے دیکھتے نہیں اور کان ہیں اُن سے سنتے نہیں وُہ جیسے چوپائے بلکہ اُن سے زیادہ بہرا۔ ۱۲ موضح

marfat.com

ملے گی اور جب وُہی حضرات کسی سے امام کی طرف سے کچھ وعدہ کرتے اور وُہ وعدہ پُورا نہ ہوتا تو کہہ دیتے کہ خُدا کو بدا رہوا یعنی اپنی رائے بدل دی اور جب کوئی کچھ شک کرتا تو کہتے کہ تم نہیں جانتے ہو اس میں مصلحت تھی اور خدا کی مصلحت کو سوائے خدا یا امام کے کوئی نہیں جانتا اور کیا تعجب کرتے ہو بدار پر وُہ ایک قسم نسخ کی ہے دیکھو شریعتوں میں احکام خدا نے بدل دیئے اور ایک کو دوسرے حکم سے منسوخ کر دیا یا نہیں پس چپ رہو خُدا کی باتوں میں چون وچرا نہ کرو۔

جب بعض شخصوں کو بہت ہی شبہ ہونے لگا کہ وُہ خدا کیسا ہے جو آج کچھ کہتا ہے اور جب وقت آتا ہے تب پورا نہیں کرتا اور بدار کو نسخ سے کیا علاقہ نسخ تو یہ ہے کہ ایک حکم کسی وقت دیا اور کسی چیز کو کسی قوم یا کسی وقت کی ضرورت سے حلال کیا اور پھر اس حکم کو کسی وقت ضرورت کے سبب سے بدل دیا اور حلال کو حرام کر دیا مگر یہ خدا نے نہیں کیا کہ پیغمبر صاحب سے کوئی خبر کہی ہو یا کسی فتح کا وعدہ کیا ہو اور پھر اس کو پورا نہ کیا ہو تو اگر امام نے یہ بات خدا کی طرف سے کہی ہوتی یا خدا نے اُن سے یہ وعدہ کیا ہوتا اس لئے اس شبہے کے دور کرنے کے لئے ان بزرگوار نے دو لوحیں قائم کیں ایک لوح محفوظ دوسری لوح محو و اثبات اور یہ کہا کہ خدا نے دو لوحیں رکھی ہیں۔ اور سب کچھ اس میں لکھ دیا ہے جو کچھ ٹھیک ہونے والا ہے وہ تو لوح محفوظ میں لکھا ہُوا ہے اُس میں کچھ تغیر و تبدل نہیں ہوتا دوسری لوح محو و اثبات کہ اس میں جو کچھ لکھا ہُوا ہے، خدا بدلتا رہتا ہے پس وُہ فرق جو امام کے قول میں ہوا وہ بسبب لوح محو و اثبات کے ہوا کہ اُس میں خدا نے پہلے کچھ لکھ دیا پھر اس کو محو کر کے دوسری بات لکھ دی اور امام نے پہلی بات سے خبر دی ان کو کیا معلوم تھا کہ خدا اس کو بدل دے گا اور جب کسی نے یہ کہا کہ یہ بات سمجھ کے خلاف ہے اور دُوسری لوح کے مقرر کرنے سے کیا فائدہ ہے تب وُہ جواب دیا جو مجتہد صاحب نے صوارم میں دیا ہے کہ [1] "ازانجملہ آنکہ ہرگاہ انبیا و اوصیا خبر دہند از کتاب محو و اثبات و بعد ازاں خبر دہند بخلاف آن بندگان را واجب باشد اذعان نمودن

---

[1] اور اس کے منجملہ واقعہ یہ ہے کہ جب "لوحِ محو و اثبات" دیکھ کر انبیآ اور وصی کسی بات کی اطلاع دیتے ہیں اور پھر اس کے خلاف کوئی بات کہتے ہیں تو لوگوں کو لازم آتا ہے کہ ان کے موافق سرِ تسلیم خم کریں اور چونکہ اس آخری حکم پر یقین کرنا بہت دشوار ہے اسی لئے اس کا ثواب زیادہ ہے [2] عبد صوارم مطبوعہ بندر کلکتہ ۱۲۱۸ھ صفحہ ۹، سطر ۳-۱۲ منہ

بآن وچون این اذعان بر نفس بسیار دشوار ست موجب مزید اجر آنہا گردد، فان افضل الاعمال احمزہا وبہا یمتاز المسلمون الذین فاضوا بدرجات الیقین عن الضعفآ الذین لیس لہم قدم راسخ فی الدین) کہ یہ بات کہ ایک دفعہ انبیا اور اوصیا کچھ بات فرماویں اور پھر اس کے برخلاف بندوں سے کہیں اُس کا بھی یقین کرنا واجب ہے اور اسی یقین کرانے کے لئے خدا نے دوسری لوح محو و اثبات قائم کی ہے اور چونکہ ایسا یقین نفس پر بہت دشوار ہے اس لئے موجب زیادہ ثواب کا ہے اس لئے کہ جو عمل سب سے زیادہ ترش ہوتا ہے وہی سب سے افضل ہے اور اسی سبب سے مسلمان اوروں سے ممتاز ہوئے ہیں اور ایسی ہی باتوں پر یقین کرنے سے یقین کے درجات پر پہنچے ہیں اور ان لوگوں سے جو کہ دین میں راسخ اور مضبوط نہیں ہوتے ہیں غرضکہ بدا پر یقین کرنا باعث ہزاروں درجات اور ثواب کا ٹھیرا اور اس پر یقین نہ کرنا نقص ایمان کی دلیل ٹھہرا بلکہ بدا کو خدا نے اسی واسطے تجویز کیا ہے کہ اُس پر یقین اور شبہ کرنے سے ایمان کا امتحان ہوا۔

اب خیال کیجئے کہ حضرات شیعہ کے بزرگواروں نے کس خوبی اور کس ہوشیاری سے دین کے اصول قائم کئے ہیں اور کیا کیا اچھے عقیدے تجویز کئے ہیں اس بدا کے حقیقی معنی سے گو مجتہد صاحب نے صوارم میں بظاہر انکار کیا مگر جو کچھ انہوں نے لکھا اس سے اور زیادہ ثبوت ہوا چنانچہ اس شبہے کو کہ ائمہ کرام اُس بات کا جو ہونے والی نہ تھی کیوں وعدہ کیا کرتے تھے کس خوبی سے رفع کرتے ہیں حضرت قبلہ وکعبہ صوارم میں فرماتے ہیں (وازا نجملہ این اخبار موجب تسلیۂ مومنین کہ انتظار فرج اولیاء اللہ وغالب شدن حق می کشند می شود چنانچہ این معنے درباب قصۂ نوح و درباب فرج اہل بیت مروی گشتہ چہ اگر از اول شیعیان را خبر میدادند نہار اباینکہ ممکن ست کہ حاصل شود فرج آل محمد عنقریب و منظور ازین اخبار آن بود کہ تا شیعیان بردین خود ثابت بمانند و بر انتظار کشیدن مثاب شوند و بعد ازینکہ جناب مولانا مجلسی درباب تائید این احتمال و مناسب این مقال دو سہ روایت ذکر نمودہ گفتہ معنی قولہ علیہ السلام ماعند اللہ بمثل البداء این ست کہ ایمان ببداء از اعظم عبادات قلبیہ ست بہ جہت صعوبت آن و معارض بودن آن بہ وساوس شیطانی و بجہت آنکہ اقرار ببدا در حقیقت اقرار ست باینکہ لہ الخلق ولہ الامر و این کمال توحید ست و یا معنی این حدیث این ست کہ اعظم اسباب و دواعی ست بطرف عبادت جناب

رب العالمین انتہی) حقیقت یہ ہے کہ جیسا کلمۂ حق اور سخن راست جناب قبلہ و کعبہ اور ملا باقر مجلسی نے یہ فرمایا ہے اپنی ساری عمر میں دوسرا کلمہ ایسا سچ زبان سے ارشاد نہ کیا ہو گا جو کچھ ان بزرگواروں نے فرمایا اُس پر دل سے اُن کا شکر کرنا چاہیئے کہ صاف صاف کہہ دیا کہ اگر امام شیعوں سے جھوٹے وعدے نہ کیا کرتے اور اُن کو وعدوں پر نہ ٹالا کرتے تو اکثر شیعہ دین سے پھر جاتے اور مذہب پر ثابت قدم نہ رہتے پس ایسی دورنگی باتوں کے کہنے سے یہ غرض تھی کہ لوگ شیعہ بنے رہیں ورنہ اگر ایک ہی دفعہ امام کہہ دیتے کہ ہزار دو ہزار برس تک شیعوں کو غلبہ نہ ہوگا تو بس نا اُمیدی سے شیعوں کی جان ہی نکل جاتی اور مایوس ہو کر گھر بیٹھ رہتے اور خاک پاک کا کنٹھا اور عقیق کی انگوٹھی اور سجدہ گاہ امام کے دروازے پر رکھ کر سب کے سب چنپت ہو جاتے ہاں جو خاص خاص باایمان شیعی تھے مثل حضرت زرارہ اور ہشام اور شیطان الطاق وغیرہ کے وہ یکہ و تنہا بے یار و یاور رہ جاتے پس اُس جماعت کو جو صرف جھوٹے وعدوں پر دنیا ملنے کے دام میں زرارہ وغیرہ کے پھنس گئے تھے ایسے ہی جھوٹے وعدوں سے حضرت زرارہ وغیرہ نے درہم برہم نہ ہونے دیا اور اپنی ہوشیاری سے ضرورت وقت کے مناسب فوراً ہی ایک عقیدہ نیا اور ایک اصول جدید بنا لیا اور امام علیہ السلام کی طرف منسوب کر دیا اور نہ کوئی مسلمان ایسا عقیدہ رکھے گا اور بداء کو خدا کی طرف منسوب کرے گا قیامت تو یہ ہے کہ فقط منسوب کرنے ہی پر کفایت نہ کی بلکہ موافق اپنی عادت کے کہ جس بات کو شروع کیا اُس کو انجام تک پہنچا دیا اس مسئلہ بداء کی وُہ فضیلت بیان کی کہ آخر امام کی طرف منسوب کر دیا امام علیہ السلام فرماتے ہیں کہ (فاعتبد الیہ بمیل البداء) کہ جیسی بداء کے سبب سے خدا کی عبادت ہوتی ہے ایسی کسی دوسرے سبب سے نہیں ہوتی سبب اس کا ظاہر ہے کہ جب شیعوں سے کہہ دیا

کہ جب جلد تم کو سلطنت ملتی ہے اُن بیچاروں نے دنیا کی طمع میں حضرات زرارہ وغیرہ کے حضور میں حاضر باشی شروع کی خاک پاک کی سمرنوں اور چٹائی کی جا نمازوں اور مٹی کی سجدہ گاہوں کو لے لیا اور خوب رگڑ رگڑ کر پیشانیوں کو داغا اور مضمون فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِي وَالْأَقْدَامِ کا ادا کیا جب وعدہ پورا نہ ہوا اور دن گذر گئے اور کچھ ظہور نہ ہوا تب مایوس ہو کر زرارہ وغیرہ سے پوچھا کہ یہ ہوا اُس نے اِدھر اُدھر جا کر دو چار روز کے بعد کہدیا کہ امام فرماتے ہیں کہ خدا کو بداء ہوا اُس نے وقت بدل دیا مگر تم پھر عبادت کرو اور خوب تبرّے کہو اور اپنے اوپر

marfat.com

لعنت بھیجو دیکھو بہت جلد خدا ترقی دیتا ہے غرضکہ اسی طرح پر چند احمقوں بیوقوفوں کو اپنے دام تزویر میں رکھا کبھی تقیہ سے بہکایا کبھی بداء کہہ کر دم میں رکھا کبھی طینت کا مسئلہ ملا کر اُن کو خوش کر دیا یہ کرتے کرتے آخر دین محمدی میں رخنہ ڈال ہی دیا اور ایک فرقہ کو اپنا ساتھی کر لیا پس ہوا جو کچھ کہ کرنے والا تھا اور بگڑ گیا دین جیسا کہ اُس نے سمجھا تھا فقد استحوذ علیہم الشیطان و استغواہم الطغیان ۔

وکل احد منہم بعاجل حظہ مشغوفا فصار یری المعروف منکرا والمنکر معروفا

غرضکہ اے حضرات شیعہ تم اپنے مذہب کے اصول و عقائد پر غور کرو اور اس کے حسن و قبح کو دیکھو اور اگر پھر بھی نہ سمجھو تو خیر اختیار ہے تقیہ کرو رجعت کی امید پر بیٹھے رہو بداء کا الزام ذات باری پر لگاتے رہو طینت کا مسئلہ یاد کر کے خوب شوق و ذوق سے گناہوں میں مصروف رہو سو اس لیئے کہ جتنے سنی اگلے پچھلے گزرے ہیں اور جتنی عبادتیں انہوں نے کی ہیں وہ تو آخر تمہیں کو ملیں گی اور آخر تمہارے گناہوں کا بار تو ہم کو اٹھانا ہی پڑے گا پس پھر عبادت کی محنت اُٹھانی اب تم کو فضول ہے۔ مصرعہ

تو مشق ناز کر خون دو عالم میری گردن پر

تقریظ دلپذیر چکیدۂ خامۂ ناظم رنگین خیال ناثر عدیم المثال سباح بحر زخار نکتہ دانی گلچین بوستان زار بیان و بدائع و معانی بزمرۂ شعرائے ہمعصر فائق محمد مرتضیٰ بیگ عرف مرزا مچھو بیگ عاشق حرسہ اللہ تعالیٰ

سبحان اللہ، پاک ہے وہ بے نیاز جس نے اپنے حبیب کے خادم جان نثاروں کی شان میں رضی اللہ عنہم و رضو عنہ ارشاد فرما کے اُن کا مرتبہ ظاہر کیا اور ہر مخالفین کے حق میں ختم اللہ علی قلوبہم الخ کے اشارے سے اچھے برے کو علیحدہ کر دیا سچا ہے وہ نبی جس نے افضل الناس بعد النبی کی حدیث سے ترتیب خلافت و افضلیت بیان کر دی، ہٹ دھرمی کا ذکر نہیں حق شناسوں کے لئے کوئی بات شک شبہہ کی نہ باقی رہی سب سے بڑھ کے تو یہ کام لیا کہ اپنے سچے دین کی حفاظت کا پورا پورا وعدہ خدا سے لے لیا اس وقت کسی بزرگ کا یہ قول زبان ہے باقی داستان ۔

الٰہی دیا احکم الحاکمین الٰہی دیا اکرم الاکرمین

فصل علیٰ سید المرسلین و صل علیٰ شافع المذنبین
فصل علیٰ آلہ الطاہرین و صل علیٰ صحبہ الصالحین

بعد حمد خدا و نعت سرور انبیاء

بندۂ سراپا خطا محمد مرتضیٰ عاشق آل نبی خادم اصحاب محمدی حق شناسوں کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ کیوں حضرات انصاف کیجئے دین محمدی کی بھی کیا مضبوط بنا ہے کہ ابتدا سے تا اینندم بلکہ بقائے عالم، دشمنان خدا نے کیسا کیسا چاہا اور چاہتے ہیں کہ اس چمکتے ہوئے چراغ کو پھونک پھونک کے بجھائیں۔ حق ناحق آتش افروزی کر کے شعلہ فساد بھڑکائیں لیکن وہ قدرتی نور بسان برق طور اور سوا تجلی دکھاتا ہے، ذرا دال نہیں گلتی اُسی کو کے سے خود انہیں کا دل جل کے سارا حوصلہ پست و ضو شکست ہو جاتا ہے مجال کیا ہے، کہ زبان ہلائیں اور مُنہ کی نہ کھائیں۔ ادھر ذرا گردن اٹھائی اُدھر سرکوبی ہوئی قدرتی سکندری کھائی جہاں چار قدم دوڑ کے چلے کہ چوپٹ گرے۔ دون کی لیتے ہی چھکے چھوٹتے ہیں رنج و الم سے ماتم کے بہانے سینہ کوٹتے ہیں یوں تو صدہا برس سے کیسی کیسی قلعی کھلی ساری شیخی کرکری ہوئی، لیکن اس ہنگام میں کہ اخیر زمانہ دنیا کی فکر دوزخ کے دھندے سے نجات ہی نہیں عاقبت کا خیال کیا قیامت کا قرب چودھویں صدی الجھی ہے نفسی نفسی کا ترجمہ اپنی پڑی ہے، دینیات کا علم پھر اس میں کمال بالکل خواب و خیال ہے، جو بات ممکن ہی نہیں محال ہے لیکن فقط ہماری خام خیالی ہے مردان خدا سے اب بھی کب دنیا خالی ہے۔ چنانچہ تفصیل اس اجمال کی معاینہ کتاب لاجواب جزو دوم آیات بینات تصنیف عالم علم معقول و منقول حامی، دین خدا و رسول سرآمد متکلمین۔ سلطان المناظرین واقف اسرار خفی و جلی عالی جناب والا خطاب محسن الملک مولوی سید محمد **مہدی علی خاں** صاحب بہادر منیر نواز جنگ معتمد پولٹیکل فنانس سرکار آصفی سے ہوتی ہے۔ اللہ اللہ کس متانت کی تقریر کس زور شور کی تحریر ایک دریا ہے کہ موجیں مارتا ہے۔ نمونہ قدرت خدا یہ تائید غیبی نہیں تو کیا ہے ایسی کثرت کار و ضیق اوقات میں جو بات ہے شرح و بسط کے ساتھ حتی الوسع کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑا مخالف ہی کے قول سے منکرین کے زعم باطل کو توڑا ہے عبارت کی پاکیزگی پر درود پڑھنے کو جی چاہتا ہے۔ مناظرے میں باوجود سخت کلامی مدعی اپنی تہذیب ہاتھ سے نہ جانے دی ادب سے کام لیا ہے سحر بیانی اس کا نام ہے کہ شیرین زبان کی میٹھی چھری سے دشمن کا کام تمام ہے ماشاء اللہ زور قلم کی ادنیٰ سی یا ایک بات ہے جس وادی میں قدم

رکھا میدان اپنے ہاتھ ہے۔ لطف تو یہ کہ جو دعوے ہے با دلیل۔ با این ہمہ مطالب کثیرہ عبارت قلیل جو بات ہے لاجواب ہے، جو فقرہ ہے انتخاب۔ بلاغت ایسی کہ ذرا سا نکتہ ایک دفتر فصاحت کا بیان طاقت بیان سے باہر۔ خدا شاہد یہ طرز تحریر بہت مشکل ہے معقولیت کے یہ معنی کہ دشمن اپنے منہ بول سے قائل ہے۔ حافظہ وہ کہ سارا علم مناظرہ ازبر۔ نگاہ اتنی وسیع کہ دشمن کا کتب خانہ پیش نظر۔ یہ فقط کرامت صحابہ کرام ہے۔ نہیں یہ اعجاز رقمی انسان کا کام ہے۔ جیسا دل چاہتا ہے ویسی پوری تعریف اس مختصر میں کب ہو سکتی ہے۔ ساتھ اس شخص کی محنت و جانفشانی کی تعریف کرنی چاہیئے جس نے اس کے پوچھنے اور شائع کرنے میں کوشش کی ہے، خاص فائدہ عام و عقبیٰ کا نیک کام سمجھ کے نہ کسی طمع ولالچ سے وہ کون یعنی جوان صالح فخر خاندان حافظ قرآن جیبی وشفیقی حافظ عبدالواجد خان خلف الصدق برگزیدۂ خدا پابند شریعت مصطفےٰ درویش صفت وفرشتہ خصلت وحید الزمان جناب محمد عبدالواحد خاں صاحب مالک ومہتمم مطبع مصطفائی جانشین جنت مکان محمد مصطفےٰ خاں سکنہ اللہ فی فردوس الجنان۔ پہلی جلد باجازت حضرت مصنف ۱۳۰۱ھ میں دو بار چھپوا کے شائع کی جو حضرت شائقین علم دین کی نظر سے گذری ہوگی۔ دوسری جلد یعنی جزد دوم کے لیے کیسا کیسا اہتمام کیا زمین و آسمان ایک کر دیا لیکن کسی طرح وہ نسخہ دستیاب نہ ہوتا تھا بارے جناب مخدومی و مکرمی منشی سید محمد ممتاز علی صاحب ہیڈ کار کلکٹری بنارس رئیس رقبہ سندیلہ ملک اودھ نے بہزار کوشش و جہد جناب منشی سید برکت علی صاحب سررشتہ دار کمشنری بنارس پنشن یافتہ سرکار سے جن کے پاس ایک مسودہ کٹا کٹرا دستی حضرت مصنف کا تھا حاصل کیا اور نقل واصل دونوں نسخے حافظ صاحب موصوف کے نام روانہ کئے اب اس محنت کو دیکھنا چاہیئے، کہ حافظ صاحب موصوف نے بعد نظر ثانی و اجازت مصنف بصحت کمال صفائی و پاکیزگی سے طبع کیا درحقیقت جیسی محنت حضرت مصنف نے اس کی تصنیف میں کی ہے، اس سے کسی قدر کم حافظ صاحب موصوف کو بھی مشقت کرنی پڑی، شکر ہے خدا کا جس نے اس محنت کی راحت دی اور دوسری جلد بھی چھپ گئی۔ اب خدا سے دعا ہے کہ اس کے مصنف اور جن سے یہ نسخہ دستیاب ہوا وہ اور جس نے بہزار کوشش اسے چھاپا اور شائع کیا ہے ان سب کے لئے۔

عمر و اقبال و آبرو ہو زیاد بمحمد و آلہ الامجاد

تمت

دارالاشاعت کی جدید مطبوعات

مذاق العارفین
اردو ترجمہ
احیاء العلوم کامل

تصنیف۔ حجۃ الاسلام امام محمد غزالیؒ
ترجمہ۔ مولانا محمد احسن نانوتوی
ترتیب۔ محمد رضی عثمانی
تذکرہ مصنف۔ علامہ شبلی نعمانی
سائز: ۲۰×۳۰ ½

حجۃ الاسلام امام غزالیؒ کی مشہور و معروف اور زندہ جاوید کتاب احیاء العلوم کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ جو اصلاح ظاہر و باطن تزکیہ نفس اور اسرار شریعت و طریقت اخلاق و تصوف فلسفہ و مذہب حکمت و موعظت کا بے مثال شاہکار ہے اس کی اثر انگیزی کا یہ عالم ہے کہ ہر بات قاری کے دل میں اترتی چلی جاتی ہے ہر مرض کے اسباب کی تحقیق کے ساتھ اس کا علاج نہایت نکتہ سنجی اور دقت نظر سے پیش کیا ہے حکمت و فلسفہ تصوف و اخلاق کے مشکل سے مشکل مسائل کو ایسے عام فہم اور موثر انداز میں پیش کیا ہے کہ کوئی شخص متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ عکسی عمدہ طباعت سفید کاغذ مضبوط اور حسین جلدیں۔ قیمت:۔ جلد اول صفحات ۵۳۸ ‏/۵۳‏ جلد دوم صفحات ۵۳۶ قیمت:۔ ‏/۵۳‏ جلد سوم صفحات ۵۲۰ قیمت:۔ ‏/۵۳‏ جلد چہارم صفحات ۷۸۳ قیمت:۔ ‏/۶۲‏۔ قیمت کامل چار جلد [illegible]

مجالس الابرار

تصنیف حضرت شیخ احمد رومیؒ
ترجمہ باہتمام مولانا مفتی [illegible]
مصدقہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ
سائز [illegible] صفحات ۶۳۰

علم نصیحت وعظ و تقریر اور فقہ و سلوک کی مستند کتاب جو شرک و بدعات کے رد میں ایسی جامع کتاب ہے جس کی سو مجلسیں ہیں اور ہر مجلس کے ضمن میں ہزاروں نکات و مسائل فقہاء و صحابہ و تابعین اور بزرگان دین کے حالات درج ہیں۔ مساجد کے اماموں خطیبوں اور واعظین و مقررین کے لیے بیش بہا تحفہ جو عرصہ سے نایاب تھا اب جدید ترتیب کے ساتھ عکسی طبع ہوا ہے۔ کتابت عمدہ۔ سفید کاغذ مجلد مع حسین پلاسٹک کور۔ قیمت:۔ ‏/۵۶‏

شمس المعارف اردو

تصنیف شیخ احمد بن علی بونیؒ
ترجمہ مولوی اقبال الدین احمد
سائز [illegible] صفحات ۶۴۴

جس میں ہر قسم کے عملیات و تعویذات و ظائف۔ اسماء اللہ تعالیٰ اور قرآن پاک کی آیات اسم اعظم۔ حروف ابجد کے خواص و اسرار اور ان کے موکلوں کی تسخیر۔ منازل قمر و کواکب و بروج کے اشارات و اثرات علم جفر کیمیا سیمیا وغیرہ علوم پر سب سے بڑی اور مستند و جامع کتاب۔ عکسی عمدہ طباعت سفید کاغذ مجلد مع حسین پلاسٹک کور قیمت:۔ ‏/۵۱‏

قاموس القرآن
یعنی
قرآنی ڈکشنری
عربی۔ اردو
از قاضی زین العابدین میرٹھی

قرآن کریم کے تمام الفاظ مع اردو تشریح اور ضروری صرفی و نحوی ترکیب کے درج کیے گئے ہیں اور اہم الفاظ پر تفصیلی اور تفسیری نوٹ لکھے گئے ہیں۔ برصغیر کے مشاہیر علماء و ماہرین عربی کی تصدیقات کے ساتھ شائع ہوئی ہے۔ سائز [illegible] صفحات [illegible]
عکسی عمدہ طباعت سفید کاغذ مجلد مع حسین پلاسٹک کور قیمت:۔ ‏/۳۶‏

تذکرہ مجدد الف ثانیؒ

از مولانا محمد منظور نعمانی
سائز [illegible] صفحات ۳۵۲

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ کے مفصل حالات و سوانح اور تجدید و احیاء دین کے عظیم کارناموں کی تاریخی دستاویز آپ کے مکتوبات کی روشنی میں۔
عکسی عمدہ طباعت سفید کاغذ مجلد مع حسین پلاسٹک کور قیمت:۔ ‏/۲۴‏

احکام اسلام عقل کی نظر میں

از مولانا اشرف علی تھانویؒ سائز [illegible]

تمام احکام اسلامی کی عقلی حکمتیں اور فلسفی بحث عام فہم اور دلنشیں انداز میں بیان کی گئی ہیں
عکسی عمدہ طباعت سفید کاغذ مجلد مع حسین ڈسٹ کور قیمت:۔ ‏/۳۶‏

دارالاشاعت مولوی مسافر خانہ کراچی